مشاہدات

50 تقاریر

بابت

اخلاقیات

(جلد چہارم)

یکے از آن لائن مطبوعات ''مشاہدات''

31

ابو سعید حنیف احمد محمود

لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ
بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٢٥﴾

(البقرہ:226)

50 تقاریر

بابت

اخلاقیات

(جلد چہارم)

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

31

ابو سعید حنیف احمد محمود

رابطہ کرنے کے لیے

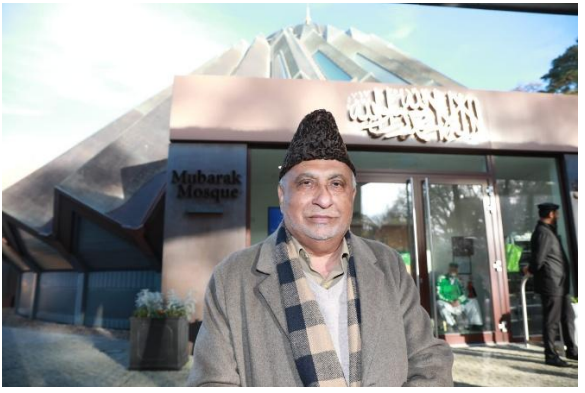

ای میل ایڈریس: hanifahmadmahmood@hotmail.com

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

پیرہن

آپ قارئین نے یہ محسوس کیا ہو گا کہ مَیں اپنی کتب کے پیش لفظ کو کوئی نہ کوئی عنوان دے کر تحریر کرتا ہوں۔ اِس وقت میرے ہاتھوں میں "مشاہدات" کی 31ویں کاوش ہے جو اخلاقیات پر 50 تقاریر پر مشتمل ہے۔ اس کے پیش لفظ کو مَیں "پیرہن" کا عنوان دے رہا ہوں جس کے معنی پوشاک اور لباس کے ہیں۔ جس طرح انسان اپنے لباس سے پہچانا جاتا ہے۔ اس کی شخصیت اُجاگر ہوتی ہے اسی طرح کسی کتاب کے پیش لفظ سے اس کتاب کو پہچان ملتی ہے۔ اخلاقیات کو دینِ اسلام میں بہت اہمیت حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں صِبۡغَةَ اللّٰهِ (البقرۃ:139) کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حسنہ کو اپنانے کی تلقین فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی اسی کتاب میں اپنے آخری نبی حضرت خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیسیوں صفات کا ذکر فرما کر نبیؐ کو حکم دیا کہ تم اپنے پیروکاروں کو کہہ دو قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ (البقرۃ:32) کہ اے محمد! کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کے دعویدار ہو تو میری پیروی کرو، میرے نقشِ قدم پر چلو، ان صفات کو اپناؤ جو اللہ تعالیٰ نے میرے اندر ودیعت کر رکھی ہیں۔ ایسا کرو گے تو تب اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ یہی اخلاقیات کا پہلا سبق ہے جو قارئین کو اخلاقیات پر مشتمل مختلف عناوین پر مشتمل 50 تقاریر میں ملے گا۔ ان 50 تقاریر میں آپ قارئین کو قرآنِ کریم میں بیان اخلاقِ حسنہ اور اخلاقِ فاضلہ کا درس ملے گا۔ ان 50 تقاریر میں آپ قارئین کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ملیں گے اور اُن اخلاقیات کا درس ملے گا جو آپؐ اپنے صحابہؓ کو دیا کرتے تھے۔ ان 50 تقاریر میں آپ قارئین کے لیے اُن عظیم اخلاق کی نشاندہی کی گئی ہے جو آج کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنائے اور اِن کا درس ہم کو دیا۔ اِن 50 تقاریر میں اُن ارشادات کا ذکر آپ قارئین کو ملے گا جو جماعت احمدیہ کے پانچوں خلفاء، احبابِ جماعت کی رہنمائی اور تعلیم و تربیت کے لیے گاہے بگاہے دیتے رہے۔ بالخصوص ہمارے موجودہ امام امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات اور افاضات اِن 50 تقریر کا حسن ہیں۔ گویا اس کتابچے کو اخلاقیات کے مختلف

خوشبودار اور رنگارنگ پھولوں کا گلدستہ کہا جا سکتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے لِبَاسُ التَّقْوٰی کا نام دے کر فرمایا ذٰلِكَ خَيْرٌ (الاعراف:27) الغرض ان 50 تقاریر کے مجموعہ کو تقویٰ کے لباس سے خوبصورتی دی گئی ہے۔

یہ 50 تقاریر پر مشتمل مجموعہ اخلاقیات کی جلد 4 ہے۔ اس سے قبل مشاہدات کے تحت 50، 50 تقاریر پر مشتمل تین حصّے منظرِ عام پر آکر ویب سائٹ www.mushahedat.com پر آن لائن ہو چکی ہیں۔ یوں اخلاقیات پر 200 عناوین پر مشتمل 4 جلدیں تیار ہو گئی ہیں۔ یہ ایسا روحانی اور علمی مائدہ ہے جو رہتی دنیا تک لوگوں کے لیے اور اُن کی نسلوں کے لیے مفید رہے گا۔ ان شاء اللہ

اس کتاب میں موجود تقاریر کی تیاری میں جن احباب کے مضامین سے استفادہ کیا گیا اور جنہوں نے ان تقاریر کو دیگر لوگوں تک پہنچایا وہ شکریہ کے مستحق ہیں۔ ان کے علاوہ اِن تقاریر کی تیاری و کمپوزنگ اور پھر کتابی صورت میں آپ کے سامنے پیش کرنے میں جن احباب و خواتین کا تعاون حاصل رہا اُن میں مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی، مسز عطیۃُ العلیم۔ ہالینڈ، مسز فائقہ بشریٰ، مسز زکیہ فردوس کومل۔ برطانیہ، مسز بُقعۃُ النور عمران۔ جرمنی، عزیزم منہاس محمود۔ جرمنی، عزیزم زاہد محمود، عزیزم عامر محمود ملک۔ برطانیہ، عزیزم سعید الدین احمد ۔ برطانیہ ، عزیزم فضل عمر شاہد۔ لٹویا ، مکرم نصیر احمد چوہدری، مکرم عبد المجید زاہد۔ آسٹریلیا اور مکرم عمیر احمد باجوہ شامل ہیں۔ جزاکم اللہ خیراً

قارئین کی طرف سے "مشاہدات" کی نسبت حوصلہ افزاء پیغامات موصول ہوتے رہتے ہیں جن سے یقیناً تقویت محسوس ہوتی ہے۔ جزاھم اللہ خیراً۔ جیسے

مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن تحریر کرتے ہیں:

"مشاہدات کیا ہے علم و معرفت کا بحرِ ذخّار ہے۔"

مکرم سلیم اکبر صاحب تحریر کرتے ہیں:

"الحمدللہ مجھے بہت اچھا پلیٹ فارم ملا ہے جس کو مَیں روزانہ کی بنیاد پر وزٹ کرتا ہوں اور کچھ نہ کچھ سیکھنے کو ملتا ہے"

”مشاہدات“ کی 31ویں کاوش قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

خاکسار

ابو سعید حنیف احمد محمود

مربّی سلسلہ حال برطانیہ

(شاہد۔ عربی فاضل)

(سابق ایڈیٹر روزنامہ الفضل ربوہ و الفضل آن لائن لندن و نائب ناظر اصلاح و ارشاد مرکزیہ)

26/دسمبر 2025ء

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

ای میل: hanifahmadmahmood@hotmail.com

تقاریر کے حوالے سے چند باتیں

1. خاکسار نے جو تقاریر تیار کیں وہ سات سے آٹھ منٹ دورانیہ کی ہیں اس میں نیت یہ تھی کہ جماعتی وذیلی تنظیموں کے تربیتی و تبلیغی اجلاسات میں پڑھی جاسکیں۔

2. جہاں تک مقابلہ جات کی تقاریر کا تعلق ہے ان میں ان تقاریر کو ذرا مختصر کر کے حسب پروگرام کی جاسکتی ہیں کیونکہ چھوٹی تحریر کو بڑا کرنا قدرے مشکل ہوتا ہے جبکہ بڑی یا لمبی تحریر بآسانی مختصر کی جاسکتی ہے۔

3. بعض دوست جب کسی عنوان کے تحت تقریر کا مطالبہ کرتے ہیں تو ان کو وہ تقریر عنوان کی قدرے تبدیلی سے جب بھجوائی جاتی ہے وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ وہ عنوان تو نہیں ہے جبکہ عنوان تبدیل کر کے اگر وہی تقریر کر دی جائے تو وہ عین درست ہوتا ہے جیسے آنحضورؐ کا عفو کا مقام اور آنحضورؐ اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم۔

4. تقریر کرتے وقت صاحب صدر یا سامعین کو مخاطب کرتے موقع و محل کو مد نظر رکھنا چاہئے کیونکہ صاحب تحریر کے مد نظر بھائی اور بہنیں دونوں ہوتی ہیں۔ اس طرح مخاطب ضمیر بھی بدل جائے گی۔

5. اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ تقریر خود تیار کرنے کی کوشش کیا کریں۔ اس سے کتب بینی کا بھی موقع میسر آتا ہے۔ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی بھی توفیق ملتی ہے۔ عنوان کو ذہن میں رکھ کر درود شریف اور دعائے قرآنیہ رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ وَیَسِّرْ لِیْٓ اَمْرِیْ بار بار پڑھیں۔ اپنے خدا سے مدد مانگیں اور اگر ممکن ہو تو صدقہ بھی دیں۔ اللہ تعالیٰ مضمون سلجھا دے گا اور تقریر لکھنے میں الٰہی مدد و نصرت بھی ملے گی۔

یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"

1۔ جماعت احمدیہ وذیلی تنظیموں کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
2۔ تقاریر سیرت وشمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم
3۔ 100 تقاریر برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ بر موقع صد سالہ جوبلی
4۔ 52 علامات 52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود
5۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ (جلد اول)
6۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2024ء (حصہ اول)
7۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت (حصہ اول)
8۔ 25 تقاریر بابت انفاق فی سبیل اللہ
9۔ 65 تقاریر برائے انصار اللہ
10۔ 20 تقاریر بابت محرم الحرام
11۔ 25 تقاریر بابت اہل بیت رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
12۔ 50 تقاریر بابت سیرت وشمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ دوم)
13۔ 70 تقاریر برائے خدام الاحمدیہ
14۔ 50 تقاریر بابت قرآن کریم (حصہ اول)
15۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (حصہ اول)
16۔ 60 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ اول)
17۔ 40 تقاریر بابت افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ (حصہ دوم)
18۔ 20 تقاریر بابت فلسفہ دُعا اور اس کی حقیقت
19۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2025ء (حصہ دوم)

20۔ 30 تقاریر بابت رمضان المبارک 2025ء (جلد اول)

21۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ 2025ء (جلد دوم)

22۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت 2025ء (حصہ دوم)

23۔ 10 تقاریر بعنوان صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

24۔ 20 تقاریر بعنوان صحبتِ صالحین

25۔ 50 تقاریر بابت سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ (حصہ سوم)

26۔ 30 تقاریر بابت قولِ سدید و قولِ زور

27۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد دوم)

28۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد سوم)

29۔ 50 تقاریر برائے نَونہالانِ جماعت

30۔ "مشاہدات" کی مالا کے 1000 موتی

31۔ 50 تقاریر بابت اخلاقیات (جلد چہارم)

زیر ترتیب کتب

1۔ 50 تقاریر بابت توحید و وجود باری تعالیٰ

2۔ 50 تقاریر بابت عبادات

3۔ 30 دروس بابت رمضان المبارک 2026ء (حصہ سوم)

4۔ 50 تقاریر بر موقع یوم مسیح موعودؑ 2026ء (جلد سوم)

5۔ 50 تقاریر بر موقع یوم خلافت 2026ء (حصہ سوم)

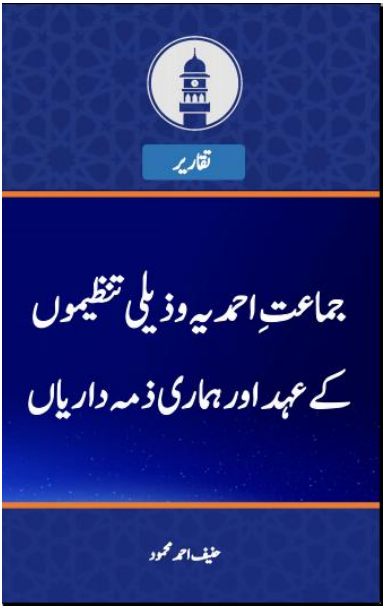
تقاریر
جماعتِ احمدیہ وذیلی تنظیموں
کے عہد اور ہماری ذمہ داریاں
حنیف احمد محمود

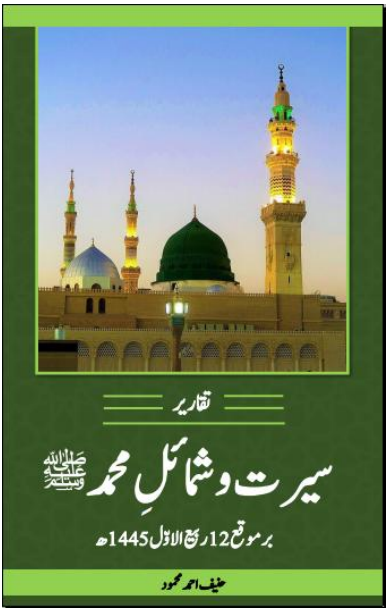
تقاریر
سیرت وشمائلِ محمد ﷺ
بر موقع 12 ربیع الاوّل 1445ھ
حنیف احمد محمود

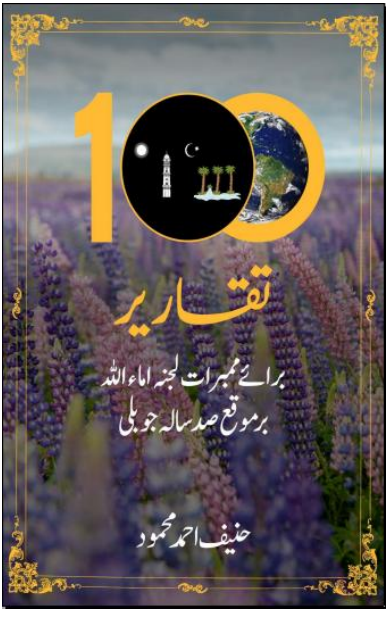
100
تقاریر
برائے ممبرات لجنہ اماء اللہ
برموقع صد سالہ جوبلی
حنیف احمد محمود

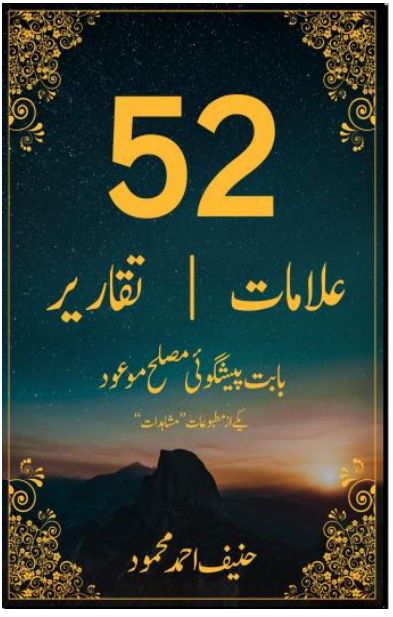
52
علامات | تقاریر
بابت پیشگوئی مصلح موعود
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
حنیف احمد محمود

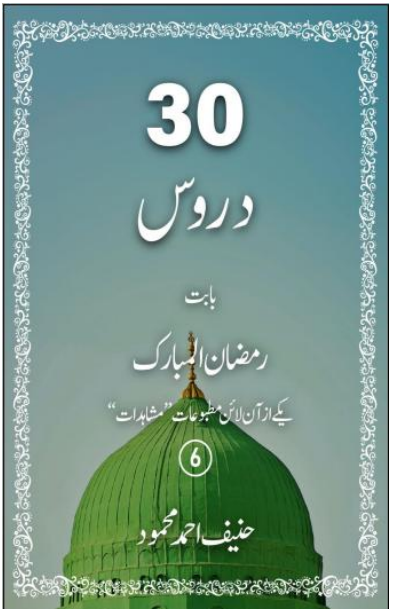
30
دروس
بابت
رمضان المبارک
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
6
حنیف احمد محمود

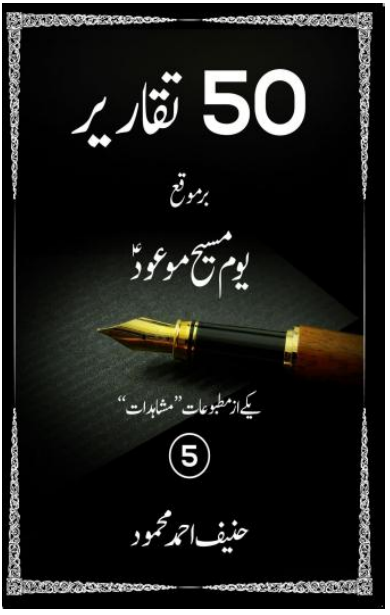
50 تقاریر
برموقع
یوم مسیح موعودؑ
یکے از مطبوعات "مشاہدات"
5
حنیف احمد محمود

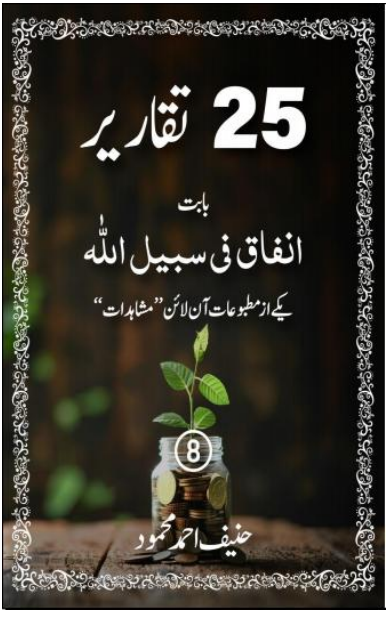
25 تقاریر
بابت
انفاق فی سبیل اللہ
یکے از مطبوعات آن لائن "مشاہدات"
8
حنیف احمد محمود

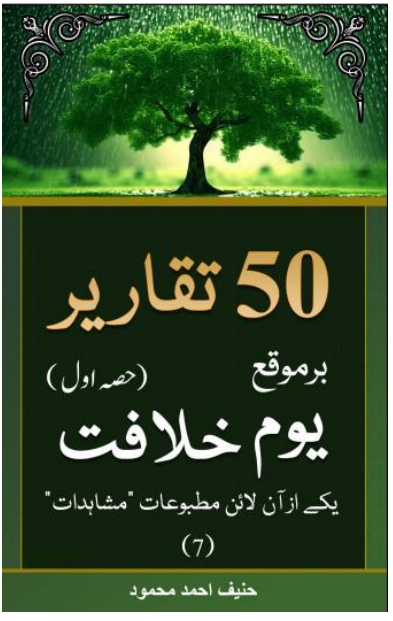
50 تقاریر
برموقع
(حصہ اول)
یوم خلافت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
(7)
حنیف احمد محمود

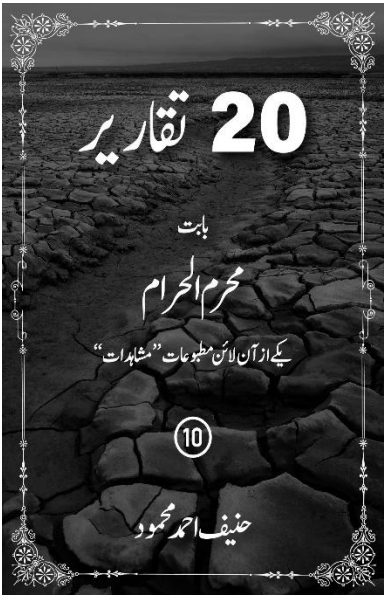
20 تقاریر
بابت
محرم الحرام
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
10
حنیف احمد محمود

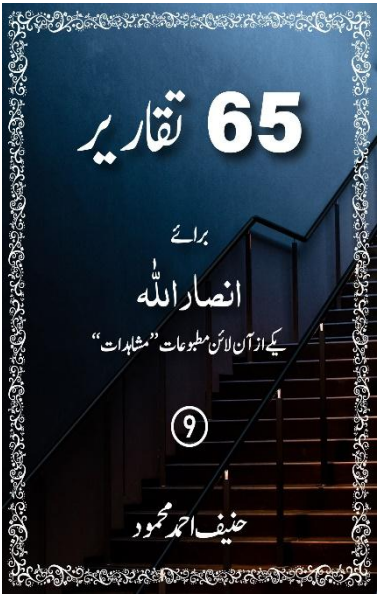
65 تقاریر
برائے
انصار اللہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
9
حنیف احمد محمود

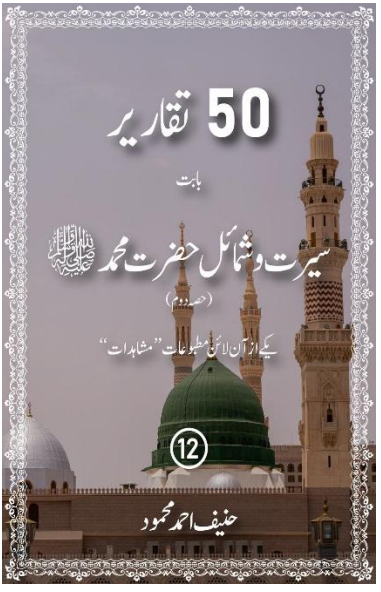
50 تقاریر
بابت
سیرت و شمائل حضرت محمد ﷺ
(حصہ دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
12
حنیف احمد محمود

25 تقاریر
بابت
اہلِ بیتِ رسولؐ اور اُن کا مقام و مرتبہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
11
حنیف احمد محمود

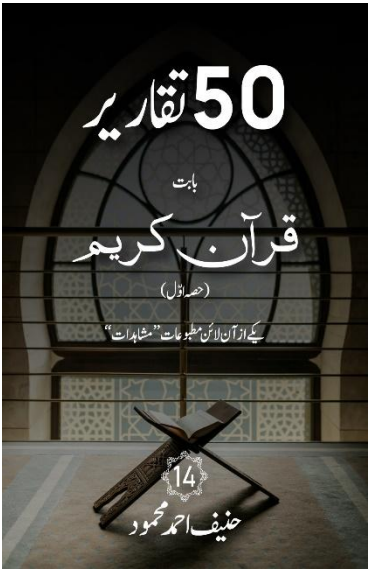
50 تقاریر
بابت
قرآن کریم
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
14
حنیف احمد محمود

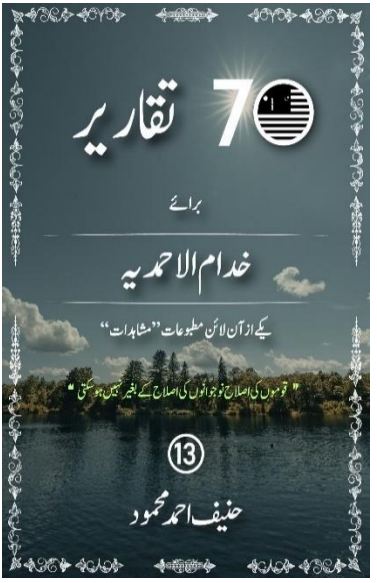
70 تقاریر
برائے
خدام الاحمدیہ
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
" قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی "
13
حنیف احمد محمود

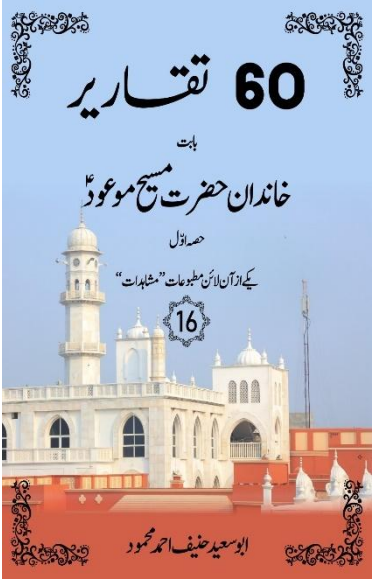
60 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
16
ابو سعید حنیف احمد محمود

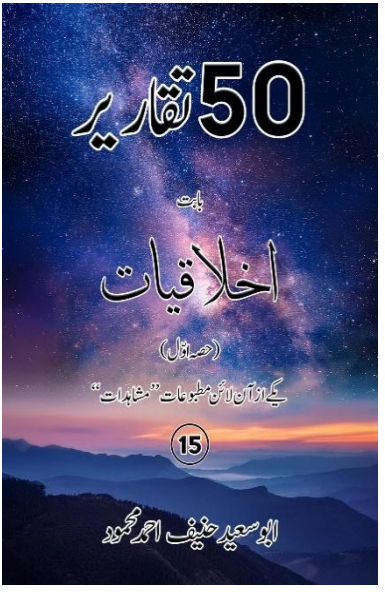
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(حصہ اوّل)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
15
ابو سعید حنیف احمد محمود

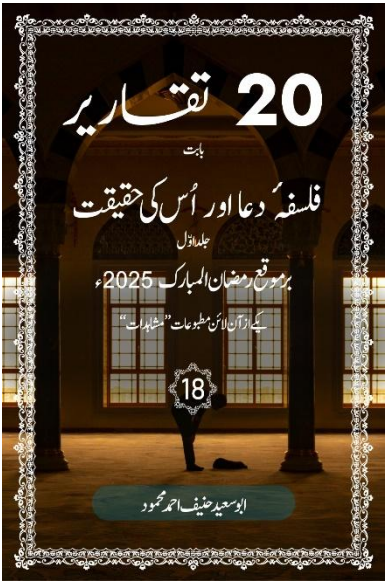
20 تقاریر
بابت
فلسفۂ دعا اور اُس کی حقیقت
جلد اوّل
برموقع رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
18
ابوسعید حنیف احمد محمود

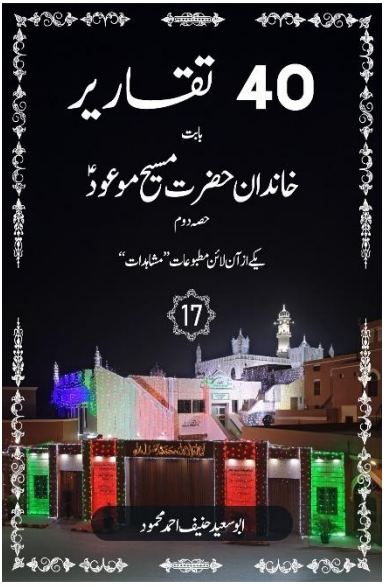
40 تقاریر
بابت
خاندان حضرت مسیح موعودؑ
حصہ دوم
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
17
ابوسعید حنیف احمد محمود

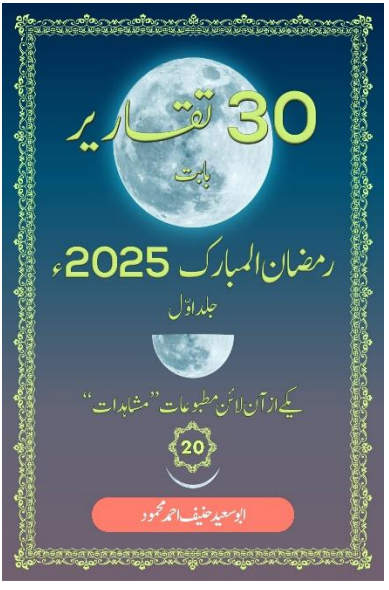
30 تقاریر
بابت
رمضان المبارک 2025ء
جلد اوّل
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
20
ابوسعید حنیف احمد محمود

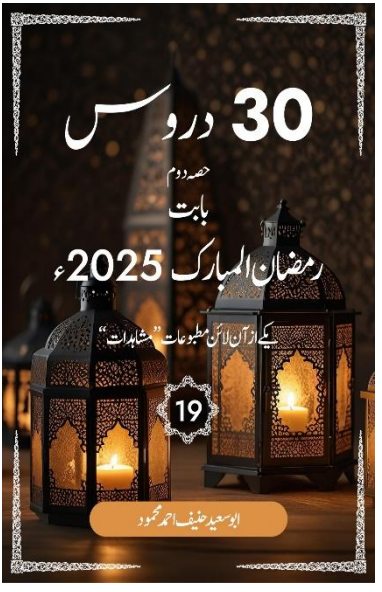
30 دروس
حصہ دوم
بابت
رمضان المبارک 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
19
ابوسعید حنیف احمد محمود

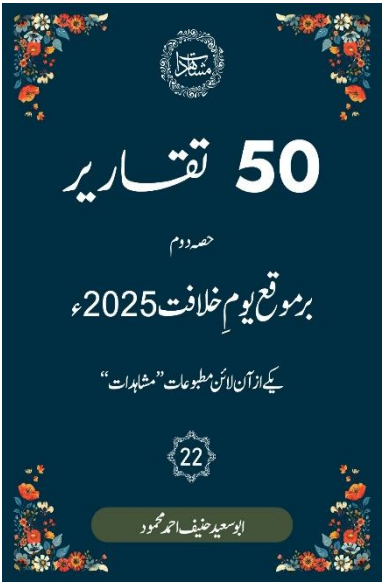
50 تقاریر
حصہ دوم
برموقع یومِ خلافت 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
22
ابوسعید حنیف احمد محمود

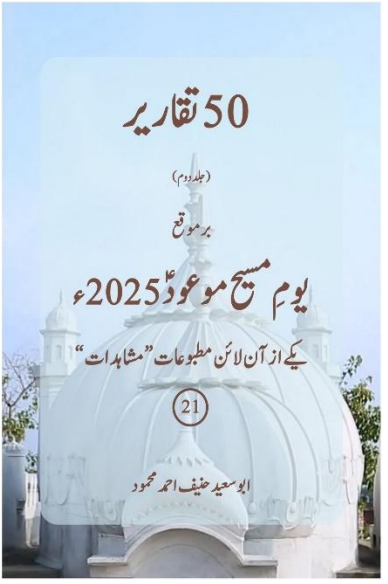
50 تقاریر
(جلد دوم)
برموقع
یوم مسیح موعودؑ 2025ء
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
21
ابوسعید حنیف احمد محمود

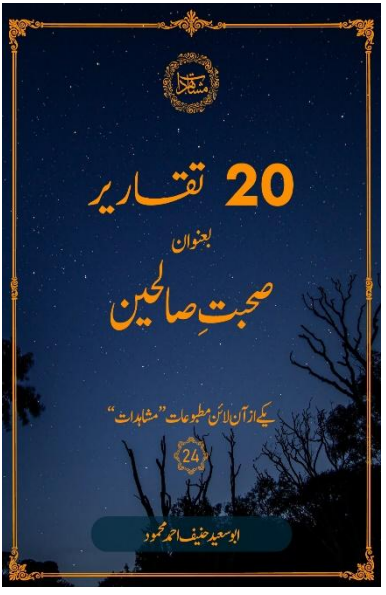
20 تقاریر
بعنوان
صحبتِ صالحین
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
24
ابوسعید حنیف احمد محمود

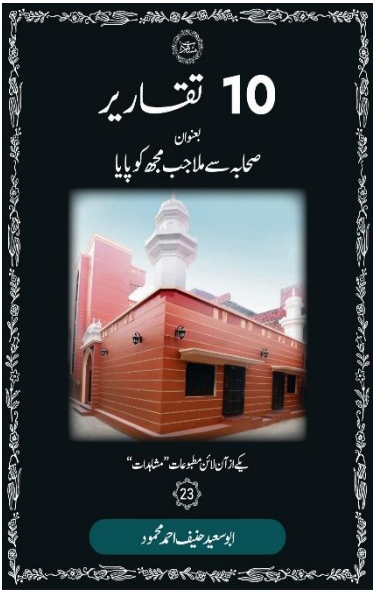
10 تقاریر
بعنوان
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
23
ابوسعید حنیف احمد محمود

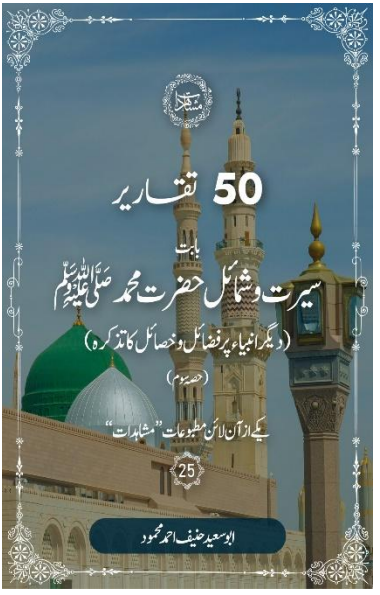
50 تقاریر
بابت
سیرت وشمائل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
(دیگر انبیاء پر فضائل وخصائل کا تذکرہ)
(حصہ دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
25
ابوسعید حنیف احمد محمود

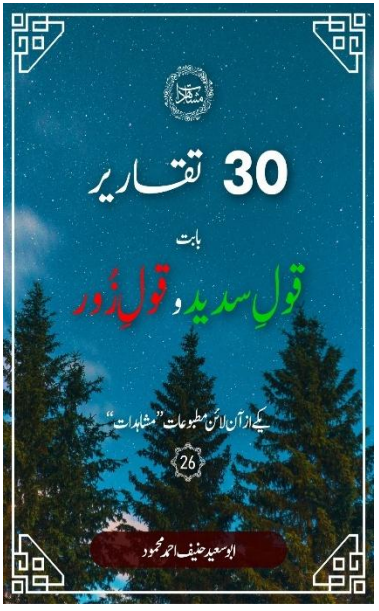
30 تقاریر
بابت
قولِ سدید و قولِ زُور
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
26
ابوسعید حنیف احمد محمود

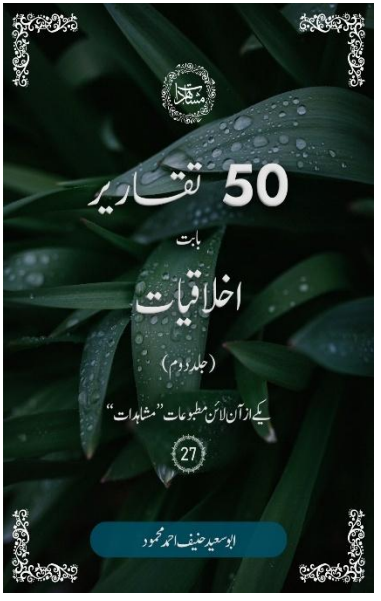
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد دوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
27
ابوسعید حنیف احمد محمود

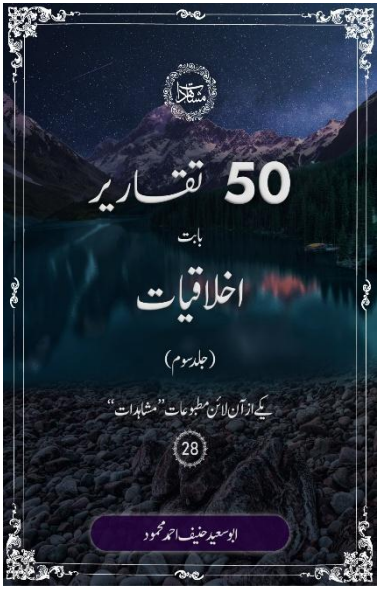
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد سوم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
28
ابوسعید حنیف احمد محمود

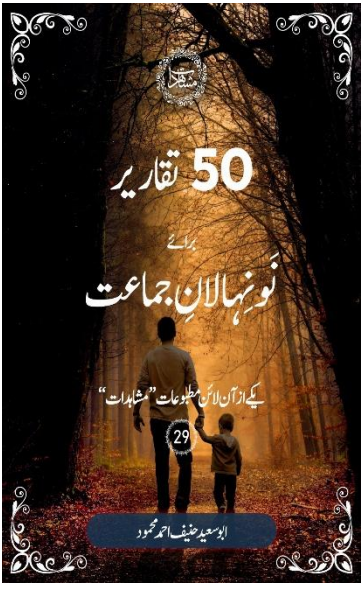
50 تقاریر
برائے
نونہالانِ جماعت
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
29
ابوسعید حنیف احمد محمود

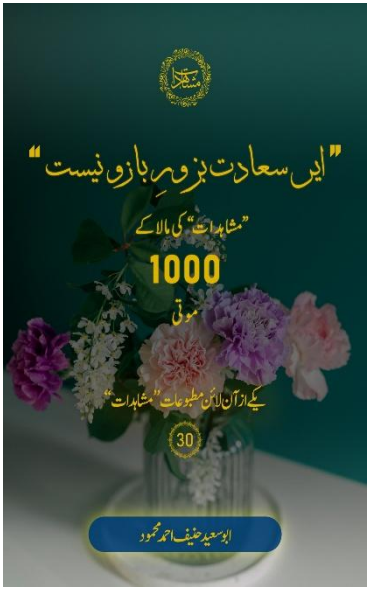
"ایں سعادت بزورِ بازو نیست"
"مشاہدات" کی مالا کے
1000
موتی
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
30
ابوسعید حنیف احمد محمود

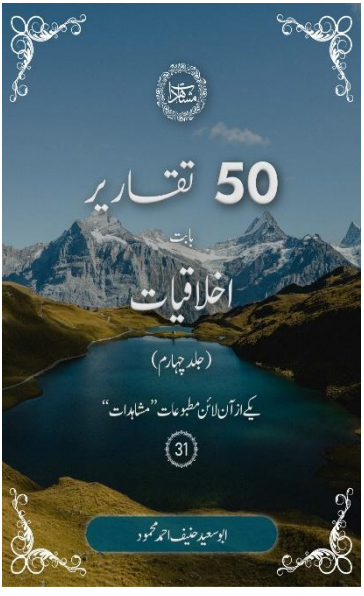
50 تقاریر
بابت
اخلاقیات
(جلد چہارم)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
31
ابوسعید حنیف احمد محمود

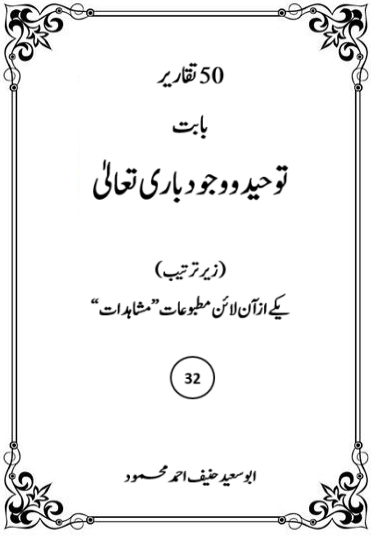
50 تقاریر
بابت
توحید و وجود باری تعالیٰ
(زیر ترتیب)
یکے از آن لائن مطبوعات "مشاہدات"
32
ابوسعید حنیف احمد محمود

محفوظ قلعے میں داخل ہونے کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 اگست 2024ء میں یہ تحریک فرمائی کہ بڑی عمر کے افراد **200 مرتبہ**، 15 سے 25 سال کے افراد **100 مرتبہ** یہ دعائیں پڑھیں اور چھوٹے بچوں سے والدین **3، 4 دفعہ** دہرائیں

Hazrat Khalifatul Masih V (may Allah be his helper) instructed in his Friday Sermon on August 23rd, 2024, that adults should recite these prayers **200 times**, individuals aged 15 to 25 should recite them **100 times**, and parents should repeat these prayers with young children **three or four times**:

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ، سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

پاک ہے اللہ اپنی حمد کے ساتھ۔ پاک ہے اللہ جو بہت عظیم ہے۔ اے اللہ رحمتیں بھیج، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی آل پر۔

Holy is Allah, worthy of all praise and greatness. O Allah, bestow Your blessings upon Muhammad and the people of Muhammad.

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

میں اللہ اپنے رب سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اور اسی کی طرف جھکتا ہوں۔

I seek forgiveness from Allah, my Lord, for all my sins and turn to Him.

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ

100 times daily | 100 دفعہ ورد کریں

اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خادم ہے۔ اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔

My Lord, everything is subservient to You! Protect me, help me, and have mercy on me.

ویب سائیٹ: www.mushahedat.com

فون نمبر: +44 73 7615 9966

انڈیکس

نمبر شمار	مشاہدات	عنوان	صفحہ
1	962	”استغفار کلیدِ ترقیاتِ روحانی ہے“ (مسیح موعودؑ)	1
2	550	تمام نصائحِ قرآنی کا مغز اور کلید۔ دُعا	10
3	250	اسلام میں آزادیٔ اظہارِ رائے کی حدود و قیود	16
4	939	احترامِ انسانیت، خدمتِ انسانیت اور شرفِ انسانیت (از روئے قرآنِ کریم)	31
5	950	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں احترامِ انسانیت، شرفِ انسانیت اور خدمتِ انسانیت	44
6	959	”انسان ہونا، ہمارا انتخاب نہیں، قدرت کی عطا ہے“	52
7	1004	مذہب میں۔ آزادی اور روشن خیالی کہاں تک جائز ہے؟ (تقریر نمبر 1)	62
8	1005	مذہب میں۔ بااختیاری اور خود مختاری کہاں تک جائز ہے؟ (تقریر نمبر 2)	71
9	1006	مذہب میں۔ آزادی، بااختیاری اور خود مختاری کہاں تک جائز ہے؟ (تقریر نمبر 3)	77
10	1015	اَحۡسِنۡ کَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰہُ اِلَیۡکَ (القصص:78) جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے تُو بھی لوگوں پر احسان کر	84
11	711	آدابِ گفتگو	96
12	952	نازک ترین معاملہ زبان سے ہے (مسیح موعودؑ)	104
13	970	زُباں کی کھیتی	108
14	958	اسلام کا ایک بنیادی وصف۔ سچائی	120
15	973	وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ	124

16	974	گھریلو جھگڑوں و عائلی تنازعات کی وجہ۔ جھوٹ اور قولِ زور	138
17	975	میڈیا کے ذریعہ جھوٹ، لغویات کی تشہیر	152
18	79	جادو، ٹونہ ٹوٹکا اور مزاروں پر جانا	164
19	209	سوشل میڈیا کی لَت، ایک نشے سے کم نہیں	173
20	922	جدید ایجادات کا درست اور بر محل استعمال	197
21	923	جدید ایجادات کے منفی اثرات و مضرّات	204
22	954	فضول چیزوں سے اجتناب	214
23	955	آؤ بچو! لغویات سے کیسے بچیں؟	220
24	735	اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ	227
25	988	”صحبت۔ خدمت اور صبر“	235
26	976	سچّے احمدی کی ماں۔ زندہ باد	241
27	964	تربیتِ اولاد	250
28	931	آج کا نوجوان بطور ایک اُمید کے	258
29	951	نَونہالانِ جماعت	265
30	977	اسپورٹس مَین سِپرٹ	271
31	154	اَلشَّبَابُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ	275
32	911	ULEZ اور انسانی زندگی	288
33	590	حسدِ محمود	297
34	972	عہد شکنی نہ کرو	304
35	589	عزم و ہمّت	309

36	957	غصّہ پر قابو پانا	318
37	956	کھانے کے آداب	324
38	980	ہمسایوں سے حسن سلوک	328
39	978	ہمیشہ مسکراتے رہو	333
40	617	وقت کی پابندی کی اہمیت	338
41	371	خلافت سے وابستگی۔ اصلاحِ نفس کا ذریعہ ہے	345
42	981	اطاعت کے ذریعہ پراگندہ موتیوں کا اجتماع	353
43	319	جماعتی پروگرامز، میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی اہمیت و برکات	357
44	932	اِسْتِیْنَاس کیا ہے اور اس کے آداب	368
45	984	ہُن مَیں چھ مہینے لئی تیرا ربّ نہیں رہیا؟	377
46	572	پانی کی ضرورت، اہمیت اور افادیت	388
47	707	رمضان اور اصلاح و تطہیرِ نفس	395
48	746	رمضان اور رسومات	403
49	717	رمضان اور ذَائِقَةُ الْمَوْتِ	409
50	350	رمضان اور احتساب (محاسبہ نفس)	417

ضروری نوٹ

ہر مقرر یعنی تقریر کرنے والا تقریر کا آغاز درج ذیل تشہد سے کرے۔

تشہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ / خطاب کے آغاز میں تشہد بھی پڑھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس خطبہ / خطاب میں تشہد نہ ہو وہ يَدِ جَذْمَاء یعنی ایک ٹنڈے (کٹے ہوئے) ہاتھ کی مانند ہے۔

(جامع ترمذی، مشکوۃ المصابیح، باب اعلان النکاح، حدیث نمبر 3015)

﴿1﴾ ﴿مشاہدات۔962﴾

”استغفار کلیدِ ترقیاتِ روحانی ہے“

(مسیح موعودؑ)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَّ اَنِ اسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّکُمۡ ثُمَّ تُوۡبُوۡۤا اِلَیۡہِ یُمَتِّعۡکُمۡ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّ یُؤۡتِ کُلَّ ذِیۡ فَضۡلٍ فَضۡلَہٗ ؕ وَ اِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ کَبِیۡرٍ (ھود: 4)

نیز یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تو تمہیں وہ ایک مقررہ مدت تک بہترین سامانِ معیشت عطا کرے گا اور وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اس کے شایانِ شان فضل عطا کرے گا۔ اور اگر تم پھر جاؤ تو یقیناً میں تمہارے بارہ میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

وقت ہے توبہ کرو جلدی مگر کچھ رحم ہو
سست کیوں بیٹھے ہو جیسے کوئی پی کر کوکنار
پر خدا کا رحم ہے کوئی بھی اُس سے ڈر نہیں
اُن کو جو جھکتے ہیں اُس درگہ پہ ہو کر خاکسار

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا استغفار کے حوالے سے ایک دوست کو کی گئی ایک نصیحت پر مشتمل فقرہ ”استغفار کلیدِ ترقیاتِ روحانی ہے“ ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے قرض کے متعلق دعا کے واسطے عرض کی تو حضورؑ نے فرمایا کہ ”استغفار بہت پڑھا کرو۔ انسان کے واسطے غموں سے سُبک ہونے کے واسطے یہ طریق ہے“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 449 ایڈیشن 1988ء)

قرآن اور احادیث کا مطالعہ کرتے وقت اگر غور کیا جائے تو استغفار اور توبہ کے الفاظ اکھٹے استعمال ہوئے ہیں۔ جیسے سورۃ ہود کی آیت 4 جس کی تلاوت مَیں تقریر کے آغاز کر آیا ہوں اِس میں استغفار اور توبہ کا ایک ہی جگہ ذکر ہے۔ اِسی سورت کی آیت 53 کو اگر آیت 4 کے ساتھ ملا کر پڑھا جائے تو استغفار اور توبہ کا مفہوم زیادہ کھل کر واضح ہوتا ہے۔ آیت 4 کا ترجمہ یہ ہے۔

نیز یہ کہ تم اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تو تمہیں وہ ایک مقررہ مدت تک بہترین سامانِ معیشت عطا کرے گا اور وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اس کے شایانِ شان فضل عطا کرے گا۔ اور اگر تم پھر جاؤ تو یقیناً میں تمہارے بارہ میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

اور آیت 53 کا ترجمہ یہ ہے۔

اور اے میری قوم! اپنے رب سے استغفار کرو پھر اسی کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو۔ وہ تم پر لگاتار مینہ برساتے ہوئے بادل بھیجے گا اور تمہاری قوت میں مزید قوت کا اضافہ کرے گا اور جرموں کا ارتکاب کرتے ہوئے پیٹھ پھیر کر نہ چلے جاؤ۔

اِن دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے استغفار اور توبہ کے انعامات کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بہترین سامانِ معیشت کے ساتھ ساتھ شایانِ شان فضل عطا کرے گا نیز مادی اور روحانی مینہ برسا کر مادی اور روحانی قوت میں اضافہ کرتا چلا جائے گا۔ اِسی مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ نوح آیات 11 تا 13 میں بیان کر کے مزید انعامات اور افضال کا ذکر فرمایا ہے۔ یہی وہ مضمون ہے جو حضورؑ تقریر کے عنوان میں بیان فرمانا چاہتے ہیں اور قرض کے چُکانے کے لئے استغفار کے کثرت کے ساتھ پڑھنے کی نصیحت میں مضمر ہے۔

سامعین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! مَیں دن میں اللہ تعالیٰ سے ستّر (70) مرتبہ سے زیادہ استغفار اور توبہ کرتا ہوں۔

(صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب استغفار النبیؐ فی الیوم واللَّیلَةِ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”استغفار اور توبہ دو چیزیں ہیں۔ ایک وجہ سے استغفار کو توبہ پر تقدم حاصل ہے۔ کیونکہ استغفار مدد اور قوت ہے جو خدا سے حاصل کی جاتی ہے اور توبہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونا ہے۔ عادت اللہ یہی ہے کہ جب

اللہ تعالیٰ سے مدد چاہے گا تو خدا تعالیٰ ایک قوت دے دے گا اور پھر اس قوت کے بعد انسان اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جاوے گا اور نیکیوں کے کرنے کے لئے اِس میں ایک قوت پیدا ہو جاوے گی۔ جس کا نام تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ (ھود) ہے اس لئے طبعی طور پر بھی یہی ترتیب ہے۔ غرض اس میں ایک طریق ہے جو سالکوں کے لئے رکھا ہے کہ سالک ہر حالت میں خدا سے استمداد چاہے۔ سالک جب تک اللہ تعالیٰ سے قوت نہ پائے گا کیا کر سکے گا۔ توبہ کی توفیق استغفار کے بعد ملتی ہے۔ اگر استغفار نہ ہو تو یقیناً یاد رکھو کہ توبہ کی قوت مر جاتی ہے۔ پھر اگر اس طرح پر استغفار کروگے اور پھر توبہ کروگے تو نتیجہ یہ ہو گا يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (ھود:3) سنت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اگر استغفار اور توبہ کروگے تو اپنے مراتب پالوگے۔ ہر ایک حس کے لئے ایک دائرہ ہے جس میں وہ مدارجِ ترقی کو حاصل کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 69-68 ایڈیشن 1984ء)

استغفار کے معانی بیان کرتے ہوئے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"استغفار کے حقیقی اور اصلی معنے یہ ہیں کہ خدا سے درخواست کرنا کہ بشریت کی کوئی کمزوری ظاہر نہ ہو اور خدا فطرت کو اپنی طاقت کا سہارا دے اور اپنی حمایت اور نصرت کے حلقہ کے اندر لے لے۔ یہ لفظ غَفْر سے لیا گیا ہے جو ڈھانکنے کو کہتے ہیں سو اس کے یہ معنے ہیں کہ خدا اپنی قوت کے ساتھ شخص مُسْتَغْفِر کی فطرتی کمزوری کو ڈھانک لے۔ لیکن بعد اس کے عام لوگوں کے لئے اس لفظ کے معنے اور بھی وسیع کئے گئے اور یہ بھی مراد لیا گیا کہ خدا گناہ کو جو صادر ہو چکا ہے ڈھانک لے۔ لیکن اصل اور حقیقی معنی یہی ہیں کہ خدا اپنی خدائی کی طاقت کے ساتھ مستغفر کو جو استغفار کرتا ہے فطرتی کمزوری سے بچاوے اور اپنی طاقت سے طاقت بخشے اور اپنے علم سے علم عطا کرے اور اپنی روشنی سے روشنی دے۔"

(عصمتِ انبیاء علیہم السلام، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 671)

پھر فرماتے ہیں۔

"اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو۔ جس طرح بھاگنے والا شکار جب ذرا سست ہو جاوے تو شکاری کے قابو میں آجاتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان

کا شکار ہو جاتا ہے۔ توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مردہ نہ ہونے دو۔ کیونکہ جس عضو سے کام لیا جاتا ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بیکار چھوڑ دیا جاوے پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح توبہ کو بھی متحرک رکھو تا کہ وہ بیکار نہ ہو جاوے۔ اگر تم نے سچی توبہ نہیں کی تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جاتا ہے اور اگر وہ سچی توبہ ہے تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو عمدہ زمین میں بویا گیا ہے اور اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔ آج کل اس توبہ میں بڑی بڑی مشکلات ہیں... ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالےٰ کی عظمت کو مد نظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو، بچو۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 303، ایڈیشن 1984ء)

اوپر ہم سُن آئے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک شخص کو قرض اُترنے کے واسطے فرمایا تھا کہ "استغفار بہت پڑھا کرو۔"

اِسی طرح ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کی کہ مجھ پر بہت قرض ہے، دعا کیجیے۔ فرمایا:

"توبہ استغفار کرتے رہو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ جو استغفار کرتا ہے اُسے رزق میں کشائش دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 434، ایڈیشن 1988ء)

یعنی کثرت استغفار پریشانیوں اور مصائب و تنگ دستی کو دُور کرتا ہے۔

اسی طرح ایک شخص نے عرض کی کہ حضورؑ! میرے لیے دعا کریں کہ میری اولاد ہو جائے آپؑ نے فرمایا:

"استغفار بہت کرو۔ اس سے گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اولاد بھی دے دیتا ہے۔ یاد رکھو یقین بڑی چیز ہے۔ جو شخص یقین میں کامل ہوتا ہے خدا تعالیٰ خود اس کی دستگیری کرتا ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 444، ایڈیشن 1988ء)

خدا اس قدر غفور ورحیم ہے کہ وہ انتظار کرتا ہے کب اس کا بندہ اس کے حضور گناہوں کی گٹھڑی لے کر آئے اور وہ اس کی مغفرت کرے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"یہ سچی بات ہے کہ توبہ اور استغفار سے گناہ بخشے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (البقرۃ:223) سچی توبہ کرنے والا معصوم کے رنگ میں ہوتا ہے۔ پچھلے گناہ تو معاف ہو جاتے ہیں پھر آئندہ کے لیے خدا سے معاملہ صاف کر لے۔ اس طرح پر خدا کے اولیاء میں داخل ہو جائے گا اور پھر اس پر کوئی خوف و حزن نہ ہو گا۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 594-595، ایڈیشن 1988ء)

پھر آپؑ نے فرمایا کہ

"حقیقی توبہ انسان کو خدا تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور اس سے پاکیزگی اور طہارت کی توفیق ملتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (البقرۃ:223) یعنی اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور نیز ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو گناہوں کی کشش سے پاک ہونے والے ہیں۔ توبہ حقیقت میں ایک ایسی شئے ہے کہ جب وہ اپنے حقیقی لوازمات کے ساتھ کی جاوے تو اس کے ساتھ ہی انسان کے اندر پاکیزگی کا بیج بویا جاتا ہے جو اس کو نیکیوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ یہی باعث ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ گناہوں سے توبہ کرنے والا ایسا ہوتا ہے کہ گویا اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ یعنی توبہ سے پہلے کے گناہ اس کے معاف ہو جاتے ہیں۔ اس وقت سے پہلے جو کچھ بھی اس کے حالات تھے اور جو بے جا حرکات اور بے اعتدالیاں اس کے چال چلن میں پائی جاتی تھیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو معاف کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک عہد صلح باندھا جاتا ہے اور نیا حساب شروع ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 432، ایڈیشن 1988ء)

سامعین! تمام خلفاء سلسلہ توبہ و استغفار کی اہمیت و فضیلت کی طرف احبابِ جماعت کو توجہ دلاتے رہے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:

”ہر عبادت کے بعد استغفار کا حکم ہے۔ دیکھو! بڑی عبادت سجدہ ہے اور سجدہ کے بعد پڑھا جاتا ہے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ۔ ایسا ہی جب نماز سے فارغ ہو جائیں تو استغفار پڑھتے ہیں۔ اسی طرح بیان فرمایا کہ جب حج کی عبادت ختم ہونے کے قریب آئے تو استغفار پڑھو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مجلس سے جب اٹھتے تو 70 سے 100 (بار) تک استغفار پڑھتے۔“

(حقائق الفرقان جلد اوّل صفحہ 337-338)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”انبیاء اس فطرتی کمزوری اور ضعف بشریت سے خوب واقف ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ دعا کرتے ہیں کہ یا الٰہی! تو ہماری ایسی حفاظت کر کہ وہ بشری کمزوریاں ظہور پذیر ہی نہ ہوں۔“

(ملفوظات جلد پنجم صفحہ 607)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”بعض لوگوں پر دکھ کی مار ہوتی ہے اور وہ ان کی اپنی ہی کرتوتوں کا نتیجہ ہے مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ (الزلزال:9) پس آدمی کو لازم ہے کہ توبہ و استغفار میں لگا رہے اور دیکھتا رہے کہ ایسا نہ ہو، بد اعمالیاں حد سے گزر جاویں اور خدا تعالیٰ کے غضب کو کھینچ لاویں۔ جب خدا تعالیٰ کسی پر فضل کے ساتھ نگاہ کرتا ہے تو عام طور پر دلوں میں اس کی محبت کا القا کر دیتا ہے۔ لیکن جس وقت انسان کا شر حد سے گزر جاتا ہے۔ اس وقت آسمان پر اس کی مخالفت کا ارادہ ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کے منشاء کے موافق لوگوں کے دل سخت ہو جاتے ہیں۔ مگر جونہی وہ توبہ و استغفار کے ساتھ خدا کے آستانہ پر گر کر پناہ لیتا ہے۔ تو اندر ہی اندر ایک رحم پیدا ہو جاتا ہے اور کسی کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ اس کی محبت کا بیج لوگوں کے دلوں میں بو دیا جاتا ہے۔ غرض توبہ و استغفار ایسا مجرب نسخہ ہے کہ خطا نہیں جاتا۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 297-298 ایڈیشن 1984ء)

" گناہ ایک ایسا کیڑا ہے جو انسان کے خون میں ملا ہوا ہے مگر اس کا علاج استغفار سے ہی ہو سکتا ہے۔ استغفار کیا ہے؟ یہی کہ جو گناہ صادر ہو چکے ہیں ان کے بد ثمرات سے خدا تعالیٰ محفوظ رکھے اور جو ابھی صادر نہیں ہوئے اور جو بالقوۃ انسان میں موجود ہیں ان کے صدور کا وقت ہی نہ آوے اور اندر ہی اندر وہ جل بُھن کر راکھ ہو جاویں۔

یہ وقت بڑے خوف کا ہے۔ اس لئے توبہ و استغفار میں مصروف رہو اور اپنے نفس کا مطالعہ کرتے رہو۔ ہر مذہب و ملّت کے لوگ اور اہل کتاب مانتے ہیں کہ صدقات و خیرات سے عذاب ٹل جاتا ہے مگر قبل از نزول عذاب۔ مگر جب نازل ہو جاتا ہے تو ہرگز نہیں ٹلتا۔ پس تم ابھی سے استغفار کرو اور توبہ میں لگ جاؤ تا تمہاری باری ہی نہ آوے اور اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 299 ایڈیشن 1984ء)

سامعین! اب تقریر کے آخر پر زیر بحث مضمون کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات پیش ہیں۔

جون 2012ء میں دورہ امریکہ کے دوران ایک سوال کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

"سوسائٹی میں، اپنے گھر میں، اپنے سسرال والوں کے ساتھ اور اپنے ماحول میں جو بھی بے چینیاں اور پریشانیاں پیدا ہوں وہ استغفار کرنے اور لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّابِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھنے سے دور کی جاسکتی ہیں۔"

(الفضل انٹرنیشنل 17؍اگست 2012ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک اَور مقام پر توبہ و استغفار کی اہمیت و فضیلت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"...جب انبیاء کی یہ حالت ہو کہ وہ ہر وقت استغفار کرنے، ہر وقت اپنے رب سے اس کی حفاظت میں رہنے کی دعا کرتے ہیں تو پھر ایک عام آدمی کو کس قدر اس بات کی ضرورت ہے کہ اس سے جو روزانہ سینکڑوں بلکہ ہزاروں غلطیاں ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں ان سے بچنے کے لئے یا ان کے بد اثرات سے بچنے کے لئے

استغفار کرے اور اگر پہلے اس طرف توجہ ہو جائے تو بہت سی غلطیوں اور گناہوں سے انسان پہلے ہی بچ سکتا ہے۔ پس اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ہم اس طرف توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے مومن بندوں اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ (البقرۃ:223) کی توبہ قبول کرنے، ان کی بخشش کے سامان پیدا کرنے کے لئے ہر وقت تیار ہے اور قرآن کریم نے بیسیوں جگہ مغفرت کے مضمون کا مختلف پیرایوں میں ذکر کیا ہے، کہیں دعائیں سکھائی گئی ہیں کہ تم یہ دعائیں مانگو تو بہت سی فطری اور بشری کمزوریوں سے بچ جاؤ گے۔ کہیں یہ ترغیب دلائی ہے کہ اس طرح بخشش طلب کرو تو اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنو گے۔ کہیں بشارت دے رہا ہے، کہیں وعدے کر رہا ہے کہ اِس اِس طرح میری بخشش طلب کرو تو اس دنیا کے گند سے بچائے جاؤ گے اور میری جنتوں کو حاصل کرنے والے بنو گے۔ کہیں یہ اظہار ہے کہ مَیں مغفرت طلب کرنے والوں سے محبت کرتا ہوں۔ غرض اگر انسان غور کرے تو اللہ تعالیٰ کے پیار، محبت اور مغفرت کے سلوک پر اللہ تعالیٰ کا تمام عمر بھی شکر ادا کرتا رہے تو نہیں کر سکتا۔ ہماری بدقسمتی ہو گی کہ اگر اس کے باوجود بھی ہم اس غفور رحیم خدا کی رحمتوں سے حصہ نہ لے سکیں اور بجائے نیکیوں میں ترقی کرنے کے بُرائیوں میں دھنستے چلے جائیں۔ پس اللہ تعالیٰ سے ہر وقت اس کی مغفرت طلب کرتے رہنا چاہئے۔ وہ ہمیشہ ہمیں اپنی مغفرت کی چادر میں لپیٹے رکھے اور ہمیں ہر گناہ سے بچائے اور گزشتہ گناہوں کو بھی معاف فرماتا رہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14؍مئی 2004ء)

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کے مقصدِ پیدائش کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ دنیا اور اس کے کھیل کود اور اس کی چکا چوند تمہیں تمہارے اس دنیا میں آنے کے مقصد سے غافل نہ کر دے بلکہ ہر وقت تمہارے پیش نظر یہ رہنا چاہئے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنا ہے، اس کی عبادت کرنی ہے۔ اگر یہ مقصد تمہارے پیش نظر رہے تو یاد رکھو یہ دنیا خود بخود تمہاری غلام بن جائے گی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اِس دنیا میں جہاں بھی ہم نظر ڈالتے ہیں شیطان بازو پھیلائے کھڑا ہے۔ اس کے حملے اور اس کے لالچ اس قدر شدید ہیں کہ سمجھ نہیں آتی اُن سے کیسے بچا جائے۔ ہر کونے پر، ہر سڑک پر، ہر محلے میں،

ہر شہر میں شیطانی چرخے کام کر رہے ہیں۔ اور سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو ان شیطانی حملوں سے بچنا مشکل ہے۔ جدھر دیکھو! کوئی نہ کوئی بلا منہ پھاڑے کھڑی ہے۔ دنیا کی چیزوں کی اتنی اٹریکشن (Attraction) ہے، وہ اتنی زیادہ اپنی طرف کھینچتی ہیں اور سمجھ نہیں آتی کہ انسان کس طرح اپنے مقصد پیدائش کو سمجھے اور اس کی عبادت کرے۔ لیکن ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص احسان ہے کہ اُس نے خود ہی ان چیزوں سے بچنے کے لئے راستہ دکھا دیا ہے کہ مستقل مزاجی اور مضبوط ارادے کے ساتھ استغفار کرو تو شیطان جتنی بار بھی حملہ کرے گا منہ کی کھائے گا اور اس کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوگی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 مئی 2005ء)

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پس ہر احمدی کو کوشش کرنی چاہئے کہ استغفار کرتے ہوئے اپنے گزشتہ گناہوں کی بخشش مانگتے ہوئے اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا عہد کرتے ہوئے مستقل خدا کے سامنے جھکا رہے اور جب اِس طرح عمل ہو رہے ہوں گے تو خدا تعالیٰ اپنی پناہ میں لے لے گا اور جو خدا تعالیٰ کی پناہ میں آجائے تو اسے جیسا کہ مَیں نے پہلے بتایا شیطان کبھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ کیونکہ اب اس سے وہی عمل سرزد ہو رہے ہوں گے جو خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے عمل ہوں گے۔ وہ تمام بُرائیاں ختم ہو جائیں گی جو خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے میں روک ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20 مئی 2005ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں استغفار کرنے اور اس کی پناہ میں آنے کی توفیق دے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

﴿2﴾ ﴿مشاہدات۔550﴾

تمام نصائحِ قرآنی کا مغز اور کلید۔ دُعا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ (البقرہ:187)

ترجمہ: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہئے کہ وہ بھی میری بات پر لبّیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

معزز سامعین! آج مجھے تمام نصائحِ قرآنی کا مغز اور کلید۔ **دُعا** پر گفتگو کرنی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”جب ایک حیات بخش چشمہ (دعا اور قبولیت دُعا۔ ناقل) موجود ہے اور ہر وقت اس میں سے پانی پی سکتا ہے۔ پھر اگر کوئی اس سے سیراب نہیں ہوتا ہے تو خود طالب موت اور تشنہ ہلاکت ہے۔ اس صورت میں تو چاہیے کہ اس پر منہ رکھ دے اور خوب سیراب ہو کر پانی پی لیوے۔ یہ **میری نصیحت ہے جس کو میں ساری نصائح قرآنی کا مغز سمجھتا ہوں۔ قرآن شریف کے 30 سپارے ہیں اور وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں۔** لیکن ہر شخص نہیں جانتا کہ ان میں سے وہ نصیحت کون سی ہے جس پر اگر مضبوط ہو جاویں اور

اس پر پُورا عملدرآمد کریں تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلنے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔ مگر مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کلید اور قوت دُعا ہے۔ دُعا کو مضبوطی سے پکڑ لو۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 193 ایڈیشن 1984ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس بابرکت ارشاد میں تمام نصائح قرآنی کا مغز اور کلید **دُعا** کو قرار دیا ہے۔ اس پُر معارف اور خوبصورت موضوع پر مشتمل اس ارشاد میں بیان الفاظ **"قرآن شریف کے 30 سپارے ہیں وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں"** پر کچھ گزارشات محترم سامعین سے کرنی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتب میں قرآن کے 700 سے زائد احکام کا ذکر فرمایا ہے اور بعض جگہوں پر 1200 احکام لکھے ہیں اور کشتی نوح میں فرمایا ہے کہ "جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے۔ وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔"

(کشتی نوح)

ہمارے پیارے آقا سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک جگہ فرماتے ہیں:

"قرآن کریم کے تمام حکموں پر عمل کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے۔"

نیز حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"انسان کو ہمیشہ یہ کوشش کرنی چاہیے کہ میرا مقصد اور میرا کام صرف یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے اُس کے احکامات پر عمل کرنا ہے اور اس کے بے شمار احکامات ہیں۔ ایک درجے کا آپ کو کس طرح پتہ چل سکتا ہے؟ پہلے قرآن کریم سے تلاش کریں۔ قرآن کریم کے 700 حکم ہیں یا بعض جگہ پر 1200 بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ تو کیا ان 700 یا 1200 حکموں پر عمل کر لیا ہے؟ کیا ان کی تلاش کر لی ہے؟ جب ان حکموں کی تلاش کر لی ہے اور ان پر عمل کر لیا ہے تو پھر اگلی بات آپ کریں کہ کیا اب میں کوئی اور درجہ دیکھوں گا تو پھر خدا تعالیٰ خود وہ درجہ عطا فرماتا ہے۔ انسان کی کوششوں سے عطا نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ایک مومن کا کام یہ ہے کہ..... اس کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔"

یہ سات سو احکامِ قرآنی دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہونے والی نصائح ہی ہیں۔ جن سے قرآن لبریز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و شمائل کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا:

کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ یعنی آپؐ کے اخلاق و شمائل قرآن کے عین مطابق ہیں۔

ذرا دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماحول کو ذہن میں اُجاگر کریں۔ ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جانثاروں میں رونق افروز ہوتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والے احکام کے بارے میں فرماتے اور صحابہؓ بھی اسی تگ و دو میں رہتے تھے کہ انہیں کسی حکم کی اطلاع ہو تو وہ اس پر عمل کریں۔ بعض صحابہؓ نے تو ایسے احکامِ قرآنی کی فہرستیں بنا رکھی تھیں، یعنی ایک فہرست ایسی جن پر عمل کر چکے اور دوسری جن پر عمل کرنا ابھی باقی تھا۔

سامعین! ایک مہاجر صحابیؓ نے قرآنی احکام کی فہرست تیار کر رکھی تھی اور اُن کی کوشش رہتی تھی کہ کوئی ایسا حکم قرآن کا نہ رہ جائے جس پر وہ عمل پیرا نہ ہوں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ قرآنی حکم ”اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آیا کرو“ پر تعمیل کی غرض سے، مَیں ساری عمر کوشاں رہا۔ مدینہ کے ہر گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا کہ کوئی مجھے کہہ دے کہ مَیں اِس وقت ملاقات نہیں کرنا چاہتا، تم واپس لوٹ جاؤ تو مَیں واپس لوٹ آؤں۔ مگر مجھے ایسی آواز سنائی نہ دی اور یہ حکم بغیر عمل کے رہ گیا۔

(جامع البیان فی تفسیر القرآن از ابو جعفر محمد بن جریر الطبری جلد 18 زیرِ آیت سورۃ النور:28)

سامعین! اس واقعہ میں صحابہؓ کی شخصیت کے دو کردار بیان ہوئے ہیں۔

1۔ صحابہؓ کا احکامِ قرآنی پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ۔

2۔ صحابہؓ کا بااخلاق ہونا کہ اپنے گھر آنے والے کسی مہمان کو ملنے سے انکار نہ فرماتے تھے۔

(700 احکام خداوندی از حنیف محمود صفحہ 37)

یہی کیفیت آج کے دَورِ اُخروی میں جماعت احمدیہ کے مخلصین کی ہے اور کیوں نہ ہو۔ احادیث کے مطابق مسیح و مہدیؑ کے ماننے والے ہر قرآنی حکم و اسلامی تعلیم پر اُسی طرح عمل پیرا ہونے کی پوری کوشش کرتے ہیں، جس طرح صحابہ رسولؐ نے عمل کیا۔

اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے اِن کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

میرے پیارے بھائیو! صحابہؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور بزرگان و مخلصینِ جماعت نے بھی اپنے اپنے قرآن کریم کے نسخوں پر احکامِ الٰہی کے نشان لگا رکھے تھے۔ جن پر وہ عمل بھی کرتے تھے۔ ان میں حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ ایک تھے۔ احباب جماعت کی آسانی اور سہولت کے لئے بعض مصنفین نے احکام قرآن کو اکٹھا بھی کیا تا آسانی سے تعمیل ہو سکے۔ "700 احکام خداوندی" کے نام سے 614 صفحات پر مشتمل ایک ضخیم کتاب میں تمام احکام کو جمع کیا گیا ہے جو جماعت کی مرکزی ویب سائٹ www.alislam.org پر دیکھی اور پڑھی جا سکتی ہے۔

اس تحقیقی اور علمی کتاب کے تعارف میں مصنف بیان کرتے ہیں:

"قرآن کریم تو ایک سمندر ہے جس کی تہہ میں بڑے بڑے نایاب اور بے بہا گوہر پوشیدہ ہیں، جن کے حصول کے لئے غوطہ لگانے کی ضرورت ہوتی ہے اور ہر کوئی اپنے ظرف کے مطابق حصہ پاتا ہے"

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم میں سے ہر احمدی کو ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ السلام "قرآن شریف کے 30 سپارے ہیں اور وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں" کے مطابق احکامِ الٰہی پر نگاہ رکھنی چاہئے۔

صحابہؓ کی طرح ہر حکم پر تعمیل کی کوشش کرنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان کو چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی زندگی کا ہر روز مطالعہ کرتا رہے۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 185 ایڈیشن 1984ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو قرآن کریم سے بہت پیار تھا، محبت تھی اور عشق تھا۔ آپؐ خود بھی میٹھے لحن میں تلاوت فرماتے اور دوسروں سے خوش الحانی سے قرآن کریم سنا کرتے تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ مجھے قرآن کریم سناؤ۔ مَیں نے عرض

کی کہ حضورؐ! آپؐ پر قرآن نازل ہوا اور مَیں آپؐ کو قرآن سناؤں۔ آپؐ نے فرمایا۔ دوسرے سے قرآن سننا مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔

(صحیح بخاری، باب حسن الصوت بالقراءۃ)

پھر ایک موقع پر آپؐ نے فرمایا:

جس نے خوش الحانی سے اور سنوار کر قرآن نہ پڑھا اس کا ہمارے ساتھ کوئی تعلق۔ نہیں۔

(سنن ابوداؤد کتاب الصّلوٰۃ)

پھر فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ

(صحیح بخاری کتاب الفضائل)

کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کریم سیکھتا بھی ہے اور دوسروں کو سکھاتا بھی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس مضمون کو احسن رنگ میں یوں بیان فرمایا:

”احکامِ الٰہی کا بجالانا تو ایک بیج کی طرح ہوتا ہے جس کا اثر رُوح اور وجود دونوں پر پڑتا ہے۔ ایک شخص جو کھیت کی آبپاشی کرتا اور بڑی محنت سے اس میں بیج بوتا ہے اگر ایک دو ماہ تک اس میں انگوری نہ نکلے تو ماننا پڑتا ہے کہ بیج خراب ہے۔ یہی حال عبادات کا ہے۔ اگر ایک شخص خدا کو وحدہ لاشریک سمجھتا ہے، نمازیں پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے اور بظاہر نظر احکامِ الٰہی کو حتی الوسع بجالاتا ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی خاص مدد اس کے شاملِ حال نہیں ہوتی تو ماننا پڑتا ہے کہ جو بیج وہ بو رہا ہے وہی خراب ہے۔ یہی نمازیں تھیں جن کو پڑھنے سے بہت سے لوگ قطب اور ابدال بن گئے۔“

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 43)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”قرآنی دعائیں ہیں، مسنون دعائیں ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی سکھائی ہوئی دعائیں ہیں۔ اگر ہم نے اِن حالات سے باہر نکلنا ہے جو ہمارے لئے پیدا کئے گئے ہیں یا پیدا کئے جا رہے ہیں تو اِن کی طرف ہمیں بہت توجہ کرنی چاہیے“ (خطبہ جمعہ 5 اپریل 2024ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کی زندگیوں کے مطابق قرآن کریم سے پیار کرنے والا بنائے اور اس کے احکام و نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿3﴾ ﴿مشاہدات۔250﴾

اسلام میں آزادیٔ اظہارِ رائے کی حدود و قیود

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران:160)

پس اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تُو ان کے لئے نرم ہو گیا۔ اور اگر تُو تُند خُو (اور) سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دُور بھاگ جاتے۔ پس ان سے دَرگزر کر اور ان کے لئے بخشش کی دعا کر اور (ہر) اہم معاملہ میں ان سے مشورہ کر۔ پس جب تُو (کوئی) فیصلہ کر لے تو پھر اللہ ہی پر توکل کر۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔

سر میں نخوت نہ ہو آنکھوں میں نہ ہو برقِ غضب
دل میں کینہ نہ ہو لب پہ کبھی دشنام نہ ہو
خیر اندیشیٔ احباب رہے مدنظر
عیب چینی نہ کرو مفسد و نمام نہ ہو

سامعین کرام! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **اسلام میں آزادیٔ اظہارِ رائے کی حدود و قیود**

ہر شخص کو یہ آزادی اور حق حاصل ہے کہ وہ جب چاہے، جس کے خلاف چاہے اور جو چاہے کہہ سکتا ہے اور لکھ سکتا ہے۔ لیکن گفتگو کرتے یا اپنے موقف کو تحریر میں لاتے ضابطہ اخلاق ملحوظِ خاطر رہنا چاہئے۔ دنیا کے تمام مذاہب، سوسائٹیوں، جماعتوں اور ملکوں میں اخلاق کی اقدار پر مشتمل قوانین موجود ہیں جنہیں آئین اور دستور کہا جاتا ہے جو اپنے اپنے ہاں بہت مقدس تصور ہوتے ہیں۔ ہر انسان کو، ہر قوم کو، ہر

سوسائٹی اور ہر جماعت یا فرقے کو اِن دساتیر اور الہامی کتب میں درج اخلاقی تعلیمات کے دائرہ میں رہتے ہوئے اظہارِ خیال کرنے اور اپنا دفاع کرنے کا حق ہے۔

اِظہارِ رائے کی آزادی جدید تہذیب و تمدن کا قیمتی اَثاثہ ہے۔ انسانیت نے آزادی کی یہ نعمت صدیوں کی قربانیوں اور مشکلات کے نتیجے میں حاصل کی ہے۔ اگر آزادیِ اِظہارِ رائے کو چند اَخلاقی ضابطوں کا پابند بنا دیا جائے تو اس سے کوئی انسانی حق مجروح نہیں ہوتا کیونکہ آزادیِ اِظہارِ رائے اگرچہ ہر اِنسان کا بنیادی حق ہے، لیکن یہ حق مطلق و بے مہار نہیں ہو سکتا۔ آزادی رائے کا اِنحصار دوسروں کے بنیادی حقوق کی حفاظت کے ساتھ مشروط ہے۔

سامعین کرام! الغرض اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد پیدا کیا ہے اور آزادیٔ اظہارِ رائے، انسان کا پیدائشی اور بنیادی حق ہے۔ اِسی لیے دنیا کے تمام مذاہب نے اِسے قبول کیا ہے اور تمام قوموں نے اِسے تسلیم کر کے اپنے دساتیر میں اس کی ضمانت دی ہے۔ جیسا کہ کتابِ مقدس کا عہد نامہ عتیق اور عہد نامہ جدید دونوں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین سے منع کرتے ہیں۔ جیسے 'عہد نامہ عتیق' کی کتاب 'اِحبار 24:13-16'، اور 24:23'، 2' اور 'عہد نامہ جدید' کی کتاب 'متی کی اِنجیل (Matthew)، 12:32'، 'مرقس کی انجیل (Mark)، 3:29' اور 'لوقا کی انجیل (Luke)، 12:10' میں اِس کا ذکر موجود ہے۔

جہاں تک اِسلام کا تعلق ہے اِس نے بھی بڑی وضاحت سے تمام رسولوں اور پیغمبروں کے اِحترام کو ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ دنیا کے تمام ابراہیمی اَدیان نے پیغمبروں کی توہین کی ممانعت کی ہے اور قرآنِ مجید میں پیغمبروں کے اِحترام کی تعلیمات نے کسی بھی شخص کو اظہارِ رائے کی آزادی کے حق سے محروم نہیں کیا۔ اِسی طرح کسی مذہب کی توہین بھی اِرتکابِ جرم ہے کیونکہ اس سے ایک بڑے طبقے کو اذیت پہنچتی ہے جس کا اس مذہب پر ایمان ہے۔ سو اس عمل کو کسی بھی طرح کی آزادی کے حق کا جواز فراہم نہیں کیا جانا چاہیے، خصوصاً جب یہ عمل اَمنِ عالم، بین المذاہب ہم آہنگی اور بین الاقوامی تعلقات کے لیے بھی خطرہ کا باعث ہو۔

سامعین کرام! مضمون کو مزید آگے بڑھانے سے قبل اظہار رائے کی آزادی کے مفہوم کو جاننا ضروری ہے کہ ہر انسان تقریر و تحریر اور عمل کے ذریعہ اپنے خیالات کے اظہار میں آزاد ہے۔ مگر اس سے مادر پدر آزادی ہر گز مراد نہیں ہے۔ جس کے تحت ہر انسان جو چاہے، جس طرح چاہے اور جس کے خلاف چاہے اپنی تقریر و تحریر یا عمل کے ذریعہ اس کا اظہار کرے خواہ اس سے کسی کی دلآزاری ہی کیوں نہ ہوتی ہو۔ خواہ اس سے دوسروں کی عزت و آبرو پر حملے ہی کیوں نہ ہو رہے ہوں، خواہ اس کی وجہ سے پاک اور مقدس ہستیوں کی توہین ہی کیوں نہ ہو رہی ہو اور خواہ اس کی وجہ سے لاکھوں کروڑوں انسانوں کے جذبات ہی سے کیوں نہ کھیلا جا رہا ہو! جو فساد فی الارض کا موجب بنے؟ جس سے معاشرتی امن برباد ہوتا ہو اور شرفِ انسانی اور احترامِ آدمیت جیسی اعلیٰ اقدار پامال ہو جائیں؟۔ جس سے معاشرہ تقسیم ہو کر رہ جائے اور باہمی تعلقات کی زمین میں محبت والفت اور ادب واحترام کے پھولوں کی بجائے نفرت و کراہت، جھوٹ وبد گوئی، اور تہمت بازی وبہتان تراشی کے کانٹے اُگیں؟۔ یقیناً ایسی مطلَق اور بے مہار آزادی کو انسان کا بنیادی حق قرار نہیں دیا جاسکتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”معاشرے کے حوالے سے مطلق آزادی کا نعرہ بالکل کھوکھلا بے معنَی غیر فطری اور غیر حقیقی نعرہ ہے۔ بعض اوقات آزادی کے ایسے غلط معنے لیے جاتے ہیں اور اس کے تصور کو اتنا غلط استعمال کیا جاتا ہے کہ آزادئ تقریر کا حسین اصول بے حد بد نما اور بد صورت بن کر رہ جاتا ہے۔ گالی گلوچ دوسروں کی عزت وآبرو پر حملے اور پاک اور مقدس وجودوں کی توہین آخر کہاں کی آزادی ہے؟“

(اسلام اور عصر حاضر کے مسائل کا حل صفحہ 44)

سامعین! الہامی کتب کے علاوہ دنیا کے دیگر دساتیر اور آئین میں آزادی اظہارِ رائے کا جو ذکر موجود ہے اُن میں مثال کے طور پر اس اصول کو کینیڈین چارٹر آف رائٹس اور فریڈم (The Canadian Charter of Rights and Freedoms) میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ ہر شخص کو اظہارِ رائے کی آزادی ہے اور اس آزادی پر صرف وہ معقول پابندیاں عائد کی جاسکتی ہیں، جن کو ایک آزاد اور جمہوری

معاشرے میں جائز قرار دیا جاسکتا ہو۔ اَقوامِ متحدہ کے سابق سیکرٹری جنرل کوفی عنان (Kofi Annan) نے کہا تھا:

I also respect the right of freedom of speech. But of course, freedom of speech is never absolute. It entails responsibility and judgment.

میں آزادیِ اِظہارِ رائے کے حق کا اِحترام کرتا ہوں لیکن اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ حق قطعاً بھی مطلق نہیں ہے۔ یہ حق اِحساسِ ذِمہ داری اور دانش مندی کے ساتھ مشروط ہے۔ سابق برطانوی وزیر خارجہ جیک سٹرا (Jack Straw) نے کہا تھا۔ ہر شخص کو آزادیِ اِظہارِ رائے کا حق حاصل ہے اور ہم اس کا احترام کرتے ہیں لیکن کسی کو بھی توہین کرنے یا بغیر کسی سبب کے اشتعال انگیزی کی اجازت نہیں دی جاسکتی... ہر مذہب کے لیے کچھ قابلِ حرمت اُمور ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ درست نہیں کہ آزادیِ اِظہار رائے کے نام پر عیسائیوں کی تمام مقدس رسوم اور عبادات پر ہر طرح کی تنقید کی جاتی رہے اور نہ ہی اس کی کوئی گنجائش ہے کہ یہودی، ہندو یا سکھ مذہب کے حقوق اور مقدس رسوم کو موردِ الزام ٹھہرایا جائے۔ نہ ہی ایسا رویہ مذہبِ اسلام کے حوالے سے اختیار کیا جانا چاہیے۔ ہمیں اس طرح کی صورت حال میں عزت واحترام کو برقرار رکھنے کے لیے احتیاط کرنا ہوگی۔

پوپ فرانسس (Francis) نے پیرس میں جنوری 2015ء کے دہشت گردانہ حملوں پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا کہ اظہار رائے کی آزادی میں کچھ ضروری حدود و قیود ہوتی ہیں خصوصاً جب کسی کی مذہبی دل آزاری کی جائے۔

اسلام اور آزادیِ اِظہارِ رائے

سامعین کرام! آئیں! اب اسلام میں آزادی اظہارِ رائے کی بات کرلیں اسلام نہ صرف آزادئ اظہارِ رائے کا داعی ہے بلکہ آزادئ اظہارِ رائے کے اصول بھی وضع کرتا اور ایک کامل اور مکمل ضابطہ پیش کرتے ہوئے اس آزادی اظہار کی کچھ حدود و قیود مقرر کرتا ہے تاکسی فرد کی آزادی کسی دوسرے فرد یا قوم کی دلآزاری اور استحصال کا باعث نہ بنے اور یہ آزادی مفاد عامہ کو مجروح کرنے والی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں امتِ مسلمہ کو مخاطب ہو کر اُن کے مقام و مرتبہ اور اُن کی ذمہ داریوں کی طرف یوں توجہ دلاتا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: 111)

تم بہترین امت ہو جو تمام انسانوں کے فائدہ کے لئے نکالی گئی ہو۔ تم اچھی باتوں کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو۔

پھر آزادیٔ اظہار کا پہلا حسین اصول اور خوبصورت ضابطہ پیش کرتے ہوئے اسلام کہتا ہے کہ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ:84) یعنی لوگوں سے ہمیشہ اچھی بات ہی کہا کرو۔

کیونکہ اگر بات اچھی نہ ہو یا اچھے طریق پر نہ کی جائے یا اس میں تخفیف و تنقیص اور توہین و تضحیک کی آمیزش ہو جائے تو یہ شیطانی عمل قرار پاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا۔ (بنی اسرائیل:54) یعنی (اے پیغمبر!) تو میرے بندوں سے کہہ دے کہ ایسی بات کیا کریں جو سب سے اچھی ہو۔ کیونکہ شیطان بُری بات کہلوا کر لوگوں میں فساد ڈلواتا ہے۔ اِس مضمون کو بحث و مباحثہ اور مناظروں میں بھی وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ (النحل: 126) میں بیان کیا ہے کہ غیر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ بحث کے دوران بھی اچھے طریق اور اچھی دلیل سے بات کرو۔

سامعین کرام! آزادیٔ اظہارِ رائے کا ایک اور اصول اسلام نے قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (الاحزاب: 71) کے الفاظ میں بیان کیا ہے کہ صاف سیدھی اور سچی بات کہا کرو۔ بلکہ جو بات کرو سچی ہو اور جھوٹ بولنے اور جھوٹی شہادت دینے سے بچو۔

اسلام سچی بات کہنے پر اتنا زور دیتا ہے کہ اسے جہاد بلکہ افضل ترین جہاد قرار دیتا ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”سب سے افضل جہاد، ایک ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے۔“

(مسند احمد مسند ابو سعید الخدری)

پھر اسلام آزادیٔ اظہار کا ایک ضابطہ پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا (الانعام: 153) یعنی جب بھی بولیں عدل و انصاف پر مبنی بات کریں۔ یعنی عدل نہیں ہو گا تو ظلم پھیلے گا اور جس معاشرے میں ظلم پھیلے گا وہاں اظہار رائے کی آزادی کا خون ہوتا رہے گا۔

سامعین کرام! پھر اسلام آزادیٔ اظہار کے حق کو درست طریق پر استعمال کرنے کے لیے مشاورت کا نظام پیش کرتا ہے۔ یوں اسلام ہر فرد کو اظہار رائے کا موقع اور اس کی اجازت دیتا ہے۔ فرمایا۔ وَ شَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ (آل عمران: 160) اِس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا ہے کہ اہم معاملات میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کر لیا کریں۔ چنانچہ غزوۂ احد کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے رائے لینے کے بعد کوہِ اُحد کے دامن میں جنگ کا محاذ قائم کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ اسی طرح جنگ احزاب میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لینے کے بعد حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور مدینہ کے گرد خندق کھدوائی۔

پھر اسلام آزادیٔ اظہار کے پروان چڑھنے کے لیے رحمت اور نرمی کے سلوک کو اپنانے کا درس دیتا ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ (آل عمران: 160) یعنی لوگوں کو متحد رکھنے کے لیے اوران کے سماجی و دینی رشتوں کی عمارت کو تفرقہ اور نفرتوں کی دراڑوں سے بچانے کے لیے لوگوں سے نرم زبان سے پیش آئیں۔ سختی نہ کریں۔ اگر ان سے کچھ سخت بات صادر بھی ہو جائے تو عفو و درگزر سے کام لے کر بات ختم کر دیں اوران کی غلطیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے بخشش کی دعا کریں۔

آزادیٔ اظہار کی یہ کیسی اعلیٰ مثال ہے کہ دشمن کے آزادی کے غلط استعمال کرنے والے کو نرمی سے نہ صرف اچھے انداز میں نصیحت فرمائی بلکہ اپنے اخلاق سے اس کا عملی نمونہ بھی پیش فرمایا کہ ایک یہودی مسلمان ہو گیا۔ روایت میں ہے کہ ایک دفعہ یہودی عالم زید بن سعنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرض لیا تھا۔ زید مقررہ تاریخ سے دو تین دن پہلے ہی قرض کا تقاضا کرنے آگیا اور بڑے گستاخانہ انداز میں آپؐ کی چادر کھینچی اور بدزبانی کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ”تم بنی عبد المطلب قرض ادا کرنے کے معاملہ میں

بہت ہی بُرے اور ٹال مٹول سے کام لینے والے ہو"۔ اِس گستاخی پر حضرت عمرؓ نے زید کو مخاطب ہو کر کہا کہ مجھے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈر نہ ہوتا تو میں اس گستاخی کی وجہ سے اپنی تلوار سے تیرا سر اڑا دیتا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عمر! اسے جھڑکنے کے بجائے مناسب یہ تھا کہ تم مجھے ادائے قرض اور وعدہ وفائی کا کہتے اور اُسے حسن طلب اور نرمی سے تقاضا کرنے کی نصیحت کرتے، یہ کہہ کر آپؐ نے حضرت عمرؓ کو ارشاد فرمایا کہ اس کا قرض ادا کر دو اور اس پر سختی کرنے کے معاوضہ کے طور پر بیس صاع (قریباً ساٹھ کلو) کھجوریں اسے زیادہ دو!"

اس طرزِ عمل، نرمی اور خوش خلقی، اور حسنِ ادا سے یہودی بہت متاثر ہوا اور بالآخر وہ مسلمان ہو گیا۔

سامعین! اسلام آزادیٔ اظہارِ رائے کا اس قدر قائل اور حامی ہے کہ ہر قسم کے جبر و اکراہ اور دھمکی اور دھونس کی نفی کرتے ہوئے مذہبی آزادی کے لیے لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (البقرۃ:257) اور وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف:30) جیسے عظیم اصولوں کا اعلان کرتا ہے۔ یعنی دین کے معاملے میں کوئی جبر و اکراہ جائز نہیں اور حق تو وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہو پس اب جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کرے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی رواداری اور آزادیٔ مذہب و ضمیر کی بے شمار روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

دشمنِ اسلام عکرمہ کا واقعہ بہت مشہور ہے۔ جنگی جرائم کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم جاری ہو چکا تھا۔ اس کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی معافی کی طالب ہوئی تو آپؐ نے بڑی شفقت فرماتے ہوئے اسے معاف فرما دیا۔ عکرمہ کی بیوی اسے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو عکرمہ نے پوچھا: کیا آپ نے واقعی مجھے معاف کر دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ واقعی میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔

عکرمہ نے پھر پوچھا کہ اپنے دین پر رہتے ہوئے؟ یعنی میں مسلمان نہیں ہوا۔ اس شرک کی حالت میں مجھے آپ نے معاف کیا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کہ ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور احسان کا یہ معجزہ دیکھ کر عکرمہ مسلمان ہو گیا۔ (السیرۃ الحلبیہ جلد سوم صفحہ 109 مطبوعہ بیروت)

یہ واقعہ ذکر کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ”اسلام حسن اخلاق اور آزادئ ضمیر و مذہب کے اظہار کی اجازت سے پھیلا ہے۔ حسن خلق اور آزادئ مذہب کا یہ تیر ایک منٹ میں عکرمہ جیسے شخص کو گھائل کر گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں اور غلاموں تک کو یہ اجازت دی تھی کہ جو مذہب چاہو اختیار کرو۔ ثمامہ بن اُثال بنو حنِیفہ کا سربراہ تھا۔ یہ شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے درپے رہا۔ پھر صحابہ کی ایک جماعت کو گھیر کر اس نے شہید کر دیا۔ جب یہ گرفتار ہو کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو آپؐ نے اسے فرمایا کہ اے ثمامہ! تیرا کیا خیال ہے کہ تجھ سے کیا معاملہ کیا جائے گا؟ اس نے کہا اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو آپ ایک خون بہانے والے شخص کو قتل کریں گے اور اگر آپ انعام کریں تو ایک ایسے شخص پر انعام کریں گے جو احسان کی قدر دانی کرنے والا ہے۔

تین روز تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے رہے اور ثمامہ سے یہی سوال پوچھتے رہے اور ثمامہ بھی یہی جواب دیتا رہا۔ بالآخر تیسرے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ثمامہ کو آزاد کر دو۔ اس پر وہ مسجد کے قریب کھجوروں کے باغ میں گیا اور غسل کیا اور مسجد میں داخل ہو کر کلمہ شہادت پڑھ کر کہنے لگا۔ اے محمد! بخدا مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسند آپ کا چہرہ ہوا کرتا تھا اور اب یہ حالت ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب آپ کا چہرہ ہے۔ بخدا! مجھے دنیا میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ دین آپ کا دین ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب یہ حالت ہے کہ میرا محبوب ترین دین آپ کا لایا ہوا دین ہے۔ بخدا! میں سب سے زیادہ ناپسند آپؐ کے شہر کو کرتا تھا اور اب یہی شہر میرا محبوب ترین شہر ہے۔

(بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ۔ وحدیث ثمامہ بن اُثال 4372)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے) ”قیدی ثمامہ سے یہ نہیں کہا کہ اب تم ہمارے قابو میں ہو تو مسلمان ہو جاؤ۔ تین دن تک ان کے ساتھ حسن سلوک ہوتا رہا اور پھر... آزاد کر دیا... ثمامہ بھی بصیرت رکھتے تھے اس آزادی کو حاصل کرتے ہی انہوں نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں جکڑے جانے کیلئے پیش کر دیا کہ اسی غلامی میں میری دین و دنیا کی بھلائی ہے۔“ (خطبہ جمعہ فرمودہ 10 / مارچ 2006ء)

سامعین کرام! اسلام آزادیٔ اظہار کو احترام آدمیت، شرف انسانیت، عدل و انصاف، ادب واحترام اور امن وآشتی کے دائرے میں رکھنے کے لیے ایسی حدود و قیود اور قواعد وضوابط بیان کرتا ہے جو اس حق کی افادیت کو چار چاند لگا دیتے ہیں اوراس کی عظمت وخوبی کو بڑھانے والے اور اس کے حسن کو دوبالا کرنے والے ہیں۔ اسی بات کو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ

"لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ"

(سنن ابن ماجہ کتاب الاحکام)

یعنی کسی کی رائے اور قول وعمل سے اگر خود اس کی یا کسی دوسرے کی عزت، مال، نفس اور حقوق کا نقصان ہوتا ہو تو ایسی آزادی گناہ اور جرم بن جائے گی۔

پھر ایک بات یہ ہے کہ سنی سنائی باتیں اور ملکی سلامتی سے متعلقہ امور کو بغیر تحقیق کے پھیلانا بھی آزادی اظہار کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

آزادیٔ اظہار کے نام پر مختلف خطرات اور خوف سے متعلقہ امور اور ملکی امن سے وابستہ خبروں کو پھیلانے کے بارے میں احتیاط نہ کی جائے تو بے چینی پھیلے گی اور ملکی سلامتی اور معاشرتی امن برباد ہو جائے گا۔ ایسے امور کو متعلقہ حکام سے تسلی کیے بغیر پھیلانے سے گریز کرنا چاہیے۔(النساء:84)

اس بات کی ایک اور طریقے سے وضاحت کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ كَفَى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔ (صحیح مسلم، کتاب المقدمۃ) یعنی کسی انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات کو بغیر تحقیق کے آگے بیان کرتا پھرے۔

اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ آزادیٔ اظہار کے نام پر بے بنیاد پروپیگنڈا کا حصہ نہ بنو۔ فرمان باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (بنی اسرائیل:37) کہ جس بات کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ لگو۔" یعنی اگر کوئی آزادیٔ اظہار کے نام پر ایسی باتیں پھیلا رہا ہو جن کی صحت کے بارے میں تم لاعلم ہو تو تم اس پروپیگنڈا کا حصہ نہ بنو۔

سامعین! آج اس امر کی پابندی کی اشد ضرورت ہے۔ آج کوئی شخص کہیں سے کوئی خبر اڑاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ ٹرینڈ بن جاتی ہے۔ اب اگر وہ خبر درست نہ ہو تو اس کے نتیجے میں ناقابل تلافی نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔ اسلام آزادیٔ اظہار کے نام پر اس قسم کے پروپیگنڈا کا حصہ بننے سے منع کرتا ہے۔

پھر اظہار رائے کے بارے میں اسلام ایک اور ضابطہ یہ قائم کرتے ہوئے کہتا ہے کہ قُلۡ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الۡاِثۡمَ وَ الۡبَغۡیَ (الاعراف:34)

یعنی آزادیٔ اظہار رائے میں یہ خیال رہے کہ آپ کا کلام فواحش سے پاک ہونا چاہیے۔ آپ کی رائے اور آپ کا کلام گناہ کو دعوت دینے والا نہ ہو۔ آپ کی رائے لوگوں کو بغاوت اور سرکشی پر اکسانے والی نہ ہو۔ یہ سب باتیں فساد کا موجب ہیں۔ اس لیے اسلام نے ان سے منع فرمایا ہے۔

سامعین کرام! اسلام یہ بھی کہتا ہے کہ آزادیٔ اظہار رائے کا یہ معنی نہیں کہ کسی کی تحقیر کی جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡهُنَّ ۚ وَ لَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَ لَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ (الحجرات:12)

یعنی نہ کوئی مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں۔ نہ ایک دوسرے پر عیب لگائیں۔ نہ دوسروں کو برے ناموں اور بے ہودہ القاب سے پکاریں۔

پھر اسلام کہتا ہے کہ آزادیٔ اظہار کی آڑ میں کسی انسان کی عزت نفس کو مجروح نہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ

وَ لَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ (بنی اسرائیل:71)

یعنی ہم نے سب بنی آدم کا عزت نفس اور شرف انسانیت قائم کیا ہے جو ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

یا أَیُّها النَّاسُ إِنَّ دِمَاءَکُمْ وَأَمْوَالَکُمْ وَأَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ

یعنی اے لوگو! تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو ایک دوسرے پر حرام ہے۔

اسلام نے دیگر مذاہب اور اقوام کے جذبات کا خیال رکھنے کی خاص ہدایت فرمائی ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ مدینہ کی ریاست میں ایک مسلمان اور یہودی کا جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں اور یہودی کہتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کو یہ فضیلت حاصل ہے۔ اس پر مسلمان نے ہاتھ اٹھایا اور یہودی کو تھپڑ مار دیا۔ یہودی شکایت لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جھگڑے کی تفصیل سننے کے بعد فرمایا: لَا تُخَيِّرُوْنِيْ عَلٰى مُوْسٰى کہ مجھے موسیٰ پر فضیلت نہ دو۔

(بخاری کتاب الخصومات باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیهود)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز یہ حدیث پیش فرمانے کے بعد فرماتے ہیں:

”یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معیارِ آزادیٔ مذہب اور ضمیر، کہ اپنی حکومت ہے... لیکن اس حکومت کا یہ مطلب نہیں تھا کہ دوسری رعایا کے دوسرے لوگوں کے، جذبات کا خیال نہ رکھا جائے۔ قرآن کریم کی اس گواہی کے باوجود کہ آپؐ تمام رسولوں سے افضل ہیں، آپؐ نے یہ گوارا نہ کیا کہ انبیاء کے مقابلہ کی وجہ سے فضا کو مکدر کیا جائے۔ آپؐ نے اس یہودی کی بات سن کر مسلمان کی ہی سرزنش کی کہ تم لوگ اپنی لڑائیوں میں انبیاء کو نہ لایا کرو۔ ٹھیک ہے تمہارے نزدیک میں تمام رسولوں سے افضل ہوں۔ اللہ تعالیٰ بھی اس کی گواہی دے رہا ہے۔ لیکن ہماری حکومت میں ایک شخص کی دلآزاری اس لئے نہیں ہونی چاہئے کہ اس کے نبی کو کسی نے کچھ کہا ہے۔ اس کی میں اجازت نہیں دے سکتا۔ میرا احترام کرنے کیلئے تمہیں دوسرے انبیاء کا بھی احترام کرنا ہو گا۔“

فرمایا:... ”یہ تھے آپؐ کے انصاف اور آزادیٔ اظہار کے معیار جو اپنوں غیروں سب کا خیال رکھنے کیلئے آپ نے قائم فرمائے تھے۔ بلکہ بعض اوقات غیروں کے جذبات کا زیادہ خیال رکھا جاتا تھا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10؍مارچ 2006ء)

سامعین کرام! اسلام دیگر ادیان کی توہین اور ان کی مقدسات کو گالی دینے کو آزادیٔ اظہار کے خلاف سمجھتا ہے۔

اسلام کہتا ہے کہ یہ درست ہے کہ تم اظہار رائے میں آزاد ہو اور یہ بھی درست ہے کہ خدا کے سوا جن کی عبادت کی جاتی ہے وہ جھوٹے خدا ہیں پھر بھی انہیں برا بھلا نہ کہو اور دیگر مذاہب واقوام کے جذبات کا خیال رکھو۔

ایک روایت میں آتا ہے فتح خیبر کے دوران توریت کے بعض نسخے مسلمانوں کو ملے۔ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ہماری کتابِ مقدس ہمیں واپس کی جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ یہود کی مذہبی کتابیں ان کو واپس کر دو۔

(السیرۃ الحلبیۃ باب ذکر مغازیہ، ذکر غزوہ خیبر جلد 3 صفحہ 49)

(ماخوذ از خطبہ جمعہ فرمودہ 10/ مارچ 2006ء)

سامعین! جب اِظہارِ رائے کی آزادی کے حق کا غلط طور پر استعمال کرتے ہوئے اسلام کی سب سے مقدس ترین آسمانی کتاب قرآن اور مقدس ترین ہستی صاحبِ قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی واضح طور پر توہین کی جاتی ہے تو اس سے لازمی طور پر مسلمانوں میں اِضطراب اور اِشتعال پیدا ہو گا۔

سامعین کرام! اسلام کی اعلیٰ اور حسین تعلیم کے برعکس آج سوشل میڈیا کے زمانے میں اظہارِ رائے کی آزادی کا جو مفہوم لیا جاتا ہے جس سے نہ مقدس ہستیوں کی عزتوں محفوظ ہیں، نہ مقدس کتابوں کی اور نہ مذاہب کی۔ آزادئ اظہار کے نام پر اہانت آمیز کارٹونوں سے جس مکروہ ترین فعل کا ارتکاب کیا جارہا ہے۔ ایسے موقع پر امام جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جہاں احمدیوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے اعلیٰ نمونے اپنانے اور انہیں دنیا کے سامنے پیش کرنے کی نصیحت فرمائی وہاں بعض مسلمانوں کے غلط ردّ عمل کو اسلامی تعلیمات سے جوڑنے کی بھی نفی فرمائی۔ نیز اِس توہین آمیز رویہ اپنانے والے عیسائیوں اور یہودیوں کو بھی اخلاقیات کے درس دئے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ جمعہ میں آیت کریمہ: لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (الانعام: 109) پیش کر کے فرمایا:

”خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دوسروں کے بتوں کو بھی برا نہ کہو کہ اس سے معاشرے کا امن برباد ہوتا ہے۔ تم بتوں کو برا کہو گے تو وہ نہ جانتے ہوئے تمہارے سب طاقتوں والے خدا کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال

کریں گے جس سے تمہارے دلوں میں رنج پیدا ہو گا۔ دلوں کی کدورتیں بڑھیں گی۔ لڑائیاں اور جھگڑے ہوں گے۔ ملک میں فساد برپا ہو گا۔ پس یہ خوبصورت تعلیم ہے جو اسلام کا خدا دیتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21/ ستمبر 2012ء)

پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان حکومتوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ

"قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق کیوں دنیا کے سامنے یہ پیش نہیں کرتے کہ مذہبی جذبات سے کھیلنا اور انبیاء اللہ کی بے حرمتی کرنا یا اُس کی کوشش کرنا یہ بھی جرم ہے اور بہت بڑا جرم اور گناہ ہے۔ اور دنیا کے امن کے لئے ضروری ہے کہ اس کو بھی یو این او کے امن چارٹر کا حصہ بنایا جائے کہ کوئی ممبر ملک اپنے کسی شہری کو اجازت نہیں دے گا کہ دوسروں کے مذہبی جذبات سے کھیلا جائے۔ آزادئ خیال کے نام پر دنیا کا امن برباد کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21/ ستمبر 2012ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مغرب کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

"کسی بھی مذہب کی مقدس ہستیوں کے بارہ میں، کسی بھی قسم کا نازیبا اظہار خیال، کسی بھی طرح کی آزادی کے زمرے میں نہیں آتا۔ تم جو جمہوریت اور آزادئ ضمیر کے چیمپئن بن کر دوسروں کے جذبات سے کھیلتے ہو، یہ نہ ہی جمہوریت ہے، نہ ہی آزادئ ضمیر ہے۔ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے اور کچھ ضابطہ اخلاق ہوتے ہیں... آزادئ رائے کا قطعًا یہ مطلب نہیں ہے کہ دوسرے کے جذبات سے کھیلا جائے۔ اس کو تکلیف پہنچائی جائے۔ اگر یہی آزادی ہے جس پر مغرب کو ناز ہے تو یہ آزادی ترقی کی طرف لے جانے والی نہیں ہے بلکہ تنزل کی طرف لے جانے والی آزادی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 17/ فروری 2006ء)

پھر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مغرب اور یو این کو مخاطب کر کے فرمایا:

"آزادی کے متعلق قانون کوئی آسمانی صحیفہ نہیں ہے... پس اپنے قانون کو ایسا مکمل نہ سمجھیں کہ اس میں کوئی ردّوبدل نہیں ہو سکتا... آزادئ اظہار کا قانون تو ہے لیکن نہ کسی ملک کے قانون میں، نہ یو این او (UNO) کے چارٹر میں یہ قانون ہے کہ کسی شخص کو یہ آزادی نہیں ہو گی کہ دوسرے کے مذہبی جذبات کو مجروح کرو۔

یہ کہیں نہیں لکھا کہ دوسرے مذہب کے بزرگوں کا استہزا کرنے کی اجازت نہیں ہوگی کہ اس سے دنیا کا امن برباد ہوتا ہے۔ اس سے نفرتوں کے لاوے ابلتے ہیں۔ اس سے قوموں اور مذہبوں کے درمیان خلیج وسیع ہوتی چلی جاتی ہے۔ پس اگر قانونِ آزادی بنایا ہے تو ایک شخص کی آزادی کا قانون تو بیشک بنائیں لیکن دوسرے شخص کے جذبات سے کھیلنے کا قانون نہ بنائیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21؍ستمبر 2012ء)

سامعین کرام! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایسی توہین آمیز کوششوں کو روکنے اور امن وامان کو قائم رکھنے کی خاطر آج سے تقریباً 126 سال قبل اسلامی اصولوں اور قرآنی تعلیم کی روشنی میں ایک تجویز دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ "یہ اصول نہایت صحیح اور نہایت مبارک اور باوجود اس کے صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا ہے کہ ہم ایسے تمام نبیوں کو سچے نبی قرار دیں جن کا مذہب جڑ پکڑ گیا اور عمر پا گیا اور کروڑہا لوگ اس مذہب میں آ گئے۔

یہ اصول نہایت نیک اصول ہے اور اگر اس اصل کی تمام دنیا پابند ہو جائے تو ہزاروں فساد اور توہینِ مذہب جو مخالفِ امنِ عامہ خلائق ہیں اٹھ جائیں... یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا... امن کو دنیا میں پھیلانے والا صرف یہی ایک اصول ہے جو ہمارا اصول ہے۔"

(تحفۂ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 258-262)

سامعین کرام! یقیناً آزادیٔ اظہار کے بارے میں اسلام کی پیش کردہ تعلیم نہایت کامل اور ہر سقم سے پاک اور ہر خیر کی جامع ہے اور یقیناً اسلام کی بیان کردہ حدود و قیود آزادیٔ اظہار کی خوبی کو نکھارنے والی اور اس کے حسن کو دوبالا کرنے والی ہیں اور آج یا کل، جلدی یا بدیر، اقوام عالم کو ان حدود و قیود کو اپنانا پڑے گا اور ان اصولوں کو لاگو کرنا پڑے گا کیونکہ دنیا کو ترقی کی طرف لے جانے والی حقیقی آزادی یہی آزادی ہے جو اسلام نے بیان کی ہے اور دنیا میں امن پھیلانے والے کامیاب اصول یہی اصول ہیں جو اسلام نے پیش کیے ہیں۔

ہوش میں آ! دشمنِ بدخواہ! اپنی فکر کر
سر اٹھا کر دیکھ ربِّ خلق بالمرصاد ہے

اے خدا اب جلد لا وہ دن کہ ہم یہ دیکھ لیں
بندِ طبعِ مسلمِ ناشاد پھر آزاد ہے

(تقریر کا آخری حصہ مکرم محمد طاہر ندیم صاحب کی تقریر سے اخذ شدہ ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)
(کمپوزڈ بائی: فضلِ عمر شاہد۔ لٹویا)

۞۞۞۞

﴿4﴾ ﴿مشاہدات۔939﴾

سُنو! اب وقتِ توحیدِ اَتَمّ ہے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص:2-5)

تُو کہہ دے کہ وہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور اُس کا کبھی کوئی ہمسر نہیں ہوا۔

سنو اب وقتِ توحیدِ اَتم ہے
سِتَم اب مائلِ مُلکِ عدم ہے
خدا نے روک ظلمت کی اُٹھا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَیَ الْاَعَادِیْ

معزز سامعین! آج مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک پُر شوکت منظوم کلام بعنوان بشیر احمد، شریف احمد اور مبارکہ کی آمین کے آخری بند کے پہلے مصرع "سنو! اب وقتِ توحیدِ اتمّ ہے" پر گفتگو کرنی ہے۔ اس معرکہ آرا منظوم کلام میں حضور علیہ السلام نے آمین کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کا ذکر فرمایا ہے اور ہر بند کے بعد فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَیَ الْاَعَادِیْ کے الفاظ لائے ہیں جو 41 مرتبہ آئے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ذات بہت پاک ہے جس نے میرے دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا۔ دراصل آپ کا دشمن یہ چاہتا تھا کہ آپ علیہ السلام بے اولاد رہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ "اک سے ہزار ہوویں بابرگ و بار ہوویں" کے تحت آپ کو اَولاد سے مثمر بثمرات کرتا چلا گیا اور آج 136 سالوں میں یہ بات بڑی تحدّی سے کہی جاسکتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ الفاظ بہت مبارک ثابت ہوئے ہیں اور آپ علیہ السلام کی مبارک نسل کی تعداد ہزار کو چھو رہی ہے۔

پیارے بھائیو! آج کی تقریر کا عنوان بہت وسیع ہے اِسے صرف جماعت احمدیہ تک محدود رکھ کر توحید کے قیام اور اس کے لیے کوششیں بیان ہو سکتی ہیں۔ دشمنان احمدیت کے ذلیل وخوار اور ناکام ونامراد ہونے کی ایک الگ داستان ہے جو توحید کے قیام اور اللہ تعالیٰ کے وجود کے اظہار کی علامت ہے اور تیسرے تمام انبیاء کی طرف سے قیام توحید کے لیے کوششوں کو الگ سے بیان کیا جاسکتا ہے۔ مَیں آج ان تینوں پہلوؤں کو ساتھ لے کر چلوں گا لیکن سب سے پہلے تقریر کے عنوان اوراشعار کے پورے بند پر بات ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اس منظوم کلام کے 41 بندوں میں اپنے اوپر نازل ہونے والے نعماءِ الٰہی اور دشمن کے خائب وخاسر رہنے کے بعد فرمایا ہے کہ سن لو! یہ تمام اس لیے ہوا ہے کہ یہ دَور اور یہ وقتِ توحید کے تکمیل کا دَور ہے۔ اس لیے شرک کو چھوڑ کر وحدانیت کو اختیار کرو کیونکہ اب شرک ایسی جگہ پر مدفون ہونے والا ہے جو ملک عدم ہے یعنی ایسی جگہ جہاں کوئی وجود نہیں ہے۔ خدا نے ارادہ کیا ہے کہ شرک کی تمام روکوں کو ختم کر دیں اور دہریت اور لامذہبیت کو فنا کر دیں اور دشمن ذلیل وخوار ہو اور جماعت کی ترقی اور پھیلاؤ ہو۔

سامعین! اب آتے ہیں انبیاء کی طرف سے توحید کے قیام کی کوششوں پر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیاء اور رسل، اللہ کی توحید کے قیام کا نعرہ لے کر آئے۔ ان تمام کا نعرہ یہی تھا کہ سنو! اب وقتِ توحیدِ اتمّ ہے۔ گو ہر نبی کے قیامِ توحید کے حوالہ سے نعرے کے الفاظ مختلف تھے۔ مگر مفہوم یہی تھا کہ اب وقتِ توحیدِ اتمّ ہے۔ اب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نعرہ کو دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ اخلاص میں جس کی تلاوت آغازِ تقریر میں کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! کہہ دے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے احتیاج ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا اور اُس کا کبھی کوئی ہمسر نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انبیاء کا نام لے کر حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام سے لے کر ایک ہی معبود کی عبادت کرنے کا ذکر کیا ہے۔

اَمۡ كُنۡتُمۡ شُهَدَآءَ اِذۡ حَضَرَ يَعۡقُوۡبَ الۡمَوۡتُ ۙ اِذۡ قَالَ لِبَنِيۡهِ مَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِىۡ ؕ قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ (البقرہ:134)

یعنی کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب پر موت آئی۔ جب اس نے اپنے بچوں سے پوچھا کہ وہ کیا ہے جس کی تم میرے بعد عبادت کرو گے۔ انہوں نے کہا ہم عبادت کرتے رہیں گے تیرے معبود کی اور تیرے اجداد ابراہیم اور اسماعیل اور اسحٰق کے معبود کی جو ایک ہی معبود ہے اور اُسی کے ہم فرمانبردار رہیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ اسی لیے فرمایا کہ

"ہم نے اس سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ان کی طرف بھی وحی کرتے رہے کہ ایک اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں"

(ترجمہ قرآن کریم صفحہ 541 زیر تعارف سورۃ الانبیاء)

پھر سورۃ النمل کے تعارف میں آپؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

"اس کے بعد پھر یہ فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا مضمون انبیاء پر بارش کی طرح نازل ہوتا ہے جو زندگی کا سرچشمہ ہے۔ مادی زندگی بھی اس آسمانی پانی سے عطا ہوتی ہے اور روحانی زندگی بھی انبیاء کو اسی آسمانی بارش کے فیضلے نصیب ہوتی ہے۔"

(ترجمہ قرآن کریم صفحہ 648)

پھر اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کے موحّد ہونے اور توحید کی تعلیم دینے کا ذکر فرمایا ہے. جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شامل ہیں لوگوں نے آپ کی حقیقی توحید پر مشتمل تعلیم میں تثلیث کی تعلیم بعد میں شامل کر دی۔ یہی کیفیت ہر نبی کی وفات پر دیکھی جاتی رہی حتّٰی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلمانوں کو اس تعلیم کہ میری قبر کو دیگر انبیاء کی طرح پرستش کا ذریعہ نہ بنالینا کے باوجود بعض مسلمانوں نے قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ شرک پرستی شروع کر دی وغیرہ وغیرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کسریٰ نے قید کر کے پیش کرنے کا حکم صادر کیا تو خدائے واحد ویگانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ جاؤ! تمہارے خدا کو آج میرے خدا نے مار ڈالا ہے۔

آئیں! اب ان انبیاء کو توحید باری تعالیٰ کے حوالہ سے دیکھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ کا نعرہ بلند کیا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بتوں کے مقابل پر ایک خدا

کو ماننے اور اس کا اعلان کرنے کا ذکر تو قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر ملتا ہے۔ آپ علیہ السلام کو اس کی پاداش میں آگ میں بھی ڈالا گیا مگر اللہ تعالیٰ سے محبت کی وجہ سے اُس نے آپ علیہ السلام کی لاج رکھی اور آپ علیہ السلام کو آگ سے بچایا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے توحید سے پیار کا ذکر ہم اوپر سن آئے ہیں۔ أَعْلُ هُبَلْ کے مقابلہ پر آپؐ نے اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَلّ کا نعرہ بلند کر کے عملاً ”سنو! اب وقتِ توحیدِ اتمّ ہے“ ہی کی آواز کو بلند کیا تھا۔

سامعین! پیشگوئیوں میں اِس آخری زمانہ میں بھی توحید کے اُٹھ جانے اور دہریت کے زور و شور ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ لوگ اپنے خالق حقیقی سے دور چلے جائیں گے اور اپنے اندر ایسے بے شمار بُت بنالیں گے حتّٰی کہ مسلمان بھی جن کی اسلامی تعلیم میں ذرا بھر گنجائش نہیں۔ قبروں اور مُردوں کو پوجنا شروع کر دیں گے۔ رسومات اور بدعادات کے بیسیوں بتوں کو اپنایا جائے گا۔ ایسے پُر آشوب حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام نے شرک کے خاتمہ اور توحید کے قیام کے لیے بابانگِ دُہل کے ساتھ ”سنو! اب وقتِ توحیدِ اتمّ ہے“ کا نعرہ بلند کیا۔ جسے آپؑ کی وفات پر آپ علیہ السلام کے خلفاء لے کر آگے بڑھے اور اب پانچویں سالارِ احمدیت کے دَور میں یہ مشن بڑی کامیابی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے جو مشرق سے لے کے مغرب اور شمال سے لے کر جنوب تک توحیدِ اتمّ کے بلند ترین نعروں کے ساتھ جماعت احمدیہ کی پہچان بن چکی ہے۔ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدائے واحد و یگانہ کے مقابل پر جھوٹے خداؤں کی نفی کرتے ہوئے فرمایا کہ

”جھوٹے خدا کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ اس نے ایک ہزار 900 سال تک اپنی خدائی کا سکّہ چلا لیا۔ آگے یاد رکھو! یہ جھوٹی خدائی بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔“

چنانچہ خانہ کعبہ میں خداوند یسوع مسیح کا جھنڈا لہرانے کے خواب دیکھنے والوں کے ارادے چکنا چور ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نے ہندوؤں، عیسائیوں اور یہودیوں جیسے مذاہب کے معبودان باطلہ کو دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ سے شکست دے کر اللہ اکبر کے نعرے بلند کیے اور 136 سالوں کی جماعت کی مختصر تاریخ میں 220 ممالک و جزائر میں توحید کا عَلم بلند کیا۔ ہر چند کہ بہت سے وقت کے فرعونوں نے اس آواز کو دبانے اور ختم کرنے کی کوشش کی۔ خلافت جو توحیدِ اتمّ کا پلیٹ فارم ہے کو ختم کرنے کے درپے رہے۔

خلیفۃ المسیح کو قید کرنے کے لیے فوجی ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق نے پورے قویٰ کے ساتھ کوشش کی جماعت کو کینسر قرار دے کر اکھاڑ پھینکنے کے دعوے کیے مگر خدائے واحد و یگانہ نے ایک بار پھر اپنے زندہ ہونے کا ثبوت دیا اور ایک ہوائی حادثہ میں اُسے پاش پاش کر کے رکھ دیا اور اُس وقت کے سالارِ احمدیت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے فرمایا۔

”ہمارا ایک مولا ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں اور جب ہمارا مولیٰ ہماری مدد کو آئے گا تو نہ زمین تمہیں قبول کرے گی اور نہ آسمان تمہیں پناہ دے گا اور خدا کی تقدیر جب تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کرے گی تو دنیا ہمیشہ تمہیں ذلّت و رسوائی سے یاد کرے گی۔“

چنانچہ انہی الفاظ کے چند دنوں کے بعد یہ طاقتور ترین فوجی ڈکٹیٹر کو اس کا مولیٰ بچا نہ سکا اور ایسا ہلاک ہوا کہ کوئی اسے بچانے والا نہ تھا۔ نہ زمین نے اُسے قبول کیا اور نہ آسمان سے کوئی اُس کی مدد کو اُترا۔

جس کو خدائے عزوجل پر یقیں نہیں
اُس بدنصیب شخص کا کوئی بھی دیں نہیں
پر وہ سعید جو کہ نشانوں کو پاتے ہیں
وہ اُس سے مل کے دل کو اُسی سے ملاتے ہیں
وہ اُس کے ہوگئے ہیں اُسی سے وہ جیتے ہیں
ہر دم اُسی کے ہاتھ سے اِک جام پیتے ہیں

اب خلافت خامسہ کے دور میں توحیدِ اتمّ کی بازگشت مغرب کے ایوانوں میں اُس وقت گونجی جب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے لیکچرز دیے اور اللہُ اکبر کی صدائیں بلند ہوئیں۔

سامعین! سورۃ اخلاص جس کی مَیں نے تقریر کے آغاز پر تلاوت کی ہے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے توحید کا مضمون بیان فرمایا ہے اور اِس کی تلاوت کو قرآنِ کریم کے تیسرے حصّے کی تلاوت کے برابر ثواب کا کہا گیا ہے۔ ایک حدیث میں سورۃ اخلاص کے مضمون کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حدیثِ قدسی ہے) کہ مجھے گالی دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے کسی کو

اپنا بیٹا بنایا ہے میری ذات صمد ہے یعنی بے نیاز ہے اور نہ میرا کوئی بیٹا ہے اور نہ مَیں جنا گیا ہوں یعنی نہ مَیں کسی کا باپ ہوں اور نہ ہی کوئی میرا ہمسر ہے۔

(ترجمہ از حدیقۃُ الصالحین حدیث نمبر 11)

پس اسلام نے ہر اُس بات سے جس سے غیر اللہ کے وجود میں مبالغہ ہو، منع فرمایا اور اس بات کو روا نہیں رکھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے حق میں ایسے کلمات کہے جائیں یا اُسے ایسا درجہ دیا جائے جس سے اس کے مافوق البشر ہونے کا شبہ بھی پڑے۔ یہاں تک کہ بعض اقوام میں اپنے سرداروں یا بادشاہوں کو سجدہ کرنے کا رواج تھا لیکن اسلام نے یہ تعلیم دی کہ سجدہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہی جائز ہے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ حضرت اُمِّ حبیبہؓ اور حضرت اُمِّ سلمہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس گرجا گھر کا ذکر کیا کہ جو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا کہ اس میں تصاویر لگی ہوئی تھیں، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ ان لوگوں میں اگر کوئی نیک بندہ ہوتا تھا، جب وہ مر جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر سجدہ گاہ بنا لیتے تھے اور اس میں ایسی تصاویر بنا دیتے تھے، یہی لوگ قیامت کے دن اللہ جل شانہ کے نزدیک مخلوق میں سے بدترین ہوں گے۔

(صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلوٰۃ، باب النھی عن بناء المسجد علی القبور)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو نصیحت فرمائی کہ تم میری تعریف میں ویسا مبالغہ نہ کرنا جیسا کہ نصاریٰ نے مسیحؑ کی شان میں غلو سے کام لیا (یعنی مجھے خدا کا بیٹا نہ بنانا) میں تو صرف ایک بندہ ہوں، پس کہو کہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول۔

(شمائل ترمذی باب ما جاء فی تواضع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم)

پس یہ اسلام کا پیدا کردہ عظیم انقلاب ہے کہ عرب جیسے بت پرست ماحول میں توحید کے سب سے بڑے علمبردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے خدائے واحد و یگانہ کی محبت بھر دی، آپ کی ان تعلیمات کی روشنی میں امّتِ مسلمہ توحید الٰہی پر قائم رہی اور ہمیشہ قائم رہے گی، ان شاء اللہ۔ اسلام کی پیش کردہ اس مؤحدانہ تعلیم کا خود غیروں نے بھی اقرار کیا ہے۔

ایک انگریز پادری Walter Miller لکھتا ہے:

عیسائیت اور اسلام دونوں مذاہب اپنے بانی مذہب سے حد درجہ اخلاص تک متاثر ہیں، ایک مذہب (عیسائیت) اپنے بانی میں معبود ہونے کا مقام دیکھتا ہے۔ جب کہ دوسرا (اسلام) اس طرزِ عمل سے احتراز کرتا ہے، تاہم اسلام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دونوں جہانوں میں تمام انسانوں میں بلند ترین مقام دیتا ہے۔

(Yesterday and Tomorrow in Northern Nigeria, page 107-108, Student Christian Movement Press, 58 Bloomsburz Street, London, 1938)

اسی طرح مشہور عیسائی مستشرق، A.J. Arbeny، اپنی کتاب میں لکھتا ہے:

اسلامی تعلیم کا مرکزی بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ خدا ایک ہے، یہ کہ اس کا کوئی شریک یا ہمسر نہیں جو اس کی قدرتِ کاملہ میں حصہ دار یا مقابلہ کرنے والا ہو، اسلام مجسم خدا یا منجی (نجات دہندہ) کو تسلیم نہیں کرتا۔ معاملہ اللہ (رب) اور اس کے بندے (عبد) کے درمیان ہے۔ ہاں کچھ بندے خدا کے نبی کہلاتے ہیں۔ (حضرت) آدمؑ سے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تک، جن کا کام صرف انسانیت کو خدا کی طرف بلانا ہے، وہ نبی انسانیت تک الٰہی پیغام پہنچانے کا ذریعہ ہیں... ورنہ انبیاء دوسرے انسانوں کی طرح انسان ہی ہیں۔ بس یہ فرق ہے کہ خدا نے انہیں اپنی خاص رحمت اور انعام کا مورد بنایا ہے۔ نبی کو بلاشبہ معبود نہیں بنانا چاہیے، کیونکہ یہ شرک اور کفر ہے، ہاں وہ بالبداہت تعظیم و تکریم کا حقدار اور بطور نمونہ ہے، جس کے نقشِ قدم پر چلنا چاہیے، کیونکہ خدا اس سے کلام کرتا ہے اور اس خدا نے اسے پیغمبر چنا ہے۔

(Sufism, An Account of the Mysite of Islam, page 12, George Allin & Unwin Ltd, Ruskin House, Museum Street, London, 1950)

سامعین! پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں اپنی امّت کو اس بگاڑ سے بچنے کی تلقین فرمائی تھی وہاں آخری زمانے میں مسیح موعود و مہدی معہودؑ کے آنے کی خوشخبری بھی دی تھی، جس کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء پرستی (الوہیت مسیح ناصری، حیات مسیح ناصری اور کفارہ) جیسے عقائد کا قلع قمع اور امّتِ محمدیہ کی اصلاح مقدر کر رکھی تھی۔ چنانچہ الٰہی بشارات کے ماتحت اس آخری زمانے میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام، مسیح و مہدی بن کر مبعوث ہوئے۔ آپؑ نے جس دور میں آنکھ کھولی تو

دیکھا کہ ایک طرف تو مسلمانوں کا ایک طبقہ پیروں، فقیروں، سجادہ نشینوں اور قبروں کے سامنے سجدہ ریز ہے اور دوسری طرف عیسائی رَبُّنَا الْمَسِیْح ،رَبُّنَا الْمَسِیْح کے نعرے لگا کر خدا کے ایک معصوم نبی کو خدا بنا رہے ہیں اور اس پر ستم یہ کہ خود اُمّتِ مسلمہ حیاتِ مسیح جیسا خلافِ قرآن و احادیث عقیدہ رکھ کر عیسائیت کی ممدّ و معاون ثابت ہو رہی تھی۔ چنانچہ آپؑ نے اذنِ الٰہی سے ایک مرتبہ پھر دنیا کو توحیدِ الٰہی کا پرچار شروع کیا اور اپنے قول و فعل سے اس عظیم حقیقت کا درس دیا، آپؑ فرماتے ہیں۔

”افسوس! مسلمانوں کی عقل ماری گئی جو ایک خدا کے ماننے والے تھے وہ اب ایک مردہ کو خدا سمجھتے ہیں اور ان خداؤں کا تو شمار نہیں جو مُردہ پرستوں اور مزار پرستوں نے بنائے ہیں، ایسی حالت اور صورت میں خدا تعالیٰ کی غیرت نے یہ تقاضا کیا ہے کہ ان مصنوعی خداؤں کی خدائی کو خاک میں ملایا جاوے، زندوں اور مردوں میں ایک امتیاز قائم کر کے دنیا کو حقیقی خدا کے سامنے سجدہ کرایا جاوے، اسی غرض کے لئے اُس نے مجھے بھیجا ہے اور اپنے نشانوں کے ساتھ بھیجا ہے“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 623)

حضرت مسیح پاکؑ نے مزید فرمایا:

”میرا یہ مسلک نہیں کہ مَیں ایسا تند خو اور بھیانک بن کر بیٹھوں کہ لوگ مجھ سے ایسے ڈریں جیسے درندہ سے ڈرتے ہیں اور بُت بننے سے سخت نفرت رکھتا ہوں، مَیں تو بُت پرستی کو ردّ کرنے آیا ہوں، نہ یہ کہ مَیں خود بُت بنوں اور لوگ میری پوجا کریں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ مَیں اپنے نفس کو دوسروں پر ذرا بھی ترجیح نہیں دیتا۔ میرے نزدیک متکبّر سے زیادہ کوئی بُت پرست اور خبیث نہیں، متکبّر کسی خدا کی پرستش نہیں کرتا بلکہ وہ اپنی پرستش کرتا ہے“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 310 جدید ایڈیشن)

اسلام نے اللہ تعالیٰ سے مناجات کے بھی آداب مقرر فرمائے ہیں اور یہ امر آداب دعا کے صریحاً خلاف ہے کہ خدا کو چھوڑ کر کسی ولی یا اس کی قبر سے مدد طلب کی جائے۔

چنانچہ حضور علیہ السلام دنیا کو آداب دعا سکھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اب اسلام میں مشکلات ہی اور آپڑی ہیں کہ جو محبت خدا تعالیٰ سے کرنی چاہیے وہ دوسروں سے کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کا رتبہ انسانوں اور مردوں کو دیتے ہیں۔ حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ تعالیٰ کی ذات

پاک تھی مگر اب جس قبر کو دیکھو وہ حاجت روا ٹھہرائی گئی ہے۔ مَیں اس حالت کو دیکھتا ہوں تو دل میں درد اٹھتا ہے مگر کیا کہیں کس کو جا کر سنائیں"

پھر فرمایا:

"ہم سب ابرار، اخیار امت کی عزت کرتے ہیں اور ان سے محبت رکھتے ہیں لیکن ان کی محبت اور عزت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ ہم ان کو خدا بنالیں... یاد رکھو! انبیاء علیہم السلام کو جو شرف اور رتبہ ملا وہ صرف اسی بات سے ملا ہے کہ انہوں نے حقیقی خدا کو پہچانا اور اس کی قدر کی۔ اسی ایک ذات کے حضور انہوں نے اپنی ساری خواہشوں اور آرزوؤں کو قربان کیا، کسی مردہ اور مزار پر بیٹھ کر انہوں نے مرادیں نہیں مانگی ہیں"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 522-524)

اس قسم کی سینکڑوں تحریریں اور فرمودات آپؑ کی موجود ہیں اور یہ امر صرف قول ہی تک محدود نہیں تھا، آپ نے عملاً بھی دنیا کو اللہ تعالیٰ کی توحید کا سبق دیا اور آپ کی زندگی میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں۔

حضرت ملک برکت علی صاحبؓ بیان کرتے ہیں:

"حضرت اقدسؑ کے زمانے میں چونکہ مسجد چھوٹی ہوا کرتی تھی اس لئے جب احمدی زیادہ ہوتے تو چھت پر، جہاں حضورؑ تشریف فرما ہوتے تھے، جہاں کسی کو جگہ مل جاتی وہ بیٹھ جاتا اور ہمہ تن گوش ہو کر حضورؑ کی باتوں کو سنتا۔ بعض غیر احمدی معترض ہوتے کہ آپ پیر ہیں اور نیچے بیٹھے ہیں مگر مرید شہ نشین پر اوپر بیٹھے ہیں۔ حضرت صاحبؑ فرماتے کہ معذوری ہے، جگہ تنگ ہے، لوگ مجھے پوجنے کے لئے نہیں آتے بلکہ تقویٰ اور طہارت کی باتیں سننے کے لئے آتے ہیں اور مَیں انسان پرستی کو دور کرنے کے لئے آیا ہوں"

(رجسٹر روایات صحابہ نمبر 10 صفحہ 57)

حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوریؓ بیان فرماتے ہیں:

"ایک دفعہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سیر سے واپس آرہے تھے، جب حضورؑ احمدیہ چوک میں پہنچے تو ایک سائل نے سوال کیا، تُو داتا ہے! مجھے کچھ دے۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا۔ **داتا خدا ہے**۔ اُس نے کہا کہ ہاں! مگر تو بھی مجھے کچھ دے۔ اس پر حضور علیہ السلام نے اس کو ایک روپیہ عطا فرمایا"

(الحکم 21 مارچ 1935 صفحہ 5)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ بیان فرماتے ہیں:

”چکوال ضلع جہلم میں مولوی محمد خیاط اپنے علاقہ میں ایک مشہور مولوی تھے، خصوصیت سے وہ شیعہ فرقہ کے مسلمانوں سے مباحثات کیا کرتے تھے۔ کرم دین کے مقدمہ کے ایام میں مجھے چکوال جانا پڑا اور ان سے ملاقات ہوئی۔ انہیں اپنے علم اور طریق مناظرہ پر بھی ایک ناز تھا، لیکن حضرت مسیح موعودؑ پر جس چیز نے ان کے ایمان کو بہت مضبوط کیا وہ ایک واقعہ ہے، جس کا ذکر انہوں نے ہمیشہ کیا۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بیعت کے لئے حاضر ہوا تو اتفاق سے میری موجودگی کے ایام میں ایک شخص حضرتؑ کی خدمت میں آیا۔ چونکہ اس زمانہ کے رسمی پیروں کے ہاں لوگ سجدے کرتے ہیں وہ آتے ہی حضرتؑ کے قدموں کی طرف جھکا۔ آپؑ نے اسے روک دیا اور منع فرمایا کہ ایسا نہیں چاہیے اور پھر اسی سلسلہ میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا: کہ مَیں تو شرک اور تعظیم غیر اللہ کو مٹانے کے لئے آیا ہوں تا کہ خدائے واحد کی عظمت کو قائم کروں اور ہر ایک قسم کے شرک سے لوگوں کو بچاؤں۔ مجھے ہرگز پسند نہیں کہ میرے سامنے کوئی شخص اس قدر جھکے جو خدا تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے، ہر ایک انسان خواہ کتنا ہی عظیم المرتبت ہو، وہ آخر انسان ہی تو ہے“

حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانیؓ بیان فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ اپنے مریدوں میں اس طرح مل جل کر بیٹھتے کہ نووارد کو ہرگز پتہ نہ لگتا کہ اس مجلس کا سردار کون ہے؟ اس لئے بعض نووارد غلطی سے کبھی مولوی نورالدین صاحبؓ کو، کبھی مولوی محمد احسن صاحبؓ اور کبھی مولوی عبدالکریمؓ صاحب کو سمجھ لیتے کہ آپ مسیح موعودؑ ہیں۔ چونکہ مَیں خود پیر اور پیروں کے خاندان سے تھا، لہٰذا مجھے اس بات سے تکلیف ہوتی۔ آخر ایک دن مَیں نے عرض کیا۔ حضور! نوواردوں کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے اگر اجازت ہو تو حضور کے نیچے ایک چھوٹا سا غالیچہ اور پیچھے ایک گاؤ تکیہ رکھ دیا جائے۔ یہ سنتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”صاحبزادہ صاحب! مَیں اپنی پوجا تو نہیں کرانے آیا، مَیں تو خدا کی پرستش کرانے آیا ہوں“

(الفضل 5 دسمبر 1941ء صفحہ 7)

غرض یہ کہ ہر ایسی بات جس سے انسان پرستی کا تھوڑا سا بھی شائبہ ہو سکتا تھا، آپؑ نے اس سے منع فرمایا اور اُمّتِ مسلمہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان اَلاَ فَلاَ تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ ،اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذَالِكَ کی عملی تصویر بن کر دکھایا اور ایک مرتبہ پھر توحیدِ الٰہی کی سرسبز و شاداب بیل پر لگی اولیاء پرستی کی اس آکاس بیل کو دور کیا۔

دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیائے عیسائیت میں مسیح ابن مریم کو معبود بنے دیکھا اور اس پر مستزاد یہ کہ امت مسلمہ کو حیاتِ مسیح کے عقیدے میں گم پا کر انبیاء پرستی کے مخفی شرک میں مبتلا پایا تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر وفات مسیح ناصری علیہ السلام کا اعلان کیا اور صدیوں سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو ہدایت کی راہ دکھائی اور حیاتِ مسیح کی بنیادوں پر کھڑی ہونے والی عیسائیت کی بظاہر نظر آنے والی پُرشوکت عمارت آپؑ کے اس اعلان کے ساتھ منہدم ہو گئی۔ آپؑ نے دنیا کو مخاطب کر کے فرمایا:

”مَیں تم کو مسیح پرست نہیں بنانا چاہتا بلکہ مسیح بنانا چاہتا ہوں“

(بدر 6/ جولائی 1911ء صفحہ 6)

اس مسیح پرستی کے خلاف اور توحید کے قیام کی خاطر آپؑ کے دل میں ایک جوش تھا۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

”عیسائی مذہب کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہے، عیسائی مذہب اپنی جگہ آدم زاد کی خدائی منوانی چاہتا ہے اور ہمارے نزدیک وہ اصل اور حقیقی خدا سے دور پڑے ہوئے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ان عقائد کی (جو حقیقی خدا پرستی سے دور پھینک کر مُردہ پرستی کی طرف لے جاتے ہیں) کافی تردید ہو اور دنیا آگاہ ہو جاوے کہ وہ مذہب جو انسان کو خدا بناتا ہے خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا اور بظاہر اسباب عیسائی مذہب کی اشاعت اور ترقی کے جو اسباب ہیں وہ انسان پرست انسان کو کبھی یقین نہیں دلاتے کہ اس مذہب کا استیصال ہو جاوے گا۔ لیکن ہم اپنے خدا پر یقین رکھتے ہیں کہ اُس نے ہم کو اس کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور یہ میرے ہاتھ پر مقدر ہے کہ مَیں دنیا کو اس عقیدہ سے رہائی دلاؤں۔ پس ہمارا فیصلہ کرنے والا یہی امر ہو گا“

”ہزاروں ہزار انسان ہیں جو اپنے اہل و عیال اور دوسری حاجتوں کے لئے دعائیں کرتے اور تڑپتے ہیں مگر مَیں سچ کہتا ہوں کہ میرے لئے اگر کوئی غم ہے تو یہی ہے کہ نوع انسان کو اس ظلم صریح سے بچاؤں کہ وہ

ایک عاجز انسان کو خدا بنانے میں مبتلا ہو رہی ہے اور اس سے سچے اور حقیقی خدا کے سامنے ان کو پہنچاؤں جو قادر اور مقتدر خدا ہے... مجھے بشارت دی گئی ہے کہ یہ عظیم الشان بوجھ جو میرے دل پر ہے اللہ تعالیٰ اس کو ہلکا کر دے گا اور ایک حیّ و قیوم خدا کی پرستش ہونے لگے گی"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 646-647)

اپنی معرکہ آراء کتاب براہین احمدیہ میں مخلوق پرستی کے خاتمے اور توحید کی فتح کے متعلق بشارات دیتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں:

"جدھر دیکھو! دلائل و وحدانیت کے بہادر سپاہیوں کی طرح شرک کے خیالی اور وہمی برجوں پر گولہ اندازی کر رہے ہیں اور توحید کے قدرتی جوش نے مشرکوں کے دلوں پر ایک ہلچل ڈال رکھی ہے اور مخلوق پرستی کی عمارت کا بودا ہونا عالی خیال لوگوں پر ظاہر ہوتا جاتا ہے اور وحدانیت الٰہی کی پُرزور بندوقیں شرک کے بدنما جھونپڑوں کو اُڑاتی جاتی ہیں۔ پس ان تمام آثار سے ظاہر ہے کہ اب اندھیرا شرک کا ان اگلے دنوں کی طرح پھیلنا کہ جب تمام دنیا نے مصنوعی چیزوں کی ٹانگ صانع کی ذات اور صفات میں پھنسا رکھی تھی، ممتنع اور محال ہے۔"

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 103 حاشیہ)

ایک اور جگہ آپؑ نے اپنے مولیٰ کے حضور ان الفاظ میں دعا کی:

"اے میرے قادر خدا! میری عاجزانہ دعائیں سن لے اور اس قوم کے کان اور دل کھول دے اور ہمیں وہ وقت دکھا کہ باطل معبودوں کی پرستش دنیا سے اٹھ جائے اور زمین پر تیری پرستش اخلاص سے کی جائے اور زمین تیرے راستباز اور موحّد بندوں سے ایسی بھر جائے جیسا کہ سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اور تیرے رسول کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور سچائی دلوں میں بیٹھ جائے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام جس کو قائم کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں پیدا کرنے کے لئے آپؐ پیدا ہوئے تھے۔ ایک اعلیٰ انسان اور عبدِ رحمن کا مقام جو کسی کو ملا وہ سب سے اعلیٰ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملا اور بندے کی پہچان اپنی ذات کی پہچان اور خدا تعالیٰ کی ذات کی

پہچان کرانے کے لئے آپؐ مبعوث ہوئے تھے۔ توحید کے قیام کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے اور ساری زندگی اسی میں آپؐ نے گزاری اور یہی آپؐ کی خواہش تھی کہ دنیا کا ہر فرد ہر شخص اس توحید پر قائم ہو جائے اور اس زمانے میں بھی آپؐ کے غلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی پہچان اس تعلیم کی رو سے ہمیں کروائی۔ پس ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے آقا و مطاع صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں خدائے واحد کی عبادت اور اس کے نام کی غیرت کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں تبھی ہم حقیقت میں لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کا کلمہ پڑھنے والے کہلا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ 4 فروری 2005ء)

کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا
لعنت ہے ایسے جینے پہ گر اُس سے ہیں جدا
اُس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدّعا
جنّت بھی ہے یہی کہ مل یارِ آشنا

(کمپوزڈ: مسز عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)

۞۞۞۞

﴿5﴾ ﴿مشاہدات۔950﴾

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں

احترامِ انسانیت، شرفِ انسانیت اور خدمتِ انسانیت

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:22)

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمدؐ مصطفی نبیوں کا سردار

معزز سامعین! مَیں آج مُحسنِ انسانیت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احترامِ انسانیت، شرفِ انسانیت اور خدمتِ انسانیت کے بارے میں ارشادات کی صورت میں تعلیمات رکھنا جارہا ہوں۔ آپؐ کی شخصیت بطور محسنِ انسانیت پر مَیں تقریر پہلے تیار کر چکا ہوں۔ آپؐ تمام مخلوق کو اللہ کی عیال قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تمام مخلوقات، اللہ کی عیال ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اُس کے عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اور اُن کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔

(بیہیقی فی شعب الایمان، مشکوٰۃ باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق صفحہ 425)

اہل زمین پر رحم کرنے کے حوالے سے فرمایا۔ رحم کرنے والوں پر رحمان خدا رحم کرے گا۔ تم اہلِ زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

(ابوداؤد کتاب الادب، باب فی الرّحمۃ)

آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو، کے متعلق فرمایا۔ ایک دوسرے سے حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے بڑھ چڑھ کر بھاؤ نہ بڑھاؤ۔ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ ایک دوسرے سے پیٹھ نہ

موڑو یعنی بے تعلقی کا رویہ اختیار نہ کرو۔ ایک دوسرے کے سودے پر سودا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو۔ مسلمان اپنے بھائی پر ظلم نہیں کرتا۔ اس کی تحقیر نہیں کرتا۔ اس کو شرمندہ یا رسوا نہیں کرتا۔ آپؐ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ تقویٰ یہاں ہے۔ یہ الفاظ آپؐ نے تین دفعہ دہرائے پھر فرمایا۔ انسان کی بدبختی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقارت کی نظر سے دیکھے۔ ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت و آبرو دوسرے مسلمان پر حرام اور اس کے لئے واجب الاحترام ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم ظلم المسلم وخذله)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے تین اشخاص جن سے قیامت کے دن سخت باز پُرس ہو گی، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن میں سخت باز پُرس کروں گا۔ ایک وہ جس نے میرے نام پر کسی کو امان دی اور پھر دھوکا بازی اور غدّاری کی۔ دوسرا آدمی وہ ہے جس نے کسی آزاد کو پکڑ کر بیچ دیا اور اس کی قیمت لے کر کھا گیا۔ تیسرا آدمی وہ ہے جس نے کسی کو مزدوری پر رکھا اُس سے پورا پورا کام لیا لیکن اس کو طے شدہ مزدوری نہ دی۔

(بخاری کتاب البیوع باب اثم من باع حرّا)

سامعین! ماں باپ سے محبت اور شفقت کے سلوک کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اُسے اپنی حفاظت اور رحمت میں رکھے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔ پہلی یہ کہ وہ کمزوروں پر رحم کرے دوسری یہ کہ وہ ماں باپ سے محبت کرے۔ تیسری یہ کہ خادموں اور نوکروں سے اچھا سلوک کرے۔

(ترمذی صفة القیامة)

صلہ رحمی کا خُلق اختیار کرنے کے حوالے سے حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ جو شخص رزق کی فراخی چاہتا ہے یا خواہش رکھتا ہے کہ اُس کی عمر اور ذکرِ خیر زیادہ ہو اُسے صلہ رحمی کا خُلق اختیار کرنا چاہئے یعنی اپنے رشتہ داروں سے بنا کر رکھنی چاہئے۔

(مسلم کتاب البر والصلة باب صلة الرحمة)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین گھر کے حوالے سے فرمایا مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جائے اور مسلمانوں کے گھروں میں سے بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بُرا سلوک ہوتا ہو۔

(ان ماجه ابواب الادب باب حق اليتيم)

اور بہترین ساتھی کے حوالے سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساتھیوں میں سے وہ ساتھی اچھا ہے جو اپنے ساتھی کے لئے اچھا ہو اور پڑوسیوں میں وہ پڑوسی بہترین ہے جو اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے۔

(ترمذی ابواب البّر والصلة باب ماجاء فی الحق الجوار)

لوگوں کو نقصان پہنچانے سے بچنے کے حوالے سے حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عملوں میں سے کون سا عمل افضل ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ لوگوں کو نقصان پہنچانے سے بچو کیونکہ یہ بھی تیری طرف سے ایک طرح کا صدقہ ہے اور تیرے لئے فائدہ مند ہے۔

(مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان بالله افضل الاعمال)

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور عرض کیا یارسول اللہؐ! مجھے کوئی وصیت کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو کیونکہ تمام بھلائیوں کی یہ بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرو کیونکہ یہ مسلمان کی رہبانیت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کیونکہ یہ تیرے لئے نُور ہے۔

(قشیریه باب التقویٰ صفحہ 56)

حضرت ابو ہریرہؓ مال کو مستحقین میں بانٹنے کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا اے اللہ کے رسولؐ! ثواب کے لحاظ سے سب بڑا صدقہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا سب سے بڑا صدقہ یہ ہے کہ تُو اس حالت میں صدقہ کرے کہ تُو تندرست ہو اور مال کی ضرورت اور حرص رکھتا ہو، غربت سے ڈرتا ہو اور خوشحالی چاہتا ہو۔ صدقہ و خیرات میں ایسی دیر نہ کر مبادا جب جان حلق تک پہنچ جائے تو تُو کہے کہ فلاں کو اتنا دے دو اور فلاں کو اتنا۔ حالانکہ وہ مال اب تیرا نہیں رہا وہ تو فلاں کا ہو ہی چکا۔ (یعنی مرنے والے کے اختیار سے نکل چکا ہے)۔ (بخاری کتاب الزکوٰۃ)

سامعین! ایک دفعہ ایک مسافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپؐ نے گھر کہلا بھیجا کہ مہمان کے لئے کھانا بھجواؤ۔ جواب آیا کہ پانی کے سوا آج گھر میں کچھ نہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا اس مہمان کے کھانے کا بندوبست کون کرے گا۔ ایک انصاری نے عرض کیا۔ حضور! مَیں انتظام کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خاطر مدارات کا انتظام کرو۔ بیوی نے جواباً کہا آج گھر میں تو صرف بچوں کے کھانے کے لئے ہے۔ انصاری نے کہا۔ اچھا! تو کھانا تیار کرو، پھر چراغ جلاؤ اور جب بچوں کے کھانے کا وقت آئے تو اُن کو تھپ تھپا کر اور بہلا کر سُلا دو۔ چنانچہ عورت نے کھانا تیار کیا، چراغ جلایا۔ بچوں کو (بھوکا ہی) سُلا دیا۔ پھر چراغ درست کرنے کے بہانے سے اٹھی اور جا کر چراغ بجھا دیا اور پھر دونوں مہمان کے ساتھ بیٹھے بظاہر کھانا کھانے کی آوازیں نکالتے اور چٹخارے لیتے رہے تا کہ مہمان سمجھے کہ میزبان بھی میرے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ اس طرح مہمان نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور وہ خود بھوکے سو گئے۔ صبح جب وہ انصاری حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ہنس کر فرمایا کہ تمہاری رات کی تدبیر سے تو اللہ تعالیٰ بھی ہنسا۔ اسی واقعہ کے ضمن میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ پاک بطن اور ایثار مخلص مومن اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ وہ خود ضرورتمند اور بھوکے ہوتے ہیں اور جو نفس کے بخل سے بچائے گئے وہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

(بخاری کتاب المناقب باب ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری سنّت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میزبان اعزاز و تکریم کے ارادہ سے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک الوداع کہنے آئے۔ (ابن ماجہ ابواب الاطعمہ باب الضیافۃ) نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے، اگر روزے سے ہے تو حمد و ثناء اور دعا کرتا رہے اور معذرت کرے اور اگر روزہ دار نہیں تو جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ خوشی سے کھائے۔

(مسلم کتاب النکاح باب الامر باجابۃ الداعی الیٰ دعوۃ)

حضرت شُریحؒ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مہمان کی عزت کرے اور ایک دن رات سے تین دن رات تک اُسے مہمان رکھے۔ اگر اس سے زائد عرصہ مہمان اس کے پاس ٹھہرتا ہے اور وہ اس کی مہمان نوازی

کرتا ہے تو یہ اس کی طرف سے صدقہ اور نیکی کی بات ہوتی ہے اور مہمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ بلا اجازت اس کے ہاں ٹھہرا رہے اور میزبان کو تکلیف میں ڈالے۔

(ابوداؤد کتاب الاطعمہ باب فی الضیافۃ مسند احمد جلد 3 صفحہ 37)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص خدا کی راہ میں جس نیکی میں ممتاز ہو اسے اس نیکی کے دروازے سے جنت کے اندر آنے کے لئے کہا جائے گا۔ اُسے آواز آئے گی۔ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اِسی سے اندر آؤ۔ اگر وہ نماز پڑھنے میں ممتاز ہوا تو نماز کے دروازے سے اُسے بلایا جائے گا۔ اگر جہاد میں ممتاز ہوا تو جہاد کے دروازے سے، اگر روزے میں ممتاز ہوا تو سیرابی کے دروازے سے۔ **اگر صدقہ میں ممتاز ہوا تو صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔** حضورؐ کا یہ ارشاد سُن کر حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا۔ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں جسے ان دروازوں میں کسی ایک سے بلایا جائے اسے کسی اور دروازے کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی کوئی ایسا خوش نصیب بھی ہو گا جسے ان سب دروازوں سے آواز پڑے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مجھے امید ہے کہ تم بھی ان خوش نصیبوں میں شامل ہو۔

(بخاری کتاب الصوم باب الریان)

حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ کے نام پر پناہ چاہتا ہے۔ اسے تم بھی پناہ دو اور جو شخص اللہ کا نام لے کر مانگتا ہے اسے کچھ نہ کچھ ضرور دو (خواہ کلمۂ خیر ہی کی توفیق ملے) اور جو شخص دعوت کے لئے بلاتا ہے اس کی دعوت قبول کرو۔ جو شخص تم سے نیک سلوک کرتا ہے اس کے نیک سلوک کا بدلہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور دو اگر بدلہ دینے کے لئے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو کم از کم اس کے لئے دعائے خیر ہی کرو تم اس کے لئے اتنی دعا کرو کہ تمہیں احساس ہونے لگے کہ تم نے اس کے احساس کا بدلہ اُتار دیا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

اب دیکھیں اِن احادیث میں انسانیت کی خاطر کتنی چھوٹی باتوں کے بڑے بڑے اجر کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے کسی رشتہ دار کی عیادت کے لئے

آتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے اور یہ دُعا کرتے۔ اے میرے اللہ! جو لوگوں کا ربّ ہے اس بیماری کو دُور کر دے اور اسے شفاء دے کہ تُو ہی شفاء دینے والا ہے۔ تیری شفاء کے سوا کوئی اور شفاء نہیں۔ تو اسے ایسی شفاء دے جو بیماری کا کچھ بھی اثر نہ چھوڑے۔

(مسلم کتاب السلام باب استحباب رقیۃ المریض)

سامعین! انسانیت کے شرف اور احترام کا دائرہ اِس قدر پھیلا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے بچہ کو وفات دیتا ہے تو اپنے ملائکہ سے کہتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچّے کی رُوح قبض کی، اس پر فرشتے جواب دیتے ہیں ہاں میرے اللہ! پھر فرماتا ہے تم نے اس کے دل کی کَلی توڑلی۔ فرشتے جواب دیتے ہیں ہاں، ہمارے اللہ! پھر وہ پوچھتا ہے۔ اس پر میرے بندے نے کیا کہا؟ فرشتے کہتے ہیں۔ اس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے تم میرے اس صابر و شاکر بندے کے لئے جنّت میں ایک گھر تعمیر کرو اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھو۔

(ترمذی کتاب الجنائز)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن تم میں سے سب سے زیادہ مجھے محبوب اور سب سے زیادہ میرے قریب وہ لوگ ہوں گے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے ہوں گے اور تم میں سے سب سے زیادہ مبغوض اور مجھ سے زیادہ دُور وہ لوگ ہوں گے جو ثرثار یعنی مُنہ پھٹ، بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے ہیں۔ متشدِّق یعنی منہ پُھلا پُھلا کر باتیں کرنے والے اور مفتیھق یعنی لوگوں پر تکبّر جتلانے والے ہیں۔ صحابہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! ثرثار اور متشدّق کے معنے تو ہم جانتے ہیں مفتیھق کسے کہتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مُتفیھق متکبّرانہ باتیں کرنے والے کو کہتے ہیں۔

(ترمذی کتاب البرّ والصلۃ)

حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو خود حد سے بڑھتے تھے اور نہ حد سے بڑھنا پسند کرتے تھے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے تم میں سے وہ بہتر ہے جو سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا ہے۔ (بخاری کتاب الادب باب لم یکن النبیؐ)

حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاں بھی تم ہو اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔ اگر کوئی بُرا کام کر بیٹھو تو اس کے بعد نیک کام کرنے کی کوشش کرو، یہ نیکی اس بدی کو مٹا دے گی اور لوگوں سے خوش اخلاقی اور حُسنِ سلوک سے پیش آؤ۔

(ترمذی کتاب البرّ والصلۃ باب فی معاشرۃ الناس)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متّقی بنو، سب سے بڑے عابد بن جاؤ گے، قناعت اختیار کرو سب سے زیادہ شکر گزار سمجھے جاؤ گے۔ **لوگوں کے لئے وہی چاہو جو اپنے لئے چاہتے ہو، حقیقی مومن کہلاؤ گے۔ اچھے پڑوسی بنو سچے مسلمان کہلاؤ گے۔** کم ہنسو کیونکہ زیادہ ہنستا دل کو مُردہ بنا دیتا ہے۔

(قشیریہ باب القناعۃ صفحہ 81)

سامعین! حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حق ہیں۔ (1) سلام کا جواب دینا۔ (2) بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرنا۔ (3) فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شامل ہونا۔ (4) اس کی دعوت قبول کرنا۔ (5) اور اگر وہ چھینک مارے اور اَلحَمْدُ لِلّٰہ کہے تو اس کی چھینک کا جواب (یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کی دُعا کے ساتھ) دینا۔ ایک اور روایت میں یہ زائد باتیں بھی ہیں کہ جب تُو اسے ملے تو اسے سلام کہے اور جب وہ تجھ سے خیر خواہانہ مشورہ مانگے تو خیر خواہی اور بھلائی کا مشورہ دے۔

(بخاری کتاب الاستیذان باب افشاء السلام)

حضرت براء بن عازبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات باتوں کا حکم دیا اور سات باتوں سے روکا۔ حکم دیا کہ **بیمار کی عادت کریں، جنازوں میں شامل ہوں۔ چھینکنے والی کی چھینک کا جواب دیں۔ قسم کھانے والے کو قسم پوری کرنے میں امداد دیں۔ مظلوم کی مدد کریں۔** دعوت کرنے والے کی دعوت قبول کریں اور سلام کو رواج دیں۔ آپؐ نے ہمیں روکا۔ سونے کی انگوٹھی پہننے سے، چاندی کے برتن میں پانی پینے سے، سرخ رنگ کے ریشمی گدّوں پر بیٹھنے سے (یعنی زریں مرصّع پالان اور

کاٹھیاں بنانے ریشمی فرش بچھانے سے) قسی نامی کپڑا (جو ریشم اور سُوت سے ملا کر بنایا جاتا ہے) پہننے سے۔ اطلس اور دیباج (یعنی خالص ریشم) پہننے سے۔

(بخاری کتاب الادب باب تشمیت العاطس)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ مومن کا کام ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کو جب پڑھے، آپ کے اُسوۂ حسنہ کو جب دیکھے تو جہاں اس پر عمل کرنے اور اسے اپنانے کی کوشش کرے، وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے کہ اس محسنِ اعظم نے ہم پر کتنا عظیم احسان کیا ہے کہ زندگی کے ہر پہلو کو خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق عمل کر کے دکھا کر اور ہمیں اس کے مطابق عمل کرنے کا کہہ کر خدا تعالیٰ سے ملنے کے راستوں کی طرف ہماری رہنمائی کر دی۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معیار حاصل کرنے کے راستے دکھا دیئے۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا کرنے کی ذمہ داری کا احساس مومنین میں پیدا کیا جس سے ایک مومن خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکتا ہے۔ یہ سب باتیں تقاضا کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجتے ہوئے ہم دنیا کو بھی اس تعلیم اور آپ کے اُسوہ سے آگاہ کریں۔ آپ کے حسن و احسان سے دنیا کو آگاہ کریں۔ جب بھی غیروں کے سامنے آپ کی سیرت کے پہلو آئے تو وہ لوگ جو ذرا بھی دل میں انصاف کی رمق رکھتے تھے، وہ باوجود اختلافات کے آپ کی سیرت کے حسین پہلوؤں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکے۔"

(خطبہ جمعہ 5/ اکتوبر 2012ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں آیۃ کریمہ قُلۡ اِنۡ کُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوۡنِیۡ یُحۡبِبۡکُمُ اللّٰہُ کے تحت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام ارشادات پر عمل کرتے ہوئے اپنی محبت عطا کرتا رہے۔ آمین

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿6﴾ ﴿مشاہدات۔959﴾

”انسان ہونا، ہمارا انتخاب نہیں، قدرت کی عطا ہے“

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ ؕ (التین:5۔7)

خِلقتِ اِنس میں ہے اُنس و محبت کا خمیر
گر محبت نہیں بیکار ہے انساں ہونا
قابلِ رشک ہے اس خاک کے پتلے کا نصیب
جس کی قسمت میں ہو خاکِ درِ جاناں ہونا
رو کے کہتی ہے زمیں گر نہ سنے نامِ خدا
”ایسی بستی سے تو بہتر ہے بیاباں ہونا“
فعل دونوں ہی نہیں شیوۂ مردِ مؤمن
رونا تقدیر کو، تدبیر پہ نازاں ہونا

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے **”انسان ہونا، ہمارا انتخاب نہیں، قدرت کی عطا ہے۔“**

چند دن ہوئے مَیں اپنے خیر خواہوں کے Status دیکھ رہا تھا۔ جماعت احمدیہ کے لیے خدمات بجالانے والے ایک وفا شعار دوست کے سٹیٹس پر لکھا تھا۔

”انسان ہونا، ہمارا انتخاب نہیں، قدرت کی عطا ہے لیکن اپنے اندر انسانیت بنائے رکھنا ہمارا انتخاب ہے۔“

مَیں نے جب اس عبارت پر غور شروع کیا تو سورۃ التین کی آیت 5 میرے ذہن میں آئی۔ جس کی تلاوت مَیں تقریر کے آغاز پر کر آیا ہوں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے۔

"یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ارتقائی حالت میں پیدا کیا۔ پھر ہم نے اُسے نچلے درجے کی طرف لَوٹنے والوں میں سب سے نیچے لَوٹا دیا۔ سوائے اُن کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے۔ پس اُن کے لئے غیر منقطع اجر ہے۔"

سامعین! خالقِ کائنات اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہر چیز کو پیدا کیا اُن میں بعض جاندار ہیں اور بعض بے جان۔ جاندار مخلوق کے بھی آگے دو حصے ہیں۔ اوّل نباتات اور درخت پودے وغیرہ اور دوم جاندار مخلوق جن میں انسان، جنّات، حیوانات، چرند پرند اور حشرات الارض یعنی کیڑے مکوڑے ہیں۔ یہ تمام مخلوق ایک دوسرے کے فائدہ کے لیے عمل پیرا ہیں مگر اِن میں سے سب سے اعلیٰ مخلوق جسے اشرف المخلوقات کا نام دیا گیا ہے وہ انسان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو سورۃ بنی اسرائیل آیت 7 میں بیان فرمایا ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا کہ ہم نے مخلوق کے ایک کثیر حصہ پر انسانوں کو بڑی فضیلت دی ہے۔

کسی نے انسان اور حیوان میں فرق کو یوں بیان کیا ہے کہ دونوں میں بہت سے کام سانجھے ہیں جیسے کھانا، پینا، پیشاب کرنا، پاخانہ کرنا، لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے عقل کے ساتھ زبان دی ہے۔ جس سے وہ اپنا مافی الضمیر بیان کر سکتا ہے اور اگلے کو قائل بھی کر سکتا ہے۔ نیز زبان سے تسبیحات اور تذکیرِ الٰہی کر کے اللہ کا پسندیدہ بندہ بھی بن سکتا ہے اور معاشرہ میں بسنے والے دیگر انسانوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی کرتا ہے نہ کہ جانوروں کی طرح وحشت پھیلانا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ (الرحمٰن:4-5)

کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اسے مفاہمت و بیان بخشا ہے۔

اس ناطے جو انسان کا سب سے پہلا اور آخری فرض ہے وہ تشکّرِ الٰہی ہے کہ اس اللہ نے ہمیں انسان بنایا۔ ہمیں تمام مخلوقات سے افضل بنایا۔ ہمیں سوچ اور عقل عطا کی۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیحات کرنے، اس کے رسول پر درود بھیجنے کے لیے اُس نے زبان عطا کی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

انسان دراصل اُنسان تھا یہ دو اُنس اور دو محبتیں اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ سے محبت اور دوسرے اُس کی مخلوق سے محبت۔ یہ دو محبتیں اُنسان کو اِنسان بناتی ہیں۔

سامعین! آج کی تقریر کے عنوان کا دوسرا حصہ جو زیادہ اہمیت کا حامل ہے وہ ہے اپنے اندر انسانیت کو سمونا۔ یہ کام انسان کو خود کرنا ہے بعض انسان، انسان ہوتے ہوئے بھی اپنی عادات و اطوار کی وجہ سے وحشی بلکہ اس سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔ اِس لیے جو امور مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں اُن سے اپنے آپ کو مزیّن کرنا انسان کا اپنا خاصّہ ہے اور ہونا بھی چاہیے۔ اِس کے لیے سب سے پہلے ہمیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ کو دیکھنا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم کی تعلیم کی روشنی میں انسانیت کے بے نظیر درس دیے۔ قرآنِ کریم کی تعلیمات کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ سب لوگ بحیثیت انسان برابر ہیں اور سب کے حق مساوی ہیں حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروانوں کو حجّۃ الوداع کے موقع پر جو منشور دیا۔ وہ ہر مسلمان کو انسانیت اپنانے کا بہت اعلیٰ و ارفع پیغام تھا۔ جس میں فرمایا کہ کسی عربی کو غیر عربی پر کوئی فوقیت نہیں اور نہ ہی غیر عربی کو عربی پر کوئی برتری حاصل ہے۔ کسی گورے کو کالے پر اور کسی کالے کو گورے پر فضیلت نہیں دی اور یوں تمام قوموں اور نسلوں کے لوگ برابر ہوگئے اور بلا امتیاز اور بلا تعصّب تمام کے حقوق یکساں ہوگئے۔ اِسی اصول کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ سے کامل تعلق اور اُس سے خالص محبت کا میدان سر کیا جا سکتا ہے اور انسانیت کا باہم محبت اور اُنس کا پیوند بھی صحیح ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

”قرآن شریف کا یہ مقصد تھا کہ حیوانوں سے انسان بناوے اور انسان سے بااخلاق انسان بناوے اور بااخلاق انسان سے باخدا انسان بناوے“

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 329)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام انسان کے اندر انسانیت کے مضمون کو کیا ہی حسین پیرا ہے میں یوں بیان فرماتے ہیں کہ

”آدم سے مراد کامل انسان ہے۔ جب انسان کامل آدم بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم سجدہ (اطاعت) کا دیتا ہے اور اس کے ہر ایک کام کو خدا تعالیٰ فرشتوں کے ذریعے سے سرانجام کرتا ہے لیکن

آدم کامل بننے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کا خدا سے سچا اور پکا تعلق ہو جب انسان ہر ایک حرکت اور سکون حکمِ الٰہی کے نیچے ہو کر کرتا ہے تو انسان خدا کا ہو جاتا ہے تب خدا انسان کا والی وارث ہو جاتا ہے اور پھر اس پر کوئی مخالفت سے دست اندازی نہیں کر سکتا لیکن وہ آدمی جو احکامِ الٰہی کی پرواہ نہیں کرتا خدا بھی اُس کی پرواہ نہیں کرتا... آدم علیہ السلام کامل انسان تھے تو فرشتوں کو سجدہ (اطاعت) کا حکم ہوا۔ اِسی طرح اگر ہم میں ہر ایک آدم بنے تو وہ بھی فرشتوں سے سجدہ کا مستحق ہے"

(الحکم 10/ فروری 1905ء صفحہ 4)

یہ مضمون اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاعراف آیت 12 میں بیان فرمایا:

وَ لَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ یعنی یقیناً ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں صورتوں میں ڈھالا پھر ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کے لئے سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا ان سب نے سجدہ کیا۔ وہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ بنا۔

گویا انسانیت، انسان کو انبیاء کے زُمرہ میں بھی شامل کرتی ہے۔ عبادات الٰہیہ انسان کے اندر انسانیت پیدا کرتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی فطرت پر پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ سورۃ الروم آیت 31 میں فرماتا ہے:

پس (اللہ کی طرف) ہمیشہ مائل رہتے ہوئے اپنی توجہ دین پر مرکوز رکھ۔ یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اُس نے انسانوں کو پیدا کیا۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ قائم رکھنے اور قائم رہنے والا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

سامعین! انسان کے اندر انسانیت لانے کے مفہوم کو سمجھنے کے لیے ایک محاورہ کا استعمال کرنا چاہتا ہوں۔ عمومی طور پر مائیں بچوں کو اُن کی شرارتوں پر یا بزرگ چھوٹے بچوں کو اُن کی غلط حرکتوں پر کہہ دیتے ہیں کہ "انسان بنو"۔ اِس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ وہ انسان کے زُمرے سے باہر ہے۔ اِس کا مطلب صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں انسان پیدا کیا ہے جانور یا حیوان نہیں اس لیے اپنے آپ کو انسانیت سے مزیّن کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار جگہوں پر انسان کی پیدائش کے مراحل، اُس کا مقصد، اُس کی اہمیت، اُس کی فطرت اور اُس کی خوبیوں کا ذکر کیا ہے۔ جس میں سے اکثر کا کسی نہ کسی رنگ

میں ذکر اوپر میں کر آیا ہوں۔ تاہم بعض خامیوں کا ذکر کر کے انسان کو انہیں دور کرنے اور انسانیت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی تلقین فرمائی۔ جیسے سورۃ یونس آیت 13 اور سورۃ ہود آیت 10-11 میں انسان کی ناشکری، سورۃ معارج آیت 20-21 میں انسان کی بے صبری، سورۃ کہف آیت 55 میں انسان کے جھگڑالو ہونے، سورہ روم آیت 37 میں مصیبت کے وقت ناامید ہونے اور سورۃ علق آیت 7-8 میں انسان کے مالدار ہو کر سرکشی کرنے کا ذکر کر کے اِن بُرائیوں اور کمزوریوں کو ترک کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ تقریر کے اختتام پر اس کے پہلے حصہ کی طرف لوٹتے ہوئے سورۃ التین آیت 5-6 کے تحت لکھے گئے فٹ نوٹ کو بیان کرنا چاہوں گا جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ حضورؒ فرماتے ہیں:

”ان آیات میں انسان کے مسلسل ارتقاء کا ذکر ہے کہ کس طرح انسان کو ادنیٰ حالتوں سے اٹھا کر بلند ترین منصب پر فائز کیا گیا۔ تَقْوِیم کا لغوی معنے یہی ہے کہ کسی چیز کو ٹھیک ٹھاک کرتے ہوئے بہتر کرتے چلے جانا۔ اس کے بعد فرمایا کہ پھر ہم نے اس کو اس انتہائی ذلیل حالت کی طرف لوٹا دیا جہاں سے اس نے ترقی شروع کی تھی۔ اس سے مراد صرف اللہ تعالیٰ کے ناشکرے اور فاسق بندے ہیں۔ وہ انسان ہوتے ہوئے بھی مخلوق میں سے بدترین ہو جاتے ہیں۔ سوائے مؤمنوں کے جن کے لئے اسی سورت میں لامتناہی ترقیات کی خوشخبری دی گئی ہے۔

اس امر کی دلیل کہ انسان بہترین ہونے کے باوجود بدترین مخلوق بھی بن سکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے کہ آنے والے بدترین دَور میں ان لوگوں کے علماء” شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ “ہوں گے یعنی آسمان کے پردے کے نیچے بدترین مخلوق۔ (مشکوۃ، کتاب العلم)“

(قرآن کریم ترجمہ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 1189)

سامعین! ابھی یہ تقریر تیاری کے مراحل میں تھی کہ میرے ایک اور خیر خواہ دوست نے جو پوسٹ مجھے شیئر کی وہ بھی سبق آموز ہے اور اِس کا تعلق بھی آج کی تقریر کے عنوان سے بہت گہرا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جب عقاب شکار کے لئے لپکتا ہے تو تمام چرند پرند اور جانور الرٹ ہو جاتے ہیں اور آوازیں نکال کر دوسرے مختلف النوع جانوروں اور چرند پرند کو ہوشیار کرتے ہیں اور یہ تمام بِلوں میں اور محفوظ جگہوں پر

چلے جاتے ہیں جبکہ بعض انسان، بعض حکومتیں اور بعض قومیں دوسروں کو نیچا دکھلانے کے لئے ہر وہ حربہ استعمال کرتے ہیں جن سے مدّ مقابل تباہ و برباد اور نیست و نابود ہو کر رہ جائے۔ جیسے آجکل بڑی طاقتور قوموں نے جنگوں سے تباہی اور بربادی کی حقیقت جاننے کے باوجود جنگوں کو ایک نفع بخش کاروبار بنا رکھا ہے۔ وہ دونوں جانب اسلحہ بیچتے، وسائل پر قبضہ کرتے اور بیماریوں کا مہنگے داموں علاج کر کے رقم کماتے ہیں اور وہ یہ نہیں دیکھتے کہ ہماری کارروائیوں سے کروڑوں مر رہے ہیں۔ یا اتنی ہی تعداد میں بھوکے مر رہے ہوتے ہیں۔ وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اِن ہولناک جنگوں سے لوگ بیمار بھی ہوں گے اور اُن کا علاج معالجہ کون کرے گا۔ انسانیت کے ناطے یہ باتیں مدّ نظر رہنی چاہئیں۔

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ عالَمی جنگوں کے مضرّات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”جب ایک ملک اپنے مفادات کو ترجیح دینا شروع کر دیتا ہے تو انصاف کا ترازو اعتدال پر نہیں رہتا اور بگڑ جاتا ہے۔ اس ملک کے سیاسی مفاد، مادی اور اقتصادی فوائد حاصل کرنے کی طرف جھک جاتے ہیں۔ بہر طور یہ ایک ایسا گرداب ہے جس میں پھنسے ہوئے لوگ اپنی انا اور نفسانیت کے چکر سے نکل نہیں سکتے۔ انسان اشرف المخلوقات ہے اور عقل و ذہانت عطا ہونے کی وجہ سے جانوروں سے ممتاز ہے۔ اسے صلاحیت عطا کی گئی ہے کہ وہ سکون کی حالت میں بھی سوچنے کی قابلیت رکھتا ہے اور مغلوب الغضب ہونے کے وقت بھی۔ مگر عقل و سمجھ رکھنے کے باوجود اپنے مفادات کے حصول میں وہ ایک دوسرے کو حیوانوں کی طرح چبا ڈالتے ہیں۔ بدقسمتی سے مذہب پر یقین نہ رکھنے والے اس صورتحال کا الزام مذہب پر ڈالتے ہیں حالانکہ مذہب تو اعلیٰ اخلاق اور رواداری اور تحمل کا سبق دیتا ہے۔“

(خطاب امن کانفرنس 2009ء)

حضور نے فرمایا اقوام متحدہ کا قیام امن قائم کرنے کے لیے ہوا تھا مگر جہاں بھی دنیا میں تصادم ہوا ہے وہ معیار اقوام متحدہ کی کارروائیوں میں حاصل نہیں ہوا جس کی توقع اتنے عظیم ادارہ سے وابستہ تھی۔

حضور نے تنبیہ فرمائی کہ یہی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے دنیا ایک بار پھر بڑی تیزی سے عالمی جنگ کی ہولناکیوں کی طرف بڑھ رہی ہے۔

حضور انور نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ قران کریم میں فرماتا ہے کہ اگر تم انصاف کا قیام چاہتے ہو تو دیانت داری سے جھگڑوں کا حل تلاش کرنا ہو گا۔ عدل سے مراد کامل انصاف ہے اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب تمہارے دل تعصبات سے مکمل طور پر پاک ہوں۔ اگر ہم آج کی دنیا کا جائزہ لیں تو ہمیں عدل کہیں نظر نہیں آتا۔ اگر انصاف کے ان اعلیٰ معیاروں کو قائم نہ کیا گیا تو پھر اس کا خطرناک نتیجہ ظاہر ہو گا اور دشمنی کی چنگاریاں ہوا پکڑتی جائیں گی اور اس قدر خوفناک تباہی کا اندیشہ ہے کہ جس کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

(امن کانفرنس 2009ء)

حضور انور نے فرمایا کہ

"دوسری جنگ عظیم میں ایشیا میں بھی اور یورپ میں بھی مختلف ممالک تھے جن کا آپس میں تصادم ہوا تھا مگر بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ طاقت کے دو دھڑوں میں جنگ چھڑ گئی۔ لیگ آف نیشنز بے بس ہو گئی۔ آج کی دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مشرق وسطیٰ میں خاص طور پر اسرائیل میں، فلسطین میں، شام میں اور لبنان میں دشمنیاں بڑھتی جا رہی ہیں۔ ایران کے خلاف کارروائیاں ہو رہی ہیں اور جواباً ایران اسرائیل اور مغربی دنیا کے خلاف دھمکیاں جاری کر رہا ہے۔ کچھ ایسے ممالک ہیں جہاں کا اضطراب ان کے داخلی وجوہات اور طاقت کے حصول کے لیے تصادم اور سیاسی وجوہات ہیں جیسا کہ عراق افغانستان اور پاکستان ہیں اور بعض دوسرے ممالک ہیں جہاں بیرونی طاقتوں کی مداخلت کے نتیجہ میں تصادم ہے جیسا کہ جارجیا اور پولینڈ کی مثال ہے۔ ان ملکوں میں جو کچھ ہو رہا ہے اسے مذہبی جنگ قرار نہیں دیا جاتا۔ جب داخلی جنگ یعنی سول وار ممالک میں شروع ہوتی ہے جیسا کہ افغانستان اور عراق کا حال ہے تو وہاں طاقت کے حصول کے لیے لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ ان ممالک کے اہم جغرافیائی محلِ وقوع کے پیش نظر بعض طاقتور ممالک وہاں اپنے مفادات کی خاطر مداخلت شروع کر دیتے ہیں اور ان کے قدرتی وسائل پر قبضہ کرنے کی کارروائیاں شروع کر دیتے ہیں۔ وہاں کے سیاست دانوں کو خرید کر یا مالی امداد دے کر اختیارات کو اپنے قابو میں کر لیا جاتا ہے۔ صورتحال جو بھی شکل اختیار کرے ان ممالک میں یہ جذبات پائے جاتے ہیں کہ اقوام متحدہ کے ذریعہ جو وعدے ملکوں سے کیے گئے تھے کہ انہیں آزادی، خود مختاری اور تحفظ حاصل ہو گا

وہ انہیں نہیں دیا گیا۔ بڑی طاقتوں اور اقوام متحدہ دونوں کی طرف سے یہی صورتحال ہے۔ اس وجہ سے بے چینی بڑھتی جارہی ہے۔"

(امن کانفرنس سے خطاب 2009ء)

حضور انور نے فرمایا کہ

"یاد رکھیں کہ مثبت تبدیلی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب وسیع تر مفاد کی خاطر ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھا جائے اور ہمہ وقت انصاف کے ساتھ کام کیا جائے۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اسلام یہ کہتا ہے کہ انسان وہ بنیاد ہے جس پر امن کی عمارت تعمیر ہوتی ہے۔ سو ہمیں وقت کی فوری ضرورت کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ کئی سالوں سے میں متنبہ کر رہا ہوں کہ دنیا ایک اور عالمی جنگ کی طرف بڑھ رہی ہے اور اب دوسرے لوگ بھی اس نتیجہ پر پہنچ رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اب بعض اہم لوگ یہ کہنے لگے ہیں کہ تیسری عالمی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ تاہم مَیں پھر بھی یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاس اس جنگ کو روکنے کے لیے ابھی کچھ وقت ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم عدل و انصاف سے کام لیں اور اپنے دیگر ہر قسم کے مفادات کو ایک طرف رکھ دیں۔"

(خطاب تیرہویں امن کانفرنس 2016ء)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ انسان کی تخلیق کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر یہ احسان عظیم ہے کہ انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر ایسا دماغ عطا فرمایا جس کے استعمال سے وہ خدا تعالیٰ کی پیدا کردہ باقی مخلوق اور ہر چیز کو نہ صرف اپنے زیر نگیں کر لیتا ہے بلکہ اس سے بہترین فائدہ اٹھاتا ہے اور ہر نیا دن انسانی دماغ کی اس صلاحیت سے نئی نئی ایجادات سامنے لا رہا ہے۔ جو دنیاوی ترقی آج ہے وہ آج سے دس سال پہلے نہیں تھی اور جو دنیاوی ترقی آج سے دس سال پہلے تھی وہ 20 سال پہلے نہیں تھی۔ اسی طرح اگر پیچھے جاتے جائیں تو آج کی نئی نئی ایجادات کی اہمیت اور انسانی دماغ کی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لیکن کیا یہ ترقی جو مادی رنگ میں انسان کی ہے یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے؟ ہر زمانے کا دنیا دار انسان یہی سمجھتا رہا کہ میری یہ ترقی اور میری یہ طاقت، میری یہ

جاہ و حشمت، میرا دنیاوی لہو و لعب میں ڈوبنا، میرا اپنی دولت سے اپنے سے کم تر پر اپنی برتری ظاہر کرنا، اپنی دولت کو اپنی جسمانی تسکین کا ذریعہ بنانا، اپنی طاقت سے دوسروں کو زیر نگیں کرنا ہی مقصدِ حیات ہے۔ یا ایک عام آدمی بھی جو ایک دنیا دار ہے جس کے پاس دولت نہیں وہ بھی یہی سمجھتا ہے بلکہ آج کل کے نوجوان جن کو دین سے رغبت نہیں دنیا کی طرف جھکے ہوئے ہیں وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جو نئی ایجادات جو ہیں، ٹی وی ہے، انٹرنیٹ ہے، یہی چیزیں اصل میں ہماری ترقی کا باعث بننے والی ہیں اور بہت سے ان چیزوں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ پس یہ انتہائی غلط تصور ہے۔ اس تصوّر نے بڑے بڑے غاصب پیدا کئے۔ اس تصور نے بڑے بڑے ظالم پیدا کئے۔ اس تصور نے عیاشیوں میں ڈوبے ہوئے انسان پیدا کئے۔ اس تصور نے ہر زمانہ میں فرعون پیدا کئے کہ ہمارے پاس طاقت ہے، ہمارے پاس دولت ہے، ہمارے پاس جاہ و حشمت ہے۔ لیکن اس تصور کی خدا تعالیٰ نے جو ربّ العالمین ہے، جو عالمین کا خالق ہے، بڑے زور سے نفی فرمائی ہے۔ فرمایا کہ جن باتوں کو تم اپنا مقصد حیات سمجھتے ہو یہ تمہارا مقصد حیات نہیں ہیں۔ تمہیں اس لئے نہیں پیدا کیا گیا کہ ان دنیاوی مادی چیزوں سے فائدہ اٹھاؤ اور دنیا سے رخصت ہو جاؤ۔ نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وَمَاخَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذاریات:57) اور مَیں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15؍ جنوری 2010ء)

آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے اِس بے حیثیتی کے باوجود ہمیں اشرف المخلوقات ہونے کا مقام دیا ہے اور ہمارے سپرد بعض کام کئے ہیں اور ہماری پیدائش کی ایک غرض یہ بتائی ہے کہ اس کا ہم نے عابد بننا ہے۔ لیکن دنیا کی اکثریت اس غرض پر غور کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ دنیا کی لہو و لعب نے، اس کھیل کود نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ شیطان نے اسے اپنے جال میں پھنسا لیا ہے۔ لیکن وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے پر ایمان لانے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہیں، وہ اس غرض کو یاد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو تمام قدرتوں کا مالک ہے، غالب ہے، جس نے زمین و آسمان پیدا کیا ہے، خالق ہے، بے شمار قسم کی مخلوق اِس زمین پر اُس نے پیدا کر دی ہے۔ اُس کو اس زمین پر اپنی عبادت

کروانے اور اپنی بادشاہت کے قیام کے لئے کسی انسان کی مدد کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن اس نے اپنے بندوں کو عقل و شعور دے کر اس طرف توجہ دلائی کہ مَیں نے تمہیں اس عقل و شعور کے ساتھ یہ آزادی بھی دے دی ہے کہ میرے انبیاء جو تعلیم میری طرف سے لے کر آئیں ان پر ایمان لاؤ یا انکار کر دو۔ یہ تمہاری آزادی ہے۔ اگر عقل اور علم کا صحیح استعمال کرو گے تو ایمان لانے والے اور اس تعلیم پر عمل کرنے والے ہو گے۔ تو پھر مَیں تمہیں ان لوگوں میں شمار کروں گا جو میری بادشاہت کے قائم کرنے کی کوشش کرنے والے ہیں۔ جو انکار کریں گے ان کا شمار ان لوگوں میں ہو گا جو شیطان کے نقش قدم پر چلنے والے ہیں۔ پس فرماتا ہے کہ میرے بندے اور مجھے معبود سمجھنے والے وہی لوگ ہیں جو میری تعلیم اور میرے احکامات پر عمل کرنے والے ہیں۔ وہ احکامات جو مَیں نے انبیاء کے ذریعہ سے نازل فرمائے اور جن کی انتہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری شرعی کتاب قرآن کریم کی صورت میں ہوئی۔ اب کوئی احکامات لانے والا نہیں مگر وہی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے۔ پس اس تعلیم کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں بھیجا تا کہ دنیا کو معبود حقیقی کی پہچان کروائیں۔ خدا میں اور اس کی مخلوق میں جو دُوری پیدا ہو گئی ہے، جو فاصلے بڑھ گئے ہیں اور بڑھتے چلے جا رہے ہیں، ان کو ختم کر کے اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان حقیقی تعلق قائم کریں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30/ نومبر 2007ء)

(کمپوزڈ: مسز بقعۃُ النور عمران۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿7﴾ ﴿مشاہدات۔1004﴾

مذہب میں۔ آزادی اور روشن خیالی کہاں تک جائز ہے؟

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ ۟ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (التوبة:111)

کہ اللہ نے مومنوں سے اُن کی جانوں اور اُن کے مالوں کو (اس وعدہ کے ساتھ) خرید لیا ہے کہ اُن کو جنّت ملے گی (کیونکہ) وہ اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں۔ پس (یا تو وہ) اپنے دشمنوں کو مار لیتے ہیں یا خود مارے جاتے ہیں۔ یہ ایک ایسا وعدہ ہے جو اُس پر لازم ہے (اور) تورات اور انجیل (میں بھی بیان کیا گیا ہے) اور قرآن میں (بھی) اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا کون ہے پس (اے مومنو!) اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے کیا ہے اور یہی وہ بڑی کامیابی ہے (جس کا مومنوں کو وعدہ دیا گیا ہے۔)

کرو کوشش اگر صدق وصفا ہے
کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ لقا ہے
یہی آئینہ خالق نما ہے
یہی اک جوہر سیف دعا ہے
ہر اک نیکی کی جڑھ یہ اتّقا ہے
اگر یہ جڑھ رہی سب کچھ رہا ہے

معزز سامعات! آج معاشرہ کو جن مسائل کا سامنا ہے اُن میں ایک یہ سوال ہے کہ نوجوان نسل کو کس حد تک آزادی، بااختیاری اور خود مختاری کی اجازت دی جا سکتی ہے۔ مندرج بالا تین الفاظ پر غور کرنے اور لغات میں اِن کے معانی دیکھنے سے تینوں الفاظ مترادف ہونے کے باوجود الگ الگ مفہوم رکھتے ہیں۔ جن پر تقریر تو نہیں ایک مضمون یا مقالہ لکھا جا سکتا ہے۔ اِس لئے مَیں نے لفظ آزادی کو الگ کر کے ایک تقریر تیار کی ہے اور عنوان رکھا ہے۔ ”مذہب میں۔ آزادی اور روشن خیالی کہاں تک جائز ہے؟“۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ مغربی معاشرے میں نوجوان نسل بشمول لڑکے، لڑکیاں یہ ڈیمانڈ کرتی ہیں کہ۔ ہم آزاد ہیں، ہم بااختیار ہیں، ہمیں خود مختاری چاہئے۔ جہاں تک مَیں نے اِس مضمون پر غور کیا اور اِس حوالہ سے کتب اور اس سے متعلقہ مضامین کا مطالعہ کیا ہے۔ مجھے مذہب میں آزادی یا اِس جیسی کھلی چھٹی کا مفہوم نظر نہیں آیا۔ آزادی یا اِس سے مِلتی جُلتی ڈیمانڈز سیاسی نعرے تو ہو سکتے ہیں۔ کسی دُنیوی سوسائٹی یا کمیونٹی کی ڈیمانڈز تو ہو سکتی ہیں لیکن اسلامی تعلیمات کا جائزہ لیں تو ایک مسلمان پیدائش یا شعور کی زندگی سے لے کر وفات تک وہ احکامِ خداوندی اور ارشاداتِ رسولؐ کا قیدی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اَلدُّنْیَا سِجْنٌ لِلْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃٌ لِّلْکَافِرِ کہ دنیا مؤمن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ گویا مؤمن پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پابندیاں عائد کر رکھی ہیں جو عمومی طور پر قید خانہ میں نظر آتی ہیں۔ قیدی کو ہر وہ بات ماننی پڑتی ہے جو قید خانہ کا انچارج کہتا ہے۔ جبکہ کافر دنیا میں پابندیوں سے آزاد دوڑا پھرتا ہے اور دنیا اُسے جنت محسوس ہوتی ہے۔ حضرت ملک سیف الرحمن صاحب مرحوم سابق مفتی سلسلہ اپنے مجموعہ احادیث حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 804 میں اِس حدیث کے الفاظ یوں لائے ہیں۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ کہ دنیا مؤمن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اِس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں۔

”ہمارے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت پُر حکمت کلام کے ذریعہ یہ مضمون ہمیں سمجھا دیا ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں۔ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ یعنی یہ دنیا مؤمن کی قید

اور کافر کی جنت ہے۔(مسلم کتاب الزھد)۔اِس جامع و مانع کلام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ بات سمجھائی ہے کہ ایک مؤمن اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرام اور ناپسندیدہ قرار دی جانے والی شہواتِ دنیا اُسی کی خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر اور اُس کی اطاعت میں مجاہدات کرتا اور مشکلات برداشت کرتا ہے اِس لئے یہ دنیا بظاہر اُس کے لئے ایک قید خانہ کی مانند ہو جاتی ہے۔ لیکن جب وہ فوت ہوتا ہے تو اُس کی اِس عارضی قربانی کے نتیجہ میں اُخروی اور دائمی زندگی میں اِس کو اِن مصائب و مشکلات سے استراحت نصیب ہوتی ہے اور وہ اُن کے دائمی انعامات کا وارث قرار پاتا ہے جن کا خدا تعالیٰ نے اُس سے وعدہ کیا ہوتا ہے۔ جبکہ ایک کافر خدا تعالیٰ کے حکموں کو پسِ پُشت ڈال کر اِس عارضی دنیا کے ہر قسم کے حلال و حرام سامانِ زندگی سے فائدہ اُٹھاتا اور اِسی دنیا کو اپنے لئے جنت خیال کرتا ہے"

(بنیادی مسائل کے جوابات قسط 42 مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 4 نومبر 2022ء)

سامعات! مَیں بات کر رہا تھا کہ آزادی کا نعرہ سیاسی ہے نہ کہ مذہبی یا دینی۔ سیاست اور دُنیوی امور میں بھی آزادی اِس حد تک نہیں دی جاسکتی کہ قوم تباہ ہو جائے۔ قوموں کی تباہی اور بربادی کا اندازہ ہم مغربی اقوام میں آزادی سے لگا سکتے ہیں۔ ابھی دُور کی بات نہیں۔ پاکستان میں حال ہی میں ایک سیاسی پارٹی نے آزادی کے نام پر ملک اور قوم بالخصوص نوجوانوں کی اخلاقیات تباہ و برباد کر کے رکھ دی ہیں۔ مالی بے ضابطگی اگر کرپشن ہے تو اخلاق کو برباد کرنا بھی کرپشن میں بدرجہ اَولیٰ شامل ہے۔

حضرت قائد اعظم بانیٔ پاکستان نے 11 اگست 1947ء میں پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو پہلا خطاب فرمایا تھا اُس میں "آزاد" کی یوں تشریح فرمائی تھی کہ۔

"آپ آزاد ہیں، آپ آزاد ہیں اپنے مندروں میں جانے کے لئے۔ آپ آزاد ہیں اپنی مسجدوں میں جانے کے لئے، آپ آزاد ہیں اپنی کسی بھی عبادت گاہ میں جانے کے لئے۔"

مغربی اقوام نے جب اپنے باسیوں اور شہریوں کو آزادی دی تو اِن کو جلد احساس ہو گیا کہ اِس آزادی کی بھی حدود و قیود ہونی چاہئے۔ چنانچہ جرمنی کے مفکّر ایمانیول کانٹ (Emanul Kant) نے بہت جلد اِس خطرے کو بھانپ کر آزادی کی یہ تعریف کی

"I am free to move my hand but the freedom of my hand ends where your nose begins"

کہ مَیں اپنے ہاتھ کو حرکت دینے میں آزاد ہوں اُس حد تک جہاں سے تمہاری ناک شروع ہوتی ہے۔
یہاں مغرب میں کچھ سال قیام کرنے کے بعد مَیں نے اِن کے آزادی کے تصوّر کو اتنا مبہم اور پوشیدہ پایا ہے کہ آزاد ہونے اور آزادی کے نام پر آزاد رہتے ہوئے بھی آپ آزاد نہیں ہیں۔ ہاں آزادیٔ رائے کی حد تک آپ آزاد ہیں۔ سیاسی لحاظ سے بھی، سماجی لحاظ سے بھی اور مذہبی لحاظ سے بھی آپ کو آزادی دی گئی ہے مگر محدود۔ آزادی نسواں کا تصوّر بھی ادھورا ہے۔ تاہم مغربی معاشرہ میں جس حد تک یہ آزادی کا نعرہ لگاتے ہیں وہ محدود ہے۔ اِن سے ملکی قوانین کی پابندی اِس حد تک کروائی جاتی ہے کہ بسا اوقات قوانین پر عدمِ تعمیل کی وجہ سے جو جرمانے یورپ کے باسیوں کو بھگتنے پڑتے ہیں اُس سے یہ بہت تنگی محسوس کرتے ہیں حتّٰی کہ جرمانہ معاف نہیں ہوتا اُس کی اقساط کروالیں تو جان چُھٹتی ہے۔ گو یہ لوگ ملکی قوانین کی پابندی کے ساتھ مذہب کو بھی کسی حد تک فالو کرتے ہیں مگر احمدی مسلمان پابند ہیں کہ وہ مُلکی قوانین کی بھی پیروی کریں اور مذہبِ اسلام کے جو اصول وضوابط ہیں اُن کی بھی سختی سے پابندی کریں۔ ایک احمدی مسلم نوجوان آزادی کا نعرہ لگا کر اپنے ارد گرد ہونے والی بُرائی سے برأت اور لاتعلقی کا اظہار نہیں کر سکتا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی روشن خیالی کے نام پر آزاد رہنے والوں کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ

(بخاری)

کہ تم میں ہر ایک راعی یعنی ذمہ دار ہے اور اُس سے اُس کی رعیت کی پوچھ گچھ ہو گی۔
اب اگر ایک نوجوان، مسلمان رہتے ہوئے آزادی کا خواہاں ہے اور وہ اسلام کے قواعد وضوابط کی پابندی نہیں کرتا تو حضورؐ کے اوپر بیان فرمودہ حکم و نصیحت کا تو اس لئے پابند ہو گا کہ وہ اپنے معاشرہ میں یا اپنی سوسائٹی میں کسی نہ کسی معنوں میں نگران تو ہے اور اُس کے تحت رعایا بھی ہو گی۔ اُس کی نگرانی اِس کے سپرد ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم کسی انسان کو ہوشربا آزادی نہیں دیتا چونکہ اسلام میں ہر بندہ شادی کرتا اور اہل و عیال رکھتا ہے پھر اُس کے چھوٹے بہن بھائی ہوتے ہیں۔ ایک کُنبہ ہوتا ہے۔ عمر میں اس کے چھوٹے عزیز ہوتے ہیں۔ گلی محلے میں اپنے سے چھوٹی عمر کے ساتھی ہوں گے وہ کسی نہ کسی سطح پر

مَسۡئُوۡلٌ عَنۡ رَعِیَّتِہٖ کا پابند ہے۔ یہ کہا جاسکتا ہے اور یہ کہنا برحق بھی ہو گا کہ کوئی انسان مادر پدر آزاد پیدا نہیں ہوا۔ آپ اس نام نہاد اصول کے مطابق حکمرانوں کا محاسبہ بھی نہیں کر سکتے کیونکہ کوئی شخص، آپ کا لیڈر ہو تو وہ آپ کو جواب دہ ہے اور جب آپ بطور حکمران وہاں اُس جگہ پر بٹھا دئے جائیں تو آپ چونکہ آزاد خیال تھے اس لئے اب بھی آپ اُسی آزاد خیالی کو لے کر آگے بڑھیں گے تو کیسے آپ اُس لیڈری کو چلا سکیں گے۔ آپ تو آزادانہ خیالات کی وجہ سے کسی قانون پر عمل پیرا نہیں کروا سکیں گے جبکہ آپ کے سامنے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی موجود ہو کہ تم میں سے جو بھی بُرائی دیکھے تو چاہئے کہ وہ اُسے ہاتھ سے تبدیل کرے۔ اگر اِس کی استطاعت نہ پائے تو پھر زبان سے اگر ایسا بھی نہ کر سکے تو پھر دل میں ہی بُرا منائے یہ کمزور ترین ایمان ہے۔ (مسلم حدیث 40) تو آزادی کے نام پر آپ کی سربراہی تو گئی۔ آپ اچھے لیڈر ثابت نہ ہوئے۔

سامعین! ہماری نسل کو روشن خیالی کے نام سے تباہ کرنے کے لئے مغرب کے اِن آزاد منش لوگوں نے کارٹونوں اور ڈراموں کے ذریعہ Inject کرنا شروع کیا ہوا ہے جیسے مرد کا مرد اور عورت کا عورت سے شادی کرنا جائز ہے۔ یہ ایک ایسا خطرناک عمل ہے جو کئی بدیوں، بُرائیوں اور گناہوں کو جنم دے گا۔ ایسے ہی پورنوگرافی ہے۔ کسی نے کیا سچ کہا ہے کہ

"آزاد سوچ رکھنے والوں نے ہمیشہ سرحدیں توڑیں ہیں... کیونکہ آزادی یہ نہیں کہ آپ کچھ بھی کر سکتے ہیں بلکہ آزادی یہ ہے کہ آپ صحیح کام کر سکتے ہیں۔"

پس **سامعین!** اسلام میں بے مہار آزادیوں کا تصوّر ہی موجود نہیں۔ قرآن اور سنت رسولؐ میں کہیں بھی انسان کو آزاد نہیں کہا گیا اور نہ ہی آزادیوں کو مقدّس گردانا گیا ہے بلکہ قرآن نے تو بار بار "عباد الرحمن" یا "یاعبادی" کہہ کر پکارا ہے۔ جس کے معنے بندے کے ہوتے ہیں اور بندہ، غلام کو کہتے ہیں اور غلام اپنے مالک کے حکموں کا پابند ہوتا ہے اور وہ مالک کی کوئی حکم عدولی نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ التوبہ 111 میں مؤمنوں سے اُن کی جانیں اور اموال خرید لینے کا ذکر فرمایا ہے اور اس کے بدلے میں جنت دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جب خدا تعالیٰ نے ایک احمدی مسلمان خادم کی جان اور اموال خرید لئے ہیں تو پھر وہ کس قسم

کی آزادی کا طلبگار ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت کے معنی بھی بیچ دینے کے کئے ہیں۔ اِس میں بھی خریدار خود اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ حضورؑ نے بَیل کی مثال دے کر سمجھایا ہے کہ ایک کسان اپنا بَیل کسی کے ہاتھوں فروخت کر کے اُس کے دام وصول کر لیتا ہے تو پھر اُس کسان کا اُس بَیل پر جتانے کے لئے کوئی حق باقی نہیں رہتا۔ اِسی طرح ایک مؤمن بیعت کرنے کے بعد جنت کی صورت میں دام وصول کر لیتا ہے تو پھر اپنے نفس پر، اپنی ذات پر اور اپنے وجود پر اُس کا کوئی حق نہیں رکھتا اور نہ ہی آزاد رائے رکھنے کا حق رکھتا ہے۔ اسلامی تعلیم کی روشنی میں کئی حوالوں اور مثالوں سے نوجوان خادم کو آزادانہ خیال نہ رکھنے کے حوالے سے سمجھایا جاسکتا ہے۔ ہم اِس دنیا میں مسافر کے طور پر آئے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے آپ کو اَلرَّاکِبُ یعنی مسافر قرار دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی بارہا مختلف مثالوں سے زندگی کو ایک سفر قرار دیا ہے۔ ایک موقع پر فرمایا۔ جس طرح ریل گاڑی چلتی ہے۔ کچھ مسافر اسٹیشن کے آنے پر اُس سے اُتر جاتے ہیں کچھ سوار ہو جاتے ہیں۔ انسانی زندگی بھی ایک ریل گاڑی کی طرح ہے۔ اسٹیشن آنے پر کچھ لوگ وفات پانے کی صورت میں اُتر جاتے ہیں اور کچھ پیدائش کی صورت میں اس ٹرین پر سوار ہو رہے ہوتے ہیں۔ اب اِس مثال میں نوجوانوں کو یہ بات سمجھنے والی ہے کہ وہ لفظ ”مَسافَر“ پر غور کرے۔ ایک بندہ جب مسافر بن کر سفر پر جاتا ہے تو وہ اپنی ضروریات پر مشتمل سامان جس کو ہم luggage بولتے ہیں کو بہت مختصر رکھتا ہے تا سفر میں اُس کو Carry کرنے میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے اور اگر وہ ہوائی جہاز کا مسافر ہے تو اُسے ائیر لائن والوں کی طرف سے محدود Luggage کی پابندی ہوتی ہے اور جو سامان مسافر کے ساتھ نہ جاسکے وہ Excess Luggage کہلاتا ہے۔ چونکہ انسان بھی ایک مسافر ہے۔ اُسے بھی Excess Luggage یعنی بدیوں، بُرائیوں سے دُور رہنا ہے۔ آزادانہ خیالات ،روشن خیالی کی سوچ بھی Excess Luggage میں شامل ہے۔ جسے ہمیں اپنے جسموں سے اُتارنا ہو گا۔ اپنے وجود الگ کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں عورتوں کو غضِّ بَصَر کا حکم دیا ہے تو وہاں نوجوان لڑکوں کو آزاد نہیں رکھا بلکہ اُنہیں غضِّ بَصَر کا پہلے حکم دے کر اُن کی آزادی سلب کی ہے۔

(دیکھیں سورۃ النور آیات 31-32)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضورؐ نے میرے کندھے کو پکڑ کر فرمایا:

كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ

(بخاری کتاب الرقاق)

کہ اے عبد اللہ! دنیا میں ایسے زندگی بسر کر کہ گویا تو مسافر ہے یا راہ چلتا مسافر۔

سامعین! ہمارے نوجوانوں کو جو آزاد خیال بننے کی کوشش کرتے ہیں اُنہیں اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن ارشادات کو حرزِ جان بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

ایک شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! میرے پاس کچھ مال ہے اور میری اولاد بھی ہے اور میرا باپ میرا سارا مال لے لینا چاہتا ہے تو حضورؐ نے فرمایا اَنْتَ وَمَالُكَ لِاَبِيْكَ تو اور تیرا سارا مال تیرے باپ کا ہے۔

(سنن ابی داؤد حدیث 3530)

سامعین! اِسی طرح حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ! میرے باپ نے میرا سارا مال لے لیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جاؤ! اپنے باپ کو میرے پاس لے آؤ"۔ اِسی اثناء میں حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام کیا ہے اور فرمایا کہ جب آپ کے پاس وہ بوڑھا آئے تو اُس سے ایک ایسی بات پوچھیں جو اُس نے اپنے دل میں کہی ہے، جس کو اُس کے کانوں نے بھی نہیں سنا۔ جب بوڑھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیرا بیٹا تیری شکایت کرتا ہے، کیا تُو اُس سے اُس کا مال لینا چاہتا ہے؟" وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! آپ اُس سے پوچھیں کہ کیا مَیں نے اُس کا مال اُس کی پھوپھیوں اور خالاؤں پر خرچ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ بات چھوڑو، مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اپنے دل میں کیا بات کی ہے جس کو تمہارے کانوں نے نہیں سنا۔" وہ کہنے لگا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی وجہ سے ہمیں یقین میں بڑھاتا رہا اور مَیں نے اپنے دل میں یہ شعر کہے ہیں جن کو میرے کانوں نے نہیں سنا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تم کہو

مَیں سنتا ہوں۔ پھر اُس بوڑھے نے وہ اشعار پڑھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ مَیں تجھے بچپن میں غذا دیتا رہا اور جوانی میں بھی تیرا نفقہ وغیرہ برداشت کرتا رہا جو مَیں تجھے چن چن کر دیتا رہا، تو ان سے پہلے بھی پھر دوبارہ بھی لیتا رہا۔ اگر کسی رات تجھ پر بیماری آگئی تو مَیں رات سوتا نہ تھا کیونکہ تو بیمار تھا، بلکہ مَیں بیدار اور بے قرار ہوتا رہا۔ گویا کہ یہ رات کا مہمان جو تیرے پاس آیا یہ تیرے پاس نہیں بلکہ میرے پاس آیا ہے، اس لیے میری آنکھیں برس رہی ہیں۔ میرا نفس تجھ پر ہلاکت سے خوف زدہ ہوتا تھا اور اسے معلوم تھا کہ موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اور جب تو اس عمر کو پہنچا اور مسافت کی اس انتہا کو پہنچا جس کی مَیں تجھ پر امید رکھتا تھا۔ تو تُو نے مجھے اس کے بدلے میں سخت دلی اور ترش روئی سے ہم کنار کر دیا، گویا کہ تو ہی انعام کرنے والا اور مجھ پر مہربانی کرنے والا ہے۔ کاش کہ تو اگر میرے باپ ہونے کا حق سمجھتا تو پڑوس میں رہنے والے ہمسائے کی طرح ہی میرے ساتھ سلوک کیا ہوتا۔ تم اس کو ہر لغت پر تیار پاؤ گے، گویا کہ وہ اہل حق کے خلاف جواب دینے پر مقرر کیا گیا ہے۔ کہتے ہیں تب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کے گریبان کو پکڑ کر فرمایا ”تُو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔“

(معجم صغیر للطبرانی /کتاب البر والصلة / حدیث:1171)

پس اے ماؤں اور اے باپو! مَیں اپنی تقریر کو ختم کرنے جا رہا ہوں۔ یہ بتانے پر کہ آزادی اور روشن خیالی کا گو بظاہر تعلق نوجوان لڑکوں اور ٹین ایجرز سے ہے اور گزشتہ بیان شدہ گزارشات انہی کو مخاطب ہو کر کی ہیں۔ اسلام میں کوئی شخص یا خاتون آزاد بے مہار نہیں ہے۔ مرنے تک اسلامی تعلیمات کا طوق گردنوں میں ہے۔ بالخصوص نوجوان نسل کو تو یہ ماٹو اپنے ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ

”قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔“

سامعین! اِس مضمون کا ایک تعلق والدین اور گھر میں موجود بڑے لوگوں سے بھی ہے وہ اپنی اولاد بالخصوص لڑکوں کی ایسی رنگ میں تعلیم و تربیت کریں کہ اُن کے انگ انگ میں اللہ تعالیٰ، اُس کے رسولؐ، اسلام، قرآن، احمدیت اور خلافت سے محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی جائے کہ انہیں اسلام سے باہر آزادانہ خیالات کی طرف ذہن ہی نہ جائے۔ بہت سے باعلم اور پڑھے لکھے دوست احباب سے اِس موضوع پر مشورہ کرتے وقت انہوں نے ”تربیت اولاد“ کی طرف توجہ دلائی اور کہا ہے کہ اگر والدین اپنے بچوں کی

قرآن اور ارشاداتِ رسولؐ اور آج کے دَور میں حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء کے ارشادات کے مطابق تربیت کریں تو اِس طرح کے بے ہودہ اور فضول خیالات جنم نہیں لیں گے۔ اِن بزرگوں کے اِس مشورہ کو حقیقت سمجھتے ہوئے قارئینِ مشاہدات سے درخواست ہے کہ تربیتِ اولاد پر مشاہدات نمبر **46، 49، 323 اور 964** سے فائدہ اُٹھائیں اور جہاں تک نوجوانوں کا بااختیاری اور خود مختاری حاصل کرنے یا مطالبہ کرنے کا تعلق ہے اس کو ایک اور تقریر میں بیان کرنے کا ارادہ ہے۔ وباللہ التوفیق

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿8﴾ ﴿مشاہدات۔1005﴾

مذہب میں۔ بااختیاری اور خود مختاری کہاں تک جائز ہے؟

(تقریر نمبر2)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ (الروم:55)

کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں ایک ضُعف (کی حالت) سے پیدا کیا۔ پھر ضُعف کے بعد قوت بنائی۔ پھر قوت کے بعد ضُعف اور بڑھاپا بنا دیئے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ دائمی علم رکھنے والا (اور) دائمی قدرت والا ہے۔

اپنی اِس عمر کو اِک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوۂ ایام نہ ہو
حُسن ہر رنگ میں اچھا ہے مگر یاد رہے
دانہ سمجھے ہو جسے تُم وہ کہیں دام نہ ہو

معزز سامعین! آج کل نوجوان نسل اور ٹین ایجرز میں یہ رجحان بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ ہم عمر کے ایسے حصّہ میں ہیں کہ ہم اچھے اور بُرے میں تمیز کر سکتے ہیں۔ ہم سوچ رکھتے ہیں۔ ہم عقل رکھتے ہیں۔ اس لئے ہمیں بااختیار اور خود مختار بنایا جائے۔ اس سے قبل خاکسار ”مذہب میں۔ آزادی اور روشن خیالی کہاں تک جائز ہے؟“

پر ایک تقریر کر چکا ہوں۔ آزادی کو بااختیاری اور خود مختاری سے مَیں نے اس لئے الگ رکھا ہے کہ آزادی کے جو معنی نوجوان نسل کرتی ہے وہ تو ہرگز نہیں دی جا سکتی لیکن خود مختاری اور بااختیاری اپنے اندر منفی

پہلوؤں کے ساتھ مثبت پہلو بھی رکھتی ہیں۔ ہمارے نوجوان اور ٹین ایجرز میں اعتماد اور Confidence اور ٹرسٹ پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ انہیں حدود میں رہتے ہوئے بااختیار بنایا جائے، تاجب وہ کوئی جماعتی عہدہ سنبھالیں تو اُن میں اعتماد نظر آئے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ ایسے بچے جن کے ماں باپ یا فیملی میں بڑے اُنہیں ہر وقت ٹوکتے رہتے ہیں اور اُن کے اندر اعتماد پیدا نہیں کرتے تو اُن کا اپنے سے یقین اُٹھ جاتا ہے، خود اعتمادی جاتی رہتی ہے اور بچے احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اب مَیں آپ حاضرین کے سامنے ایک دو مثالوں سے اِس پہلو کو اجاگر کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ سورۃ الصافّات آیت 102-103 میں ایک اسلامی واقعہ کا ذکر ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کی خواب دیکھی۔ آپ حضرت اسماعیلؑ کے والد محترم تھے۔ اگر چاہتے تو آپ اپنی خواب پر خود تعمیل کر سکتے تھے۔ مگر آپ نے اپنے ننھے مُنّے ہونہار بچے کے سامنے اپنی خواب رکھ کر اُن سے رائے لی تو اِس وفادار بچے نے فرمایا یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ (الصّٰفّٰت: 103) کہ اے میرے باپ! جو کچھ تجھے خدا کہتا ہے وہی کر تو ان شاء اللہ مجھے اپنے ایمان پر قائم رہنے والا دیکھے گا۔

آج تقریر کے عنوان کے تناظر میں اگر اِس واقعہ کو دیکھیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو اُس وقت جب وہ تیز چلنے اور دوڑنے کے قابل ہوا تو اعتماد میں لینے کے لئے اُن کے سامنے خواب رکھی۔ گویا کہ والد نے بچے پر Trust کیا اور بچے نے بھی نہایت پُر اعتمادی اور بااختیاری کے ساتھ جواب دیا۔

ذیل کی آیت سے بھی یہ استنباط ہو سکتا ہے کہ جب بچہ مضبوطی کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کو عام دنیوی امور میں آزاد کر دینا چاہیے اور خود مختاری و بااختیاری کا بھی وہ حق بجانب ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ (الانعام: 153)

کہ یتیم کے مال کے قریب مت جانا مگر ایسے طریق سے جو بہت ہی پسندیدہ ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے۔

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور میں بہت سے نَونہالان اور نوجوان خدمت کے لئے حاضر رہتے تھے۔ اُن میں سے ایک حضرت انس بن مالکؓ بھی تھے جن کی عمر 9 سال بیان کی جاتی ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو ایک خفیہ مہم پر اِس تاکید کے ساتھ بھجوایا کہ اس کام کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اس اہم مفوّضہ کام کی سرانجام دہی میں کچھ دیر ہوگئی اور آپ اپنے گھر تاخیر سے پہنچے۔ والدہ نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو بیٹے نے کہا۔ ماما! مجھے حضورؐ نے کسی کام بھجوایا تھا۔ والدہ نے کام کی نوعیت جاننے کی کوشش کی تو بچہ بولا! نہیں ماما! مَیں نہیں بتا سکتا۔ حضورؐ نے مجھے منع کر رکھا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اُس وقت اجلّ قسم کے باوفا صحابہ موجود تھے۔ مگر حضورؐ نے ان تمام کو چھوڑ کر ایک طفل کو کام کے لئے بھیجا۔ کس لئے اور کیوں؟ اعتماد پیدا کرنے کے لئے، بااختیاری پیدا کرنے کے لئے اور خود مختار بنانے کے لئے۔ جنگوں اور غزوات میں نوجوانوں کو شامل کرنا، اُن کے درمیان کُشتی کروانا۔ اُن کے ہاتھ ماپنا، معوّذ اور معاذ کو ابوجہل کے دائیں بائیں کھڑا کرنا، یہ سب ان بچوں کی حوصلہ افزائی، انہیں Encrouge کرنے کے لئے تھا۔ انہیں پُر اعتماد بنانا، انہیں بااختیار بنانا اور خود مختاری سکھلانا تھا۔

سامعین! اللہ تعالیٰ نے بااختیار ہونے اور خود مختاری کو قرآن مجید میں متعدد جگہوں پر اچھے معنوں میں استعمال فرمایا ہے۔ جیسے سورۃ البلد آیت 11 میں هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ اور سورۃ الدھر آیت 4 میں اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا میں بیان ہوا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سورۃ الدھر کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

”خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا پھر اِس کو مختلف قوتیں اور طاقتیں، صلاحیتیں اور استعدادیں عطا کیں اور اِن قوتوں اور صلاحیتوں کو نشوونما دینے اور اِن کو ہلاکت سے بچانے کی ہدایت دی۔ گویا ہدایت اور گمراہی کے دونوں راستوں کی نشاندہی کرنے کے بعد فرمایا۔ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ۔ اے انسان! ہم تجھے صاحبِ اختیار بنانے ہیں اگر تُو چاہے تو خدا تعالیٰ کا شکر گزار بندہ بن اور جو تجھے کہا گیا ہے اُس کے مطابق عمل کر اور خدا تعالیٰ سے انعام پا اور اگر چاہے تو ناشکری کر اور اُن ہدایتوں کا نافرمان بن اور نافرمانی کے

نتیجہ میں اِس دنیا میں بھی گھاٹا تیرے نصیب میں ہو گا اور اُخروی زندگی میں خدا تعالیٰ کے قہر کے عذاب میں تجھے جلنا پڑے گا۔"

(خطباتِ ناصر جلد ہفتم صفحہ 243-244)

اس ضمن میں اوپر بیان مضمون کی تائید میں تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدہ: 3) کی آیت بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ نوجوان بچے اپنے والدین کے ساتھ نیکی اور تقویٰ میں مکمل تعاون کریں۔ اثم اور عدوان پر تعاون نہ کریں۔ آزادی کا خیال، بااختیار ہونے کا رجحان اور خود مختار ہونے کا ناجائز مطالبہ گناہ اور عدوان میں شامل ہے۔ ہر انسان کی حدود و قیود ہیں۔ اگر نوجوان نسل کو اسلامی تعلیم کا پابند رہنے کی درخواست کی جاتی ہے تو اُس کے والدین کو بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق اپنے نوجوان سے برتاؤ کرنا ہے۔ جس کا ذکر ان شاء اللہ تقریر نمبر 3 میں کر رہا ہوں۔

سامعین! اِن الفاظ کے منفی پہلوؤں کے حصّے میں داخل ہونے سے قبل اِن الفاظ کے لغوی معانی بیان کر دوں۔ "اِختیار" کے معنی میں حکم چلانے کی اہلیت، کسی چیز کو چُننے کا حق (انتخاب) اور کسی معاملے پر پورا تصرّف حاصل ہونا کے ہیں۔ اس کے دیگر معنی اقتدار، حاکمیت، بس چلنا یا کسی کام کو کرنے کے استحقاق بھی ہیں۔

اِختیار کے تحت لکھا ہے کہ کسی شخص یا ادارے کی وہ صلاحیت جس کی وجہ سے اس کا اثر و رسوخ قائم ہو اور وہ اپنا حکم چلا سکے۔ اپنی مرضی کے مطابق کام کرنے کی قدرت، حسب دلخواہ اثر و نفوذ کی طاقت، قابو، غلبہ، قبضہ۔ اِختیار کے معنی آزادی کے مفہوم کے قریب قریب ہونے کے باوجود اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ خود مختاری کے معنی کسی ریاست، حکومت یا علاقے کی آزادی اور اپنی مرضی سے فیصلے کرنے کی صلاحیت ہے، جس میں کوئی بیرونی طاقت دخل اندازی نہ کر سکے۔ خود مختار کے تحت لکھا ہے کہ اپنی حکومت اور معاملات چلانے میں مکمل طور پر آزاد ہونا اور کسی بیرونی دباؤ یا اثر و رسوخ کے بغیر اپنے فیصلے کرنا۔

سامعین! تقریر کے عنوان میں بیان مضمون کو قرآن کریم کے مختلف مقامات سے استنباط کیا جاسکتا ہے۔ جو آیت تقریر کے آغاز میں مَیں نے تلاوت کی ہے۔ وہ اِس مضمون کے منفی پہلو کو اُجاگر کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ضعیف اور کمزور پیدا کیا ہے۔ وہ ایک دَور تک کوئی چیز پکڑنے کے قابل نہیں ہوتا۔ ایک لمبا عرصہ وہ دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ پھر اُسے طاقت اور قوّت دی جاتی ہے وہ بھی مستقل نہیں ہوتی۔ اُس کے بعد بڑھاپا آلیتا ہے جو اُسے اپنے بچپن کا دَور یاد کرواتا ہے۔ انسان کی زندگی کو اگر تین ادوار میں تقسیم کریں یعنی بچپن، جوانی اور بڑھاپا تو دو ادوار تو ضعف اور کمزوری میں گزر جاتے ہیں۔ صرف ایک دَور اُس کی جوانی کا بچتا ہے جس پر وہ بہت اِتراتا ہے اور بااختیار اور خود مختاری کا مطالبہ کرتا ہے۔ اُسے یاد رکھنا چاہئے کہ وہ اِس سے قبل کیا تھا اور آئندہ کیا ہونے جا رہا ہے۔ اِس جوانی میں تُم اپنے والدین سے بااختیاری اور خود مختاری مانگنے جا رہے ہو۔ یہ دَور ایسا ہے جس میں تمہاری اپنی اولاد بڑی ہو رہی ہے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ تم سے بااختیاری اور خود مختاری کا مطالبہ کرنے والی ہے۔ اس لئے اسلام نے نوجوانی کے دَور کی جو حدود و قیود مقرر کر رکھی ہیں۔ اِن کو Follow کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو اور والدین اور بڑوں کی اطاعت کا دامن نہ چھوڑو۔ وہ تُم سے زیادہ تجربہ کار ہیں۔ وہ اِس دَور سے گزر چکے ہیں جس دَور سے تم گزر رہے ہو۔ اُن کے پاس تجربات ہیں۔ مشاہدات ہیں۔ اُن کے تجربہ سے فائدہ اُٹھاؤ۔

حضرت مصلح موعودؓ بانیٔ خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ، نوجوان طبقہ سے اپنے خطابات میں ایک کہاوت اکثر سنایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ لڑکی والوں نے باراتیوں پر یہ شرط عائد کی کہ تمام باراتی نوجوان لڑکوں پر مشتمل ہو۔ کوئی بوڑھا شخص ساتھ نظر نہ آئے۔ لڑکے والے اس شرط کو سُن کو بہت پریشان ہوئے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ نجانے لڑکی والے کیا چاہتے ہیں۔ انہوں نے ایک بوڑھا سگھڑ شخص بارات کے ساتھ اس ہدایت کے ساتھ روانہ کر دیا کہ تم نے گاؤں میں داخل نہیں ہونا۔ گاؤں کے باہر کسی درخت کے نیچے بیٹھے رہنا ہے۔ اگر ان نوجوان باراتیوں کو کوئی مشکل درپیش آئے تو انہیں مشورہ دے دینا۔ کہاوت میں لکھا ہے کہ جب نوجوان باراتی لڑکی کو لینے کے لئے گاؤں پہنچے تو لڑکی والوں نے کہا یہ 100 بکرے ہم نے آپ کی مہمان نوازی کے لئے رکھے ہیں۔ ہم ذبح کر کے کھانا بناتے ہیں اگر آپ اِسے کھا گئے تو ہم لڑکی کو آپ کے ساتھ روانہ کر دیں گے۔ یہ 20-22 لڑکے بہت پریشان ہوئے کہ ہم کیسے یہ سو بکرے کھائیں گے۔ یہ نوجوان باراتی لڑکی والوں کو یہ کہہ کر کہ ہم مشورہ کر لیں گاؤں سے الگ ہو کر بوڑھے کے پاس آئے۔ بوڑھے نے ساری بات سُن کر جواباً کہا کہ پریشان کیوں ہوتے ہو۔ انہوں نے اگر شرط لگائی ہے تو

آپ بھی ایک شرط عائد کر دیں اور وہ یہ کہ آپ ایک ایک کر کے بکرا ذبح کریں اُسے پکائیں جب آپ اُسے کھالیں تو پھر وہ دوسرا بکرا ذبح کر کے سالن تیار کریں۔ اتنے عرصہ میں آپ گھبرو جوان ہیں کھیل کود کرنا، گاؤں وغیرہ کا چکّر وکّر لگانا۔ دوسرے بکرا تیار ہونے تک پہلا بکرا ہضم ہو چکا ہو گا۔

جب نوجوان باراتی یہ تجویز لے کر لڑکی والوں کے پاس گئے تو لڑکی والوں نے بے ساختہ کہا کہ تمہارے ساتھ کوئی زیرک بوڑھا موجود ہے جسے تم الگ کر آئے ہو۔ یہ کہاوت کئی اور طرح سے بھی مروی ہے لیکن تقریر میں اتنا وقت نہیں کہ مَیں ان تمام versions کو بیان کروں۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”پس احمدی خوش قسمت ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ان کو احمدی گھروں میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور کچھ کو احمدی ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور ان باتوں سے بچا کے رکھا جو باغیانہ روش پیدا کرتی ہیں۔ بعض احمدی بچیوں میں بھی ردّ عمل ہوتا ہے، ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ غیر آکر ہمارے سے متأثر ہوتے ہیں اس لئے کسی بھی قسم کے کمپلیکس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسلام کی جو خوبصورت تعلیم ہے یہ ہر ایک کے لئے ایسی تعلیم ہے جس کا فطرت تقاضا کرتی ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔“

(خطبہ جمعہ 5؍ستمبر 2014ء)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿9﴾ ﴿مشاہدات۔1006﴾

مذہب میں۔ آزادی، بااختیاری اور خود مختاری کہاں تک جائز ہے؟

(تقریر نمبر3)

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔(التحریم:7)

کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔ جس کا ایندھن پتھر اور انسان ہیں۔

شیطاں سے دور رکھیو اپنے حضور رکھیو
جاں پر ز نور رکھیو دل پر سرور رکھیو
ان پر میں تیرے قرباں رحمت ضرور رکھیو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ
اے میرے دل کے پیارے اے مہرباں ہمارے
کر انکے نام روشن جیسے کہ ہیں ستارے
یہ فضل کر کہ ہوویں نیکو گہر یہ سارے
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ يَّرَانِيْ

معزز سامعین! نوجوانوں کو اسلام کہاں تک آزادی، بااختیاری، خود مختاری کا نعرہ بلند کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ اِس عنوان پر دو تقاریر خاکسار اِس سے قبل کر چکا ہے۔ چونکہ اِس عنوان میں ایک پہلو والدین کی ذمہ داریوں کا بھی نکلتا ہے کہ اُنہیں بچوں کی ایسے رنگ میں تربیت کرنی چاہئے کہ اِن کے بچے اسلام

احمدیت کے بیان فرمودہ حدود و قیود میں رہیں۔ اسلامی و قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا رہیں اور ناجائز طور پر آزادی، بااختیاری اور خود مختاری کا مطالبہ نہ کریں۔

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”ایک اور بات ہے کہ اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے، مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وُہ اولاد کی تربیت اور ان کو عُمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں، نہ کبھی اُن کے لیے دُعا کرتے ہیں اور نہ مراتبِ تربیت کو مدِّ نظر رکھتے ہیں۔

میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لیے دُعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں، تو ان کو تنبیہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے ہیں۔

لوگ اولاد کی خواہش تو کرتے ہیں، مگر نہ اس لیے کہ وہ خادمِ دین ہو بلکہ اس لیے کہ دنیا میں ان کا کوئی وارث ہو اور جب اولاد ہوتی ہے تو اس کی تربیت کا فکر نہیں کیا جاتا۔ نہ اس کے عقائد کی اصلاح کی جاتی ہے اور نہ اخلاقی حالت کو درست کیا جاتا ہے۔ یہ یاد رکھو کہ اس کا ایمان درست نہیں ہو سکتا جو اقرب تعلّقات کو نہیں سمجھتا۔ جب وہ اس سے قاصر ہے تو اور نیکیوں کی اُمید اس سے کیا ہو سکتی ہے؟۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان :75) یعنی خدا تعالیٰ ہم کو ہماری بیویوں اور بچّوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرماوے اور یہ تب ہی میسّر آسکتی ہے کہ وُہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں بلکہ عِبادُالرّحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شَے پر مقدّم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ إِمَامًا۔ اولاد اگر نیک اور متّقی ہو تو ان کا امام ہی ہو گا۔ اس سے گویا متّقی ہونے کی بھی دُعا ہے۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 562-563 ایڈیشن 1988ء)

اگر والدین بچوں کی نیک اور اسلامی اصولوں پر تربیت کریں گے اور اپنی اولاد کو نیکی میں حضرت ابراہیمؑ اور دیگر انبیاء کی پیروی کی تلقین کرتے رہیں گے تو اولاد بھی اسماعیلؑ اور اسحاقؑ کی صفات کی مالک ہوں گی۔

حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَ اَحْسِنُوْا اَدَبَھُمْ کے الفاظ میں تربیت اُولاد کا ایک اہم اُصول بتادیا۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنی اولاد کے ساتھ نیک سلوک کرو اور انہیں ادب سکھاؤ۔

(ابن ماجہ کتاب الادب باب بر الوالد رقم: 3671)

پھر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ کَانَ عِنْدَہٗ صَبِیٌّ فَلْیَتَصَابَ لَہٗ

کہ جس کے ہاں کوئی بچہ ہو تو وہ اُس کی اچھی تربیت کرے۔

(دیلمی الفردوس بماثور الخطاب رقم: 5598)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 19 ستمبر 2021ء کو مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ

”آپ میں سے بہتوں کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ بہترین تحفہ جو ایک باپ اپنی اولاد کو دے سکتا ہے وہ بچے کی اعلیٰ رنگ میں تربیت کرنا ہے۔“

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”وہ کام کرو جو اولاد کے لئے بہترین نمونہ اور سبق ہو اور اس کے لئے ضروری ہے کہ سب سے اوّل خود اپنی اصلاح کرو۔ اگر تم اعلیٰ درجہ کے متقی اور پرہیز گار بن جاؤ گے اور خدا تعالیٰ کو راضی کر لو گے تو یقین کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی اچھا معاملہ کرے گا۔ قرآن شریف میں خضر اور موسیٰ علیہما السلام کا قصہ درج ہے کہ ان دونوں نے مل کر ایک دیوار کو بنا دیا جو یتیم بچوں کی تھی۔ وہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَکَانَ اَبُوْھُمَا صَالِحًا (الکھف : 83) اِن کا والد صالح تھا۔ یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ آپ کیسے تھے۔ پس اس مقصد کو حاصل کرو۔ اولاد کے لئے ہمیشہ اس کی نیکی کی خواہش کرو۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 110 ایڈیشن 1984ء)

پھر فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ نے قرآنِ شریف میں یہ دُعا سکھائی ہے کہ اَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ (الاحقاف:16)

میرے بیوی بچوں کی بھی اصلاح فرما۔ اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دُعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دُعا کرتے رہنا چاہیے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں اور اکثر بیوی کی وجہ سے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 456 ایڈیشن 1988ء)

پھر مرد کے فرائض میں سے بچوں کے حقوق بھی ہیں۔ حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ابرار کو اللہ تعالیٰ نے ابرار اس لیے کہا ہے کہ انہوں نے اپنے والدین اور بچوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ جس طرح تم پر تمہارے والد کا حق ہے اسی طرح تم پر تمہارے بچے کا حق ہے۔

(الادب المفرد للبخاری باب بر الاب لولدہ)

بچوں کی تربیت صرف ماں کی ذمہ داری نہیں ہے۔ بیشک ایک عمر تک بچے کا وقت ماں کے ساتھ گزرتا ہے اور انتہائی بچپن میں ماؤں کی تربیت بچے کی تربیت میں بہت اہم کردار ادا کرتی ہے لیکن اس سے مرد اپنے فرائض سے بری الذمہ نہیں ہو جاتے۔ والد کو بھی بچوں کی تربیت میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ خاص طور پر لڑکے جب سات آٹھ سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو اس کے بعد پھر وہ باپوں کی توجہ اور نظر کے محتاج ہوتے ہیں، ورنہ خاص طور پر اس مغربی ماحول میں بچوں کے بگڑنے کے زیادہ امکان ہو جاتے ہیں۔

والد کو جہاں بچوں کی عزت و احترام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ان کے اخلاق اچھے ہوں وہاں ان پر گہری نظر رکھنے کی بھی ضرورت ہے تاکہ وہ ماحول کے بد اثرات سے بچ کر رہیں۔ جہاں ہمیں اپنے ارد گرد کے ماحول پہ نظر رکھنے کی ضرورت ہے وہاں گھر میں مرد حضرات کو چاہیے کہ بچپن ہی سے گھر میں موجود لڑکوں کو اولاد نرینہ سمجھ کر بے لگام چھوڑ دینے یا تمام تر ذمہ داری ماں کے کاندھوں پہ ڈالنے کی بجائے انہیں اپنے قریب رکھیں۔ شفقت سے ان کے سروں پہ ہاتھ پھیریں، انہیں یہ احساس دلائیں کہ بڑے ہو کر انہیں گھر کا ہی نہیں بلکہ معاشرے کا بھی ایک مضبوط انسان بننا ہے۔ تو شاید اس بگڑتے معاشرے میں کچھ سدھار آنا شروع ہو جائے۔

والد کا بچوں سے تعلق بچوں کو ایک تحفّظ کا بھی احساس دلاتا ہے۔ بہت سے باپ بچوں کے رویّوں کے بارے میں شکایت کرتے ہیں کہ ان میں جھجک پیدا ہو گئی ہے یا اعتماد کی کمی پیدا ہو گئی ہے یا غلط بیانی زیادہ کرنے لگ گئے ہیں اور جب باپوں کو کہا جائے کہ بچوں کے زیادہ قریب ہوں اور ان سے ذاتی تعلق پیدا کریں، دوستانہ تعلق پیدا کریں تو عموماً دیکھنے میں آیا ہے پھر اس کے نتیجہ میں بچے کی جو کمزوریاں ہیں یہ دُور ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پس بچوں میں باہر کے ماحول سے تحفّظ کا احساس دلانے کے لیے ضروری ہے کہ باپ کچھ وقت بچوں کے ساتھ باہر گزار کر آئے۔

باپوں کی یہ ذمہ داری بھی ہے کہ دینی تربیت کی طرف توجہ دیں۔ جہاں بچوں کی تربیت کی طرف عملی توجہ دیں وہاں ان کے لیے دعاؤں کی طرف بھی توجہ دیں۔ یہ بھی ضروری چیز ہے۔ تربیت کے اصل پھل تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے لگتے ہیں لیکن جو اپنی کوشش ہے وہ انسان کو ضرور کرنی چاہیے۔

سامعین! تربیت کے طریق اور بچوں کے لیے دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”ہدایت اور تربیتِ حقیقی خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ سخت پیچھا کرنا اور ایک امر پر اصرار کو حد سے گزار دینا یعنی بات بات پر بچوں کو روکنا اور ٹوکنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا ہم ہی ہدایت کے مالک ہیں اور ہم اس کو اپنی مرضی کے مطابق ایک راہ پر لے آئیں گے۔ یہ ایک قسم کا شرک خفی ہے۔ اس سے ہماری جماعت کو پرہیز کرنا چاہیے۔ ہم تو اپنے بچوں کے لیے دعا کرتے ہیں اور سرسری طور پر قواعد اور آدابِ تعلیم کی پابندی کراتے ہیں۔ بس اس سے زیادہ نہیں اور پھر اپنا پورا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھتے ہیں۔ جیسا کسی میں سعادت کا تخم ہو گا وقت پر سرسبز ہو جائے گا۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 5)

ایک نوجوان نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ایک سوال اطفال، ان کے والدین اور تربیت کے حوالے سے پیش کیا کہ کچھ اطفال کے والد کو ان کی تربیت کا خیال نہیں ہوتا مثلاً ان کو اطفال کلاسز کے لیے مسجد میں لانا یا دینی تعلیم کے بہتر کرنے میں سستی ہوتی ہے اور ماؤں پر سارا بوجھ ڈالا جاتا ہے۔

اس پر حضور انور نے ہدایت فرمائی کہ

"اگر باپ اپنی ذمہ داریوں کو احسن رنگ میں ادا نہیں کر رہے اور سارا بوجھ ماؤں کے کندھوں پر ہے، خصوصاً جب لڑکے ایک خاص عمر کو پہنچ کر اپنی ماؤں کی باتیں سننا ہی نہیں چاہتے ہیں، جب تک باپ کا اس میں دخل نہ ہو، تو ان معاملات میں خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کو ان بچوں کی نگرانی کرنی چاہیے۔ ان سے دوستی کریں اور اطفال اور خدام میں سے ان کے ہم عمر تربیت یافتہ لڑکوں کو آگے لائیں تاکہ وہ ان سے دوستی کر سکیں۔ اس طرح آپ ان کو جماعت سے وابستہ رکھ سکتے ہیں۔

گو یہ ایک چیلنج ہے، لیکن آپ کو اس کے لیے محنت کرنی پڑے گی۔ ایسے لڑکوں سے دوستی کریں اور ماؤں کی مدد کریں اور ان کے باپوں کو بتائیں کہ ان کو اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے اور اپنے بچوں کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

ان کو دنیاوی معاملات میں مشغول رکھنے کی بجائے خدام الاحمدیہ اور انصار اللہ سے مدد لیں۔ خدام، انصار، اطفال اور لجنہ کی ایک مشترکہ کوشش ہونی چاہیے تاکہ افراد کی صحیح نہج پر تربیت ہو۔ وہ جماعت سے اور نظام سے وابستہ رہیں۔ بات یہ ہے کہ اگر والدین تساہل سے کام لے رہے ہیں یا غیر ذمہ دار ہیں اور آپ کچھ کر نہیں سکتے ہیں تو پھر یہ کافی زیادہ challenging مرحلہ ہے۔ اس کے لیے آپ کو جدوجہد کرنی پڑے گی۔"

(الفضل انٹرنیشنل 27 جون 2024ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"پس احمدی خوش قسمت ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ان کو احمدی گھروں میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور کچھ کو احمدی ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور ان باتوں سے بچا کے رکھا جو باغیانہ روش پیدا کرتی ہیں۔ بعض احمدی بچیوں میں بھی ردّ عمل ہوتا ہے، ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ غیر آکر ہمارے سے متأثر ہوتے ہیں اس لئے کسی بھی قسم کے کمپلیکس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسلام کی جو خوبصورت تعلیم ہے یہ ہر ایک کے لئے ایسی تعلیم ہے جس کا فطرت تقاضا کرتی ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5؍ستمبر 2014ء)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”لڑکوں کی تربیت کے لئے بھی اور لڑکیوں کی تربیت کے لئے بھی یہ ضروری چیز ہے کہ ان میں انصاف قائم رکھا جائے۔ بعض لوگ لڑکوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اس سے جہاں لڑکوں میں خود غرضی پیدا ہوتی ہے، خود سری پیدا ہوتی ہے، خود پسندی پیدا ہوتی ہے اور آخر میں تکبر بھی پیدا ہو جاتا ہے انہی وجوہات کی وجہ سے جو انتہائی برائی ہے وہاں لڑکیوں میں احساس محرومی پیدا ہو جاتا ہے اور اس کو دور کرنے کے لئے وہ پھر بعض اوقات اپنے دوستوں اور سہیلیوں میں اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیتی ہیں جو اپنی یعنی لڑکیوں کی آزادی اور اہمیت کے نام پر دین سے دور جانے والی بنا دیتی ہیں۔ پس ایک بچے سے امتیازی سلوک کی وجہ سے صرف ایک بچہ خراب نہیں ہو رہا بلکہ یہ امتیازی سلوک بھائی بہن دونوں کو دین سے دور کرنے والا بن جاتا ہے۔ اس کی طرف احمدی ماؤں کو خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔“

(مستورات سے خطاب بر موقع جلسہ سالانہ برطانیہ 2018ء)

۞۞۞۞

﴿10﴾ ﴿مشاہدات۔1015﴾

اَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ (القصص:78)

جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھ پر احسان کیا ہے تُو بھی لوگوں پر احسان کر

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَابۡتَغِ فِيۡمَاۤ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الۡاٰخِرَةَ ۖ وَلَا تَنۡسَ نَصِيۡبَكَ مِنَ الدُّنۡيَا ۚ وَاَحۡسِنۡ كَمَاۤ اَحۡسَنَ اللّٰهُ اِلَيۡكَ وَلَا تَبۡغِ الۡفَسَادَ فِى الۡاَرۡضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡمُفۡسِدِيۡنَ (القصص:78)

اور جو کچھ اللہ نے تجھے عطا کیا ہے اس کے ذریعہ دارِ آخرت کمانے کی خواہش کر اور دنیا میں سے بھی اپنا معیّن حصہ نظر انداز نہ کر اور احسان کا سلوک کر جیسا کہ اللہ نے تجھ سے احسان کا سلوک کیا اور زمین میں فساد (پھیلانا) پسند نہ کر۔ یقیناً اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا۔

ڈھونڈو وہ راہ جس سے دل و سینہ پاک ہو
نفسِ دَنی خدا کی اطاعت میں خاک ہو
ملتی نہیں عزیزو! فقط قِصّوں سے یہ راہ
وہ روشنی نشانوں سے آتی ہے گاہ گاہ

معزز سامعین! سورہ القصص کی آیت 78 کے اِس مختصر ٹکڑے میں ایک ایک اہم خُلق کو نہایت اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ یہ خُلق ایک حکم کی صورت میں بیان ہوا ہے۔ اِس میں وہی طریق سمجھایا گیا ہے کہ جب بیٹے کو اُس کے والد کے حوالے سے بتایا جاتا ہے کہ بیٹا! والد کے تُم پر بہت احسانات ہیں۔ اُس نے تمہیں اُس وقت پالا پوسا جب تُم اپنے آپ کو ہلانے جُلانے کے قابل نہ تھے۔ اُس نے تمہیں پڑھایا لکھایا، تمہیں رشتۂ ازدواج سے منسلک کیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اِن احسانات کا بدلہ اب تُم اپنے والد کے ساتھ احسان کا سلوک کر کے نرمی اور رافت کے ساتھ دو۔ اِسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ بھی باپ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُس

نے ہمیں اشرفُ المخلوقات بنایا، سب سے پہلے انسان کی صورت میں اُس نے ہماری تخلیق کی ہے۔ تمام اعضاء کے ساتھ مکمل اور صحیح سالم انسان بنایا یعنی معذور پیدا نہیں کیا۔ معاشرہ میں مقیم انسانوں کو بعض اوقات جو متعدّی اور موذی بیماریاں لاحق ہیں اُن سے محفوظ رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام اور جماعت احمدیہ میں پیدا کیا یا بعض کو احمدیت قبول کر کے اِس نعمت سے مالامال کیا۔ اے اللہ! تُو نے صفت الرحمان کے تحت ہمارے بغیر مانگے ہماری جملہ ضروریات پوری کیں اور نعماء سے نوازا۔ صفَت الرحیم کے تابع ہماری دعاؤں اور التجاؤں کو سن کر ہماری اُمنگوں اور آرزوؤں کے مطابق ہمیں دیا۔ ہمیں اعلیٰ تعلیم سکھلائی۔ ہمیں ہُنر سکھلائے۔

اللہ تعالیٰ نے بھوک جیسے عذاب سے محفوظ رکھا، دوسری مخلوق سے بہتر بنایا، بُری عادات سے محفوظ رکھا۔ ہسپتال میں پڑے مریضوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرنے کو دل کرتا ہے کہ اُس نے ایسی بیماریوں سے بچایا۔ بعضوں کو سانس کی موذی تکلیف ہے اللہ نے اِس سے ہم کو بچایا۔ انسان بنایا، جانور اور چرند پرند نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ہر ضرورت سے مستفیض فرمایا ہے۔ خلافت جیسی عظیم نعمت عطا فرمائی، نیک صالح ساتھی اور اولاد سے نوازا۔ علیٰ ھذا القیاس۔ ہر انسان کو اپنے اپنے دائرہ کے حساب سے اپنے اور اپنے اہل خانہ کے اوپر ہونے والی نعمائے الٰہی کا سوچ کر اپنے اللہ کے حضور جھکنا، اُس کی عبادت کرنا، اُس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اصول لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ کے تحت شکرِ الٰہی کرنے پر اللہ تعالیٰ ان نعماء کو لازوال بنائے گا اور مزید نعماء و افضال سے نوازے گا۔ اس پر مزید مہربان ہو گا اور مزید نیک کاموں کی توفیق ملتی رہے گی۔

یہ اللہ کے ایسے احسانات ہیں جن کا انکار نہیں۔ اِس اب ہمارا فرض ہے کہ ہم اے اللہ! تیرے اِس احسانات کا پَرتَو آگے تیری مخلوق جس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ، پر احسان کریں یُوں ہم تیرے حکم **اَحْسِنْ كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ** (القصص:78) پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ پس ہم اِس حکمِ خداوندی کو حرزِ جان بنائیں تا تیرے شکر گزار بندے بنیں رہیں۔

سامعینِ مکرّم! احسان کا لفظ بہت وسیع معانی اپنے اندر رکھتا ہے۔ نیکی، اچھا سلوک، مہربانی، اچھا برتاؤ، اچھے سلوک کا احترام یعنی شکر گزاری کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ آج تقریر کے موضوع پر احسان اُتارنے کا محاورہ استعمال ہوتا ہے یعنی سلوک کے بدلے اچھا سلوک کرنا، بھلائی کا عوض دینا۔ اللہ تعالیٰ نے احسان کے لفظ کو قرآنِ کریم میں بیشتر مقامات پر استعمال فرمایا ہے۔ اِس کی اہمیت وافادیت اور برکات کا ذکر فرمایا ہے بلکہ ایک موقع پر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو محسنین یعنی احسان کرنے والے بہت پسند ہیں۔ پھر برکات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ (الاعراف:57)۔ کہ یقیناً اللہ کی رحمت احسان کرنے والوں کے قریب رہتی ہے۔ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے احسان کو عدل اور ایتاءذی القربیٰ کے درمیان بیان فرما کر مؤمنوں کو یہ بتایا ہے کہ نیکی کے میدان میں آگے بڑھنے کے یہ تین درجے ہیں۔ پہلا درجہ یہ ہے کہ اگر کوئی ہم سے نیکی کرتا ہے تو اِس کے بدلے ہم اُس سے اُتنی نیکی کریں۔ یہ عدل ہوگا۔ دوسرے درجہ میں اُس نیکی سے بڑھ کر بدلے میں نیکی کرنا احسان کہلائے گا جس کا ذکر اِس تقریر میں ہو رہا ہے۔ اِس کی مثال یُوں دی جا سکتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے اونٹ قرض کے طور پر لیا اور جب واپسی کا وقت آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے بہتر، تگڑا اور خوبصورت اونٹ واپس کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اِس احسان کا ذکر سورۃ الرحمٰن آیت 61 میں یُوں فرمایا ہے۔ ھَلۡ جَزَآءُ الۡاِحۡسَانِ اِلَّا الۡاِحۡسَانِ کہ کیا احسان کی جزاء احسان کے سوا بھی ہو سکتی ہے؟۔ یعنی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اور تیسرا درجہ ایتاءذی القربیٰ کا ہے کہ جیسے والدین اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت اور افزائش بغیر کسی لالچ کے کر رہے ہوتے ہیں اور اپنی خدمت کا کوئی مطالبہ نہیں کرتے۔ یہ ایتاءذی القربیٰ ہے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ نے سورۃ النحل کے تعارفی نوٹ میں اِس فلسفہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔

”قرآن کریم کی تعلیم ہر چیز پر حاوی ہے۔ اس کی مثال آیت کریمہ نمبر 91 ہے جو خود اخلاقی اور روحانی تعلیمات کو سمیٹے ہوئے ہے اور ان پر حاوی ہے۔ سب سے پہلے عدل کا ذکر فرمایا گیا جس کے بغیر دنیا میں کوئی اصلاح ممکن نہیں۔ پھر احسان کا ذکر فرمایا گیا جو انسان کو عدل سے ایک بالا مقام عطا کرتا ہے۔ پھر اِیۡتَاءِ ذِی الۡقُرۡبٰی فرما کر اس مضمون کو آخری بلندی تک پہنچا دیا گیا کہ وہ بنی نوع انسان کی ہمدردی میں اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ جیسے ماں اپنے بچوں پر کرتی ہے اور اس کے بدلہ میں کسی خدمت یا صلہ کا واہمہ

تک اس کے دل سے نہیں گزرتا اور یہ اعلیٰ ترین مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا تھا کہ آپ ہر قسم کے عوض کے تصور سے پاک رہ کر بنی نوع انسان کو فیض پہنچا رہے تھے۔"

(تعارف سورۃ النحل از حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ)

یہ آیتِ قرآنیہ یوں ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَیَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ ۚ یَعِظُکُمْ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ (النحل:91)

یقیناً اللہ عدل کا اور احسان کا اور اقرباء پر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں اور بغاوت سے منع کرتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کرو۔

سامعین! احسان کا ذکر ہمارے پیارے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بار بار ملتا ہے۔ آپؐ اِس پر عمل پیرا بھی رہے اور اپنی تقاریر، خطبات وخطابات کے آغاز پر جو تشہد پڑھتے اُس میں عدل واحسان کی تعلیم پر عمل کرنے کی یاد دہانی بار بار کرواتے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ کہ اللہ تم کو عدل اور احسان کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو برابری کے سلوک کی تلقین تو فرمائی ہے لیکن اپنے ساتھ ہونے والے نیک اور عمدہ سلوک سے کہیں اچھا اور بڑھ کر سلوک کرنے کی تلقین "احسان" کے لفظ میں کر دی۔ جیسے ماں ہمیشہ اپنے ساتھ کئے گئے سلوک سے کہیں بڑھ کر بغیر کسی غرض اور لالچ کے اولاد کے ساتھ سلوک کرتی ہے۔ اِسے احسان کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

سامعین! اپنے اصل مضمون کی طرف لوٹتے ہوئے سورۃ القصص آیت 78 میں مؤمنوں کی ذمہ داریاں بیان ہوئی ہیں۔ اِس آیت میں احسان کے معانی بیان ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آیت کے آغاز میں فرمایا وَابْتَغِ فِیْمَآ اٰتٰکَ اللّٰہُ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تجھے عطا کیا ہے اُس کے ذریعہ دارِ آخرت کمانے کی خواہش کر۔ مَیں نے جو تمہیں عطا کیا ہے نیک اعمال اور تقویٰ کی صورت میں۔ اِس کو بڑھاتا رہ تا آخرت میں اپنا گھر خریدنے کے قابل ہو سکے مگر آخرت کی طرف رجوع کرنے کی وجہ سے دنیا ومافیہا کی نعمتوں کو نہیں بھولنا۔ درمیان میں **اَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ** لا کر پھر زمین میں فتنہ وفساد سے بچنے کا ذکر

فرمایا ہے گویا کہ احسان کی تعلیم دینے میں زمین سے ملنے والی نعماء کو نہ بھولنے کی تلقین کر کے تکبّر سے دَور رہتے ہوئے دنیا میں فساد پھیلانے سے پرہیز کی تعلیم دی گئی ہے۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں کہ

"لَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا یعنی دار آخرت کے حصول کے حکم کے یہ معنی نہیں کہ دنیا بالکل چھوڑ دو بلکہ اسلام دین میں، دنیا میں ایک حد بندی چاہتا ہے چنانچہ بعض اوقات نماز پڑھنا بھی منع ہے۔ اِس واسطے صوم متواتر اور ساری رات جاگنے کو نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے منع فرمایا۔"

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ 324)

احسان کے مضمون کو مختلف پہلوؤں سے اللہ تعالیٰ نے اپنی الٰہی کتاب قرآنِ کریم میں 200 کے لگ بھگ بیان فرمایا ہے۔ احسان کا بنیادی نکتہ یا سبق کہہ لیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت 79 میں اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ اِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ

اللہ کے احسانوں کے ذکر میں ایک حدیث بیان کرنی ضروری ہے جس میں احسان کی جامع تعریف بیان ہوئی ہے۔ ایک روز حضرت جبرائیل علیہ السلام، بارگاہ رسالتِ مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں انسانی شکل میں حاضر ہوئے اور ایمان، اسلام اور احسان کے حوالے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کئے۔ احسان کے سوال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا:

"احسان یہ ہے کہ تُو اللہ کی عبادت اِس طریق پر کرے گویا تو اُسے دیکھ رہا ہے۔ اگر تُو اللہ کو نہیں دیکھ رہا تو کم از کم تمہارا یہ یقین ہو کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔"

(متفق علیہ)

ایک مومن کی اپنے ربّ کی خاطر ہر حرکت، ہر ادا، ہر نیکی اور ہر عمل عبادت کا ہی ایک رنگ رکھتا ہے۔ اس ناطے ہر عمل، ہر حرکت اور اسلام کی خاطر ہر ادا کے وقت ایک مومن کی یہ کیفیت اور سوچ ہونی چاہئے کہ مَیں خدا کو دیکھ رہا ہوں یا کم از کم یہ سوچ ہو کہ خدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ انسان کی اس اعلیٰ کیفیت کا نام احسان ہے اور یہی احسان کی جامع و مانع تعریف ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنے اللہ کی ایسی بندگی کرو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو۔

سامعین! اب ہمیں اسلامی تعلیم کی روشنی میں ”اَحۡسِنۡ“ پر غور کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں درجہ بدرجہ کون کون آتا ہے۔ ہر انسان خود بھی انسانوں کے زُمرے سے ہے اس لئے احسان کا مضمون انسان کے اپنے آپ سے، اپنے نفس سے شروع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنۡ اَحۡسَنۡتُمۡ اَحۡسَنۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ وَاِنۡ اَسَاۡتُمۡ فَلَهَا (بنی اسرائیل:8) اگر تم اچھے اعمال بجالاؤ تو اپنی خاطر ہی اچھے اعمال بجالاؤ گے اور اگر تم بُرا کرو تو خود اپنے لئے ہی بُرا کرو گے۔

میرے بھائیو! انسان کی سوچ سے یہ چیز بسا اوقات باہر ہوتی ہے کہ انسان اپنے لئے بھی بُرا سوچ سکتا ہے۔ یہ مضمون اتنا گہرا ہے کہ انسان بالعموم غیروں کے شر سے بچنے کے لئے خود دعا بھی کرتا ہے اور دوسروں سے بھی کرواتا ہے لیکن اپنے نفس کے شر سے بچنے کی دعا تو کیا؟ اِس کا سوچتا بھی نہیں۔ جبکہ ہر انسان کے اندر ایک اور انسان موجود ہے جو ظاہری طور پر نظر آنے والے انسان سے نیکیاں کروا کر اُسے راہِ راست پر بھی رکھتا ہے اور بعض اوقات اُسے پُھسلا کر بُرے اور قبیح کام کروا کر دوزخ کی طرف بھی لے جاتا ہے۔ اس لئے ہم میں سے ہر انسان کو اَوامر پر عمل کرنا اور اُن نواہی سے بچنا چاہئے جو ”فَلَهَا“ کے تحت آتے ہیں جیسے جھوٹ، چغلی، غیبت، تجسس وغیرہ وغیرہ۔

سامعین! اشرف المخلوقات کے حوالے سے احسان کے دائرے یا مدراج میں دوسرا نمبر والدین کے ساتھ حسن سلوک کا ہے۔ جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا (بنی اسرائیل:24)

کہ تیرے ربّ نے صرف اپنی بندگی کرنے کا حکم دیا ہے اور اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی توحید اور بندگی اختیار کرنے کے ساتھ والدین سے احترام کا تعلق روا رکھنے اور اُن کے ساتھ احسان سے پیش آنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اِس کی بڑی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب اللہ کسی نفس کو زمین میں لانے کا فیصلہ کرتا ہے تو والدین کو ذریعہ بناتا ہے جن کی اطاعت و احترام لازم ہے۔

تیسرے نمبر پر عزیز و اقارب اور رشتہ داروں کے ساتھ احسان کرنے کا ذکر اللہ تعالیٰ سورۃ البقرہ آیت 84 میں یوں فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔

کہ جب ہم نے بنی اسرائیل کا میثاق (اُن سے) لیا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرو گے اور والدین سے احسان کا سلوک کرو گے اور قریبی رشتہ داروں سے اور یتیموں سے مسکینوں سے بھی اور لوگوں سے نیک بات کہا کرو۔

سامعین! اسلام، سلامتی کا مذہب ہے اور یہ سلامتی اپنوں سے نکل کر غیروں کی طرف جاتے اپنے دائرہ کو وسیع کرتی جاتی ہے اور معاشرہ میں بسنے والے کمزور، لاغر اور مستحق لوگوں کو اپنا حصہ بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دائرہ سے متعلقہ لوگوں کے ساتھ احسان سے پیش آنے کا ذکر سورۃ النساء آیت 37 میں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ

کہ والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکین لوگوں، رشتہ دار ہمسائیوں اور غیر رشتہ دار ہمسائیوں اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی احسان کرو۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں کمال حکمت سے ہمسایہ میں قریب اور دور کے ہمسائے سے حسن سلوک کی تلقین فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں 40 گھروں تک ہمسایہ کا درجہ دیا ہے بلکہ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمسائے کے لئے سالن میں پانی ڈالنے کی بھی تلقین فرمائی اور فرمایا:

وَاَحْسِنْ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَكَ تَكُنْ مُسْلِمًا

یعنی ہمسایہ کے ساتھ عمدہ ہمسائیگی کرو تا تم کامل مسلم بنو۔

اس طبقہ کے ساتھ حسن سلوک اور اُن کے ساتھ احسان کرنا معاشرہ کے وقار کو بلند کرنا ہے اور اِس کو اسلامی معاشرہ کا نام دیا جا سکتا ہے۔ جماعت میں ایسے ایسے حسین اور نیک لوگ بھی ہیں جو اپنی شب و روز دعاؤں میں ایسے لوگوں کو بھی شامل رکھتے ہیں جو اُجرت پر گھروں میں کام کرتے ہیں۔ جو گھر میں دودھ مہیا کرنے والے (دودھی) کو، جمعدار اور گھر میں کام کاج کرنے والی ماسی کو اپنی تہجد کی دعاؤں میں شامل رکھتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہماری خدمت کے لئے مامور کیا ہے۔ خواہ رقم لے کر یہ خدمت کرتے ہیں اگر یہ نہ ہوں تو ہماری زندگی بہت مشکل ہو جائے۔

1947ء میں پارٹیشن کے وقت قادیان میں مقامات مقدسہ کی حفاظت کرنے والے درویشانوں میں حضرت مصلح موعودؓ نے موچی، قصائی، دودھی اور دوسرے کام کرنے والے لوگوں کو شامل فرمایا تھا تا اگر احمدی مسلمانوں کو حصار میں رہنا پڑے تو ایک ہی جگہ میں ہر انسانی ضرورت پوری کرنے والے لوگ میسر آسکیں۔ تو ایسے لوگ ہماری دعاؤں کے جہاں مستحق ہوتے ہیں وہاں ہمارے پیار، محبت اور احسان و مروّت کے بھوکے بھی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اِس دائرہ کو اِس حد تک بڑھایا ہے کہ طلاق یا خلع کے وقت عورتوں کو احسان کے ساتھ رخصت کرنے کی تعلیم تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ (البقرہ:230) کے الفاظ میں دی ہے۔ نیز غصہ پی جانے والوں، لوگوں کو معاف کرنے والوں کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الۡمُحۡسِنِيۡنَ کے الفاظ کو استعمال فرما کر سبق دیا کہ غصہ پینا اور لوگوں سے نرمی کا سلوک بھی احسان کرنا ہی ہے۔ یہ تعلیم آج کے دور میں اس لئے بھی ضروری اور اہم ہے کہ عدمِ برداشت نام کی کوئی چیز دنیا کے معاشرہ میں نظر نہیں آتی۔

عقیدہ و مذہب سے بالا ہو کر احسان کرنا

میرے بھائیو! اللہ کی مخلوق جو اس کی ”عیال“ ہے سے احسان و مروّت سے پیش آنے کا ایک دائرہ بلا تمیز مذہب و عقیدہ کے پیار و محبت سے ملنا اور سلامتی کی فضا برقرار رکھنا ہے۔ جس کی آج دنیا بھر میں تمام مذاہب کو اپنانے کی بہت ضرورت ہے جبکہ ان مذاہب میں جنگ کی سی کیفیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المائدہ آیت 14 میں اِن کے ساتھ جو مخالفت کرتے، دشمنی کرتے اور مذہب اور اس کے ماننے والوں کو نقصان پہنچاتے ہیں احسان کا سلوک روا رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ

یعنی اِن سے در گزر کر اور صرفِ نظر بھی۔ یقیناً اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

3۔ نباتات جمادات اور حیوانات کے ساتھ احسان کرنا

سامعین! اسلام ایک آفاقی مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات بھی عالمگیر اور تا قیامت قابل عمل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ، ہر جگہ اصلاح کی طرف توجہ دلائی ہے اور فساد سے نفرت کی تعلیم دی ہے۔ اشرف المخلوقات کے ساتھ حسنِ سلوک اور احسان و مروّت، محبت سے پیش آنے کی تعلیم اور اُن سے متعلق احکامات دینے کے بعد ضروری تھا کہ دنیا میں دوسری پائی جانے والی مخلوق اور دیگر مرئی اور غیر مرئی اشیاء کے ساتھ احسان کے سلوک کا ذکر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جنگوں میں درختوں اور نباتات اور دیگر اشیاء کو تباہ نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ اور گدھوں پر اُن کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے سے صحابہؓ کو منع فرمایا۔

ایک صحابی نے پرندے کے انڈے گھونسلے سے نکال لئے۔ آپؐ نے انہیں دوبارہ گھونسلے میں رکھنے کو فرمایا۔ آگ اور پانی کے عذاب یعنی اِن سے کسی کو تباہ وبرباد کرنے سے منع فرمایا۔ زمین میں اصلاح کرنے اور فساد سے باز رہنے کے بعد فرمایا:

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ (الاعراف:57)

کہ اللہ کی رحمت محسنوں کے قریب ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا لکھا ہے کہ ”میں احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہوں“ یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے جو احسان برتنے والوں کو دیا جاتا ہے۔ ہم سب پر لازم ہے کہ ہم اپنی زندگیوں میں احسان کے مضمون کو پھیلائیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ كَتَبَ الْاِحْسَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

(مسلم)

کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کی ہر چیز میں احسان کو ضروری قرار دیا ہے۔

لہٰذا ہمیں زندگی کے ہر موڑ پر احسان کو ملحوظ رکھنا چاہئے صرف اپنے نفس کے ساتھ ہی نہیں، اپنی صحت، اپنے علم، اپنی عقل، اپنی روح، اپنے کاروبار، اپنی عبادت، اپنے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں بالخصوص دفاتر میں اپنی مُفوضہ ذمہ داریوں اور ڈیوٹی کی ادائیگی میں احسان کو مد نظر رکھنا ہو گا۔ ہمارے ایشیائی معاشرے میں دفاتر کے حقوق کماحقہ ادا نہیں کئے جاتے۔ وقت کی پابندی کا خیال رکھا جائے۔ کام بروقت کیا جائے۔ آج کا کام کل پر نہ ڈالا جائے، استاد بھی ٹیچنگ میں احسان کو مدّ نظر رکھیں۔ الغرض اپنے ذمہ ہر ڈیوٹی کو باحسن طریق سرانجام دیا جائے، اس ضمن میں احسان کا یہ اصول مدّ نظر رہے کہ خدا ہمیں دیکھ رہا ہے اور اردو زبان میں احسان کے معنی ایک دو یا تین لئے جاتے ہیں جبکہ یہ عربی کا لفظ ہے اور عربی زبان میں احسان کے بہت وسیع معانی ہیں۔ ان تمام معانی کو مدّ نظر رکھ کر احسان کے بارے میں مَیں نے اپنی تقریر میں تفصیل بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔

میرے بھائیو اور بہنو! ایک دفعہ ایک عورت اپنی دو بچیوں کے ہمراہ دربار رسالت مآبؐ میں حاضر ہوئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر پر نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک ہی کھجور تھی جو آپ نے ماں کو دے دی۔ اِس ماں نے اُسے دو بچیوں میں نصف نصف تقسیم کر دیا اور خود کچھ نہ کھایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ نے یہ قصہ آپؐ کو سنایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کو بچیوں سے آزمایا اور اس باپ نے اُن کے ساتھ احسان کا سلوک کیا تو اس سے جہنم دور کر دی جائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”بعد اس کے اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہاری پرستش اور تمہاری محبت اور تمہاری فرمانبرداری سے بالکل تکلّف اور تصنّع دور ہو جائے اور تم اس کو ایسے جگری تعلق سے یاد کرو کہ جیسے مثلاً تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو اور تمہاری محبت اس سے ایسی ہو جائے کہ جیسے مثلاً بچہ اپنی پیاری ماں سے محبت رکھتا ہے۔

دوسرے طور پر جو ہمدردی جو بنی نوع سے متعلق ہے اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ اپنے بھائیوں اور بنی نوع سے عدل کرو اور اپنے حقوق سے زیادہ ان سے کچھ تعرض نہ کرو اور انصاف پر قائم رہو۔ اور اگر اس درجہ

سے ترقی کرنی چاہو تو اس سے آگے احسان کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تُو اپنے بھائی کی بدی کے مقابل نیکی کرے اور اس کی آزار کی عوض میں تُو اس کو راحت پہنچاوے اور مروّت اور احسان کے طور پر دستگیری کرے۔ پھر بعد اس کے اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی کا درجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تُو جس قدر اپنے بھائی سے نیکی کرے یا جس قدر بنی نوع کی خیر خواہی بجالاوے اس سے کوئی اَور کسی قسم کا احسان منظور نہ ہو بلکہ طبعی طور پر بغیر پیش نہاد کسی غرض کے وہ تجھ سے صادر ہو جیسی شدتِ قرابت کے جوش سے ایک خویش دوسرے خویش کے ساتھ نیکی کرتا ہے۔ سو یہ اخلاقی ترقی کا آخری کمال ہے کہ ہمدردی خلائق میں کوئی نفسانی مطلب یا مدعا یا غرض درمیان نہ ہو بلکہ اخوت و قرابتِ انسانی کا جوش اس اعلیٰ درجہ پر نشوونما پا جائے کہ خود بخود بغیر کسی تکلف کے اور بغیر پیش نہاد رکھنے کسی قسم کی شکر گذاری یا دعا یا اَور کسی قسم کی پاداش کے وہ نیکی فقط فطرتی جوش سے صادر ہو۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 551-552)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہ صرف اپنے بھائیوں، عزیزوں، رشتہ داروں، اپنے جاننے والوں، ہمسایوں سے حسن سلوک کرو، ان سے ہمدردی کرو اور اگر ان کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے تو اُن کی مدد کرو، ان کو جس حد تک فائدہ پہنچا سکتے ہو فائدہ پہنچاؤ بلکہ ایسے لوگ، ایسے ہمسائے جن کو تم نہیں بھی جانتے، تمہاری ان سے کوئی رشتہ داری یا تعلق داری بھی نہیں ہے جن کو تم عارضی طور پر ملے ہو ان کو بھی اگر تمہاری ہمدردی اور تمہاری مدد کی ضرورت ہے، اگر ان کو تمہارے سے کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو ان کو ضرور فائدہ پہنچاؤ۔ اس سے اسلام کا ایک حسین معاشرہ قائم ہو گا۔ ہمدردیٔ خلق اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ پہنچانے کا وصف اور خوبی اپنے اندر پیدا کر لوگے اور اس خیال سے کر لوگے کہ یہ نیکی سے بڑھ کر احسان کے زمرے میں آتی ہے اور احسان تو اس نیت سے نہیں کیا جاتا کہ مجھے اس کا کوئی بدلہ ملے گا۔ احسان تو انسان خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خاطر کرتا ہے۔ تو پھر ایسا حسین معاشرہ قائم ہو جائے گا جس میں نہ خاوند بیوی کا جھگڑا ہو گا، نہ ساس بہو کا جھگڑا ہو گا، نہ بھائی بھائی کا جھگڑا ہو گا، نہ ہمسائے کا ہمسائے سے کوئی جھگڑا ہو گا، ہر فریق دوسرے فریق کے

ساتھ احسان کا سلوک کر رہا ہو گا اور اس کے حقوق اسی جذبہ سے ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہو گا۔ اور خالصتاً اللہ تعالیٰ کی محبت، اس کا پیار حاصل کرنے کے لئے، اس پر عمل کر رہا ہو گا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12 ستمبر 2003ء)

اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو احسان کے باریک معنوں کو سامنے رکھ کر اس کا لبادہ اوڑھنے کی توفیق عطا فرماتا رہے اور شکر الٰہی کے بہترین طریق پر عمل کرنے والا بنائے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کی تسبیح کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائے اور اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ کے مطابق شکر الٰہی کرنے والا بنائے۔ آمین ثم آمین

۞۞۞۞

﴿11﴾ ﴿مشاہدات۔711﴾

آدابِ گفتگو

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ (ق:19)

کہ وہ کوئی بات نہیں کہتا مگر اس کے پاس ہی (اس کا) ہمہ وقت مستعد نگران ہوتا ہے۔

میں اپنے پیاروں کی نسبت
ہرگز نہ کروں گا پسند کبھی
وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر
شیروں کی طرح غراتے ہوں
ادنیٰ سا قصور اگر دیکھیں
تو منہ میں کف بھر لاتے ہوں

سامعین! مجھے آج گفتگو کرنے کے آداب بیان کرنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو جسمانی اعضاء دے رکھے ہیں۔ اُن کے ذمہ جو اعمال ہیں اُن میں بعض کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں کر دیا اور فرمایا کہ اگر یہ اعضاء اِن مذکورہ فرائض کے مخالف کام کریں گے تو اُن کی پکڑ ہو گی۔ اِن میں سے زبان وہ عُضو ہے جس کی حفاظت کو دین کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔ یہی وہ عُضو ہے جس سے انسان جنت یا جہنم کی راہ اپنے لئے اُستوار کرتا ہے۔ اِسے نجات حاصل کرنے کی کُنجی یا مفتاح بھی کہا گیا ہے۔ زبان پر باقی تمام اعضاء انحصار کرتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

ہر صبح انسان کے تمام اعضاء اُس کی زبان کی گوشمالی کرتے ہیں کہ دیکھ! ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے ہیں اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہوں گے۔

(ریاض الصالحین باب تحریم انعیبۃ والامر بحفظ اللسان)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مومن کی جن علامات کا ذکر فرمایا ہے۔ اُن میں وہ بد اخلاقیاں نہ ہوں جن کا تعلق زبان سے ہے جیسے طعنہ زنی، بد دُعا کرنا، غیبت، جھوٹ، کذب بیانی، جھوٹی گواہی دینا، گالی گلوچ، عیب جوئی وغیرہ۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار اپنی زبان اپنی دو انگلیوں سے پکڑ کر صحابہ کو اِس طرف توجہ دلائی کہ اِسے سنبھال کر رکھو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ لوگوں میں سے بہتر انسان کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا ”صاف دل اور زبان کا سچا“

(ابنِ ماجہ کتاب الزھد)

سامعین! اب مَیں اختصار کے ساتھ آپ کے سامنے گفتگو کے آداب قرآن و احادیث کی روشنی میں بیان کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ احزاب آیت 71 میں مومنوں کو مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ اے مومنو! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچی بات کرو۔ گویا کہ سچّی، سُتھری بات کرنا گفتگو کرنے کا سب سے پہلا ادب ہے۔ جس کا نتیجہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال درست قرار دے دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا (الاحزاب:72)۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو نفاق قرار دیا اور منافق کے متعلق فرمایا اِذَا حَدَّثَ کَذَبَ کہ منافق جب گفتگو کرتا ہے تو اُس میں جھوٹ کی ملونی کرتا ہے۔

دوسرا ادب گفتگو کرنے کا یہ ہے کہ گفتگو عام فہم اور واضح ہو۔ پیچدار نہ ہو۔ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو آسان فہم ہوا کرتی تھی۔ آپؐ اپنی بات کو دو یا بسا اوقات تین بار دہرایا کرتے تھے تا بات سامعین کے ذہنوں میں ذہن نشین ہو جائے۔

گفتگو کا **تیسرا ادب** پاکیزہ کلام کرنا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پاکیزہ کلمہ کو صدقہ قرار دیا ہے جو آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔

(بخاری کتاب الادب)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

اِلَیۡہِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ (الفاطر:11)

کہ پاک کلمات اُسی کی طرف چڑھ جاتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے اچھی اور پاک بات کرنے کا حکم سورۃ بنی اسرائیل آیت 54 میں یوں کیا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تُو میرے بندوں سے کہہ دے کہ وہ وہی بات کیا کریں جو سب سے زیادہ اچھی ہو۔

ورجینیا امریکہ سے آئے ایک خادم نے حضورِ انور ایدہ اللہ سے ایک محفل میں سوال کیا کہ زبانی تشدّد جیسی زیادتیوں سے بچنے کے لئے کیا کرنا چاہئے۔ اِس پر آپ نے فرمایا کہ

”میاں بیوی میں کیوں رِفٹ پیدا ہوتی ہے؟... تو مَیں کہتا ہوں کہ اگر دونوں کی یہ انڈر سٹینڈنگ ہو کہ پرفیکٹ تو کوئی نہیں ہوتا، کوئی نہیں کہہ سکتا مَیں پرفیکٹ ہوں اور تم غلط ہو، دونوں میں کمزوریاں ہوتی ہیں۔ Every body has some shortcomings یعنی ہر کسی میں کچھ نہ کچھ کمزوریاں پائی جاتی ہیں تو اِس لئے ایک دوسرے کی کمزوریاں دیکھ کے آنکھیں، زبان اور کان بند کر لو تو پھر تم بڑے خوش رہو گے۔ اگر نقص نکالتے رہو گے تو پھر یہ رِفٹ بہت زیادہ ہو جائے گی۔“

(ملاقات 30 دسمبر 2025ء)

سامعین! گفتگو کے آداب میں ایک ادب سورۃ البقرہ آیت 84 میں اِن الفاظ میں بیان ہوا ہے کہ قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا کہ لوگوں کے ساتھ ملاطفت سے کلام کیا کرو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو قیامت کے روز اپنے سے دُور رہنے کی تنبیہ فرمائی جو زبان کو مروڑ مروڑ کر باتیں کرتے ہیں۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلّہ)

نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسا شخص پسند نہیں جو پیچدار گفتگو کرتا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

گفتگو کا **پانچواں ادب** یہ ہے کہ گفتگو میں مبالغہ آرائی نہ کی جائے۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام میں مبالغہ آرائی کرنے والوں کو پسند نہیں فرمایا اور فرمایا مبالغہ سے تکلّف کرنے والے ہلاک ہوں گے۔

(مسلم کتاب العلم)

چھٹا ادب گفتگو کرنے کا بے ہودہ اور فحش کلام سے پرہیز ہے۔
حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فحش گوئی سے اجتناب کرتے تھے۔

(بخاری کتاب الادب)

اِسی طرح ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا تو فرمایا ایک بُرا شخص آرہا ہے مگر جب وہ آگیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت تحمّل، خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے بات کرنے لگے۔ حضرت عائشہؓ نے وجہ پوچھی تو فرمایا۔ اے عائشہ! تم نے مجھے کب فحش گو دیکھا تھا۔

(بخاری کتاب الادب)

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن فحش بکنے والا، بدزبان اور بدگو نہیں ہوتا۔

(ترمذی ابواب البر والصلۃ)

نیز فرمایا۔ فحش گوئی منافقت کی شاخ ہے فحش گوئی بہت بڑا گناہ ہے۔
ساتواں ادب بات کرنے کا یہ ہے کہ کسی شخص کو بُرے ناموں سے نہ بُلائیں۔
اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرمایا ہے:

وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ (الحجرات:12)

کہ تم ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو بُرے ناموں سے یاد کرو۔
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی نے کسی کو گالی دی یا اُسے کافر کہا اور لعنت بھیجی تو وہ کفر اور گالی بکنے والے اور لعنت دینے والے پر لوٹ جاتی ہے۔

(مسلم کتاب الایمان)

سامعین! کسی کو بد دُعا بھی نہ دی جائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی کسی کو بد دعا دے اور وہ اِس بد دُعا کا سزاوار نہ ہو تو اُس کا اثر بد دعا دینے والا پر پلٹ آتا ہے۔

(ابوداؤد کتاب الادب)

اگر کوئی یہ کہے کہ لوگ ہلاک و برباد ہو جائیں تو وہ سب سے زیادہ قوم کو ہلاک کرنے والا ہے۔

بات کرنے کا **نواں ادب** یہ ہے کہ مومن اپنے بھائی کی پردہ پوشی کرے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ (الحجرات:13)

کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! ظن سے بکثرت اجتناب کیا کرو۔ یقیناً بعض ظن گناہ ہوتے ہیں اور تجسُّس نہ کیا کرو اور تم میں سے کوئی کسی دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ پس تم اس سے سخت کراہت کرتے ہو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

دسواں ادب یہ ہے کہ گفتگو کے دوران کسی کی حقارت کے ساتھ ہنسی نہ اُڑائی جائے اور نہ تمسخر کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! (تم میں سے) کوئی قوم کسی قوم پر تمسخر نہ کرے۔ ممکن ہے وہ ان سے بہتر ہو جائیں اور نہ عورتیں عورتوں سے (تمسخر کریں)۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہو جائیں اور اپنے لوگوں پر عیب مت لگایا کرو اور ایک دوسرے کو نام بگاڑ کر نہ پکارا کرو۔ ایمان کے بعد فسوق کا داغ لگ جانا بہت بُری بات ہے اور جس نے توبہ نہ کی تو یہی وہ لوگ ہیں جو ظالم ہیں۔

(الحجرات:12)

سامعین! گیارہواں ادب یہ ہے کہ مزاح ضرور ہو مگر مزاح میں کسی کی دل شکنی نہ کی جائے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے شُفتہ مزاج تھے اور مزاح ایسا کرتے جس سے مجلس زعفراں بن جاتی۔ جیسے ایک دوست نے جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سواری کے لئے اونٹ مانگا تو حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا! مَیں تمہیں اونٹ کا بچہ دیتا ہوں۔ اس دوست نے کیا کہ یا رسول اللہ! مَیں اونٹ کے بچے کو لے کر کیا کروں گا تو حضورؐ نے فرمایا کہ آخر اونٹ بھی تو کسی کا بچہ ہی ہوتا ہے۔

(ترمذی ابواب البرّ والصلہ)

اِسی طرح آنحضورؐ نے بُرے مزاح سے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے مسلمان بھائی سے کج بحثی نہ کرو اور اُس سے بُرا مزاح نہ کرو۔

(ترمذی کتاب البرّ والصلہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”دنیا میں بہت سی باتیں بہت سے لوگ لغو اور بلاوجہ کرتے ہیں۔ بعض لوگ مذاق میں کسی کو کوئی لغو بات کہہ دیتے ہیں جس سے جھگڑے اور مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ ایسی باتیں مجلسوں میں کی جاتی ہیں جو بے فائدہ ہوتی ہیں۔ بات برائے بات صرف کی جاتی ہے اور بعض دفعہ ایسی طنزیہ باتیں بھی ہو جاتی ہیں جس سے دوسرے کو تکلیف بھی پہنچتی ہے یا ایسی بے فائدہ باتیں ہوتی ہیں جو کسی کو بھی فائدہ نہیں پہنچا رہی ہوتیں۔ صرف وقت کا ضیاع ہوتا ہے... پس مومن کے لئے یہ شرط ہے کہ اس کی گفتگو ہمیشہ بامقصد ہو اور ہر قسم کی لغویات سے پرہیز ہو۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26؍فروری 2016ء)

بارہواں ادب یہ ہے کہ بات کو طُول نہ دیں۔ ایسا کلام کریں جو مَاقَلَّ و مَادَلَّ ہو یعنی تھوڑا مگر مدلّل ہو۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر کے سوا زیادہ کلام نہ کیا کرو کیونکہ زیادہ کلام کرنے والے کا دل سخت ہو جاتا۔

(ترمذی ابواب الزھد)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلق فرمایا کرتے۔

اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبَ

(ترمذی ابواب السیر)

کہ میں فصیح ترین عرب ہوں۔

سامعین! تیرہواں ادب۔ غصّے اور طیش میں آکر بات تیزی سے جلد جلد نہ کی جائے بلکہ تحمّل کے ساتھ گفتگو کی جائے۔ غصّہ میں کی گئی بات اپنا اثر کھو دیتی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں جو دوسروں کو بچھاڑتا ہے بلکہ وہ ہے جو غصّہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھتا ہے یعنی سنبھل کر بات کرتا ہے۔

(بخاری کتاب الادب)

گفتگو کرنے کا **چودھواں اصول** آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اِن الفاظ میں بیان ہوا ہے کہ اچھی بات کرو ورنہ خاموش رہو۔

(اربعین نووی حدیث 15)

اور **پندرھواں قانون** یہ ہے کہ سُنی سنائی بات کو آگے نہ پھیلایا جائے۔ کیونکہ افواہیں پھیلانے سے معاشرہ کو بہت نقصان پہنچتا ہے اور ایک شخص کی حرمت و آبرو سے کھیل جاتا ہے۔

سامعین! سولہواں ادب یہ ہے کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہئے۔ آپؐ نے ہنسانے کی خاطر جھوٹ بولنے سے منع فرمایا ہے۔

اور گفتگو کے آداب تو بے شمار ہیں جن کا احاطہ ایک تقریر میں کرنا مشکل ہے۔ آج مَیں اپنی تقریر میں گفتگو کرنے کا آخری اصول اور ادب جو بیان کروں گا وہ آج کے معاشرہ کا حصہ بن کر معاشرہ کو تباہ کر رہا ہے کہ کسی کی تعریف میں مبالغہ نہیں کرنا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے ہلاک کر دیا یا اُس شخص کی کمر توڑ دی۔ جس کی تعریف میں تُو نے مبالغہ سے کام لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”ایک اور بات بھی ضروری ہے جو ہماری جماعت کو اختیار کرنی چاہیے اور وہ یہ ہے کہ زبان کو فضول گوئیوں سے پاک رکھا جاوے۔ زبان وجود کی ڈیوڑھی ہے اور زبان کو پاک کرنے سے گویا خدا تعالیٰ وجود کی ڈیوڑھی میں آجاتا ہے۔ جب خدا تعالیٰ ڈیوڑھی میں آگیا تو پھر اندر آنا کیا تعجب ہے؟“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 182 ایڈیشن 1988ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ہمارے جسم کا اندر داخل ہونے کا جو دروازہ ہے، جو مین گیٹ (Main Gate) ہے، راستہ ہے، وہ زبان ہے، اگر یہ لغو اور فضول باتوں سے پاک ہے تو سمجھو کہ تمہارے وجود میں داخل ہونے کا راستہ صاف اور پاک ہے اور اللہ تعالیٰ کیونکہ خوبصورت، پاک اور صاف چیزوں کو پسند کرتا ہے تو اس طرح تمہاری پاک زبان کی وجہ سے خدا تعالیٰ بھی تمہارے قریب آجائے گا۔ تو جب تمہاری پاک زبان سے خدا تعالیٰ تمہارے اتنے قریب آگیا تو پھر عین ممکن ہے کہ تمہارے دوسرے اعمال بھی ایسے ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ کی پسند کے اعمال ہوں اور پھر تمہارا سارا وجود خدا تعالیٰ کا پسندیدہ وجود بن جائے۔“

(خطبہ جمعہ 20؍اگست 2004ء)

رمضان کا آدابِ گفتگو سے بہت گہرا تعلق ہے۔ روزے کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس میں تین خوبیوں کی عادت پڑتی ہے۔ یعنی کم بولنا، کم سونا اور کم کھانا۔ اس لئے ان دنوں میں ہمیں بات چیت کرنے کے آداب کا علم ہونا ضروری ہے۔

پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے
سر زد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے

(بشکریہ: آداب حیات از لجنہ اماءِ اللہ کراچی)

(کمپوزبائی: منہاس محمود۔ جرمنی)

﴿12﴾ ﴿مشاہدات۔952﴾

نازک ترین معاملہ زبان سے ہے

(مسیح موعودؑ)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرہ:84)

کہ تم لوگوں سے نرمی سے بات کیا کرو۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کے لعلِ بے بہا کے سامنے

پیارے بچو! آج مجھے آپ پیارے بچو سے زبان کی حفاظت کے حوالے سے بات کرنی ہے۔

مَیں نے آج آپ احمدی بچوں اور بچیوں کے لیے تقریر کا عنوان اپنے پیارے بانی جماعت حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام کے منثور کلام سے ایک چھوٹا سا پیارا جُملہ لیا ہے جو یہ ہے کہ ”نازک ترین معاملہ زُبان سے ہے“۔ اللہ تعالیٰ نے ہم بچوں اور بچیوں کو پورے درست اور صحیح سالم اعضاء دیئے ہیں۔ جن میں ہاتھ پاؤں، آنکھیں، ناک، دماغ اور زبان وغیرہ شامل ہیں۔ اِن اعضاء میں ہر عضو کا اپنا اپنا کام ہے اور جب یہ تمام اعضاء مِل کر اپنا کام کرتے ہیں تو ہمارے جسم کی مشینری پوری طرح عمل میں اپنے آپ کو لا کر ہمیں چلنے پھرنے اور کام کرنے اور سوچ وبچار کر کے درست فیصلے کرنے کی طرف لے جاتی ہے اور ہم سب کے مل کر کام کرنے سے معاشرہ قائم ہوتا ہے۔ اِن اعضاء میں سے ایک عضو زبان ہے جو باقی اعضاء پر کئی لحاظ سے فوقیت رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات میں ہر ایک کو قریباً زبان سے نوازا ہے۔ جیسے انسانوں کو، حیوانوں کو، چرند پرند اور حشرات الارض کو زبان دی ہے جس

کے باقی کئی کاموں کے ایک مشترکہ کام اپنی غذا کا ذائقہ محسوس کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم بچوں کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوسری مخلوق کی طرح زبان یعنی Tongue دی ہے۔ لیکن اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے ایسی زبان بھی ہے جسے ہم عربی میں لِسَانٌ کہہ سکتے ہیں۔ جس سے ہم اپنے جی اور مرضی کی بات کو اپنے ساتھیوں تک پہنچا سکتے ہیں۔ اُنہیں اپنی بات اور اپنا مافی الضمیر سمجھا سکتے ہیں جبکہ دیگر مخلوق جیسے جانور، چرند پرند اپنی بات کو زبان رکھنے کے باوجود دوسروں کو سمجھانے سے قاصر ہیں۔ ہم انسان اِسی زبان سے اپنے اللہ کی عبادت کرتے ہیں اُس کی تسبیح و تحمید اور تذکیر کرتے، شکر ادا کرتے اور پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی پڑھتے ہیں۔

پیارے بچو! اِس زبان سے جہاں ہم اپنے خالق یعنی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا شکر بجالا کر اس کی تسبیحات اور اُس کے گُن گاتے ہیں۔ وہاں اِسے اچھے طریق پر، اچھے ماحول میں اللہ کی دیگر مخلوق کے لیے استعمال کرنے کا حکم ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی تعریف کرتے وقت زبان کے درست استعمال کا ذکر یوں فرمایا کہ

"حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے ماحول میں بسنے والے لوگ محفوظ ہوں"

(سنن نسائی کتاب الایمان)

پھر نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

"اپنی زبان کو روک کر رکھو... اپنی غلطیوں پر نادم ہو کر خدا کے حضور رؤیا کرو"

(ترمذی ابواب الزھد)

پیارے بھائیو! اب دیکھو اس چھوٹی سی نصیحت میں دو باتوں کا ذکر ہے ایک تو زبان کو روکو اور کوئی فضول بات نہ کرو اور دوسرا اپنے اللہ کے حضور کثرت سے رؤیا کرو اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگا کرو۔ اِس رونے کے فعل میں بھی زبان استعمال میں آتی ہے۔ اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ انسان کی زندگی میں نازک ترین معاملہ زبان ہے۔ زبان سے جہاں بہت سی نیکیاں جُڑی ہیں۔ وہاں بہت سی

کمزوریوں، بُرائیوں اور بدیوں کا تعلق زبان سے ہے۔ جیسے جھوٹ جو تمام بُرائیوں کی جڑ ہے، غیبت، چغلی، طنز و تشنیع، گالی گلوچ، لغو باتیں، نازیبا الفاظ، تلخ اور سخت زبان اور بُرا بھلا کہنا وغیرہ اِس میں شامل ہے۔

پیارے بھائیو! بعض باتیں بزرگوں کے مونہوں سے نکلتی یا قلم سے الفاظ صفحہ ہستی پر آتی ہوں وہ ہم پر بہت گہرے اثرات چھوڑتے ہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ فرمان کہ

"زبان وجود (یعنی انسانی جسم) کی ڈیوڑھی (اندر آنے کا رستہ) ہے اور زبان کو پاک کرنے سے گویا خدا تعالیٰ وجود کی ڈیوڑھی میں آجاتا ہے"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 245)

کیا ہی اچھے طریق پر زبان کی حفاظت کرنے اور اُسے بُرائیوں سے بچائے رکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ جس طرح ہم اپنے گھروں کی بیرون گزرگاہ کو صاف ستھرا رکھتے ہیں۔ تا مہمان جب گھر میں آئیں تو اُنہیں خوشی محسوس ہو۔ اِسی طرح ہم اگر اپنے جسم میں اندر آنے کے رستہ میں موجود زبان کو صاف رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ مہمان بن کر ہمارے جسموں میں حلول کرے گا۔ جس کے اندر اللہ تعالیٰ آجائے تو اس سے بڑھ کر خوش قسمت کون ہو گا۔

پیارے بچو! جب ہمارے گھروں میں کوئی پیدا ہوتا ہے تو ہمارے بزرگ اُس نومولود کو گُڑتی دیتے ہیں یعنی پہلی غذا دی جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی جب جماعت بنائی یعنی جماعت احمدیہ پیدا ہوئی تو 10 شرائط بیعت کی صورت میں آپ بانیٔ جماعت نے گُڑتی دی اور آج ہر نو موبائع کو جماعت میں آنے کی صورت میں یہ گُڑتی دی جاتی ہے۔ اس گُڑتی میں سے چوتھی شرط کا تعلق آج کی تقریر کے موضوع سے ہے۔ جو یہ ہے

"یہ کہ خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے، نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے"

پس **میرے پیارے بھائیو!** ہم ابھی بچے ہیں، نوجوان اور جوان ہوں گے۔ ہمیں اپنی زبانوں کی ابھی سے حفاظت کرنی ہو گی۔ نازیبا اور ناپاک زبان کے نہ ہم متحمّل ہو سکتے ہیں، نہ ہمارا معاشرہ متحمّل ہو سکتا ہے اور نہ ہی ہماری جماعت۔ مَیں اپنی تقریر کے آخر پر آپ بچوں اور بچیوں کو حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع

رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایک خطبہ جمعہ کی طرف لے کر جانا چاہوں گا۔ جسے پانچ بنیادی اخلاق کا عنوان دیا گیا ہے اور آپ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ خطبہ جماعت احمدیہ کی دوسری صدی کے آغاز پر یہ فرما کر دیا تھا کہ اِن پانچ بنیادی افعال کے ساتھ ہم دوسری صدی میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ان میں دوسرا خُلق نرم اور پاک زبان کا استعمال ہے۔ ہم آج اِسے بھی اپنی تقریر کا عنوان دے سکتے ہیں۔ حضور رحمہ اللہ نے گو اِس خطبہ میں تمام افراد جماعت کو مخاطب فرمایا تھا لیکن نوجوان طبقہ بالخصوص مخاطب تھا۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا۔

”تربیت کا دوسرا پہلو نرم اور پاک زبان کا استعمال کرنا اور ایک دوسرے کا ادب کرنا ہے۔ یہ بھی بظاہر چھوٹی سی بات ہے۔ ابتدائی چیز ہے لیکن جہاں تک مَیں نے جائزہ لیا ہے وہ سارے جھگڑے جو جماعت کے اندر نجی طور پر پیدا ہوتے ہیں یا ایک دوسرے سے تعلقات میں پیدا ہوتے ہیں اُن میں جھوٹ کے بعد سب سے بُرا دخل اس بات کا ہے کہ بعض لوگوں کو نرم خوئی کے ساتھ کلام کرنا نہیں آتا۔ اِن کی زبان میں درشتگی پائی جاتی ہے۔ اُن کی باتوں اور طرز میں تکلیف دینے کا ایک رُجحان پایا جاتا ہے۔“

(مشعل راہ جلد 3 صفحہ 462-463)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”نرمی کی عادت ڈالنا تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمہارے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ ورنہ اگر تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر درشتی کرتے ہو تو تم بھی اپنے آپ کو اس بات کا حق دار بناتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم پر بھی درشتی کرے“

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 436)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”زبان ایک ایسی چیز ہے جس کا اچھا استعمال سب کو آپ کا گرویدہ بنا سکتا ہے اور اِس کا غلط استعمال دوست کو بھی دشمن بنا سکتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 20/ اگست 2004ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان نصائح پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز بُقعۃُ النور عمران۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿13﴾ ﴿مشاہدات۔970﴾

زُباں کی کھیتی

اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ (آل عمران:160)

کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے باعث آپؐ ان پر نرم دل ہیں۔

دو عضو اپنے جو کوئی ڈر کر بچائے گا
سیدھا خدا کے فضل سے جنت میں جائے گا
وہ اک زبان ہے عضو نہانی ہے
دوسرا، یہ ہے حدیث سیدنا سیدالوریٰؐ نے فرمایا

معزز سامعین! مَیں نے آج آپ بھائیوں سے زُبان سے نکلی ہوئی اچھی باتیں اور بُری باتوں پر گفتگو کرنی ہے۔ مَیں نے آج اپنی تقریر کا عنوان ”زُباں کی کھیتی“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ارشاد سے دیا ہے۔ آپؐ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا مَیں تمہیں سارے دین کا خلاصہ نہ بتاؤں؟ مَیں نے عرض کیا جی۔ ضرور۔ یارسول اللہ! ضرور بتایئے آپؐ نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا۔ اِسے روک کر رکھو۔ مَیں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا ہم جو کچھ بولتے ہیں کیا اِس کا ہم سے مؤاخذہ ہو گا؟ آپؐ نے فرمایا اے معاذ! حیرت ہے تو جانتا نہیں کہ لوگ اپنی زبانوں کی کاٹی ہوئی کھیتیوں یعنی اپنے بُرے بول اور بے موقع باتوں کی وجہ سے ہی جہنم میں اوندھے منہ گرائے جاتے ہیں۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مجھے دو اعضاء یعنی زبان اور شرم گاہ کی حفاظت کی ضمانت دے میں اُس کو جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب حفظ للسان)

عنوان کے مطابق مضمون کو وضاحت سے بیان کرنے سے قبل عنوان میں درج الفاظ ”زُبان“ اور ”کھیتی“ پر روشنی ڈالنی ضروری معلوم ہوتی ہے۔ زُبان بظاہر انسانی منہ میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے مگر حقیقت میں یہ انسان کی شخصیت کی آئینہ دار ہے۔ زُبان لوگوں پر یہ بات بالکل واضح کر دیتی ہے کہ اس انسان کا اندر کتنا پاک ہے یا کتنا گندہ ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ فرمان کتنا صحیح ہے آپؑ نے فرمایا۔

”نازک ترین معاملہ زبان سے ہے۔“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 280)

زبان کے بارے میں کہا جاتا ہے منہ یا زبان سے نکلی ہوئی بات اور کمان سے نکلا ہوا تیر یا بندوق سے نکلی ہوئی گولی کبھی واپس نہیں آتی چنانچہ کسی پنجابی شاعر نے ایک مصرع میں کیا خوب کہا ہے۔

”جو بول منہ اوں نکل گیا او تیر کمانوں نکل گیا۔“

اور کسی اردو کے شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

”بات اپنی کرے یا پرائی کرے
آدمی سوچ کے لب کشائی کرے“

عربی زبان کا ایک مشہور محاورہ ہے۔

”اَللِّسَانُ مَرْکَبٌ ذَلُوْلٌ“

یعنی زبان سَدھائی ہوئی سواری ہے جو اپنے اختیار میں ہے۔

انگریزی میں مثل مشہور ہے۔

Think before you speak

اور اردو میں مثل مشہور ہے۔

”پہلے تولو پھر بولو“ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ”زبان آپ کو مٹھائی بھی کھلا سکتی ہے اور پٹائی بھی“

قرآن کریم کی سورۃ المومنون میں خدا تعالیٰ نے مومنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ
یقیناً مومن کامیاب ہو گئے۔ وہ جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہیں اور جو لغو باتوں سے اعراض کرنے والے ہیں۔

(المومنون:1-3)

سامعین! جہاں تک لفظِ کھیتی کا تعلق ہے۔ یہ تربیتی معنوں میں بہت گہرا مفہوم اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ کسان یا جو لوگ کھیتی باڑی کرتے ہیں وہ اِس مضمون کو با آسانی سمجھ سکتے ہیں۔ فصل حاصل کرنے کے لئے زمین یا کھیت کو ہَل اور پانی کے ذریعہ نرم کیا جاتا ہے۔ جڑی بوٹیوں کو تلف کیا جاتا ہے۔ کسی اچھے بیج کی تلاش کی جاتی ہے پھر اُس بیج کو کھیت میں ڈالنے کے بعد مناسب پانی اور مناسب کھاد کا انتظام کیا جاتا ہے اور فصل کی نگرانی کی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ زائد جڑی بوٹیوں کو گوڈی کر کے ختم کیا جاتا ہے۔ چونکہ زُبان بھی ایک کھیتی ہے اِس لئے یہ تمام عوامل زُبان کی اچھی فصل حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں۔ ہمیں اِن عوامل کی تلاش کرنا ہے جو زبان کی اچھی فصل کے لئے ضروری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کریم جو کہ ہدایت کا منبع ہے اس کی سورۃ المدثر میں دوزخیوں اور جنتیوں کے درمیان ایک نہایت نصیحت آموز مکالمہ بیان ہوا ہے۔ جنت والے دوزخ والوں سے پوچھیں گے تمہیں کس چیز نے جہنم میں داخل کیا؟ وہ کہیں گے ہم نمازیوں میں سے نہیں تھے۔ ہم مسکینوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے اور ہم لغو باتوں میں مشغول رہنے والوں میں مشغول ہو جایا کرتے تھے اور ہم جزا سزا کے دن کا انکار کیا کرتے تھے۔ (المدثر:41-47)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔
”اللہ کی خاص رحمت کی وجہ سے تو ان کے لئے نرم ہو گیا اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو وہ ضرور تیرے گرد سے دور بھاگ جاتے۔“

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خلق بتایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل اور نرم زبان تھے۔ کبھی زبان سے کسی کو تکلیف نہیں دی اور نہ ہی کبھی کسی پر طعنہ زنی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک اور لہجہ نہایت شیریں اور فصاحت وبلاغت سے بھرپور ہوتا تھا اور اِسی کی آپؐ نے اپنی امت کو تعلیم دی ہے۔ اس قدر پیاری تعلیم دراصل اللہ تعالیٰ کی اس رحمت کا نتیجہ ہے

جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نرم زبان کی صورت میں بھیجی۔ خدا نے اپنی رحمت سے آپؐ کو خاص کر لیا تھا اور آپ نے اپنی پوری حیاتِ مبارکہ میں اپنی زبان مبارک کا اس قدر اعلیٰ استعمال فرمایا کہ جو بلاشبہ ہم سب کے لئے ایک قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ چنانچہ حضرت صفوان بن سلیمؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

"کیا مَیں تمہیں ایسی آسان عبادت نہ بتاؤں جو بجالانے کے لحاظ سے بڑی ہلکی ہے۔ خاموشی اختیار کرو، بے ضرورت بات نہ کرو اور اچھے اخلاق اپناؤ۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"دوزخ سے بچ جاؤ اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ساتھ اور جو شخص اس کو نہ پائے تو وہ اچھی بات (بیان کر کے بچ جائے)۔"

(بخاری و مسلم بحوالہ ریاض الصالحین صفحہ 88)

آپؐ نے ہمیشہ اچھی بات کرنے کی ترغیب دی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اچھی بات کہنا بھی صدقہ ہے"

(بخاری و مسلم بحوالہ ریاض الصالحین صفحہ 88)

اور ہمیشہ بُری بات کہنے سے روکا چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔

"بندہ بعض وقت ایسی بات کہتا ہے جس کی وجہ سے وہ جہنم میں مشرق و مغرب کے درمیانی فاصلہ سے زیادہ گہرائی میں جا پڑتا ہے۔"

حضرت عقبہ بن عامرؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نجات اور بچاؤ کی بہترین راہ کیا ہے؟ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"اپنی زبان کو روک کر رکھو اپنا گھر مہمانوں کے لئے کھلا رکھو اور اپنی غلطیوں پر نادم ہو کر خدا کے حضور رویا کرو۔" (ترمذی ابواب الزھد باب ما جاء فی حفظ اللسان)

پھر فرمایا جو کوئی بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے اُسے چاہئے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

(صحیح بخاری کتاب الایمان)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ رفق اور نرمی ہر چیز میں زینت اور خوبصورتی کا موجب بن جاتی ہے اور جس چیز سے فرق اور نرمی نکال دی جائے وہ بدنما ہو جاتی ہے۔

(صحیح مسلم کتاب البر والصلة باب فضل الرفق)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مَیں تم کو بتاؤں کہ آگ کس پر حرام ہے؟ وہ حرام ہے ہر اس شخص پر جو لوگوں کے قریب رہتا ہے یعنی نفرت نہیں کرتا، ان سے نرم سلوک کرتا ہے، ان کے لیے آسانی مہیا کرتا ہے اور سہولت پسند ہے۔

(جامع ترمذی صفة القیامه)

پھر فرمایا: انسان ایمان کی حقیقت کو پا نہیں سکتا جب تک اپنی زبان کو قابو میں نہ رکھے۔

(الجامع الکبیر للسیوطی حرف الاسلام)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ مخالفین کے سخت بدکلامی کرنے کے باوجود انہیں معاف فرما دیتے اور اُن کے لئے ہدایت کی دعا کرتے۔ آپؐ نے فرمایا۔

طُوبٰی لِمَنْ مَلِكَ لِسَانِهٖ وَوَسِعَهُ بَيْتَهٗ وَبَكٰى خَطِيْئَتِهٖ

یعنی خوش نصیب ہے وہ شخص، جس کی زبان اُس کے قابو میں ہو۔ اُس کا مکان (مہمانوں کے لئے) کشادہ ہو اور وہ اپنے گناہوں پر روئے۔

الغرض آپ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر وجہ کے کلام نہ فرماتے، جب کلام شروع فرماتے تو کلام کا آغاز نرمی اور آہستگی سے فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام بہت بامعنٰی ہوتا، گفتگو واضح ہوتی اور فضول بات نہ کرتے، سخت کلامی نہ فرماتے، نہ کسی کی توہین کرتے اور خدا کی چھوٹی چھوٹی نعمت کی بھی بڑائی بیان فرماتے۔

(شمائل ترمذی باب ما جاء فی کلام رسول اللہ)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں خراج عقیدت پیش فرمایا ہے۔

”اس حسین چہرے سے جب بھی ملاقات کا موقع پیدا ہوتا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق، آپ کی نرم اور میٹھی زبان اس حسن کو چار چاند لگا دیا کرتے تھے۔ حضرت ام معبد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلق کا بڑا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے کہ قریب سے دیکھنے سے انتہائی شیریں زبان اور عمدہ اخلاق والے تھے۔“

(خطبہ جمعہ 25/ فروری 2005ء)

سامعین! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام مسیح موعودؑ کے کاموں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ یُحْیِیَ الدِّیْنَ یعنی وہ دین کو زندہ کرے گا وَیُقِیْمُ الشَّرِیعَۃ اور شریعت کو اصل حالت میں قائم کرے گا۔

چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس کام کو خوب کر کے دکھا دیا آپؑ نے اپنے آقا و مطاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے ماننے والوں کو زبان کے استعمال میں احتیاط کا درس دیا چنانچہ آپؑ نے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے جو 10 شرائط بیعت بیان فرمائیں اُن میں سے چوتھی شرط میں فرماتے ہیں۔

”یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دے گا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔“

(اشتہار تکمیلِ تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

آپؑ فرماتے ہیں۔

”میری تمام جماعت جو اس جگہ حاضر ہے یا اپنے مقامات پر بود و باش رکھتے ہیں۔ اس وصیت کو توجہ سے سنیں کہ وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک نیتی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بد چلنی ان کے نزدیک نہ آسکے۔ وہ پنج وقتہ نماز باجماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں اور کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال

بھی دل میں نہ لائیں..... اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور غریب مزاج بندے ہو جائیں اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے..... اور تمام انسانوں کی ہمدردی ان کا اصول ہو اور خدا تعالیٰ سے ڈریں اور اپنی زبانوں اور اپنے ہاتھوں اور اپنے دل کے خیالات کو ہر ایک ناپاک اور فساد انگیز طریقوں اور خیانتوں سے بچاویں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 46۔47)

اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں۔

"میری جماعت میں سے ہر ایک فرد پر لازم ہو گا کہ ان تمام وصیتوں کے کاربند ہوں اور چاہیے کہ تمہاری مجلسوں میں کوئی ناپاکی اور ٹھٹھے اور ہنسی کا مشغلہ نہ ہو اور نیک دل اور پاک طبع اور پاک خیال ہو کر زمین پر چلو اور یاد رکھو! ہر ایک شر مقابلہ کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ اکثر اوقات عفو اور درگزر کی عادت ڈالو اور صبر اور حلم سے کام لو اور کسی ناجائز طریق سے حملہ نہ کرو اور جذبات نفس کو دبائے رکھو اور اگر کوئی بحث کرو یا مذہبی گفتگو ہو تو نرم الفاظ اور مہذبانہ طریق سے کرو اور اگر کوئی جہالت سے پیش آئے تو سلام کرو ایسی مجلس سے اٹھ کر چلے جاؤ۔ اگر تم ستائے جاؤ گالیاں دیے جاؤ اور تمہارے حق میں بُرے بُرے الفاظ کہے جائیں تو ہوشیار ہو کر سفاہت کا سفاہت کے ساتھ تمہارا مقابلہ نہ ہو ورنہ تم بھی ویسے ہی ٹھہرو گے جیسے کہ وہ ہیں۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں ایک ایسی جماعت بنادے کہ تم تمام دنیا کے لئے نیکی اور راست بازی کا نمونہ ٹھہرو۔ سو اپنے درمیان سے ایسے شخص کو جلد نکالو جو بدی اور شرارت اور فتنہ انگیزی اور بدنفسی کا نمونہ ہے جو شخص ہماری جماعت میں غربت اور نیکی اور پرہیز گاری اور حلم اور نرم زبانی اور نیک مزاجی اور نیک چلنی کے ساتھ نہیں رہ سکتا وہ جلد ہم سے جدا ہو جائے گا۔ کیونکہ ہمارا خدا نہیں چاہتا کہ ایسا شخص ہم میں رہے اور یقیناً وہ بدبختی میں مرے گا کیونکہ اس نے نیک راہ کو اختیار نہ کیا۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 47)

حضرت مسیح موعودؑ ایک اور جگہ پر فرماتے ہیں۔

"تقویٰ تمام جوارح انسانی اور عقائد زبان اخلاق وغیرہ سے متعلق ہے۔ نازک ترین معاملہ زبان سے ہے۔ بسا اوقات تقویٰ کو دور کر کے ایک بات کہتا ہے اور دل میں خوش ہو جاتا ہے کہ مَیں نے یوں کہا اور ایسا کہا

حالانکہ وہ بات بُری ہوتی ہے۔ مجھے اس پر ایک نقل یاد آئی ہے کہ ایک بزرگ کی کسی دنیادار نے دعوت کی جب وہ بزرگ کھانا کھانے تشریف لے گئے تو اس متکبر دنیادار نے اپنے نوکر کو کہا کہ فلاں تھال لانا جو ہم پہلے حج میں لائے تھے اور پھر کہا دوسرا تھال بھی لانا جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے اور پھر کہا کہ تیسرے حج والا بھی لیتے آنا۔ اس بزرگ نے فرمایا کہ تُو تو بہت ہی قابلِ رحم ہے۔ ان تین ہی فقروں میں تو نے اپنے تینوں ہی حجوں کا ستیاناس کر دیا۔ تیرا مطلب اس سے صرف یہ تھا کہ تو اس امر کا اظہار کرے کہ تو نے تین حج کئے ہیں۔ اس لئے خدا نے تعلیم دی ہے کہ زبان کو سنبھال کر رکھا جائے اور بے معنی بے ہودہ، بے موقع غیر ضروری باتوں سے احتراز کیا جائے... زبان سے ہی انسان تقویٰ سے دور چلا جاتا ہے اور زبان سے تکرر کر لیتا ہے اور زبان سے ہی فرعونی صفات آ جاتی ہیں اور اسی زبان کی وجہ سے پوشیدہ اعمال کو ریاکاری سے بدل لیتا ہے اور زبان کاں زیاں بہت جلد پیدا ہوتا ہے... زبان کا زیاں خطرناک ہے اس لیے متقی اپنی زبان کو بہت قابو میں رکھتا ہے اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نہیں نکل سکتی جو تقویٰ کے خلاف ہو۔ پس تم اپنی زبانوں پر حکومت کرو نہ یہ کے زبانیں تم پر حکومت کریں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 280-281)

سامعین! حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنی ساری زندگی میں مخالفتوں کے طوفانوں کا دشمنوں کی گالیوں کا کمال حلم سے مقابلہ فرمایا اور کبھی اپنی زبان مبارکہ سے ایک سخت کلمہ نہ نکالا بلکہ ان گالیاں دینے والوں کو اپنے گھر سے کھانا تک کھلایا اور اپنے اصحاب کا بھی ہمیشہ ادب واحترام کیا اور اپنی زبان مبارکہ سے ایک سخت کلمہ تک نہ نکالا آپؑ کے جلیل القدر صحابی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹیؓ بیان کرتے ہیں۔

"آپ اپنے خدام کو بڑے ادب و احترام سے پکارتے ہیں اور حاضر وغائب ہر ایک کا نام ادب سے لیتے ہیں۔ مَیں نے بارہا سنا ہے اندر آپ اپنی زوجہ سے گفتگو کر رہے ہیں اور اسی اثنا میں کسی خادم کا نام زبان پر آ گیا ہے تو بڑے ادب سے لیا ہے جیسے سامنے لیا کرتے ہیں۔ کبھی تُو کر کے کسی سے خطاب نہیں کرتے۔ تحریروں میں جیسے آپ کا عام رویہ ہے "اخویم مولوی صاحب" اور "اخویم حبی فی اللہ مولوی

صاحب۔" اسی طرح تقریر فرماتے ہیں "مولوی صاحب یوں فرماتے ہیں"..... مَیں نے اتنے عرصہ دراز میں کبھی نہیں سنا کہ آپ کی مجلس میں کسی کو بھی تُو کہہ کر پکارا ہو یا خطاب کیا ہو۔"

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ صفحہ 43)

آپؑ فرماتے ہیں۔

"گالیاں دیتے ہیں اس کی تو مجھے پرواہ نہیں ہے۔ بہت سے خطوط گالیوں کے آتے ہیں جن کا مجھے محصول بھی دینا پڑتا ہے اور کھولتا ہوں تو گالیاں ہوتی ہیں۔ اشتہاروں میں گالیاں دی جاتی ہیں اور اب تو کھلے لفافوں پر گالیاں لکھ کر بھیج دیتے ہیں مگر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے اور کیا خدا کا نور کہیں بجھ سکتا ہے؟ ہمیشہ نبیوں، راستبازوں کے ساتھ ناشکروں نے یہی سلوک کیا۔ مَیں بنی نوع انسان کا حقیقی خیر خواہ ہوں۔ جو مجھے دشمن سمجھتا ہے وہ خود اپنی جان کا دشمن ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 126)

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا جانتا ہے کہ کبھی ہم نے جواب کے وقت نرمی اور آہستگی کو ہاتھ سے نہیں دیا اور ہمیشہ نرم اور ملائم الفاظ سے کام لیا ہے۔ بجز اس صورت کے کہ بعض اوقات مخالفوں کی طرف سے نہایت سخت اور فتنہ انگیز تحریریں پاکر کسی قدر سختی مصلحت آمیز اس غرض سے ہم نے اختیار کی کہ تا قوم اس طرح سے اپنا معاوضہ پاکر وحشیانہ جوش کو دبائے رکھے اور یہ سختی نہ کسی نفسانی جوش سے اور نہ کسی اشتعال سے بلکہ محض آیت وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل:126) پر عمل کر کے ایک حکمت عملی کے طور پر استعمال میں لائی گئی اور وہ بھی اس وقت کے مخالفوں کی توہین اور تحقیر اور بدزبانی انتہا تک پہنچ گئی اور ہمارے سید و مولیٰ، سرورِ کائنات، فخر موجودات کی نسبت ایسے گندے اور پُر شر الفاظ ان لوگوں نے استعمال کئے کہ قریب تھا کہ ان سے نقص امن پیدا ہو تو اس وقت ہم نے اس حکمت عملی کو برتا۔"

(البلاغ، (فریاد درد) روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 385)

اسی طرح خلافت احمدیہ کے خلاف مخالفین جس ڈھب سے اپنی زبانیں دراز کرتے ہیں کہ خدا کی پناہ۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

”نرمی کی عادت ڈالو تا کہ خدا تعالیٰ بھی تمہارے سے نرمی سے پیش آئے۔ ورنہ اگر تم خدا تعالیٰ کی مخلوق پر درشتی کرتے ہو تو تم بھی اپنے آپ کو اس بات کا حق دار بناتے ہو کہ خدا تعالیٰ تم پر درشتی کرے۔“

(انوار العلوم جلد 5 صفحہ 436)

سامعین! زبان کے درست استعمال کا سبق ہمیشہ خلافت کے دربار سے بھی ملتا رہتا ہے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 24 نومبر 1989ء کے خطبہ جمعہ میں مذہبی قوموں کی تعمیر و ترقی میں سب سے اہم بات ان کے اخلاق کی تعمیر کو قرار دیتے ہوئے پانچ بنیادی اخلاق کو اپنانے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے دوسرا بنیادی خلق ”نرم اور پاک زبان کا استعمال“ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

”تربیت کا دوسرا پہلو نرم اور پاک زبان کا استعمال کرنا اور ایک دوسرے کا ادب کرنا ہے یہ بھی بظاہر چھوٹی سی بات ہے ابتدائی چیز ہے لیکن جہاں تک مَیں نے جائزہ لیا ہے وہ سارے جھگڑے جو جماعت کے اندر نجی طور پر پیدا ہوتے ہیں یا ایک دوسرے سے تعلقات میں پیدا ہوتے ہیں ان میں جھوٹ کے بعد سب سے بڑا دخل اس بات کا ہے کہ بعض لوگوں کو نرم خوئی کے ساتھ کلام کرنا نہیں آتا۔ ان کی زبان میں درشتگی پائی جاتی ہے۔ ان کی باتوں اور طرزِ عمل میں تکلیف دینے کا ایک رجحان پایا جاتا ہے جس سے وہ بسا اوقات باخبر نہیں ہوتے۔ جس طرح کانٹے دکھ دیتے ہیں اور ان کو پتا نہیں ہے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اس طور پر بعض لوگ روحانی طور پر سوکھ کر کانٹے بن جاتے ہیں اور ان کی روزمرہ کی باتیں چاروں طرف دکھ بکھیر رہی ہوتی ہیں، تکلیف دے رہی ہوتی ہیں اور ان کو خبر بھی نہیں ہوتی ہم کیا کر رہے ہیں۔ ایسے اگر مرد ہوں تو ان کی عورتیں بیچاری ہمیشہ ظلموں کا نشانہ بنتی رہتی ہیں اور اگر عورتیں ہوں تو ان کے مردوں کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ یہ بات بھی ایسی ہے جس کو بچپن سے ہی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ گھر میں بچے جب ایک دوسرے سے کلام کرتے ہیں اگر وہ آپس میں ادب اور محبت سے کلام نہ کریں اگر چھوٹی چھوٹی بات پر تو تو میں میں اور جھگڑے شروع ہو جائیں تو آپ یقین جانیں کہ آپ ایک گندی نسل پیچھے چھوڑ کر جانے والے ہیں۔ ایک ایسی نسل چھوڑ کر جا رہے ہیں جو آئندہ زمانوں میں قوم کو تکلیفوں اور

دکھوں سے بھر دے گی اور آپ اس بات کے ذمہ دار ہیں جن کی آنکھوں کے سامنے ان کے بچوں نے ایک دوسرے سے زیادتیاں کیں، سختیاں کیں، بدتمیزیاں کیں اور آپ نے ان کو ادب سکھانے کی طرف توجہ نہ کی۔"

(مشعل راہ جلد 3 صفحہ 462)

پھر آپؒ فرماتے ہیں۔

"مَیں نے محسوس کیا ہے کہ جب تک بچپن سے ہم اپنی اولاد کو زبان کا ادب نہیں سکھاتے اس وقت تک آئندہ ان کے کردار کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتے۔"

(مشعل راہ جلد 3 صفحہ 463)

حضرت خلیفہ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں۔

"زبان ایک ایسی چیز ہے جس کا اچھا استعمال سب کو آپ کا گرویدہ بنا سکتا ہے اور اِس کا غلط استعمال دوست کو بھی دشمن بنا سکتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 20/ اگست 2004ء)

ہم اپنی زبان سے محبت وپیار کرکے لوگوں کے دلوں پہ فتح حاصل کرسکتے ہیں عربی زبان میں کہتے ہیں۔"لِیْنُ الْکَلَام قَیْدُالْقُلُوب" یعنی نرم بات دلوں کی بیڑی ہے۔ پیار سے تو پتھر دِل بھی موم ہو جاتا ہے۔

زبان کے استعمال کے بارہ میں تعلیمات ہم تک قرآنِ پاک، احادیث نبویؐ، حضرت مسیح موعودؑ اور خلفاء احمدیت کے ذریعہ پہنچتی رہتی ہیں۔ اب یہ ہم پر ہے کہ ہم زبان کا استعمال کس طور پر کرتے ہیں۔ حضرت نبی کریم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

"مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔"

(بخاری کتاب الایمان)

ہمارے زمانے میں سمجھا جاتا ہے کے صرف گالم گلوچ ہی سخت زبان ہے اس لئے گالم گلوچ نہیں کرنی چاہیے۔ حالانکہ نرم اور پاک زبان کے استعمال میں یہ بھی مد نظر رکھنا چاہیے کہ طعنہ زنی سے بچا جائے،

غیبت اور چغل خوری سے بچا جائے۔ سخت الفاظ استعمال نہ کئے جائیں۔ پس زُبان سے عمدہ اور اچھی فصل حاصل کرنے کے لئے وہ تمام سعی کرنی ہے جو قرآن مَیں بیان ہوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے روحانی فرزند نے عملاً اپنے نمونہ سے کر دکھلایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین

گالیاں سن کے دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

(بتعاون: زاہد محمود)

۞۞۞۞

﴿14﴾ ﴿مشاہدات۔958﴾

اسلام کا ایک بنیادی وصف۔ سچائی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا (الاحزاب:71)

صاف اور سیدھی بات کیا کرو۔

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31)

کہ جھوٹ سے بچو۔

جھوٹ اور سچ میں جو ہے فرق وہ پیدا ہو گا
کوئی پا جائے گا عزت کوئی رُسوا ہو گا

پیارے بچو! مجھے آپ بچوں سے خُلقِ حسنہ۔ سچائی اور خُلقِ سئیہ۔ جھوٹ پر گفتگو کرنی ہے۔

اطفال و ناصرات کے لیے "جھوٹ سے اجتناب" کے عنوان سے مشاہدات کے 100 نمبر پر تقریر تیار ہو چکی ہے۔ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ 21/ستمبر 2025ء کو مجلس اطفال احمدیہ برطانیہ اور مجلس خدام احمدیہ برطانیہ کے مشترکہ سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے اچھے اخلاق اپنانے کی تلقین فرمائی۔ اس میں جھوٹ سے بچنے اور سچائی اپنانے کی نصیحت بھی شامل تھی۔ آپ فرماتے ہیں کہ "قرآن کریم ہمیں ایک اور بنیادی وصف سچائی کی تعلیم دیتا ہے۔ ہر صورتحال میں سچائی پر قائم رہنا چاہیے۔ چاہے حالات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں۔ ہر احمدی، چاہے نوجوان ہو یا بوڑھا، کاروبار، مالی معاملات اور دیگر امور میں اعلیٰ ترین معیار کی سچائی اور ایمانداری قائم رکھے۔ مکمل دیانتداری ہر احمدی کی

پہچان ہونی چاہیے تا کہ ہماری جماعت دنیا کو منوّر کر سکے اور انہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے اور اس کی عبادت کی طرف رہنمائی کر سکے۔"

حضور نے اس نصیحت کے بعد بعض بُرائیوں جیسی غیبت، امانتوں میں خیانت اور فساد وغیرہ سے بچنے کی تلقین فرمائی۔ اِن تمام بُرائیوں کا کسی نہ کسی طرح تعلق جھوٹ سے جاملتا ہے۔ حضور نے بچوں کو سمجھانے کے لیے ایک واقعہ بھی بیان فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ حاضر ہوئی۔ وہ چاہتی تھی کہ اُس کا بچہ حضور صلی للہ علیہ وسلم کی صحبت میں بیٹھے مگر وہ کھیل کود میں مصروف تھا تو ماں نے بچے کو لالچ دیتے ہوئے کہا کہ مَیں تمہیں کچھ دوں گی۔ حضور صلی للہ علیہ وسلم نے خاتون سے پوچھا تم نے کچھ دیا بچے کو۔ تو ماں نے جواب دیا کہ ہاں یارسول اللہ! کھجور دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر کچھ نہ دیتی تو تمہارا شمار جھوٹوں میں ہوتا۔

پیارے بچو! پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خطاب کے آخر پر سچائی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے دوبارہ فرمایا کہ

"آج آپ یہاں سے روانہ ہوں تو اپنے آپ سے پوچھیں کہ کیا آپ اُن خدام و اطفال میں شامل ہوں گے جو واقعی اپنی اصلاح چاہتے ہیں اور دنیا کو اللہ کی طرف، اللہ تعالیٰ کی عبادت، امن اور سچائی کی طرف رہنمائی کرنا چاہتے ہیں۔"

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مختلف مقامات پر سچ بولنے، سچی گواہی دینے اور جھوٹ سے بچنے، جھوٹی گواہی سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے سچائی کے لیے قولِ سَدِید اور جھوٹ کے لیے قول الزُّورِ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سچائی کے ذکر کے ساتھ سچی گواہی دینے اور جھوٹ سے بچنے کی نصیحت کے ساتھ جھوٹی گواہی نہ دینے کی تلقین فرمائی ہے۔ نیز لغویات جس میں جھوٹ شامل ہے، سے پرہیز کرنے کے ذکر کے علاوہ مؤمنوں کی صفات بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے وَ الصّٰدِقِیْنَ وَالصّٰدِقَاتِ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ آج کل عدالتوں میں مقدمہ بازی کے لیے جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے اور جھوٹی گواہی دلائی جاتی ہے۔ اِسی طرح بیرون ملک اسائلم لینے کے لیے بھی جھوٹی کہانیاں گھڑی جاتی ہیں جو مناسب نہیں۔ اللہ پر توکّل کر کے ایسے مواقع پر سچ بولنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنی جناب سے

فضل کر کے تمام کام سیدھے کر دیتا ہے۔ ہمارے خلفاء بالخصوص حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیسیوں دفعہ اس حوالہ سے سچ بولنے کی تلقین فرمائی ہے۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں بہت دفعہ جھوٹ نہ بولنے کی نصیحت فرمائی ہے اور جھوٹ بولنے کو بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ جو جہنّم کی طرف لے جاتا ہے۔ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو بعض نصائح فرما رہے تھے۔ فرمایا کیا مَیں تمہیں سب سے بڑا گناہ نہ بتاؤں۔ صحابہ نے عرض کی۔ کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلاَ با لزُّورِ۔ اَلاَ با لزُّورِ۔ اَلاَ بالزُّورِ۔ سنو سنو! وہ جھوٹ ہے جس سے بچ کر زندگی بسر کرنی چاہیے۔

مَیں اپنے بھائیوں کو ایک نصیحت آموز سچا واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔ حضرت عبد القادر جیلانیؒ اسلام کے ایک بہت بڑے بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کی اُمّی نے ایک سفر پر بھجواتے ہوئے آپ کی قمیض میں 40 دینار رکھ کر سی دیئے اور نصیحت کی کہ بیٹا! اگر کوئی پوچھے تو بتا دینا۔ جھوٹ نہ بولنا۔ سفر میں ڈاکو آ گئے آپ نے اُن کو بتا دیا کہ میری قمیض میں 40 دینار ہیں۔ ڈاکو کا سردار آپ کی اِس بات سے اِس قدر متاثر ہوا کہ ایک چھوٹا سا بچہ اپنی اُمّی کی بات پر عمل کر کے جھوٹ نہیں بول رہا اور ہم اللہ کی باتوں کو نہ مان کر بُرے کام کر رہے ہیں۔ اُن ڈاکوؤں نے توبہ کی اور چوری وغیرہ چھوڑ دی۔

بس پیارے بھائیو! ہمیں بھی جھوٹ چھوڑ کر سچائی کو اپنانا چاہیے۔ اللہ ہمیں اِس کی توفیق دے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے دوسری صدی میں داخلے کے وقت پانچ اخلاق اپنانے کی تلقین فرمائی تھی۔ اِن پانچ میں سے پہلے نمبر پر سچائی تھی اور دوسرے نمبر پر نرم اور پاک زبان تھا۔ جس میں بھی سچائی آ جاتی ہے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

”سچ کے بغیر کسی اعلیٰ منصوبے کی تعمیر ممکن نہیں۔ اس لیے جماعتِ احمدیہ میں بچپن سے ہی سچ کی عادت ڈالنا اور مضبوطی سے اپنی اولادوں کو سچ پر قائم کرنا نہایت ضروری ہے“

(خطبہ جمعہ 24/ نومبر 1989ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

”یقیناً یاد رکھو! جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیا دار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں۔ مگر مَیں کیوں کر اس کو باور کروں۔ مجھ پر 7 مقدمے ہوئے ہیں اور خدا کے فضل سے کسی میں بھی ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی“

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 238)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”ہم احمدی جو آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے عاشقِ صادق کی جماعت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ہم نے یہ سچائی کا پیغام دنیا کو پہنچانا ہے۔ لیکن کس طرح؟ پہلے تو ہمیں اپنے آپ کو سچا ثابت کرنا ہو گا“

(خطبہ جمعہ 9؍ستمبر 2011ء)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جن کے کردار سے آتی ہے صداقت کی مہک
اُن کی تدریس سے پتھر بھی پگھل سکتے ہیں

(کمپوزڈ: مسز زکیہ فردوس کوملؔ۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿15﴾ ﴿مشاہدات۔973﴾

وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حُرُمٰتِ اللّٰهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ وَاُحِلَّتْ لَكُمُ الْاَنْعَامُ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31)

یہ (ہم نے حکم دیا) اور جو بھی اُن چیزوں کی تعظیم کرے گا جنہیں اللہ نے حرمت بخشی ہے تو یہ اس کے لئے اس کے ربّ کے نزدیک بہتر ہے اور تمہارے لئے چوپائے حلال کر دیئے گئے سوائے ان کے جن کا ذکر تم سے کیا جاتا ہے۔ پس بتوں کی پلیدی سے احتراز کرو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔

راستی کے سامنے کب جھوٹ پھلتا ہے بھلا
قدر کیا پتھر کی لعل بے بہا کے سامنے

معزز سامعات! مَیں نے آج آپ بہنوں کے سامنے ایک قرآنی حکم وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ پر کچھ کہنا ہے جو سورۃ الحج کی آیت 31 کا حصّہ ہے جس کے معانی ہیں جھوٹ کہنے یا بولنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ نے اِس حکم کو بُت پرستی (جو شرک ہے) سے بچنے اور خدا کا کسی کو شرک نہ بنانے کے حکموں کے درمیان لاکر یہ بتایا ہے کہ جھوٹ بھی ایک قسم کا شرک ہے جس پر انسان اللہ سے ناامید ہو کر انحصار کرتا ہے۔ مَیں نے آج اِس عنوان کو اِس لئے چُنا ہے کہ ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ماہ ستمبر 2025ء میں منعقد ہونے والے برطانیہ کے ذیلی تنظیموں کے تینوں سالانہ اجتماعات سے علیحدہ علیحدہ خطاب میں جھوٹ سے بچنے اور سچائی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور مؤرخہ 27 ستمبر کو لجنہ ممبرات سے خطاب میں جھوٹ کے خلاف منصوبہ بندی کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ

”ایک مؤمنہ عورت کی صفَت سچائی پر قائم رہنا ہے۔ جب ایک احمدی سچائی پر قائم رہتی ہے اور جھوٹ سے بچتی ہے تو وہ ایک روحانی جہاد پر روانہ ہوتی ہے۔ یہ جہاد اُسے نہ صرف ہر قسم کے شرک سے بچاتی ہے بلکہ

اُس کی اولاد اور دیگر معاشرے کے لئے بھی ایک نمونہ قائم کرتی ہے جو اُنہیں جھوٹ سے پرہیز کرنے اور شرک کو مٹانے کا سبق دیتا ہے۔ جو شخص سچائی کو قائم کرتا ہے اور دوسروں میں بھی یہ وصف پیدا کرتا ہے وہ یقیناً معاشرے کو خوبصورت بنانے میں ایک کلیدی کردار ادا کر رہا ہوتا ہے۔ جھوٹ، فساد اور گھروں اور معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کی کُنجی ہے۔ چونکہ احمدیت کی اگلی نسل آپ کی گود میں پروان چڑھ رہی ہے اِس لئے ضروری ہے کہ آپ ہمیشہ سچائی پر قائم رہیں۔

مجھ سے جب بھی مائیں اِس غیر اسلامی ماحول میں بچوں کی اچھی تربیت کے لئے رہنمائی لیتی ہیں تو میرا یہی جواب ہوتا ہے کہ اپنا عملی نمونہ اسلامی تعلیمات کے مطابق بنائیں کیونکہ بچہ چھوٹی عمر سے ہی ماں کے پاس زیادہ ہوتا ہے اور اِسے دیکھ کر اِس کی نقل کرتا ہے۔ اِس لئے احمدی ماؤں کی بڑی ذمہ داری ہے کہ وہ معاشرے سے شرک کو مٹائیں اور سچائی کو قائم کریں۔ اِسی طرح لجنہ اماء اللہ کو اجتماعی طور پر معاشرے میں سچائی قائم کرنے کے حوالے سے منصوبہ بندی کرنی چاہئے۔ اللہ نے جھوٹ کو شرک کے برابر گردانا ہے اور ایک احمدی کے لئے یہ بات کافی ہونی چاہئے کہ وہ اِس سے بچ کر رہے۔ اگر مائیں بچوں کو جھوٹ سے بچا لیں تو وہ ایک ایسی نسل کو پروان چڑھائیں گی جو کہ بہادر اور حق کی بات کرنے والی ہو گی اور پھر اِسی جرات کے نتیجہ میں دنیا کو خدا کے دین کی طرف بلانے والی ہو گی۔"

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 4/ اکتوبر 2025ء)

معزز سامعات! اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کے لئے کِذب اور قولِ زور جبکہ سچائی کے لئے صِدق اور قولِ سدید کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ جہاں تک قولِ زور کے الفاظ کا تعلق ہے۔ ایک دفعہ تو سورۃ الحج میں یہ الفاظ فرما کر اِس سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے جس کی تلاوت مَیں آغاز پر کر آیا ہوں۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ایک اور مقام پر عباد الرحمان کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان:73)

یعنی یہ وہ (اللہ تعالیٰ کے نیک) بندے ہیں جو جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قولِ زُور کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

أَلا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الكَبَائِرِ قُلْنَا: بَلَى يَا رَسولَ اللهِ، قالَ: الإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَعُقُوقُ الوَالِدَيْنِ، وَكَانَ مُتَّكِئًا فَجَلَسَ فَقَالَ: أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ، أَلَا وَقَوْلُ الزُّورِ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ فَما زالَ يقولُها، حتَّى قُلتُ: لا يَسْكُتُ

(صحیح بخاری)

کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”کیا مَیں تمہیں وہ گناہ نہ بتاؤں، جو کبیرہ گناہوں میں بھی بڑے ہیں؟“ اور آپؐ نے یہ بات تین بار فرمائی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا۔ ”جی ہاں! اے اللہ کے رسول! پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ ”اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔“ پھر آپؐ بیٹھ گئے، جب کہ آپؐ (تکیے پر) ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر فرمایا۔ ”خبردار! اور جھوٹ بولنا بھی (کبیرہ گناہوں میں بڑا گناہ ہے)۔“

(صحیح بخاری، حدیث:2654)

پھر رمضان اور جھوٹ کے تعلق میں آپؐ نے فرمایا۔

مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالعَمَلَ بِهِ، فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ

(بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور)

کہ جو شخص جھوٹ بولنا اور جھوٹ پر عمل کرنا نہ چھوڑے تو اللہ کو کوئی حاجت نہیں کہ ایسا شخص کھانا اور پینا چھوڑ دے۔

سامعات! اَلزُّوْرِ ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں سچائی کو غلط طریقے سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حقائق کو جان بوجھ کر مسخ کرنا شامل ہے۔ جھوٹ صرف کسی بات کو غلط بیان کرنے کا نام ہے، جبکہ الزُّوْرِ میں سچ کو چھپانا یا غلط کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش شامل ہوتی ہے۔ نیز اَلزُّوْرِ ایک ایسا جھوٹ ہے جس کا مقصد کسی کی بدنامی کرنا، اس کی ساکھ کو نقصان پہنچانا یا اس کے خلاف کوئی غلط تاثر پیدا کرنا ہوتا ہے۔

جیسا کہ ہم اوپر سن آئے ہیں کہ جھوٹ کو عربی زبان میں ''کِذب'' کہتے ہیں۔ خلافِ واقعہ کسی بات کی خبر دینا، چاہے وہ خبر دینا جان بوجھ کر ہو، یا غلطی سے ہو، جھوٹ کہلاتا ہے۔

(المصباح المنیر)

جھوٹ بولنے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، جن میں شرمندگی سے بچنا، کسی غلط کام کو چھپانا، یا خود کو بچانا شامل ہے. کسی نے کِذب کی تعریف میں لکھا ہے کہ کذب کے معنی ہیں جانتے بوجھتے کسی چیز کے متعلق خلاف حقیقت خبر دینا' جیسے سورۃ یوسف میں ہے بِدَمٍ كَذِبٍ۔ جھوٹ موٹ کا خون یعنی ایسا خون جو اُس کا نہ تھا جس کا وہ بتایا گیا تھا۔ یا جیسے اَكْذَبَ الرَّجُلُ اُس وقت کہتے ہیں جب کسی آدمی کو پکارا جائے اور وہ سوتے ہوئے کی طرح چپ سادھ لے یعنی سو نہ رہا ہو بلکہ سوتا ہوا ظاہر کر رہا ہو۔ نیز مثال کے طور پر، اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی کو غلط راستہ بتائے تا کہ وہ گمراہ ہو جائے، تو یہ جھوٹ ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچائی نیکی کی طرف اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے اور جو انسان ہمیشہ سچ بولے اللہ کے نزدیک وہ صدیق لکھا جاتا ہے اور جھوٹ گناہ کی طرف اور گناہ جہنم کی طرف لے کر جاتا ہے اور جو آدمی ہمیشہ جھوٹ بولے ہو اللہ کے ہاں کذّاب لکھا جاتا ہے۔

(مسلم کتاب البر و الصلة)

یہ بات بالکل سچ ہے کہ انسان اگر بغیر چاہے بھی ایک جھوٹ ہی بول دے تو اسے چھپانے کے لئے کئی ایک جھوٹ اور بولنے پڑتے ہیں اور آخر کار فائدہ حاصل کرنے کی بجائے نقصان اُٹھانا پڑتا ہے جبکہ شرمندگی الگ ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کہنا کہ مجھے مجبوراً جھوٹ بولنا پڑا بالکل غلط بات ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ نے جھوٹ کو نجاست کہا تھا کہ اس سے پرہیز کرو۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ بُت پرستی کے ساتھ اس جھوٹ کو ملایا ہے۔ جیسا احمق انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھر کی طرف سر جھکاتا ہے ویسے ہی صدق اور راستی کو چھوڑ کر اپنے مطلب کے لیے جھوٹ کو بت بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بُت پرستی کے ساتھ ملایا اور اس سے نسبت دی جیسے ایک بُت پرست بُت سے نجات چاہتا ہے۔ جھوٹ بولنے والا بھی اپنی طرف سے بُت بناتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس بُت کے ذریعہ نجات ہو جاوے گی۔ کیسی خرابی آکر پڑی ہے۔ اگر کہا جاوے کہ کیوں بُت پرست ہوتے ہو اس نجاست کو چھوڑ دو تو کہتے ہیں کہ کیوں چھوڑیں۔ اس کے بغیر گزارہ نہیں ہو سکتا اس سے بڑھ کر کیا بد قسمتی ہو گی جھوٹ پر اپنی زندگی کا مدار سمجھتے ہیں مگر مَیں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آخر سچ ہی کامایب ہوتا ہے۔ بھلائی اور اسی کی فتح ہے..... یقیناً یاد رکھو! جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں عام طور پر دنیا دار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں مگر مَیں کیوں اس کو باور کروں مجھ پر سات مقدمے ہوئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی ایک میں ایک لفظ بھی مجھے جھوٹ لکھنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ کوئی بتائے کہ کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو۔ اللہ تعالیٰ تو آپ کی سچائی کا حامی اور مددگار ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راست باز کو سزا دے؟ اگر ایسا ہو تو پھر دنیا میں کوئی شخص سچ بولنے کی جرأت نہ کرے اور خدا تعالیٰ پر سے ہی اعتقاد اُٹھ جاوے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 238-239)

جھوٹ بولنے کی عادت چونکہ شیطان کی طرف سے ملتی ہے لہذا جھوٹ بولنے والے لوگ اور بھی کئی بُری عادتوں کے مالک بن جاتے ہیں اور نفسانی خواہشات کا حصول ان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہوتا ہے اسی لئے جب ایک آدمی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کوئی ایسی عادت بتایئے، جو چھوڑنے سے تمام بُری عادتیں ختم ہو جائیں۔ اِس کے جواب میں آپؐ نے اُسے جھوٹ بولنے سے منع کیا۔ جس پر عمل کر کے رفتہ رفتہ اُسے تمام خراب عادتوں سے نجات مل گئی۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ نے اپنے کئی خطبات میں جھوٹ سے کنارہ کشی اختیار کر کے سچائی کے دامن کو تھامنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ آپؒ فرماتے ہیں:

"حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بتوں کی ناپاکی سے احتراز کرو۔ بتوں کی ناپاکی سے مراد ہے شرک سے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ بُت پرستی کی گندگی سے احتراز کرو اور وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ اور جھوٹ سے بھی بچنے کی ہر ممکن کوشش

کرو۔ یہاں شرک اور جھوٹ کو اکٹھا کر دیا گیا ہے اور امرِ واقع یہ ہے کہ جھوٹ اور شرک ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ جب حق نہ بچا سکے جو اللہ ہے تو پھر جھوٹ کی طرف انسان رجوع کرتا ہے جو غیر اللہ ہے تو اَوثان کے ساتھ جھوٹ کو باندھنا یہ بہت ہی اہم مضمون ہے جسے ہمیں کوشش کر کے اپنے نفس کی باریکیوں تک جاری کرنا چاہیے۔"

نیز فرمایا:

"یہ یقین رکھیے کہ سچ کے بغیر کسی اعلیٰ منصوبے کی تعمیر ممکن نہیں اِس لئے جماعت احمدیہ میں بچپن سے ہی سچ کی عادت ڈالنا اور مضبوطی سے اپنی اولادوں کو سچ پر قائم کرنا نہایت ضروری ہے اور جو بڑے ہو چکے ہیں ان پر اس پہلو سے نظر رکھنا اور ایسے پروگرام بنانا چاہئیں کہ بار بار خدام اور انصار اور لجنات اس طرف متوجہ ہوتے رہیں کہ سچائی کی کتنی بڑی قیمت ہے اور اس وقت جماعت کو اور دنیا کو جماعت کی وساطت سے کتنی بڑی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"جیسا کہ مَیں نے کہا ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ انسان کو نہیں پتہ کہ چھوٹی نیکی اُس کے لئے کیا ہے اور بڑی نیکی کیا ہے۔ احادیث سے ثابت ہے کہ ایک نیکی ایک کے لئے چھوٹی ہے اور دوسرے کے لئے بڑی، یا اس کی تعریف مختلف ہے۔ مثلاً ایک صحابی کے پوچھنے پر کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم۔ بڑی نیکی کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ بڑی نیکی ہے۔(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال حدیث نمبر 248)۔ پھر ایک اور موقع پر ایک دوسرے صحابی کے پوچھنے پر کہ بڑی نیکی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ماں باپ کی خدمت کرنا۔(صحیح بخاری کتاب مواقیت الصلاۃ باب فضل الصلاۃ لوقتھا حدیث نمبر 527)۔ پھر ایک تیسرے موقع پر ایک تیسرے صحابی کے پوچھنے پر کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی نیکی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا تہجد کی نماز ادا کرنا، تہجد کے نفل پڑھنا۔(صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل صوم المحرم حدیث نمبر 2756)

اس طرح آپؐ نے مختلف لوگوں کو بعض مختلف امور کی طرف توجہ دلائی۔ پس بڑی نیکی تین یا تین سے زیادہ تو نہیں ہو سکتیں اور بھی مختلف لوگوں کو اُن کی کمزوریوں کے مطابق توجہ دلائی ہو گی۔ بڑی نیکی تو ایک ہی ہونی چاہئے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے بڑا کام اور نیکی وہ ہے جس کی کسی میں کمی ہے۔ پس اگر کوئی شخص ماں باپ کی خدمت نہیں کرتا یا بیوی بچوں کے حقوق ادا نہیں کرتا تو اُس کے لئے دین کی خدمت بڑی نیکی نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے وہ یہ خدمت ذاتی مفاد کے لئے بھی کر رہا ہو یا نام و نمود کے لئے بھی کر رہا ہو۔ پس ایسے لوگ جن کے گھر والے اُن کے رویوں سے نالاں ہیں اور وہ عہدیدار بنے ہوئے ہیں، اُنہیں اپنی خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے دین کی خدمت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے، ماں باپ اور بیوی بچوں کے حقوق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص چندوں میں بہت اچھا ہے لیکن نمازوں میں سست ہے، نوافل میں سست ہے تو اُس کے لئے نمازیں اور نوافل نیکی ہیں۔ اسی طرح بہت سی نیکیاں ہیں جو ایک کے لئے معمولی ہیں دوسرے کے لئے بڑی ہیں۔ پس چھوٹی بڑی نیکیوں کی کوئی فہرست نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی رِیا کی جو مثال دی ہے کہ چھوٹے چھوٹے گناہ مثلاً رِیا تو یہاں بھی اس سے یہی مراد ہے کہ بظاہر چھوٹا نظر آنے والا گناہ دراصل بڑا گناہ بن جاتا ہے۔ نماز پڑھنا بڑا ثواب کا کام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے کا ذریعہ ہے۔ دین کی معراج ہے لیکن دکھاوے کی نمازیں قبول نہیں ہوتیں بلکہ الٹا دی جاتی ہیں۔ اسی طرح ایک انسان نمازی ہے لیکن دوسروں کے حقوق غصب کر رہا ہے تو یہ نماز نیکی نہیں ہے بلکہ بہتر ہوتا کہ وہ دوسروں کا حق ادا کرتا اور پھر نماز ادا کر کے نماز کا ثواب حاصل کرتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اقتباس مَیں نے پڑھا ہے جس میں آپ نے ارکانِ اسلام کا ذکر فرمایا۔ روزہ بھی ایک رکن ہے۔ مسلمان رمضان میں روزے کا اہتمام بھی بہت کرتے ہیں لیکن بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جو روزہ رکھ کر جھوٹ، فریب، گالی گلوچ، غیبت وغیرہ کرتے ہیں، ان سے کام لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص روزہ رکھ کر یہ سب کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس کا روزہ روزہ نہیں ہے۔ (صحیح بخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور، والعمل بہ فی الصوم حدیث نمبر 1903)۔ پس روزے کا ثواب بھی گیا۔ تو اصل چیز یہ ہے کہ ان اعمال کو اس طرح بجا لایا جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

پس انسانی زندگی کا ہر قدم بڑا پھونک پھونک کر اُٹھانا چاہئے جہاں خالص خدا تعالیٰ کی رضا مقدم ہو، جہاں عقیدے میں پختگی ہو وہاں اعمال کی بھی ایسی اصلاح ہو کہ دنیا کو نظر آ جائے کہ ایک احمدی اور دوسرے میں کیا فرق ہے؟ پس ہمیں اس بات پر نظر رکھنی چاہئے کہ تمام قسم کی برائیوں سے بچنا ہے۔ تمام قسم کی نیکیوں کو اختیار کرنا ہے تا کہ عملی طور پر اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں۔ اپنے چھوٹوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے نوجوانوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے گھروں میں اپنے بیوی بچوں کے لئے نمونہ بنیں۔ اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے لئے نمونہ بنیں، اپنی عملی حالتوں میں ہر چھوٹا بڑا وہ معیار حاصل کرے کہ ہر قسم کی بدی اور برائی کا بیج ہم میں سے ہر ایک میں ختم ہو جائے، اُس کی جڑ ہی ختم ہو جائے۔ اگر افرادِ جماعت میں سے ہر ایک نے اپنی مکمل اصلاح کی کوشش نہ کی تو جماعت میں ہر وقت کسی نہ کسی قسم کی برائی کا بیج موجود رہے گا اور موقع ملتے ہی وہ پھلنے پھولنے لگ جائے گا، پھوٹنے لگ جائے گا۔ پس ہر قسم کی برائیوں کی جڑوں کو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے اندر سے ختم کرنے کی ضرورت ہے۔ تبھی ہم ہر قسم کی برائیوں کو جماعت میں سے ختم کر کے عملی اصلاح کی حقیقی تصویر بن سکتے ہیں اور تب پھر اللہ تعالیٰ ہمیں فتوحات کے نظارے دکھائے گا۔ تبھی ہماری دعائیں بھی قبول ہوں گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر اللہ تعالیٰ کا قرب ہم پا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ 30/ مارچ 2012ء)

سامعات! یاد رکھیں! صرف یہی نہیں کہ ایسا جھوٹ، جس میں فساد و بگاڑ ہو اور ایک آدمی پر اُس جھوٹ سے ظلم ہو رہا ہو، وہی ممنوع ہے، بلکہ لُطف اندوزی اور ہنسنے ہنسانے کے لیے جھوٹ بولنا بھی ممنوع ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "وہ شخص برباد ہو، جو ایسی بات بیان کرتا ہے تا کہ اُس سے لوگ ہنسیں، لہٰذا وہ جھوٹ تک بول جاتا ہے، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو، ایسے شخص کے لیے بربادی ہو۔"

(سنن ترمذی، حدیث:2315)

سامعات! یہ ایک ایسی بیماری ہے، جو دوسری بیماریوں کے مقابلے میں بہت عام ہے۔ لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں پر بلاوجہ ہنسی مذاق میں جھوٹ بولتے ہیں اور اِس بات کی پرواتک نہیں کرتے کہ اِس جھوٹ سے

اُنہوں نے کیا پایا اور کیا کھویا؟ حالانکہ جب لوگوں کو کسی جھوٹے شخص کی پہچان ہو جاتی ہے، تو وہ اُسے بالکل خاطر میں نہیں لاتے۔ ایک جھوٹا شخص کبھی حقیقی پریشانی میں بھی ہو، تب بھی سُننے والے اُس کی بات پر بالکل یقین واعتماد نہیں کرتے۔ دروغ گوئی، کذب و افترا، لوگوں میں بے بنیاد باتیں پھیلانے یا افواہوں کا بازار گرم کرنے سے فوائد تو کچھ حاصل نہیں ہوتے۔ ہاں البتہ، یہ عمل خواہ جان بوجھ کر انجام دیا جائے یا اَن جانے میں، کتنے ہی لوگوں کو ایک دوسرے سے بدگمان و بدظن ضرور کر دیتا ہے۔ لڑائی، جھگڑے، دنگے فساد کا باعث بنتا ہے، تو کبھی کبھی خون خرابے کا بھی سبب بن جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بسا اوقات پورے معاشرے کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔ یہ بات طے ہے کہ انسان اپنے منہ سے جو بھی بات نکالتا ہے، اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُسے لفظ بہ لفظ نوٹ کرتے رہتے ہیں اور پھر اُسے اُس کے ان ہی افکار و اعمال کے مطابق قیامت کے دن جزا و سزا دی جائے گی۔

دروغ گوئی کوئی معمولی گناہ نہیں، یہ گناہِ کبیرہ ہے۔ قرآنِ کریم میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت کی گئی ہے۔ ارشادِ ربّانی ہے۔ ”لعنت کریں اللہ کی اُن پر جو کہ جھوٹے ہیں۔“ (آلِ عمران: 61) اِسی طرح احادیثِ مبارکہ میں بھی اِس بدترین گناہ کی قباحت و شناعت واضح طور پر بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ”جھوٹ اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے۔“، لہٰذا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کو ایمان کے منافی عمل قرار دیا ہے۔

اللہ کے رسول سے ایک دفعہ پوچھا گیا۔ ”کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔ ”ہاں۔“ پھر سوال کیا گیا۔ ”کیا مسلمان بخیل ہو سکتا ہے؟“ آپؐ نے فرمایا۔ ”ہاں۔“ پھر عرض کیا گیا۔ ”کیا مسلمان جھوٹا ہو سکتا ہے؟“ آپؐ نے فرمایا۔ ”نہیں (صاحبِ ایمان جھوٹ نہیں بول سکتا)۔“ (مؤطا امام مالک)۔ ایک اور حدیث شریف میں جن چار خصلتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفاق کی علامت قرار دیا، اُن میں ایک جھوٹ بولنا بھی ہے، لہٰذا جو شخص جھوٹ بولتا ہے، وہ خصلتِ نفاق سے متصّف ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ”جس میں چار خصلتیں ہوں گی، وہ خالص منافق ہے اور جس شخص میں اِن خصلتوں میں سے کوئی ایک خصلت پائی جائے، تو اُس میں نفاق کی ایک خصلت ہے، تا آں کہ وہ اسے چھوڑ دے۔ (1) جب اُس کے پاس امانت

رکھی جائے، تو خیانت کرے۔ (2) جب بات کرے، تو جھوٹ بولے۔ (3) جب وعدہ کرے، تو دھوکا دے اور (4) جب لڑائی جھگڑا کرے، تو گالم گلوچ کرے۔"

(صحیح بخاری، حدیث:34)

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں آیا ہے کہ

"جب بندہ جھوٹ بولتا ہے، تو رحمت کے فرشتے اُس سے ایک میل دُور ہو جاتے ہیں اور جب آدمی جھوٹ بولتا ہے، تو اُس سے جو بُو آتی ہے، اُس کی وجہ سے فرشتہ اُس سے ایک میل دُور چلا جاتا ہے۔"

(سنن ترمذی:1972)

اِس حدیثِ مبارکہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جھوٹ کس قدر بُرا اور قبیح فعل ہے، مگر ہم اپنے گردو پیش نظر دوڑائیں، تو ہمیں اندازہ ہو گا کہ ہمارے یہاں اکثریت دروغ گوئی کو گناہ ہی تصوّر نہیں کرتی۔

سیاست میں تو جھوٹ اِس قدر عام ہے کہ اس کے بغیر سیاست کا دال دلیہ ہی نہیں چل سکتا۔ ہر طرح کے کاروبار میں جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے، لوگوں کو دھڑلّے سے دھوکا دیا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب ہمارا یہ عمومی چال چلن، طرزِ زندگی ہو گا، تو ہمارے معاملات سے برکتیں تو خود بہ خود اُٹھ جائیں گی۔ پھر ہم کہتے ہیں کہ ہماری دُعائیں قبول نہیں ہوتیں، تو بھلا دعائیں کیسے قبول ہوں؟ جب کھانا حرام، پینا حرام، لباس حرام، کاروبار سود کی بنیاد پر، بات بات میں جھوٹ، ایک دوسرے کی چغلیاں، غیبتیں، فراڈ، دھوکہ دہی، گالم گلوچ، بلاوجہ لعن طعن اور طرّہ یہ کہ ان سب گناہوں کی ہماری نظر میں کوئی حیثیت ہی نہیں۔ حالاں کہ ایک وقت آئے گا، جب یہی گناہ پہاڑ بن جائیں گے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیثِ مبارکہ میں جھوٹ بولنے کو "بڑی خیانت" قرار دیا ہے اور خیانت تو خود ہی ایک گناہ اور ناپسندیدہ عمل ہے، تو پھر اس کا بڑا ہونا کس قدر گناہ کی بات ہو گی۔

اِسی طرح آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ "یہ ایک بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے ایسی بات بیان کرو، جس حوالے سے وہ تمہیں سچّا سمجھتا ہے، حالانکہ تم اُس سے جھوٹ بول رہے ہو۔"

(سنن ابوداؤد، حدیث:4971)

درحقیقت یہ ایک ایسی بیماری ہے، جو پورے معاشرے میں بگاڑ پیدا کرتی ہے۔ لوگوں کے درمیان لڑائی، جھگڑے کا سبب بنتی ہے۔ ناچاقیاں بڑھاتی ہے۔ اور عداوت و دشمنیاں پروان چڑھاتی ہے۔ زیادہ تر اخلاقی اور سماجی برائیوں کی جڑ ''جھوٹ'' ہی ہے، افواہیں اِسی سے جنم لیتی ہیں، غیبت اور چغل خوری کے تانے بانے بھی اِسی سے جڑے ہوئے ہیں، تہمت تراشی اور الزام سازی بھی جھوٹ ہی کی مروّجہ شکل ہے، نفاق جیسی مہلک روحانی بیماری بھی جھوٹ ہی سے پیدا ہوتی ہے، غرض ہماری معاشرتی زندگی کے بیش تر مسائل جھوٹ کی لعنت سے پیدا ہوتے ہیں، لہٰذا اگر جھوٹ کو معاشرے سے ختم کر دیا جائے، تو مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کے بہت سے مسائل از خود ختم ہو جائیں گے۔

سامعات! اب مَیں تقریر کے آخر پر ایک بار پھر تاکیداً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک دو اِرشادات دوبارہ پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

''قرآن شریف نے دروغ گوئی کو بُت پرستی کے برابر ٹھہرایا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ یعنی بُتوں کی پلیدی اور جھوٹ کی پلیدی سے پرہیز کرو۔''

(نور القرآن نمبر 2 روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 403، تفسیر حضرت مسیح موعودؑ سورۃ الحج صفحہ 373)

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

''بُتوں کی پرستش اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرو یعنی جھوٹ بھی ایک بُت ہے جس پر بھروسہ کرنے والا خدا کا بھروسہ چھوڑ دیتا ہے۔ سو جھوٹ بولنے سے خدا بھی ہاتھ سے جاتا ہے۔''

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 361)

آپؑ نے ایک اور موقع پر فرمایا:

''مجھے اس وقت نصیحت کی حاجت نہیں کہ تم خون نہ کرو کیونکہ بجز نہایت شریر آدمی کے کون ناحق خون کی طرف قدم اٹھاتا ہے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ناانصافی پر ضد کر کے سچائی کا خون نہ کرو۔ حق کو قبول کر لو اگرچہ ایک بچہ سے اور اگر مخالف کی طرف حق پاؤ تو پھر فی الفور اپنی خشک منطق چھوڑ کو چھوڑ دو۔ سچ پر ٹھہر جاؤ اور سچی گواہی دو۔ جیسا کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے فَاجۡتَنِبُوا الرِّجۡسَ مِنَ الۡاَوۡثَانِ وَاجۡتَنِبُوۡا قَوۡلَ الزُّوۡرِ یعنی بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ سے بھی کہ وہ بُت سے کم نہیں۔ جو چیز قبلۂ حق سے تمہارا منہ

پھیرتی ہے وہی تمہاری راہ میں بُت ہے۔ سچی گواہی دو اگرچہ تمہارے باپوں یا بھائیوں یا دوستوں پر ہو۔ چاہیے کہ کوئی عداوت بھی تمہیں انصاف سے مانع نہ ہو۔"

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 550)

آپؑ فرماتے ہیں:

قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا ہے فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ دیکھو! یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے ورنہ کیوں سچائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جاتا ہے جیسے بت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اسی طرح جھوٹ کے نیچے بجز ملمع سازی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہاں تک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں بھی کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جاوے تو جلدی سے دور نہیں ہوتا۔ مدت تک ریاضت کریں تب جا کر سچ بولنے کی عادت اُن کو ہو گی۔"

(الحکم جلد 6 نمبر 31 مورخہ 31 اگست 1902ء صفحہ 3)

سامعات! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"انسان کو اپنی زبان پر کنٹرول ہونا چاہئے۔ یہ زبان پر حکومت ہے۔ نہ یہ کہ جو زبان میں آئے انسان نے بول دیا۔ اس سے پھر جھوٹ سچ ہر بات نکلتی جاتی ہے اور پھر فتنہ اور فساد پیدا ہوتے ہیں۔ پس ہر وقت یہ خیال رکھنے کی ضرورت ہے کہ ہماری زبان ہمیشہ سچائی کے اس معیار پر قائم ہو جو نہ صرف یہ ہے کہ شرک سے محفوظ رکھنے والی ہو بلکہ تقویٰ کے معیاروں کو بھی حاصل کرنے والی ہو۔"

(خطبہ جمعہ 16/جون 2017ء)

پھر اِسی خطبہ میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"سب سے اہم بات یا خُلق جو ایک مومن کی بنیادی شرط ہے وہ سچائی پر قائم ہونا ہے اور جھوٹ سے بچنا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج:31)۔ پس تم بُتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹ کہنے سے بچو۔ پس بتوں کی پرستش اور جھوٹ کو ملا کر

واضح کر دیا کہ اگر تمہارے اندر سچائی نہیں اور سچی بات کہنے کی عادت نہیں تو یہ ایسا ہی بڑا گناہ ہے جیسے بتوں کو پوجنا۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ ایک مومن کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت پر بھی ایمان ہو اور پھر ظاہری یا مخفی بتوں کی پلیدی میں بھی وہ ملوّث ہو۔ پس ایک ایمان کا دعویٰ کرنے والے کو یہ بہت بڑی اور کھلی اور واضح وارننگ ہے کہ اگر مومن ہو تو سچائی کے اعلیٰ معیار بھی اپنانے ہوں گے ورنہ اپنے ایمان کی فکر کرو۔"

(خطبہ جمعہ 16 جون 2017ء)

پھر ایک موقع پر فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی حقیقی مومنوں کی یہی نشانی بتائی ہے کہ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان:73) کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ پھر شرک اور جھوٹ کے بارے میں بتایا کہ ان سے بچو۔ اکٹھا کیا شرک اور جھوٹ کو۔ گویا جھوٹ کا گناہ بھی شرک کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو لفظ استعمال کیا ہے وہ جیسا کہ مَیں نے پڑھا "زُور" کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی ہیں جھوٹ، غلط بیانی، غلط گواہی، خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہرانا، ایسی مجلسیں یا جگہیں جہاں جھوٹ عام بولا جاتا ہو۔ اسی طرح گانے بجانے اور فضولیات اور غلط بیانیوں کی مجالس یہ ساری زُور کے معنوں میں آتی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے مومن بندے وہ ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے۔ جو ایسی جگہوں پر نہیں جاتے جہاں فضولیات اور جھوٹ بولنے والوں کی مجلس جمی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بناتے۔ نہ ہی ایسی جگہوں پر جاتے ہیں جہاں مشرکانہ کام ہو رہے ہوں۔ اور پھر کبھی جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے۔ پس اگر ہم میں سے ہر ایک اس طرح جھوٹ سے بچے تو ایک ایسی تبدیلی وہ اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے جو حقیقی مومن بناتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 فروری 2016ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پھر ایک بُرائی ہے جھوٹ، کوئی شخص اگر ذرا سی مشکل میں بھی ہو تو اس سے بچنے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے لیتا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ جھوٹ کو برائی نہیں سمجھا جاتا۔ حالانکہ جھوٹ ایسی بُرائی ہے جو سب بُرائیوں کی جڑ ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ایک بُرائی سے چھٹکارہ پانے کی

درخواست کرنے والے کو یہی فرمایا تھا کہ اگر ساری برائیاں نہیں چھوڑ سکتے تو ایک برائی چھوڑ دو اور وہ ہے جھوٹ اور یہ عہد کرو کہ ہمیشہ سچ بولو گے۔ اب بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جھوٹ صرف اتنا ہے کہ عدالت میں غلط بیان دے دیا۔ اگر چوری کرتے ہوئے پکڑے گئے تو جھوٹ بول کر اپنی جان بچانے کی کوشش کی۔ اگر کوئی غیر اخلاقی حرکت کی تو جھوٹ بول دیا۔ یا کسی کے خلاف جھوٹی گواہی دے دی اور بلاوجہ کسی کو مشکل میں مبتلا کر دیا۔ یقیناً یہ سب باتیں جھوٹ ہیں لیکن چھوٹی چھوٹی غلط بیانیاں کرنا بھی جھوٹ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک مثال دی ہے۔ جس سے واضح ہو جاتا ہے کہ جھوٹ کی تعریف کیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی چھوٹے بچے کو کہا۔ آؤ! مَیں تمہیں کچھ دیتا ہوں اور اسے دیتا کچھ نہیں تو جھوٹ میں شمار ہو گا۔ یہ جھوٹ کی تعریف ہے۔ اب اگر ہم میں سے ہر ایک اپنا جائزہ لے تو پتہ چلے گا کہ ہم روزانہ کتنی دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھوٹ بول جاتے ہیں۔ مذاق مذاق میں ہم کتنی ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو جھوٹ ہوتی ہیں۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اگر ہم اس بارے میں گہرائی میں جا کر توجہ کریں گے۔ تب ہم اپنے اندر سے اور اپنے بچوں کے اندر سے جھوٹ کی لعنت کو ختم کر سکتے ہیں۔"

(خطبات مسرور جلد سوم)

(بتعاون: زاہد محمود و مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿16﴾ ﴿مشاہدات۔974﴾

گھریلو جھگڑوں و عائلی تنازعات کی وجہ۔ جھوٹ اور قولِ زور

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۙ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ (الاحزاب:71)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور صاف اور سیدھی بات کیا کرو۔ وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کر دے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو یقیناً اس نے ایک بڑی کامیابی کو پالیا۔

کیا "راستی کی فتح" نہیں وعدہ خدا
دیکھو تو کھول کر سخنِ پاک کبریا

معزز سامعین! آج مجھے جھوٹ کی مناسبت سے گھریلو جھگڑوں و عائلی تنازعات پر بات کرنی ہے۔ اِس سلسلہ میں مَیں کوشش کروں گا کہ پیارے آقا حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے چند اِرشادات آپ سامعین کے سامنے رکھوں۔ اِن اقتباسات سے یہ بات روزِ روشن کی عیاں ہو گی کہ ہمارے خاندانی اور عائلی جھگڑوں کی وجہ اور اِن کی بنیاد جھوٹ پر ہے۔ ناپسند کی شادیوں کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں۔

"بعض لڑکیاں والدین کے کہنے پر شادی کر لیتی ہیں۔ پہلے سچ بولنے اور حق کہنے کی جرأت نہیں ہوتی اور جب شادی ہو جاتی ہے تو پھر بعض ایسی حرکتیں کرتی ہیں جن سے میاں بیوی میں اعتماد کی کمی ہو جاتی ہے اور پھر لڑائیاں بڑھنی شروع ہو جاتی ہیں۔ بعض دفعہ پاکستان سے رشتے کر کے آجاتی ہیں، جماعتی جائزے نہیں لئے جاتے، رپورٹیں نہیں لی جاتیں۔ پھر کہا جاتا ہے کہ جماعت نے ہماری مدد نہیں کی۔ یہاں سے بعض

لڑکے، لڑکیوں کو بلا لیتے ہیں، اُن سے زیادتیاں کرتے ہیں اور پھر طلاقیں ہو جاتی ہیں۔ تو دونوں طرف سے ایک ایسی خوفناک صورتحال پیدا ہو رہی ہے جس کی جماعت کو فکر کرنی چاہئے۔

لڑکیاں بعض دفعہ شادی کے بعد بتاتی ہیں کہ ہمیں یہ رشتہ پسند نہیں ہے۔ ماں باپ نے کہا مجبوری تھی۔ بعض لڑکے بھی شادی کے بعد بتاتے ہیں۔ لڑکوں میں بھی اتنی جرأت نہیں ہے یا پھر اُن کو پتہ چلتا ہے کہ وہ لڑکے یا لڑکی کہیں اور involve ہیں یا کسی دوسرے رشتہ کو پسند کرتے ہیں۔ وہ اپنی پسند کے رشتے شروع میں بتا دیں تو کم از کم دو گھروں کی زندگیاں تو برباد نہ ہوں اور پھر ایسے بھی معاملات ہیں جہاں ماں باپ کو پہلے پتہ ہوتا ہے اور اس خیال سے شادی کروا دیتے ہیں کہ بعد میں ٹھیک ہو جائے گا لیکن یہ ہوتا نہیں ہے۔ لڑکا ہو یا لڑکی، ٹھیک تو نہیں ہوتے البتہ دونوں میں سے کسی ایک کی زندگی برباد ہو جاتی ہے۔"

(جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات فرمودہ 25 جون 2011ء)

پھر ایک اور موقع پر فرمایا:

"یہ معاملات بھی اب سامنے آنے لگے ہیں کہ شادی ہوئی تو ساتھ ہی نفرتیں شروع ہو گئیں بلکہ شادی کے وقت سے ہی نفرت ہو گئی۔ شادی کی کیوں تھی؟ اور بدقسمتی سے یہاں ان ملکوں میں یہ تعداد بہت زیادہ بڑھ رہی ہے، شاید احمدیوں کو بھی دوسروں کا رنگ چڑھ رہا ہے حالانکہ احمدیوں کو تو اللہ تعالیٰ نے خالص اپنے دین کا رنگ چڑھانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی تھی۔ پس ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اگر مرضی کی شادی نہیں ہوئی تب بھی پہلے اکٹھے رہو، ایک دوسرے کو سمجھو، اس نصیحت پر غور کرو جس کے تحت تم نے اپنے نکاح کا عہد و پیمان کیا ہے کہ تقویٰ پر چلنا ہے، پھر سب کچھ کر گزرنے کے بعد بھی اگر نفرتوں میں اضافہ ہو رہا ہے تو کوئی انتہائی قدم اٹھاؤ اور اس کے لئے بھی پہلے یہ حکم ہے کہ آپس میں حَکَمین مقرر کرو، رشتہ دار ڈالو، سوچو، غور کرو۔

دونوں طرف کے فریقوں کو مختلف قسم کے احکام ہیں۔ افسوس کی بات یہ ہے، گو بہت کم ہے لیکن بعض لڑکیوں کی طرف سے بھی پہلے دن سے ہی یہ مطالبہ آ جاتا ہے کہ ہماری شادی تو ہو گئی لیکن ہم نے اس کے ساتھ نہیں رہنا۔ جب تحقیق کرو تو پتہ چلتا ہے کہ لڑکے یا لڑکی نے ماں باپ کے دباؤ میں آ کر شادی تو کر لی

تھی ورنہ وہ کہیں اور شادی کرنا چاہتے تھے۔ تو ماں باپ کو بھی سوچنا چاہئے اور دو زندگیوں کو اس طرح برباد نہیں کرنا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 نومبر 2006ء)

سامعین! فریقین میں مسائل کے آغاز کی ایک بڑی وجہ ان کی ذاتی اَنَا (جو جھوٹ ہی کی ایک قسم ہے) بھی ہوتی ہے۔ اس کمزوری پر روشنی ڈالتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"آجکل بذریعہ خطوط یا بعض ملنے والوں سے سن کر طبیعت بے چین ہو جاتی ہے کہ ہمارے مقاصد کتنے عظیم ہیں اور ہم ذاتی اَناؤں کو مسائل کا پہاڑ سمجھ کر، کن چھوٹے چھوٹے لغو مسائل میں الجھ کر اپنے گھر کی چھوٹی سی جنت کو جہنم بنا کر جماعتی ترقی میں مثبت کردار ادا کرنے کی بجائے منفی کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان مسائل کو کھڑا کرنے میں جو بھی فریق اپنی اَناؤں کے جال میں اپنے آپ کو بھی اور دوسرے فریق کو بھی اور نظامِ جماعت کو بھی اور پھر آخر کار بعض اوقات مجھے بھی اُلجھانے کی کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے عقل دے اور وہ اس مقصد کو سمجھے جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کو دوبارہ قائم کروں۔ پس یہ بڑا مقصد ہے جس کے پورا کرنے کی ایک احمدی کو کوشش کرنی چاہئے اور اس کو جستجو رہنی چاہئے اور کوئی احمدی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس مقصد کے حصول کے لئے آپ کی مدد نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ اپنی اَناؤں سے چھٹکارا حاصل نہیں کرتا ان پاک ہدایتوں پر عمل نہیں کرتا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دی ہیں۔ پس ہر احمدی کو اپنا جائزہ لینا چاہئے، اپنے گھر کا جائزہ لینا چاہئے کہ کیا ہم قرآنی تعلیم سے ہٹے ہوئے تو نہیں ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم سے لاشعوری طور پر دور تو نہیں چلے گئے؟ اپنی اَناؤں کے جال میں تو نہیں پھنسے ہوئے؟ اس بات کا جائزہ لڑکے کو بھی لینا ہو گا اور لڑکی کو بھی لینا ہو گا، مرد کو بھی لینا ہو گا، عورت کو بھی لینا ہو گا، دونوں کے سسرال والوں کو بھی لینا ہو گا کیونکہ شکایت کبھی لڑکے کی طرف سے آتی ہے۔ کبھی لڑکی کی طرف سے آتی ہے، کبھی لڑکے والے زیادتی کر رہے ہوتے ہیں، کبھی لڑکی والے زیادتی کر رہے ہوتے

ہیں لیکن اکثر زیادتی لڑکے والوں کی طرف سے ہوتی ہے۔ یہاں مَیں نے گزشتہ دنوں امیر صاحب کو کہا کہ جو اتنے زیادہ معاملات آپس کی ناچاقیوں کے آنے لگ گئے ہیں اس بارے میں جائزہ لیں کہ لڑکے کس حد تک قصوروار ہیں، لڑکیاں کس حد تک قصوروار ہیں اور دونوں طرف کے والدین کس حد تک مسائل کو اُلجھانے کے ذمہ دار ہیں۔ تو جائزے کے مطابق اگر ایک معاملے میں لڑکی کا قصور ہے تو تقریباً تین معاملات میں لڑکا قصوروار ہے، یعنی زیادہ مسائل لڑکوں کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں اور تقریباً 30۔40 فیصد معاملات کو دونوں طرف کے سسرال بگاڑ رہے ہوتے ہیں۔ اس میں بھی لڑکی کے ماں باپ کم ذمہ دار ہوتے ہیں"۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ مزید فرماتے ہیں:

"اسلام نے ہمیں اپنے گھریلو تعلقات کو قائم رکھنے اور محبت و پیار کی فضا پیدا کرنے کے لئے کتنی خوبصورت تعلیم دی ہے۔ ایسے لوگوں پر حیرت اور افسوس ہوتا ہے جو پھر بھی اپنی اَناؤں کے جال میں پھنس کر دو گھروں، دو خاندانوں اور اکثر اوقات پھر نسلوں کی بربادی کے سامان کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔ اسلامی نکاح کی یا اس بندھن کے اعلان کی یہ حکمت ہے کہ مرد و عورت جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق میاں اور بیوی کے رشتے میں پروئے جا رہے ہوتے ہیں، نکاح کے وقت یہ عہد کر رہے ہوتے ہیں کہ ہم ان ارشادات الٰہی پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے جو ہمارے سامنے پڑھے گئے ہیں۔ ان آیات قرآنی پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے جو ہمارے نکاح کے وقت اس لئے تلاوت کی گئیں تا کہ ہم ان کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالیں اور ان میں سے سب سے پہلی نصیحت یہ ہے کہ تقویٰ پر قدم مارو، تقویٰ اختیار کرو۔ تو نکاح کے وقت اس نصیحت کے تحت ایجاب و قبول کر رہے ہوتے ہیں، نکاح کی منظوری دے رہے ہوتے ہیں کہ ہم ان پر عمل کریں گے۔ کیونکہ اگر حقیقت میں تمہارے اندر تمہارے اس رب کا، اس پیارے رب کا پیار اور خوف رہے گا جس نے پیدائش کے وقت سے لے کر بلکہ اس سے بھی پہلے تمہاری تمام ضرورتوں کا خیال رکھا ہے، تمام ضرورتوں کو پورا کیا ہے تو تم ہمیشہ وہ کام کرو گے جو اس کی رضا کے کام ہیں اور اس کے نتیجہ میں پھر ان انعامات کے وارث ٹھہرو گے۔

میاں بیوی جب ایک عہد کے ذریعہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بندھ گئے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کا عہد کیا تو پھر یہ دونوں کا فرض بنتا ہے کہ ان رشتوں میں مزید بہتری پیدا کرنے کے لئے پھر ایک دوسرے کے رشتہ داروں کا بھی خیال رکھیں۔ یاد رکھیں کہ جب خود ایک دوسرے کا خیال رکھ رہے ہوں گے اور ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھ رہے ہوں گے، عزیزوں اور رشتہ داروں کا خیال رکھ رہے ہوں گے، ان کی عزت کر رہے ہوں گے، ان کو عزت دے رہے ہوں گے تو رشتوں میں دراڑیں ڈالنے کے لئے پھونکیں مارنے والوں کے حملے ہمیشہ ناکام رہیں گے کیونکہ باہر سے ماحول کا بھی اثر ہو رہا ہوتا ہے۔ آپ کی بنیاد کیونکہ تقویٰ پر ہو گی اور تقویٰ پر چلنے والے کو خدا تعالیٰ شیطانی وساوس کے حملوں سے بچاتا رہتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 10 نومبر 2006ء)

سامعین! حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے عائلی جھگڑوں کی ایک وجہ قوّت برداشت میں کمی بھی بتائی اور قوّتِ برداشت بھی جھوٹ کی پیداوار ہے۔ اِس حوالہ سے افرادِ جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"آج کل یہاں بھی اور دنیا میں ہر جگہ میاں بیوی کے جھگڑوں کے معاملات میرے سامنے آتے رہتے ہیں۔ جن میں مرد کا قصور بھی ہوتا ہے عورت کا قصور بھی ہوتا ہے۔ نہ مرد میں برداشت کا وہ مادہ رہا ہے جو ایک مومن میں ہونا چاہئے نہ عورت برداشت کرتی ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بھی کئی مرتبہ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہہ چکا ہوں کہ گو زیادہ تر قصور عموماً مردوں کا ہوتا ہے لیکن بعض ایسے معاملات ہوتے ہیں جن میں عورت یا لڑکی سراسر قصوروار ہوتی ہے۔ قصور دونوں طرف سے ہوتا ہے جس کی وجہ سے رنجشیں پیدا ہوتی ہیں، گھر اُجڑتے ہیں۔ پس دونوں طرف کے لوگ اگر اپنے جذبات پر کنٹرول رکھیں اور تقویٰ دل میں قائم کرنے والے ہوں تو یہ مسائل کبھی پیدا نہ ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اگر تم دونوں کو ایک دوسرے کے عیب نظر آتے ہیں تو کئی باتیں ایسی بھی ہوں گی جو اچھی لگتی ہوں گی۔ یہ نہیں کہ صرف ایک دوسرے میں عیب ہی عیب ہیں؟ اگر ان اچھی باتوں کو سامنے رکھو اور قربانی کا پہلو اختیار کرو تو آپس میں پیار محبت اور صلح کی فضا پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی گواہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اعلیٰ اخلاق کے ساتھ بیویوں سے

حسن سلوک کرنے والا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو نصیحت فرماتے ہیں تو صرف نصیحت نہیں فرماتے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اُسوہ سے بھی یہ ثابت کیا ہے۔ ''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 22/ اگست 2008ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دو نکاحوں کے اعلان کے موقع پر فرمایا کہ:

''نکاح ایک ایسا Bond ہے جو لڑکے اور لڑکی کے درمیان اللہ تعالیٰ کو گواہ ٹھہرا کر اس وعدہ کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ ہم تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے ہمیشہ اپنے اس رشتہ کو نبھانے کی کوشش کریں گے۔ لیکن بدقسمتی سے آج کل مغرب کا اثر ہے یا تعلیم کا اثر ہے۔ برداشت کا مادہ نہ ہونے کی وجہ سے بڑی جلدی ان رشتوں میں دراڑیں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ جبکہ قرآن کریم کی جن آیات کو پڑھا جاتا ہے اُن میں اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پر چلنے کا ذکر اور حکم فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات یقیناً اللہ تعالیٰ کے اشارہ سے ہی اس خطبہ کے لئے مقرر فرمائی ہوں گی۔ پس اس بات کو ہمیشہ دونوں طرف کے رشتہ داروں اور لڑکے کو بھی اور لڑکی کو بھی ملحوظ رکھنا چاہئے اور اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ رشتہ ایک بہت اہم اور مقدس جوڑ ہے اور جیسا کہ مَیں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں لڑکے اور لڑکی کے خاندانوں کو بھی ذرا ذرا سی بات پر رشتے توڑنے اور لڑائیاں شروع کرنے اور بدمزگیاں پیدا کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔''

(مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل یکم جون 2012ء)

سامعین! میاں بیوی کے درمیان بے اعتمادی پیدا ہو جانے کی بہت بڑی وجہ کسی ایک فریق کا یا دونوں کا جھوٹ کی بدعادت میں مبتلا ہونا ہے۔ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''بہت سے جھگڑے خاوند بیوی کے اس لئے ہو رہے ہوتے ہیں کہ بے اعتمادی کا شکار ہوئے ہوتے ہیں۔ عورت کو شکوہ ہوتا ہے کہ مرد سچ نہیں بولتا۔ مرد کو شکوہ ہوتا ہے کہ عورت سچ نہیں بولتی اور اس کو سچ بولنے کی عادت ہی نہیں اور اکثر معاملات میں یہ ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہوتے ہیں کہ میرے سے غلط بیانی سے کام لیا یا مستقل ہر بات میں غلط بیانی کرتے ہیں یا کرتی ہے۔ پھر سچ پر قائم نہ رہنے کی وجہ سے بچوں پر بھی اثر پڑتا ہے اور بچے بھی جھوٹ بولنے کی عادت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔''

مزید فرمایا:

”پھر یہ بھی نصیحت ہے کہ اگر تم اس طرح سچ پر قائم رہو گے اور اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی کوشش کرتے رہو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری ان کوششوں کے نتیجہ میں تمہاری اصلاح کرتا رہے گا۔ تمہیں نیکیوں پر چلنے کی توفیق دیتا رہے گا۔ تمہارے گناہوں سے، تمہاری غلطیوں سے، صَرفِ نظر کرتے ہوئے تمہارے گھروں کو جنت نظیر بنا دے گا۔

سچ پر قائم رہنے کے بارے میں فرمایا ہے کہ سچ پر قائم رہ کر ہی ایک دوسرے پر اعتماد قائم ہوتا ہے اور سچ پر قائم رہ کر ہی آپس کے تعلقات کو اچھی طرح ادا کر سکتے ہو اور سچ پر قائم ہو کر ہی اپنی نسلوں کی صحیح تربیت کر سکتے ہو اور ان کو معاشرے کا ایک مفید وجود بنا سکتے ہو۔“

(جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات فرمودہ 21/ اگست 2004ء)

کو آپ ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد بیت الرشید ہمبرگ (جرمنی) میں چار نکاحوں ک اعلان کے موقع پر فرمایا:

”ان آیات میں اسی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تقویٰ سے کام لیتے ہوئے۔ اس حد تک سچائی جس میں ذرا سا بھی جھول نہ ہو، اس کا خیال رکھو۔ یہ سچائی ہی ہے جو لڑکے اور لڑکی، خاوند اور بیوی کے تعلقات میں اعتماد کی فضا پیدا کرتی ہے اور یہ اعتماد ہی ہے جو پھر آگے امن کی اور پیار کی ضمانت بن جاتا ہے۔ پس نئے قائم ہونے والے رشتے ان باتوں کا خیال رکھیں۔ اللہ کرے۔ یہ قائم ہونے والے رشتے ان باتوں کا خیال رکھنے والے ہوں اور کبھی بھی کسی بھی قسم کا جھول، جھوٹ یا سچائی میں کوئی غلط بیانی بھی آپس کے رشتوں میں پیدا نہ ہو اور ہمیشہ اعتماد کی فضا قائم رہے۔“

(مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 30 دسمبر 2011ء)

سامعین! جھوٹ اور جھوٹی گواہی کے حوالے سے احمدی خواتین سے مخاطب ہوتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے لوگوں کا ایک ٹیسٹ ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں، توبہ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہدایت پر قائم ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ ٹیسٹ یہ ہے کہ: لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان:73) جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

اللہ تعالیٰ ایک جگہ گواہی کے متعلق فرماتا ہے کہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ

(النساء:136)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف گواہی دینی پڑے۔

پس دیکھیں یہ خوبصورت تعلیم اللہ تعالیٰ نے ہمیں دی ہے۔ ہم دنیا کو بتانے کے لئے تو یہ دعوے کرتے رہتے ہیں کہ اسلام کی یہ خوبصورت تعلیم ہے اور اسلام کی وہ خوبصورت تعلیم ہے اور جماعت احمدیہ دنیا میں انصاف اور محبت کا پرچار کرتی ہے لیکن اگر ہمارے عمل ہمارے قول کے خلاف ہیں تو ہم اپنے نفس کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں اور دنیا کو بھی دھوکہ دے رہے ہیں۔ اب یہ بڑا مشکل مسئلہ ہے کہ انسان اپنے خلاف گواہی دے۔ صلح بھی کر لی، توبہ بھی کر لی، عملِ صالح بھی کر لیا لیکن کچھ عرصہ بعد اگر کہیں ایسا موقع آئے کہ جہاں سچ بول کر اپنے خلاف گواہی دینی پڑے تو دل کو ٹٹولیں کہ کیا ہم ایسے ہیں جو سچائی پر قائم رہتے ہوئے اپنے خلاف گواہی دینے والے بنیں گے۔

عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ تو جھوٹ بول کر اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اگر اپنے گھروں میں امن قائم کرنا چاہتی ہو یا اپنے معاشرے میں امن قائم کرنا چاہتی ہو تو کبھی جھوٹ کا سہارا نہ لو یہاں تک کہ اپنے خلاف بھی گواہی دینی پڑے تو دو۔ اپنی غلطی کا اعتراف کرو۔ اپنے والدین کے خلاف گواہی دینی پڑے تو دو۔ اپنے قریبی دوستوں، رشتہ داروں کے خلاف گواہی دینی پڑے تو دو۔ اگر اس ایک بات کو ہر احمدی عورت اور مرد پلّے باندھ لے تو گھروں کے فساد ختم ہو جائیں۔ قضا میں معاملات آتے ہیں، اکثر میں نے دیکھا ہے، بات کو طول دینے کے لئے اپنے حق میں فیصلے کروانے کے لئے جھوٹ پر بنیاد ہو جاتی ہے۔ بعض دفعہ عورت کی طرف سے بھی اپنے کیس کو مضبوط کرنے کے لئے جھوٹ بولا جا رہا ہوتا ہے اور مرد کی طرف سے بھی اپنے معاملے کو مضبوط کرنے کے لئے جھوٹ بولا جا رہا ہوتا ہے اور پھر وکیل اور مشورہ دینے والے دوسرے لوگ جو اس کام پر مقرر کئے جاتے ہیں، وہ اس پر سونے پر سہاگہ، اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے کہ ہم نے بڑا اچھا کیس لڑا جھوٹ کی ترغیب دلاتے ہیں یا جھوٹے کیس بنا

لیتے ہیں یا اپنے پاس سے بھی خود کچھ نہ کچھ add کر لیتے ہیں۔ وکیل تو اپنی برتری اس لئے سمجھتے ہیں کہ اگر یہ کیس ہم جیت گئے تو ہماری بڑی واہ واہ ہو جائے گی اور ہمارا کام چمکے گا۔ گویا انہوں نے یہاں شرک شروع کر دیا اور جھوٹ کو اپنا رازق بنا لیا۔ لوگ کہیں گے بڑا اچھا وکیل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں نہ ہو تو پھر برائیاں پھیلتی چلی جاتی ہیں۔ "

(جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات فرمودہ 25 جون 2011ء)

سامعین! گھروں کے ٹوٹنے کی وجوہات بیان کرتے ہوئے قناعت اور توکّل علی اللہ کی کمی پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں:

"اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ عورتوں میں قناعت کا مادہ کم ہوتا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اپنے خاوند کی جیب کو دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ کھولے، اپنے دوستوں، سہیلیوں یا ہمسایوں کی طرف دیکھتی ہیں جن کے حالات ان سے بہتر ہوتے ہیں اور پھر خرچ کر لیتی ہیں پھر خاوندوں سے مطالبہ ہوتا ہے کہ اور دو۔ پھر آہستہ آہستہ یہ حالت مزید بگڑتی ہے اور اس قدر بے صبری کی حالت اختیار کر لیتی ہے کہ بعض دفعہ باوجود اس کے کہ دو دو تین تین بچے بھی ہو جاتے ہیں لیکن اس بے صبری کی قناعت کی وجہ سے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکّل نہ ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ ایسے لوگ صرف دنیاداری کے خیالات سے ہی اپنے دماغوں کو بھرے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پر اس وجہ سے یقین بھی کم ہو جاتا ہے اور اگر خدا تعالیٰ پر یقین نہ ہو تو پھر اس کے سامنے جھکتے بھی نہیں، اس سے دعا بھی نہیں کرتے۔ تو یہ ایک سلسلہ جب چلتا ہے تو پھر دوسرا سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے اور پھر جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے نہ ہوں ان پر توکل کیسے رہ سکتا ہے۔ تو ایسی عورتیں پھر اپنے گھروں کو برباد کر دیتی ہیں۔ خاوندوں سے علیحدہ ہونے کے مطالبے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر جیسا کہ میں نے کہا کہ ایک برائی سے دوسری برائی پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 / اگست 2003ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 15 اپریل 2006ء کو جلسہ سالانہ آسٹریلیا میں عورتوں کی ناجائز خواہشات اور مطالبات پر مستورات سے خطاب میں عورتوں کو خصوصیت سے نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کے گھر کی نگران ہے جہاں وہ اس بات کا خیال رکھے کہ خاوند کے گھر کو کسی قسم کا بھی نقصان نہ ہو۔ کسی قسم کا کوئی مادی نقصان بھی نہ ہو اور روحانی نقصان بھی نہ ہو۔ اُس کے پیسے کا بے جا استعمال نہ ہو کیونکہ بے جا استعمال، اسراف جو ہے یہی گھروں میں بے چینیاں پیدا کر دیتا ہے۔ عورتوں کے مطالبے بڑھ جاتے ہیں۔ خاوند اگر کمزور اعصاب کا مالک ہے تو ان مطالبوں کو پورا کرنے کے لئے پھر قرض لے کر اپنی عورتوں کے مطالبات پورے کرتا ہے اور بعض دفعہ اس وجہ سے مقروض ہونے کی وجہ سے، اس قرضے کی وجہ سے جب بے سکونی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے تو فکروں میں مبتلا ہوتا ہے اور اگر اس کی طبیعت صبر کرنے والی بھی ہے تو پھر مریض بن جاتا ہے۔ کوئی شوگر کا مریض بن گیا، کوئی بلڈ پریشر کا مریض بن گیا۔ اگر خاوند نہیں مانتا تو بعض عورتیں اپنے خاوندوں کے رویّہ کی وجہ سے شوگر اور بلڈ پریشر کی مریض بن جاتی ہیں۔ لیکن اگر آپ نگرانی کا صحیح حق ادا کرنے والی ہوں گی تو نہ تو آپ کسی قسم کا مریض بن رہی ہوں گی نہ آپ کے خاوند کسی قسم کے مریض بن رہے ہوں گے۔ اگر کوئی خاوند بے صبرا ہے تو گھر میں ہر وقت تُو تکار رہتی ہے یہ بھی مریض بنا رہی ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں وہی گھر جو جنت کا گہوارہ ہونا چاہئے، جنت نظیر ہونا چاہئے ان لڑائیوں جھگڑوں کی وجہ سے جہنم کا نمونہ پیش کر رہا ہوتا ہے۔ پھر بچوں کے ذہنوں پر اس کی وجہ سے علیحدہ اثر ہو رہا ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم و تربیت متاثر ہو رہی ہوتی ہے۔

اس معاشرے میں سچ کہنے کی عادت ڈالی جاتی ہے اور معاشرہ کیونکہ بالکل آزاد ہے اس لئے بعض بچے ماں باپ کے منہ پر کہہ دیتے ہیں کہ بجائے ہماری اصلاح کے پہلے اپنی اصلاح کریں۔ تو اس طرح جو عورت خاوند کے گھر کی، اس کے مال اور بچوں کی، نگران بنائی گئی ہے، اپنی خواہشات کی وجہ سے اس گھر کی نگرانی کے بجائے اس کو لٹوانے کا سامان کر رہی ہوتی ہے۔

پس ہر احمدی عورت کو یہ ذہن میں رکھنا چاہئے کہ وہ اپنی دنیاوی خواہشات کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ اپنے پیدا کرنے والے خدا کی عبادت اور اس کے حکموں پر عمل کرنے کے لئے اس دنیا میں آئی ہے۔“

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 12/جون 2015ء)

ایک اور موقع پر خواتین سے مخاطب ہو کر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”بعض گھر اس لئے اُجڑ جاتے ہیں کہ مرد اُن کی خواہشات پوری نہیں کر سکتے۔ ڈیمانڈز بہت زیادہ ہو جاتی ہیں۔ یا اگر اُجڑتے نہیں تو بے سکونی کی کیفیت رہتی ہے۔ لیکن جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ سے لو لگانے والے ہوں اُن کا کفیل خدا خود ہو جاتا ہے، اُن کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ ایک عقلمند عورت وہی ہے جو یہ سوچے کہ مَیں نے اپنا گھریلو چین اور سکون کس طرح پانا ہے؟ اپنے گھر کو جنت نظیر کس طرح بنانا ہے؟ اگر دنیا کی طرف نظر رہے تو یہ سکون کبھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ حقیقی سکون خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ دنیاوی خواہشات تو بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ ایک کے بعد دوسری خواہش آتی چلی جاتی ہے جو بے سکونی پیدا کرتی ہے“۔

پھر فرمایا کہ:

”اگر آپ جائزہ لیں تو نظر آئے گا کہ یقیناً جو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے یہ نیک اعمال کر رہی ہیں اُن کی زندگیوں میں جو سکون اور اطمینان ہے وہ دنیادار عورتوں کی زندگیوں میں نہیں ہے۔ ایسی عورتوں کے گھروں میں بھی بے سکونی ہے جو دنیاداری والی ہیں۔ لیکن جو دین کو مقدم رکھنے والی ہیں، اُس کی خاطر قربانیاں کرنے والی ہیں، اُنہیں گھروں میں بھی سکون ہے، اور ان کی عائلی زندگی بھی خوش و خرم ہے۔ اُن کے بچے بھی نیکیوں پر قائم ہیں اور جماعت کے ساتھ منسلک ہیں۔“

(2 جون 2012ء میں جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے جلسہ سالانہ یوکے 2010ء کے موقع پر فرمایا:

”اگر ہر عورت اس بات کو سمجھ لے کہ اُس کی کیا ذمہ داریاں ہیں اور اُن کی بجا آوری اس نے اس لئے نہیں کرنی کہ کہیں خاوند، باپ یا بھائی کی نظر میں آ کر اُن کی طرف سے کسی سزا کی سزاوار نہ بن جائے بلکہ اِن ذمہ داریوں کو ادا کرنے کا احساس اس لئے ہمیشہ دلوں میں رکھنا ہے اور اُسے پختہ کرنا ہے کہ ایک خدا ہے جو عالم الغیب ہے، جو غیب کا علم رکھتا ہے، جو ہماری ہر حرکت و سکون کو دیکھ رہا ہے، ہر وقت اُس کی نظر اپنی مخلوق پر پڑ رہی ہے۔ ہر ایک کا عمل اُس کے سامنے ایک کھلی کتاب کی طرح ہے۔ پس جب یہ احساس

رہے تو کوئی عورت ایسا عمل نہیں کر سکتی جو اُسے تقویٰ سے دُور ہٹا دے۔ ایک بیوی کی حیثیت سے وہ اپنے خاوند سے کامل وفا کرنے والی ہو گی۔ خاوند کے گھر کی نگران ہو گی۔ اس کے مال کو ضائع کرنے کی بجائے اس کا صحیح مصرف کرنے والی ہو گی۔ کئی ایسی عورتیں ہیں جو تقویٰ پر چلنے والی ہیں یا تقویٰ کے ساتھ ساتھ عقل سے بھی چلنے والی ہیں، جو باوجود تھوڑی آمد کے اپنے خاوند سے ملنے والی رقم میں سے کچھ نہ کچھ بچا لیتی ہیں اور جمع کرتی جاتی ہیں اور بعض دفعہ مشکل حالات میں خاوند کو دے دیتی ہیں۔ خاوند کو تو نہیں پتہ ہوتا کہ کیا بچت ہو رہی ہے؟ اب وہ اُس کے مال کی اِس طرح غیب میں حفاظت کر رہی ہیں یا اگر اُن کو ضرورت ہے تو خاوند کو بتا کر اُس کا استعمال کر لیتی ہیں۔ اپنی اولاد کی صحیح نگرانی کرتی ہیں اور یہ اولاد کی نگرانی صرف خاوند کی اولاد ہونے کی وجہ سے نہیں ہو رہی ہوتی بلکہ اِس لئے ہو رہی ہوتی ہے اور یہ بھی ایک بہت بڑی وجہ ہوتی ہے کہ یہ قوم کی امانت ہیں۔ یہ جماعت کی امانت ہیں۔ پھر وہ اپنی دوستیں اور سہیلیاں بھی ایسی عورتوں کو بناتی ہیں جو اعلیٰ اخلاق کی ہیں۔ ایک خاوند کی وفادار عورت کبھی غلط قسم کی سہیلیاں نہیں بناتی جو اِس کو اُس ڈگر پر ڈالیں جو غلط ہو کہ خاوند کا پیسہ جتنا نچوڑ سکتی ہو نچوڑ لو۔ خاوند کے بغیر سیریں کرنے کے لئے آزادی سے جاؤ آخر تمہاری بھی آزادی کا حق ہے۔ جس سے چاہو جس طرح کے چاہو تعلقات رکھو، نہ ہی ایسی مشورہ دینے والی عورتیں غیب میں حفاظت کرنے والی کہلا سکتی ہیں اور نہ ہی ایسی عورتوں سے دوستیاں رکھنے والی اور باتوں پر عمل کرنے والی غیب میں حفاظت کرنے والی کہلا سکتی ہیں۔"

(جلسہ سالانہ یوکے۔ خطاب از مستورات فرمودہ 31؍جولائی 2010ء)

19 مئی 2012ء کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دورہ ہالینڈ کے دوران ایک نکاح کے اعلان پر خطبہ میں فرمایا:

"عموماً مَیں نے دیکھا ہے کہ رشتے بعض دفعہ اس لئے ٹوٹ رہے ہوتے ہیں، گھروں میں اس لئے جھگڑے پیدا ہو رہے ہوتے ہیں کہ لڑکیوں کی ڈیمانڈز بہت زیادہ ہو جاتی ہیں اور بعض دفعہ لڑکیوں کے ساتھ ان کے گھر والے بھی مل جاتے ہیں اور پھر لڑکا ان ڈیمانڈز کو پورا نہیں کر سکتا تو پھر جھگڑوں کی بنیاد پڑتی ہے۔ اسی طرح بعض لڑکے بھی لڑکیوں سے ناجائز زیادتی کرتے ہیں۔ ان کو بھی خیال رکھنا چاہئے۔

پس جیسا کہ شروع میں مَیں نے کہا اصل چیز یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کو یاد رکھتے ہوئے، تقویٰ پر قائم رہتے ہوئے ان رشتوں کو قائم کرنا چاہئے اور اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ اگر یہ بات سامنے رہے گی تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کے رشتے بھی نبھتے رہیں گے۔ نئے قائم ہونے والے جو رشتے ہیں وہ بھی نبھتے رہیں گے، اور آئندہ نسلیں بھی نیکیوں پر چلنے والی ہوں گی۔ اللہ کرے کہ یہ رشتہ جو نیا قائم ہو رہا ہے وہ ہر لحاظ سے بابرکت ہو اور ان روایات کو قائم کرنے والا ہو جو ان دونوں گھروں کی، خاندانوں کی ہیں۔ یعنی دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی۔"

(مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 29 جون 2012ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے یکم ستمبر 2007ء کو جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر اپنے خطاب میں ایک احمدی مسلمان عورت پر عائد ہونے والی اہم ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے عائلی زندگی کے حوالہ سے ارشاد فرمایا:

"ایک احمدی عورت کی ذمہ داری صرف دنیاوی معاملات میں اپنے گھروں کی یا اپنے بچوں کی نگرانی کرنا اور تعلیم کا خیال رکھنا ہی نہیں ہے بلکہ ایک احمدی عورت کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے۔ احمدی عورت نے اسلام کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اپنے گھر اور خاوند کے گھر کی نگرانی کرنی ہے۔ اپنی اولاد کی دنیاوی تعلیم و تربیت کا خیال بھی رکھنا ہے۔ اپنی اولاد کی اسلامی اخلاق کے مطابق تربیت بھی کرنی ہے اپنی اولاد کی روحانی تربیت بھی کرنی ہے اور ان تمام تربیتی امور کو اپنی اولاد میں رائج کرنے کے لئے، ان کے ذہنوں میں راسخ کرنے کے لئے، اپنے پاک نمونے قائم کرنے ہیں۔ اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق ڈھال کر عبادت اور دوسرے اعمالِ صالحہ بجا لانے کے نمونے اپنی اولاد کے سامنے رکھنے ہیں۔ تبھی ایک احمدی عورت اپنے خاوند کے گھر کی صحیح نگران کہلا سکتی ہے۔ تبھی ایک احمدی ماں اپنی اولاد کی تربیت کا حق ادا کر سکتی ہے ورنہ اس کے قول و فعل میں تضاد کی وجہ سے کبھی اولاد صحیح تربیت نہیں پا سکتی"۔

(جلسہ سالانہ جرمنی خطاب از مستورات فرمودہ یکم ستمبر 2007ء)

سامعین! جلسہ سالانہ یوکے 2007ء کے موقع پر مستورات سے خطاب میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمۃ الزہرہؓ کی حسین مثال دیتے ہوئے فرمایا:

”ایک دفعہ حضرت علی مرتضیٰؓ گھر تشریف لائے۔ کچھ کھانے کو مانگا کہ کچھ کھانے کو دو حضرت فاطمہؓ سے۔ تو آپؓ نے بتایا کہ آج تیسرا دن ہے گھر میں جو کا ایک دانہ تک نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے فاطمہ! مجھ سے تم نے ذکر کیوں نہیں کیا کہ مَیں کوئی انتظام کرتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ میرے باپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی کے وقت نصیحت کی تھی کہ مَیں کبھی سوال کر کے آپ کو شرمندہ نہ کروں۔ یہ نہ ہو کہ آپ کے حالات ایسے ہوں اور مَیں سوال کروں اور وہ میری خواہش پوری نہ ہو سکے اور اس کی وجہ سے آپ پر بوجھ پڑے یا قرض لے کر پورا کریں یا ویسے دل میں ایک پریشانی پیدا ہو کہ مَیں اس کی خواہش پوری نہیں کر سکا۔

تو یہ ایک ایسی بات ہے جو ہر عورت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ ہر اُس عورت کے لئے جو خاوندوں سے ناجائز مطالبات کرتی ہیں۔“

(جلسہ سالانہ یوکے خطاب از مستورات فرمودہ 28 جولائی 2007ء)

(بتعاون: زاہد محمود)

۞۞۞۞

﴿17﴾ ﴿مشاہدات۔975﴾

میڈیا کے ذریعہ جھوٹ، لغویات کی تشہیر

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (المؤمنون:2-4)

کہ یقیناً مومن کامیاب ہوگئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں اور وہ جو لغو سے اِعراض کرنے والے ہیں۔

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانیٔ حُکام نہ ہو
اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوۂ ایام نہ ہو

معزز سامعین! آج مجھے جھوٹ کی مناسبت سے میڈیا کے نقصانات پر پیارے آقا حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ پر چند اِرشادات پیش کرنے کو کہا گیا ہے۔ اِس تقریر کو سوشل میڈیا کے نقصانات کا عنوان بھی دیا جاسکتا ہے۔ چونکہ اِس سے جھوٹ کی بھرمار ہے اور اِس کی ہر So called خوبی کے بیان میں جھوٹا پراپگنڈہ شامل ہے اِس لئے مَیں نے ”جھوٹ کی مناسبت سے میڈیا کے نقصانات“ عنوان رکھا ہے۔ آپ ایک موقع پر فرماتے ہیں۔

” اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی حقیقی مومنوں کی یہی نشانی بتائی ہے کہ لَا يَشْهَدُونَ الزُّوْرَ (الفرقان:73) کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ پھر شرک اور جھوٹ کے بارے میں بتایا کہ ان سے بچو۔ اکٹھا کیا شرک اور جھوٹ کو۔ گویا جھوٹ کا گناہ بھی شرک کی طرح ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو لفظ استعمال کیا ہے وہ جیسا کہ مَیں نے پڑھا ”زُور“ کا لفظ استعمال کیا ہے جس کے معنی ہیں جھوٹ، غلط بیانی، غلط گواہی، خدا تعالیٰ کے شریک ٹھہرانا، ایسی مجلسیں یا جگہیں جہاں جھوٹ عام بولا جاتا ہو۔ اسی طرح

گانے بجانے اور فضولیات اور غلط بیانیوں کی مجالس یہ ساری زُور کے معنوں میں آتی ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے مومن بندے وہ ہیں جو جھوٹ نہیں بولتے۔ جو ایسی جگہوں پر نہیں جاتے جہاں فضولیات اور جھوٹ بولنے والوں کی مجلس جمی ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں بناتے۔ نہ ہی ایسی جگہوں پر جاتے ہیں جہاں مشرکانہ کام ہو رہے ہوں۔ اور پھر کبھی جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے۔ پس اگر ہم میں سے ہر ایک اس طرح جھوٹ سے بچے تو ایک ایسی تبدیلی وہ اپنے اندر پیدا کر سکتا ہے جو حقیقی مومن بناتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 5 فروری 2016ء)

سامعین! سوشل میڈیا ایپس میں سب سے معروف میڈیم فیس بک ہے۔ فیس بک میں آپ خبریں پڑھ سکتے ہیں، ٹی وی دیکھ سکتے ہیں، مضمون لکھ سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے خیالات، تصاویر بھی دنیا کے ساتھ شیئر کر سکتے ہیں۔ کسی کو پیغام بھیجنے اور وصول کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔ ان فوائد کے ساتھ ساتھ فیس بک کے نقصانات بھی بہت ہیں۔ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"آج انٹرنیٹ یا کمپیوٹر پر آپس کے تعارف کا ایک نیا ذریعہ نکلا ہے جسے face book کہتے ہیں۔ گو اتنا نیا بھی نہیں لیکن بہر حال یہ بعد کی چند سالوں کی پیداوار ہے۔ اِس طریقے سے مَیں نے ایک دفعہ منع بھی کیا، خطبے میں بھی کہا کہ یہ بے حیائیوں کی ترغیب دیتا ہے۔ آپس کے جو حجاب ہیں، ایک دوسرے کا حجاب ہے، اپنے راز ہیں بندے کے وہ اُن حجابوں کو توڑتا ہے، اُن رازوں کو فاش کرتا ہے اور بے حیائیوں کی دعوت دیتا ہے۔ اِس سائٹ کو جو بنانے والا ہے اُس نے خود یہ کہا ہے کہ مَیں نے اِسے اس لئے بنایا ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ انسان جو کچھ ہے وہ ظاہر و باہر ہو کر دوسرے کے سامنے آجائے اور اُس کے نزدیک ظاہر و باہر ہو جانا یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی ننگی تصویر بھی ڈالتا ہے تو بیشک ڈال دے اور اس پر دوسروں کو تبصرہ کرنے کی دعوت دیتا ہے تو یہ جائز ہے۔ اِنَّاللہ۔ اسی طرح دوسرے بھی جو کچھ کسی بارے میں دیکھیں اس میں ڈال دیں۔ یہ اخلاقی پستی اور گراوٹ کی انتہا نہیں تو اَور کیا ہے؟ اور اِس اخلاقی پستی اور گراوٹ کی حالت میں ایک احمدی ہی ہے جس نے دنیا کو اخلاق اور نیکیوں کے اعلیٰ معیار بتانے ہیں۔"

(اختتامی خطاب بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی فرمودہ 26؍جون 2011ء)

اسی طرح سوشل میڈیا کے بد اثرات سے بچانے کے لیے نوجوان بچیوں کو متبادل مصروفیات مہیا کرنے کے بارے میں احمدی ماؤں کو نصیحت کرتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

”یہ جو انٹرنیٹ وغیرہ کی مَیں نے مثال دی ہے، اس میں فیس بک (Facebook) اور سکائپ (Skype) وغیرہ سے جو چیٹ (Chat) وغیرہ کرتے ہیں، یہ شامل ہے۔ کئی گھر اس سے مَیں نے ٹوٹتے دیکھے ہیں۔ بڑے افسوس سے مَیں کہوں گا کہ ہمارے احمدیوں میں بھی اس طرح کے واقعات ہوتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے اس حکم کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ فحشاء کے قریب بھی نہیں پھٹکنا کیونکہ شیطان پھر تمہیں اپنے قبضے میں کر لے گا۔

پس یہ قرآنِ کریم کے حکم کی خوبصورتی ہے کہ یہ نہیں کہ نظر اُٹھا کے نہیں دیکھنا اور نہ نظریں ملانی ہیں بلکہ نظروں کو ہمیشہ نیچے رکھنا ہے اور یہ حکم مرد اور عورت دونوں کو ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھو اور پھر جب نظریں نیچی ہوں گی تو پھر ظاہر ہے یہ نتیجہ بھی نکلے گا کہ جو آزادانہ میل جول ہے اُس میں بھی روک پیدا ہو گی۔ پھر یہ بھی ہے کہ فحشاء کو نہیں دیکھنا، تو جو بیہودہ اور لغو اور فحش فلمیں ہیں، جو وہ دیکھتے ہیں اُن سے بھی روک پیدا ہو گی۔ پھر یہ بھی ہے کہ ایسے لوگوں میں نہیں اُٹھنا بیٹھنا جو آزادی کے نام پر اس قسم کی باتوں میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اپنے قصّے اور کہانیاں سناتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس طرف راغب کر رہے ہوتے ہیں۔ نہ ہی سکائپ (Skype) اور فیس بُک (Facebook) وغیرہ پر مرد اور عورت نے ایک دوسرے سے بات چیت کرنی ہے، ایک دوسرے کی شکلیں دیکھنی ہیں، نہ ہی ان چیزوں کو ایک دوسرے سے تعلقات کا ذریعہ بنانا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سب ظاہر یا چھپی ہوئی فحشاء ہیں جن کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم اپنے جذبات کی رَو میں زیادہ بہہ جاؤ گے، تمہاری عقل اور سوچ ختم ہو جائے گی اور انجام کار اللہ تعالیٰ کے حکم کو توڑ کر اُس کی ناراضگی کا موجب بن جاؤ گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2؍اگست 2013ء)

سامعین! فیس بک کے متعلق احتیاط کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”مَیں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس کو نہ چھوڑو گے تو گنہگار بن جاؤ گے۔ بلکہ مَیں نے بتایا کہ اس کے نقصان زیادہ ہیں اور فائدہ بہت کم ہے۔ آجکل جن کے پاس facebook ہے وہاں لڑکے اور لڑکیاں ایسی جگہ پر

چلے جاتے ہیں جہاں بُرائیاں پھیلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ لڑکے تعلق بناتے ہیں۔ بعض جگہ لڑکیاں trap ہو جاتی ہیں اور facebook پر اپنی بے پردہ تصاویر ڈال دیتی ہیں۔ گھر میں، عام ماحول میں، آپ نے اپنی سہیلی کو تصویر بھیجی، اُس نے آگے اپنی فیس بُک پر ڈال دی اور پھر پھیلتے پھیلتے ہمبرگ سے نکل کر نیویارک (امریکہ) اور آسٹریلیا پہنچی ہوتی ہے اور پھر وہاں سے رابطے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر گروپس بنتے ہیں مردوں کے، عورتوں کے اور تصویروں کو بگاڑ کر آگے بلیک میل کرتے ہیں۔ اس طرح برائیاں زیادہ پھیلتی ہیں۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ برائیوں میں جایا ہی نہ جائے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 6؍جنوری 2012ء صفحہ 12)

سامعین! سائبر اٹیک (Cyber attack) سے جو سارا نظام درہم برہم ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اُس حوالے سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک خطبہ جمعہ میں دنیا کے بعض ممالک کے کشیدہ حالات کا ذکر کرتے ہوئے بھی نت نئے طریقوں سے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے کے حوالہ سے اپنے خدشات کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"پھر نئی ایجادیں ہیں۔ انسانوں نے اپنے رابطوں کے لئے، اپنے ریکارڈ رکھنے کے لئے، اپنے معاشی اور دوسرے نظام چلانے کے لئے بڑی آسانیاں پیدا کی ہیں۔ کمپیوٹر نے بہت سے کاموں کو سنبھال لیا ہے۔ لیکن یہی ایجاد دنیا کی تباہی کا بھی ذریعہ بن سکتی ہے۔ آجکل بار بار کبھی کسی خاص ملک میں اور کبھی پوری دنیا میں سائبر اٹیک (cyber attack) ہو رہے ہیں۔ سارا نظام اس سے درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یہاں کا بھی این ایچ ایس (NHS) کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ ایئرپورٹس کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ جنگی آلات کے استعمال اور جنگوں کی وجہ بننے میں بھی یہ سائبر حملے، جو ہیں خوفناک کردار ادا کر سکتے ہیں اور تباہی لا سکتے ہیں۔ چنانچہ نیٹو کے ایک نمائندے نے یہ واضح کیا ہے کہ نیٹو پر یا دنیا کے حساس معاملات میں کہیں بھی یہ سائبر حملہ ہو گیا تو ایک تباہ کن جنگ کا باعث بن سکتا ہے اور مزید ہم اس قسم کا حملہ برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ وارننگ وہ دے چکے ہیں۔ پس دنیا تو اپنی تباہی کے خود سامان کر رہی ہے اور سمجھتے ہیں کہ دنیاداروں کی ترقی ان کی حفاظت کی ضامن ہے جبکہ یہ ان کی تباہی کی وجہ بن سکتی ہے"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30؍جون 2017ء)

سامعین! موبائل فون کے عاریتاً استعمال سے دھوکہ کھانے کے حوالے سے بھی مَیں کچھ کہنا چاہوں گا۔ موبائل فون اپنے اندر بہت سی قباحتیں رکھتا ہے جس پر بہت کچھ لکھا اور بولا جا چکا ہے۔ کسی اجنبی یا شناسا کو بھی اپنا موبائل فون دینا اگرچہ اُس کی مدد کرنا تو ہے ہی لیکن ایسا کرنا انتہائی خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ مُلکِ شام جو لمبے عرصہ سے خانہ جنگی کا شکار ہے، وہاں سے تعلق رکھنے والے ایک معصوم احمدی بھی ایسے ہی کسی دھوکہ کا شکار ہوئے۔

حضور انور ایدہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

”مکرم عبد النور جابی صاحب سیریا کو... وہاں کے حکومتی کارندوں نے ہی آپ کو گرفتار کیا تھا اور گرفتاری کی وجہ یہ تھی کہ کسی نے ان کا موبائل فون عاریتاً لے کر وہاں کے باغیوں کو فون کیا تھا... باغیوں میں سے کسی نے ان کا فون لے کر اپنے ساتھیوں سے مالی لین دین کی بات کی اور اس بارے میں فون کو تو حکومت کی ایجنسیاں انٹرسیپٹ (intercept) بھی کرتی ہیں، چیک کرتی ہیں۔ انہوں نے پکڑ لیا، تحقیق کے دوران یہ ثابت ہوا کہ آپ کے فون سے کال ہوئی تھی اور آپ کا باغیوں کے ساتھ رابطہ ہے۔ اس وجہ سے آپ کو گرفتار کر لیا گیا اور پھر شہید بھی کر دیا گیا۔ طبی رپورٹ کے مطابق مرحوم گرفتاری کے تیسرے روز ہی سر پر شدید چوٹ آنے کی وجہ سے فوت ہو گئے تھے کیونکہ یہ حکومتی پولیس والے بھی بڑا اٹارچر دیتے ہیں۔ جو باغیوں کا حال ہے وہی حکومت کے کارندوں کا بھی حال ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/مارچ 2016ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”آج کل یہاں بچوں میں ایک بڑی بیماری ہے ماں باپ سے مطالبہ ہوتا ہے کہ ہمیں موبائل لے کر دو۔ دس سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو موبائل ہمارے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ آپ کونسا بزنس کر رہے ہیں؟ آپ کوئی ایسا کام کر رہے ہیں جس کی منٹ منٹ کے بعد فون کر کے آپ کو معلومات لینے کی ضرورت ہے؟ پوچھو تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ماں باپ کو فون کرنا ہے۔ اگر ماں باپ کو آپ کے فون کی فکر نہیں ہے تو آپ کو بھی نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ فون سے پھر غلط باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ فون سے لوگ رابطے کرتے ہیں جو

پھر بچوں کو ورغلاتے ہیں گندی عادتیں ڈال دیتے ہیں اس لئے فون بھی بہت نقصان دہ چیز ہے اس میں بچوں کو ہوش نہیں ہوتی کہ وہ انہی کی وجہ سے غلط کاموں میں پڑ جاتے ہیں۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع اطفال الاحمدیہ جرمنی۔16؍ستمبر 2011ء)

سامعین! حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو یہ فکر دامنگیر رہتی ہے کہ ہمارے چند احمدی جو فضولیات، لغویات اور میڈیا و بعض لٹریچر پروگرامز میں ملوّث ہیں اُن کو اِن گندی حرکات سے کیسے بچایا جاسکے۔ حضور ایدہ اللہ نے مؤرخہ 28 ستمبر 2025ء کو مجلس انصار اللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"آجکل بہت سی شکایات آتی ہیں، لوگوں کی بیویوں کی طرف سے شکایات آتی ہیں کہ انصار کی عمر کو پہنچ چکے ہیں لیکن ٹی وی پروگراموں میں یا انٹرنیٹ پر ایسے غلط پروگرام دیکھتے ہیں جو بُرائیوں کی طرف لے جانے والے ہیں۔ جو ایک قسم کا زنا ہی ہے۔ پس اِس سے بھی بچنے کی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔ اگر پانچ دس فیصد بھی ہمارے اندر ایسے لوگ ہیں، تو وہ بھی ایک بہت خطرناک نسبت ہے جس سے ہمیں بچنا چاہئے"

(الفضل 4 اکتوبر 2025ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

"اب ہر ایک کو جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کس حد تک اپنے آپ کو بے ہودہ اور مشرکانہ مجلسوں سے بچایا ہوا ہے بہت سے ایسے ہیں جو کہیں گے کہ ہم تو ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں ہم تو مشرکانہ مجلسوں میں نہیں بیٹھتے لیکن یاد رکھیں کہ کوئی مجلس ہو جیسے انٹرنیٹ ہے یا ٹی وی ہے یا کوئی اور ایسا کام جو نمازوں اور عبادت سے غافل کر رہی ہے وہ مشرکانہ مجلس ہی ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21؍اپریل 2017ء)

مجلس خدامُ الاحمدیہ اور مجلس اطفالُ الاحمدیہ کے مشترکہ اجتماع منعقدہ 2025ء کے اختتامی خطاب میں حضور ایدہ اللہ نے فرمایا۔

"مَیں پھر کہتا ہوں کہ ہمارے کھیلوں کے پروگرام اِس مقصد کے لئے ہوتے ہیں کہ خدام اور اطفال کی ذہنی نشوونما ہو، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق، انسانیت کے حقوق اور جماعت کی خدمت بہترین انداز میں

کر سکیں۔ اِس کے بر عکس، ٹی وی کے سامنے فضول بیٹھے رہنا یا موبائل پر مسلسل اسکرولنگ کرنا جسمانی اور ذہنی صحت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ مزید یہ کہ انٹرنیٹ پر بے شمار خطرناک اور غیر اخلاقی مواد آسانی سے دستیاب ہے جو اخلاقی اقدار کو کھوکھلا کرتا ہے اور نفرت کو ہوا دیتا ہے۔ اب تو مصنوعی ذہانت (AI) نے اِس خطرے کو ایک نئی جہت دے دی ہے۔ مَیں کئی سال سے اِس کے نقصانات کے بارے میں خبردار کرتا رہا ہوں اور آج ہم تقریباً روزانہ اِس کے خوفناک نتائج دیکھ رہے ہیں۔ چند ہی دن پہلے امریکہ میں ایک معروف سیاسی کارکن کے قتل کے بعد اُس ریاست کے گورنر نے عوامی سطح پر نوجوانوں کو نصیحت کی کہ وہ اپنے آلات (device's) بند کریں، گھروں سے باہر نکلیں، اپنے خاندانوں کے ساتھ وقت گزاریں اور اپنی کمیونٹیز کی خدمت کریں"

(الفضل 27 ستمبر 2025ء)

سامعین! ہر چیز اپنے اندر نفع و نقصان سموئے ہوئے ہے۔ بعض ایسی سائٹس اور ایپس ہیں جن کا مقصد Funاور Entertainment کے نام پہ لغویات کی ترویج ہے۔ حضور انور اس بابت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آج کل کی دنیاوی ایجادات جیسا کہ مَیں نے شروع میں بھی ذکر کیا تھا، ٹی وی ہے، انٹرنیٹ وغیرہ ہے اُس نے حیا کے معیار کی تاریخ ہی بدل دی ہے۔ کھلی کھلی بے حیائی دکھانے کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ بے حیائی نہیں ہے۔ پس ایک احمدی کے حیا کا یہ معیار نہیں ہونا چاہئے جو ٹی وی اور انٹرنیٹ پر کوئی دیکھتا ہے۔ یہ حیا نہیں ہے بلکہ ہوا و ہوس میں گرفتاری ہے۔ بے حجابیوں اور بے پردگی نے بعض بظاہر شریف احمدی گھرانوں میں بھی حیا کے جو معیار ہیں، الٹا کر رکھ دیئے ہیں۔ زمانہ کی ترقی کے نام پر بعض ایسی باتیں کی جاتی ہیں، بعض ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں جو کوئی شریف آدمی دیکھ نہیں سکتا چاہے میاں بیوی ہوں۔ بعض حرکتیں ایسی ہیں جب دوسروں کے سامنے کی جاتی ہیں تو وہ نہ صرف ناجائز ہوتی ہیں بلکہ گناہ بن جاتی ہیں۔ اگر احمدی گھرانوں نے اپنے گھروں کو ان بیہودگیوں سے پاک نہ رکھا تو پھر اُس عہد کا بھی پاس نہ کیا اور اپنا ایمان بھی ضائع کیا جس عہد کی تجدید انہوں نے اس زمانہ میں زمانے کے امام کے ہاتھ پہ کی

ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا واضح فرمایا ہے کہ اَلْحَیَآءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ کہ حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔(مسلم کتاب الایمان باب شعب الایمان وافضلھا... حدیث نمبر 59)

پس ہر احمدی نوجوان کو خاص طور پر یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ آج کل کی بُرائیوں کو میڈیا پر دیکھ کر اس کے جال میں نہ پھنس جائیں ورنہ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ انہی بیہودگیوں کا اثر ہے کہ پھر بعض لوگ جو اس میں ملوث ہوتے ہیں تمام حدود پھلانگ جاتے ہیں اور اس وجہ سے پھر بعضوں کو اخراج از جماعت کی تعزیر بھی کرنی پڑتی ہے۔ ہمیشہ یہ بات ذہن میں ہو کہ میرا ہر کام خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15؍جنوری 2010ء)

سامعین! دنیا اب ایک گلوبل ویلیج بن گئی ہے۔ فاصلے سمٹ گئے ہیں لیکن ہر ایجاد کے منفی پہلوؤں کی طرح سوشل میڈیا بھی منفی رنگ رکھتا ہے۔ اس کے وجود سے قبل لغویات کا پھیلاؤ محدود تھا۔ اب ایک click پہ کسی بھی تصویر، ویڈیو اور آڈیو پیغام وغیرہ کو لامحدود لوگوں تک پھیلایا جاسکتا ہے۔ ابھی بچہ پیدا ہوتا ہی اور اُس کی ماں نے اس کو دیکھا تک نہیں ہوتا تو سوشل میڈیا کے ذریعہ اُس کی تصاویر کہاں سے کہاں تک پہنچ جاتی ہیں۔

آزادیٔ اظہار کے طور پر بہت سے بُرائیوں کو روکنے کے بجائے اُن کو تحفظ دیا جاتا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ اس بابت خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"آجکل جو عملی خطرہ ہے وہ معاشرے کی بُرائیوں کی بے لگامی اور پھیلاؤ ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ آزادیٔ اظہار اور تقریر کے نام پر بعض بُرائیوں کو قانونی تحفظ دیا جاتا ہے۔ اس زمانے سے پہلے بُرائیاں محدود تھیں۔ یعنی محلے کی برائی محلے میں یا شہر کی برائی شہر میں یا ملک کی بُرائی ملک میں ہی تھی۔ یا زیادہ سے زیادہ قریبی ہمسائے اُس سے متاثر ہو جاتے تھے۔ لیکن آج سفروں کی سہولتیں، ٹی وی، انٹرنیٹ اور متفرق میڈیا نے ہر فردی اور مقامی بُرائی کو بین الاقوامی بُرائی بنا دیا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ ہزاروں میلوں کے فاصلے پر رابطے کر کے بے حیائیاں اور بُرائیاں پھیلائی جاتی ہیں۔"

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 27؍دسمبر 2013ء)

سامعین! آج کل سوشل میڈیا کے ذریعہ ملنے والی معلومات بھی بعض دفعہ گھریلو ناچاقی اور علیحدگیوں کا باعث بنتی ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ خواتین کو اُکسایا جاتا ہے کہ آپ اپنے حقوق کس طرح حاصل کر سکتی ہیں۔ مختلف ویب سائٹس ہیں جو عورتوں کی اس قسم کے معاملات میں مدد دینے کا دعویٰ کرتی ہیں اور انجام آخر کار گھر اور بچوں کی تباہی کی صورت میں ہوتا ہے۔ ممبراتِ لجنہ سے مخاطب ہو کر حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں۔

" آج کل سوشل میڈیا بھی عورتوں کو گمراہ کر رہا ہے کہ آسان حل طلب باتوں میں وکیل کر کے علیحدگی کروالو حالانکہ اس کا آپ کی اولاد اور نسل پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔ تحقیق ثابت کرتی ہے کہ کس طرح ٹوٹے ہوئے گھر کے بچے اکثر اوقات اندھیر اور پُرخطر راستوں پر گامزن ہو جاتے ہیں۔"

(لجنہ سے خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ برطانیہ 2025ء)

سامعین! سوشل میڈیا کا ایک اور بہت ہی مقبول سلسلہ ٹک ٹاک بھی ہے اور اس کے اسقدر نقصانات سامنے آرہے ہیں کہ بہت سے ممالک اس کو بین کرنے کا سوچ رہے ہیں۔ ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تو بہت پہلے ہی ٹک ٹاک کے استعمال اور اس کے بُرے اثرات سے بچنے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ 3؍اپریل 2019ء کو نیشنل صدر صاحبہ لجنہ اماء اللہ کینیڈا نے تمام لوکل اور ریجنل صدرات سے حضور انور کی ہدایت پر مبنی درج ذیل سرکلر بذریعہ ای میل شیئر کیا۔

"حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے علم میں آیا ہے کہ آجکل "TikTok" کے نام کے ساتھ ایک نیا سافٹ ویئر بعض لجنہ اور ناصرات بھی استعمال کر رہی ہیں جس پر لوگ اپنی چھوٹی چھوٹی Videos بنا کر لگاتے ہیں۔ ایسے سافٹ ویئر کا استعمال ایک احمدی لڑکی کے شایانِ شان نہیں اور اس کے وقار کے خلاف ہے۔ اس لئے آپ شعبہ تربیت کے کاموں میں اس بات کو بھی شامل کریں کہ جو بھی ایسے پروگرام یا سافٹ ویئر آتے ہیں تو آپ ہر جگہ لجنہ اور ناصرات کو توجہ دلاتی رہا کریں کہ ہر ایک ان سے خود بھی بچے اور اپنے ماحول میں لجنہ اور ناصرات کو بھی ان سے بچنے کی طرف توجہ دلاتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14 نومبر 2024ء)

لغو باتوں (جن میں ٹی وی اور انٹرنیٹ وغیرہ بھی شامل ہیں) سے اعراض کرنے کے بارے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے کئی مواقع پر نصائح فرمائی ہیں۔ چنانچہ لجنہ اماء اللہ جرمنی کے ایک اجتماع میں ارشاد فرمایا:

”پھر لغو باتیں ہیں۔ ان لغو باتوں کے لئے مَیں خاص طور پر بچوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ لغو باتیں صرف وہ باتیں ہی نہیں جو بڑی بوڑھیاں بیٹھ کر کرتی ہیں۔ وہ تو کرتی ہیں اُن کو اس سے روکنا ہی ہے، لیکن دس بارہ سال کی عمر کی لڑکیوں سے لے کے نوجوان لڑکیوں تک کے لئے جو ٹی وی اور انٹرنیٹ ہے یہ آج کل لغویات میں شامل ہو چکا ہے۔ اگر آپ لوگ سارا دن ایسے پروگرام دیکھ رہی ہیں جس میں کوئی تربیت نہیں ہے تو یہ لغویات ہے۔ انٹرنیٹ جو ہے، اُس میں بعض دفعہ ایسی جگہوں پر چلی جاتی ہیں جہاں سے پھر آپ واپس نہیں آسکتیں اور بے حیائی پھیلتی چلی جاتی ہے۔ بعض دفعہ ایسے معاملات آجاتے ہیں کہ غلط قسم کے گروہوں میں لڑکوں نے لڑکیوں کو کسی جال میں پھنسا لیا اور پھر اُن کو گھر چھوڑنے پڑے اور اپنے خاندان کے لئے بھی، جماعت کے لئے بھی بدنامی کا باعث ہوئیں۔ اس لئے انٹرنیٹ وغیرہ سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ بھی ذہنوں کو زہریلا کرنے کے لئے انٹرنیٹ پر بہت سارے پروگرام ہیں۔ ٹی وی پر بے حیائی کے بہت سارے پروگرام ہیں۔ ایسے چینل والدین کو بھی بلاک (block) کر کے رکھنے چاہئیں جو بچوں کے ذہنوں پر گندے اثر ڈالتے ہوں۔ ایسے مستقل لاک (lock) ہونے چاہئیں۔ اور جب بچے ایک دو گھنٹے جتنا بھی ٹی وی دیکھنا ہے دیکھ رہے ہیں تو بیشک دیکھیں لیکن پاک صاف ڈرامے یا کارٹون۔ اگر غلط پروگرام دیکھے جا رہے ہیں تو یہ ماں باپ کی بھی ذمہ واری ہے اور بارہ تیرہ سال کی عمر کی جو بچیاں ہیں اُن کی بھی ہوش کی عمر ہوتی ہے، اُن کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس سے بچیں۔ آپ احمدی ہیں اور احمدی کا کردار ایسا ہونا چاہئے جو ایک نرالا اور انوکھا کردار ہو۔ پتہ لگے کہ ایک احمدی بچی ہے۔“

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 17 ستمبر 2011ء)

اللہ تعالیٰ کا ہم پر خاص احسان ہے کہ ہمیں خلافت جیسی نعمت عطا ہوئی ہے۔ زمانے کی ترقی کے ساتھ جو نت نئی بُرائیاں جنم لیتی ہیں خلیفۂ وقت ہماری رہنمائی فرماتے ہیں تاکہ ہم ان شیطانی حربوں سے بچ سکیں۔

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ اس ضمن میں ہماری راہنمائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاِمَّا یَنۡزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ۔(حٰم سجدہ:37) اگر تجھے شیطان کی طرف سے کوئی بہکا دینے والی بات پہنچی ہے، ایسی باتیں شیطان پہنچائے جو احسن قول کے خلاف ہو تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی بہت زیادہ دعا کرو۔ اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡم پڑھو۔ لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ پڑھو۔ اللہ تعالیٰ یہ امید دلاتا ہے جو سننے والا اور جاننے والا ہے کہ اگر نیک نیتی سے دعائیں کی گئی ہیں تو یقیناً وہ سنتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18؍اکتوبر 2013ء)

سامعین! سوشل میڈیا کے مثبت استعمال سے ہم بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ

”اس کے علاوہ آپ میں یہ کامل اور غیر متزلزل اور ہر شک و شبہ سے پاک یقین ہونا چاہئے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق سچی اور حقیقی خلافت کا نظام قائم کیا جا چکا ہے جس کی کامل اطاعت اور پیروی آپ پر فرض ہے۔ خلافت کی اطاعت اور خلیفۂ وقت کی ہدایات کی تعمیل کا ایک بہت اہم ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم فضل و احسان کی صورت میں قائم کیا ہوا ذریعہ ہے۔ اور وہ ایم ٹی اے ہے۔ اس لئے آپ جہاں کہیں ہوں آپ کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے کہ میرا ہر خطبہ ضرور سنیں خواہ وہ کسی بھی ذریعہ سے ہو۔ چاہے وہ ٹیلی وژن کے ذریعہ ہو، Laptop کے ذریعہ ہو یا آپ کے موبائل فون کے ذریعہ ہو۔ اِس دَور میں کوئی بھی یہ جائز عذر نہیں کر سکتا کہ وہ پیغام یا تعلیمات کو موصول کرنے سے قاصر رہا ہے۔ نشر و اشاعت کے جدید وسائل کی بدولت اب ہر چیز تک رسائی باآسانی اور فوراً ایک بٹن کے دبانے سے ممکن ہو چکی ہے۔ اس لئے جہاں تک میرے خطبات کا تعلق ہے ان تک بھی آپ کی رسائی اور دسترس مختلف ذرائع سے ہو سکتی ہے۔ آپ میرے خطبات ایم ٹی اے پر سن سکتے ہیں یا اس کے علاوہ آپ ایم ٹی اے کی ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں اور ایم ٹی اے کی on demand سروس کے ذریعہ

بھی میرے خطبات کو سن سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایم ٹی اے کے کئی دوسرے پروگرامز بھی آپ کے لئے دیکھنا بہت ضروری ہیں۔ ان پروگراموں کے ذریعہ آپ کا دینی علم بڑھے گا اور اس طرح آپ کا خلافت سے بھی تعلق پختہ اور مضبوط ہو گا۔ اپنے دینی علم کو بڑھانے کا ایک اور ذریعہ alislam ویب سائٹ بھی ہے جہاں وسیع پیمانے پر علمی مواد میسر ہے۔ آپ میں سے جو پختہ عمر کو پہنچ گئے ہیں انہیں جہاں تک بھی ممکن ہو اپنے آپ کو ان تمام مختلف وسائل اور ذرائع سے جوڑ دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ایسا کرتے ہوئے جہاں آپ اپنے علم کو بڑھا رہے ہوں گے وہاں آپ کو چاہئے کہ اِن ذرائع کو خلافت کے ساتھ بھی اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے استعمال میں لائیں۔ اور اپنی اس ذمہ داری کو نبھائیں کہ آپ دین کو دنیا کی ہر چیز پر مقدم رکھیں گے۔ اس دَور میں بیشمار ایسے پروگرام ہیں جو ٹی وی، ویب سائٹس اور انٹرنیٹ وغیرہ پر دستیاب ہیں جو ایک انسان کی توجہ مسلسل اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ ان کا استعمال ایک لامتناہی کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ اگر آپ یہ کہیں گے کہ ہمیں پہلے اپنے دنیاوی کاموں کو مکمل کرنا ہے اور پھر ٹی وی پر یا streaming کے ذریعہ ایم ٹی اے دیکھیں گے تو آپ کو کبھی ایم ٹی اے دیکھنے کا وقت نہیں ملے گا۔ یہ وسائل اور ذرائع آپ کے علم کو بڑھانے میں فائدہ مند ثابت ہوں گے لیکن اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے آپ کو بہر حال اپنے دین کو مقدّم رکھنا ہو گا اور اپنی دنیوی مصروفیات اور پروگراموں پر دین کو ترجیح دینی ہو گی۔"

(خطاب بر موقع نیشنل اجتماع واقفین نو، یوکے فرمودہ یکم مارچ 2015ء)

(بتعاون: زاہد محمود و مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿18﴾ ﴿مشاہدات۔79﴾

جادو، ٹونہ ٹوٹکا اور مزاروں پر جانا

ہے قصور اپنا ہی اندھوں کا وگرنہ وہ نور
ایسا چمکا ہے کہ صد نیّرِ بیضاء نکلا
زندگی ایسوں کی کیا خاک ہے اِس دنیا میں
جن کا اِس نور کے ہوتے بھی دل اعمیٰ نکلا

پیارے بھائیو! آج مَیں نے جس موضوع کا انتخاب کیا ہے وہ ہے **"جادو، ٹونہ ٹوٹکا اور مزاروں پر جانا"**

سب سے پہلے تو ہم ان الفاظ کے معنی جانتے ہیں۔ جادو، ٹونہ، ٹوٹکا کے معنی ہیں سحر، منتر، کوئی عجیب سی خلافِ عقل بات، شعبدہ بازہ وغیرہ۔

کوئی بھی ایسا فعل جس میں آپ خدا تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہرائیں یا ایسے کسی عمل کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی مخلوق کو نقصان پہنچائیں شرک کے زمرہ میں آتا ہے اور خدا تعالیٰ نے شرک کو سخت ناپسندیدہ عمل قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاعْبُدُوااللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا (النسآء:37) کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ کیونکہ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ (لقمان:14) شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تمام گناہ بخش دوں گا۔ لیکن شرک کا گناہ نہیں بخشوں گا۔ مگر افسوس کہ آج کا مسلمان تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود چند ایسے لوگوں کے ہتھکنڈوں کا شکار ہو جاتا ہے جو جادو ٹونے کا سہارا لے خود بے شمار پیسہ بٹور کر لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں اور ان کا خدا تعالیٰ سے یقین ختم کر کے جادو ٹونے جیسی لغویات کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ ٹونے ٹوٹکے میاں بیوی، ساس بہو اور

دوسرے رشتہ داروں کے خلاف استعمال کیے جاتے ہیں بجائے اس کے خدا تعالیٰ سے اس کا رحم مانگیں، استغفار کریں، اس کی مدد مانگیں کہ وہ ان کی پریشانیاں دور فرماوے وہ پیروں فقیروں کے پاس جا کر الٹے سیدھے تعویذ، گنڈے اور غلط قسم کے سِفلی عمل کروانے لگتے ہیں اور اس میں اپنا روپیہ پیسہ اپنی رشتہ داریاں سب کچھ ختم کر لیتے ہیں۔ انگلینڈ جیسے ترقی یافتہ ملک میں بھی اس قسم کے پیر فقیر اور تعویذ کرنے والے لوگ پائے جاتے ہیں اور ان کے باقاعدہ اشتہار ٹی وی پر بھی دکھائے جاتے ہیں۔ یہ تمام باتیں اسلام کے منافی ہیں اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف:158)

ترجمہ: جو اس رسول نبی اُمّی پر ایمان لاتے ہیں جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔ **وہ ان کو نیک باتوں کا حکم دیتا ہے اور انہیں بُری باتوں سے روکتا ہے اور اُن کے لئے پاکیزہ چیزیں حلال قرار دیتا ہے اور اُن پر ناپاک چیزیں حرام قرار دیتا ہے** اور اُن سے اُن کے بوجھ اور طوق اتار دیتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے عزت دیتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اتارا گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ ایک اور موقع پر فرماتا ہے:

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (یونس:107)

ترجمہ: اور **اللہ کے سوا اُسے نہ پکار جو نہ تجھے فائدہ دیتا ہے اور نہ نقصان پہنچاتا ہے** اور اگر تُو نے ایسا کیا تو یقیناً تُو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

پھر فرمایا:

وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ؕ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهٖ ؕ وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ؕ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ (البقرہ:103)

اور انہوں نے پیروی کی اس کی جو شیاطین سلیمان کے ملک کے خلاف پڑھا کرتے تھے اور سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ وہ شیاطین تھے جنہوں نے کفر کیا۔ وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور (اس کے برعکس) بابل میں جو دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر اتارا گیا (اس کا قصہ یہ ہے) وہ دونوں کسی کو بھی کچھ نہیں سکھاتے تھے جب تک وہ (اُسے) یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو محض ایک آزمائش کے طور پر ہیں پس تُو کفر نہ کر۔ پس وہ لوگ ان دونوں سے ایسی بات سیکھتے تھے جس کے ذریعے وہ خاوند اور بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتے تھے اور اللہ کے اِذن کے سوا وہ اس ذریعہ سے کسی کو نقصان پہنچانے والے نہیں تھے۔ اور (اس کے برعکس جو لوگ شیاطین سے سیکھتے تھے) **وہ وہی باتیں سیکھتے تھے جو ان کو نقصان پہنچانے والی تھیں اور فائدہ نہیں پہنچاتی تھیں۔ حالانکہ وہ خوب جان چکے تھے کہ جس نے بھی یہ سودا کیا اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں رہے گا۔ پس بہت ہی برا تھا وہ (عارضی فائدہ) جس کے بدلے میں انہوں نے اپنی جانیں بیچ دیں، کاش کہ وہ جانتے۔**

الحدیث

سامعین! اگر ہم احادیث کی روشنی میں اس موضوع کو دیکھیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تین آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ دشمنی ہے۔ ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو مسلمان ہو کر جاہلیت کی رسموں پر چلنا چاہے۔

(بخاری کتاب الدیات)

پھر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کرنے والی باتوں سے دور رہو۔ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون سی سات باتیں ہیں۔ فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا اور جادو کرنا اور اس جان کا حق مارنا جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اور سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا اور جہاد سے فرار یعنی بھاگنا اور پاک دامن مومن عورتوں پر زنا کی تہمت لگانا۔

(صحیح بخاری کتاب الوصایا)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی ہے اور اُن پر جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں اور اُن پر جو قبروں پر چراغ جلاتے ہیں۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ)

فرمایا: قبروں پر مت بیٹھو اور نہ ان کی طرف نماز پڑھو۔

(جامع ترمذی ابواب الصلوۃ)

بھائیو! بعض لوگ خاص طور پر ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں گدی نشینوں، پیروں، فقیروں کے پاس جا کر یا قبروں پر جا کر دعائیں مانگتے ہیں۔ وہ بزرگ جن کی قبروں پہ جاتے ہیں ان کے بارہ میں ان کا خیال ہوتا ہے کہ یہ چونکہ بہت پہنچے ہوئے نیک بزرگ تھے اس لئے نعوذ باللہ یہی ہماری نجات کا ذریعہ ہیں حالانکہ درحقیقت وہ بزرگ ساری زندگی وحدانیت کی تعلیم دیتے رہے مگر ان کے مزاروں پر جا کر شرک کیا جاتا ہے۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہ جو ہر قسم کے شرک ہیں ان سے بچو۔ اس لئے ہر احمدی کا یہ بھی فرض ہے کہ اس کے خلاف ہمیشہ جہاد کرتا رہے۔

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پیارے بھائیو! اب آپ حاضرین کے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کے ارشادات اور فرمودات کی روشنی میں اِس مضمون کی اہمیت اُجاگر کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے اپنی کچھ حاجات تحریری طور پر پیش کیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھ کر فرمایا کہ ”اچھا! دعا کریں گے“ اس پر وہ شخص بولا کہ حضور! کوئی تعویذ نہیں کیا کرتے؟

فرمایا:

"تعویذ گنڈے کرنا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا کام تو صرف اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرنا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 505)

سامعین! بعض لوگ مختلف وظائف کی طرف بہت دھیان دیتے ہیں اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"وظیفوں کے ہم قائل نہیں۔ یہ سب جنتر منتر ہیں جو ہمارے ملک میں جوگی ہندو سنیاسی کرتے ہیں جو شیطان کی غلامی میں پڑے ہوئے ہیں۔ البتہ دعا کرنی چاہیے خواہ اپنی زبان میں ہی ہو۔ سچے اضطراب اور سچی تڑپ سے جناب الٰہی میں گداز ہو ایسا کہ وہ قادر الحیّ القیوم دیکھ رہا ہے۔ جب یہ حالت ہو گی تو گناہ پر دلیری نہ کرے گا۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 323)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"شریعت تو اسی بات کا نام ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے اسے لے لے اور جس بات سے منع کیا ہے اس سے ہٹے۔ اب اِس وقت قبروں کا طواف کرتے ہیں اِن کو مساجد بنایا ہوا ہے۔ عرس وغیرہ ایسے جلسے نہ منہاج نبوت ہے نہ طریق سنت ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 129)

ارشادات خلفائے کرام

رسم ورواج یا بدعات انسان کو اللہ کا باغی بنا دیتی ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اِس سلسلہ میں فرماتے ہیں:

"انسان میں ایک مرض ہے جس میں یہ ہمیشہ اللہ کا باغی بن جاتا ہے اور اللہ کے رسول اور نبیوں اور اس کے اولوالعزموں اور وَلیوں اور صدیقوں کو جھٹلاتا ہے۔ وہ مرض عادت، رسم ورواج اور دم نقد ضرورت یا کوئی خیالی ضرورت ہے۔ یہ چار چیزیں میں نے دیکھا ہے، چاہے کتنی نصیحتیں کرو جب وہ اپنی عادت کے خلاف کوئی بات دیکھے گا یا رسم کے خلاف یا ضرورت کے خلاف تو اس سے بچنے کے لیے کوئی نہ کوئی عذر تلاش کرے گا۔" (خطبات نور صفحہ 650)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ :

”اسی طرح عورتیں ٹونے ٹوٹکے کرتی ہیں۔ اگر کوئی بیمار ہوتا ہے تو کچا تاگا باندھتی ہیں کہ صحت ہو جائے حالانکہ جس کو ایک چھوٹا بچہ بھی توڑ کر پھینک سکتا ہے، تو وہ کیا کر سکتا ہے۔ اسی طرح عورتوں میں اور کئی قسم کی بدعتیں اور بُرے خیالات پائے جاتے ہیں جن کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور جن سے سوائے اِس کے کہ اِن کی جہالت اور نادانی ثابت ہو اور کچھ نہیں ہوتا۔ پس خوب اچھی طرح یاد رکھو کہ ٹونے ٹوٹکے، تعویذ گنڈے، منتر جنتر، سب فریب اور دھوکے ہیں جو پیسے کمانے کے لیے کسی نے بنائے ہوئے ہیں۔ یہ سب لغو اور جھوٹی باتیں ہیں ان کو ترک کرو۔ ایسا کرنے والوں سے خدا تعالیٰ سخت ناراض ہوتا ہے۔ “

(الازھار لذوات الخمار جلد اوّل صفحہ 43)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں:

”مختصراً میں بڑی تاکید کے ساتھ آپ میں سے ہر ایک کو کہتا ہوں کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ نے تعلیمی لحاظ سے قرآن کریم کے اِس اعلان کے ذریعہ اِن رسوم کو یک قلم مٹا دیا ہے آپ اپنے گھروں سے اور اپنی زندگیوں سے اِن رسومات کو اور بدعات کو یکسر اور یک قلم مٹا دیں اور دنیا اور دنیاداروں کی پرواہ نہ کریں اور اپنے رب کی رضا کی پرواہ کریں۔“

(المصابیح صفحہ 32)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے تعویذ کے متعلق سوال ہوا تو فرمایا:

”تعویذ گنڈہ وغیرہ کو دستورِ زندگی بنالینا حد سے زیادہ جہالت ہے اور تمام دینی معاشرہ کی روح اس سے تباہ ہو جائے گی۔ اصل دعا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تیرہ سو سال کی جو رسوم کے خلاف ایک عظیم جہاد فرمایا اور دین حق کو اس کی اصل صورت پہ بحال کرنے کے لئے بہت بڑی جدوجہد فرمائی ہے۔ یہی دراصل حقیقی مجددیت ہے۔ اسی کا نام مہدویت ہے اور اس کے نتیجہ میں اب جماعت جو ابھر کر اور نکھر کر دنیا کے سامنے آئی ہے اس کا مرکزی نقطہ دعا ہے۔ اِس کی ساری زندگی، اِس کے تمام اعمال اور تمام کامیابیاں، اِس کی تمام کاوشیں، اِس کے غم و فکر کے علاج دعا میں ہیں اور دعا کو چھوڑ کر تعویذ گنڈوں کی طرف جانا حد سے زیادہ جہالت ہے۔ یہ تاریک زمانے کی پیداوار باتیں ہیں اور ایسی قوموں کو دعا سے ہٹا کر جادو منتر وغیرہ کی

طرف منتقل کر دیتی ہیں۔ یہ کہہ دینا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کی اجازت دی، یہ ایک بالکل الگ بات ہے۔ تعویذ گنڈے کا معاشرہ پیدا کرنا بالکل الگ بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا ہرگز کوئی معاشرہ نہیں تھا۔ دعا ہی کا معاشرہ تھا اور جس دم کی بات کرتے ہیں اس میں سورۃ فاتحہ بطور دعا استعمال ہوتی ہے اور وہ اب بھی اسی طرح جائز ہے فاتحہ کو دعا کے طور پر آپ چاہے پانی پر پڑھ کے دم کریں اور نفسیاتی لحاظ سے اس کو برکت کے لئے دے دیں۔ اس حد تک تو کوئی ہرج نہیں ہے لیکن تعویذ گنڈے کی جو یہ بات کر رہی ہیں یا کر رہے ہیں جو بھی ہے لکھنے والا، یہ تو بہت خطرناک بے ہودہ رسم ہے جو روشنی سے اندھیروں کی طرف لے جانے والی ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کے آنے کے مقاصد کے بالکل برعکس تحریک ہے، بالکل برعکس جماعت کا رُخ موڑنے والی بات ہے۔"

(مجلس عرفان 4 نومبر 1994ء)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پیروں فقیروں کے پاس جا کر تعویذ گنڈے لینے سے بچیں ..... آپ کو اکثر ایسی مثالیں نظر آئیں گی کہ پیروں فقیروں کے پاس جا کر تعویذ لئے جاتے ہیں۔ کسی نے بہو کے خلاف لینا ہے، کسی نے ساس کے خلاف، کسی نے ہمسائی کے خلاف تعویذ لینا ہے، کسی نے خاوند کے حق میں تعویذ لینا ہے بے تحاشہ بدرسمیں پیدا ہو چکی ہیں یہ سب عورتوں کی بیماریاں ہیں یہ شرک کی طرف بڑی جلدی مائل ہو جاتی ہیں ..... اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کو کچھ نہ سمجھنا نماز اور دعا کی طرف توجہ نہ ہونا۔ فکر ہے تو پیروں فقیروں کے ہاں حاضریاں دینے کی ..... یہ سب لغویات ہیں بلکہ شرک ہے یہ تعویذ گنڈے کرنے والی جو عورتیں ہیں اگر آپ ان کے ساتھ رہ کر ان کا جائزہ لیں تو شاید وہ کبھی نماز نہ پڑھتی ہوں ..... پھر ہمارے معاشرے میں یعنی جماعت کے باہر اس میں زندہ انسانوں کے علاوہ مُردہ پرستی بہت ہے ..... پیروں فقیروں کی قبروں پر جاتے ہیں اور وہاں مرادیں مانگتے ہیں اب ان قبروں کو بھی لوگوں نے شرک کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔"

(الازھار لذوات الخمار جلد 3 حصہ اول صفحہ 363-364)

پیارے بھائیو! الحمد للہ ہم احمدی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے والے ہیں جنہوں نے ہمیشہ اس قسم کی بدعات کی مناہی کی ہے لیکن بعض دفعہ جب کوئی جماعت

ترقی کرتی ہے اور اس میں نئے نئے لوگ شامل ہوتے ہیں تو وہ اپنے ساتھ اپنے علاقے، اپنی ثقافت اور اپنے خاندان میں جاری کئی بدعات اور رسومات اپنے ساتھ لے کر آتے ہیں یا بعض دفعہ کچھ کمزور عقیدہ لوگ ایسی بدعات کو بغیر سوچے سمجھے اپنا لیتے ہیں جو کہ غلط ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بعض لوگ پیروں فقیروں کے چکر میں پڑ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ مجھے شکایتیں ملتی ہیں کہ غیروں کے زیرِ اثر بعض احمدی بھی پیروں سے، دوسروں سے، دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے اور اپنی دعاؤں کی طرف کم توجہ ہوتی ہے یا جادو ٹونے پر یقین ہوتا ہے اس لئے اُس کو تڑوانے کے لئے دوسروں کے پاس جاتے ہیں اور بعض دفعہ غیروں کے پاس بھی چلے جاتے ہیں۔ بعض لوگوں میں جہالت اس حد تک ہے اور اپنے عملوں کی طرف توجہ نہیں ہے۔ دعاؤں کی طرف توجہ نہیں ہے۔ یہ چیز انتہائی غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ شکر ہے کہ چند ایک کے علاوہ شاید احمدیوں میں ایسے لوگ نہ ہوں ورنہ غیروں میں تو شرک کی انتہا ہوئی ہوئی ہے اور پھر یہ لوگ اپنے آپ کو مومن اور مسلمان بھی سمجھتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 26 اگست 2011ء)

پھر فرمایا:

"اپنے آپ کو معاشرے کے رسم و رواج کے بوجھ تلے نہ لائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ کو آزاد کروانے آئے تھے اور آپ کو ان چیزوں سے آزاد کیا اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہو کر آپ اس عہد کو مزید پختہ کرنے والے ہیں۔ جیسا کہ چھٹی شرط بیعت میں ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائے گا۔ یعنی کوشش ہو گی کہ رسموں سے بھی باز رہوں گا۔ تو قناعت اور شکر پر زور دی۔ یہ شرط صرف احمدی کے لئے ہے چاہے وہ امیر ہو یا غریب ہو۔ اپنے اپنے وسائل کے لحاظ سے اس کو ہمیشہ ہر احمدی کو اپنے مد نظر رکھنا چاہئے۔"

(مشعل راہ جلد سوم صفحہ 155)

شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمد مختار ہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسے شرک اور بدعات سے بچنے کی توفیق دے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں۔ آمین

۞۞۞۞

﴿19﴾ ﴿مشاہدات۔209﴾

سوشل میڈیا کی لَت، ایک نشے سے کم نہیں

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانیٔ حُکام نہ ہو
اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوۂ ایام نہ ہو

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم:7)

اے مومنو! اپنے آپ کو بھی اور اپنے اہل کو بھی آگ سے بچاؤ

سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **سوشل میڈیا کی لَت، ایک نشے سے کم نہیں**

چند سال قبل جب سوشل میڈیا کا آغاز ہوا تو نہ اِس میڈیم کے بنانے والوں کو احساس تھا کہ یہ کچھ ہی سالوں میں ایسا بے ہانک فیچر بن کر اُبھرے گا جو ایک نشہ بن جائے گا اور اِس کے استعمال کرنے والے نشئیوں کی طرح اس کے نشے میں مبتلا ہوتے جائیں گے جو ایک ایک کے بعد ایک گھناؤنے جرم میں ایسے سرایت کرتا جائے گا کہ ہر فرد کو addict کرتا ہوا ناسور کی طرح معاشرے میں پھیل جائے گا اور دوسری طرف اِسے استعمال کرنے والے بھی یہ نہ بھانپ سکے کہ آئندہ چند سالوں کے مختصر سفر میں ہم اور ہماری اولادیں اِس تباہ و برباد کرنے والے کھیل میں اِس طرح جکڑ لئے جائیں گے کہ ”مَیں کمبل کو چھوڑتا ہوں مگر کمبل مجھے نہیں چھوڑتا“ والا محاورہ دو اور دو، چار کی طرح پورا ہوتا نظر آتا ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ آغاز میں اِس کو بنانے والے اور اِسے استعمال کرنے والے مخلص تھے اور معلومات اور جلد تیز ترین رابطے کے لئے

اِسے ایجاد کیا گیا تھا۔ اِس کے فوائد زیادہ تھے بہ نسبت اِس کے نقصانات و مَضرّات کے۔ مگر اب کیفیت یہ ہے کہ ہر فرد اپنے موبائل یا دیگر gadgets کو قیمتی تجوری کی طرح اپنے پاس رکھتا ہے اور جہاں بیٹھا اپنے اکاؤنٹس کھول کر چیک کر لیتا ہے اور اگر کوئی gadgets اپنے پاس نہیں تو کسی سے اُس کا لیپ ٹاپ لے کر کوڈ کے ساتھ اپنے اکاؤنٹس تک رسائی حاصل کر لی۔ پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس سوشل میڈیا کو ایجاد کرنے والوں نے جب لوگوں کی دلچسپی اس میں دیکھی تو انہوں نے نئے نئے فیچرز اس میں ڈال کر ہمارے اور ہماری نسل کی اقدار، روایات اور اخلاقیات تباہ کرنے کی ذمہ داری لے لی۔ اب کہا جا سکتا ہے کہ سوشل میڈیا حقیقت میں addiction کے لیے design کیا گیا ہے۔ اور اب تو اس انڈسٹری سے وابستہ افراد نے ان ایپلیکیشنز کی ڈیزائننگ، مارکٹنگ وغیرہ اور ان ایپس کے حوالے سے کھل کر سوشل نیٹ ورکنگ ویب سائٹس اور ایپس کے منفی پہلوں بلکہ مخفی ایجینڈوں کو بے نقاب کر کے اعتراف کرنا شروع کر دیا ہے کہ اِن سے قوموں کی اقدار، روایات اور اخلاقیات تباہ ہو رہی ہیں۔ اِس انڈسٹری کے مالکان نے لوگوں بالخصوص نوجوانوں اور ٹین ایج بچوں و بچیوں کے ذہنوں کو مسلسل پڑھا اور اُس کے مطابق نِت نئے ایسے فیچرز متعارف کرواتی گئیں جن کی طرف نوجوانوں کا ذہن جلد راغب ہوتا رہا جیسے ٹویٹس، posts، لائیکس، shares، سٹوریز اور کمنٹس وغیرہ کا سلسلہ دماغ کے انعام (Reward) والے حصے کو متاثر کرتا ہے۔ اِسی طرح Twitter، Facebook ، Skype، لنکڈان (Linkedin) ، گوگل پلس (Google+)، یوٹیوب (Youtube) ، انسٹاگرام (Instagram) ، ٹمبلر (Tumblr) اور فلکر (Flickr) چند معروف سوشل نیٹ ورکنگ سائٹس ہیں۔

بقول شخصے:

ع اب سبھی کو سبھی سے خطرہ ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اے عقلمندو! یہ دنیا ہمیشہ کی جگہ نہیں۔ تم سنبھل جاؤ۔ تم ہر ایک بے اعتدالی کو چھوڑ دو۔ ہر ایک نشہ کی چیز کو ترک کرو۔ انسان کو تباہ کرنے والی صرف شراب ہی نہیں بلکہ..... **ہر ایک نشہ جو ہمیشہ کے لئے عادت**

کر لیا جاتا ہے وہ دماغ کو خراب کرتا اور آخر ہلاک کرتا ہے۔ سو تم اس سے بچو۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ تم کیوں ان چیزوں کو استعمال کرتے ہو جن کی شامت سے ہر ایک سال ہزارہا تمہارے جیسے نشہ کے عادی اس دنیا سے کوچ کرتے جاتے ہیں اور آخرت کا عذاب الگ ہے۔ پرہیز گار انسان بن جاؤ تا تمہاری عمریں زیادہ ہوں اور تم خدا سے برکت پاؤ۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 71-70)

سامعین! سوشل میڈیا کے فوائد و نقصانات کے بارے میں تفصیل سے کچھ بیان کرنے سے قبل یہ بتانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے هَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ کے الفاظ میں ایک انسان کے لئے نیکی اور بدی کے دو راستے بیان فرما دیئے۔ بدی کا راستہ بظاہر بہت خوبصورت نظر آتا ہے اور نوجوان نسل کے لئے زیادہ attractive ہوتا ہے جس کے جال میں نوجوان پھنس کر اِس بُرے اور نقصان دِہ راستے کی طرف جلد راغب ہو جاتا ہے کچھ ایسی ہی کیفیت ہمیں سوشل میڈیا کے استعمال میں ملتی ہے۔ سوشل میڈیا ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جس کی بدولت لوگ یا مختلف کمپنیاں اپنے خیالات، پسند یا ناپسند خبریں، اپنی کامیابیاں، تصاویر اور ویڈیوز کا ایک دوسرے سے تبادلہ کر سکتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ رابطہ میں رہ سکتے ہیں۔ پھر قرآنی پیشگوئی وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ کے مطابق دنیا گلوبل ویلیج بن کر ایک جگہ اکٹھی ہو گئی ہے۔ ایک دوسرے کی طرف آنا جانا آسان ہو گیا ہے۔ رَسل و رسائل بڑھ جانے کی وجہ سے نیکیوں کی جگہ ایک طرف بدیاں اور بُرائیاں بڑی تیزی سے عالمی سطح پر پھیلی ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا سُکڑ کر ایک ہاتھ پر اکٹھی ہو گئی ہے جب انسان اپنا موبائل یا آئی پیڈ کو اپنی ہتھیلی پر رکھ کر اُس سے کھیلنا شروع کرتا ہے تو ساری دنیا کی تمام آلائشیں اور بُرائیاں اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ اور اپنے ہر رنگ کے ساتھ کھل کر سامنے آ کھڑی ہوتی ہیں اور دجال کے ایسے ایسے دجل ہیں کہ سچ جھوٹ، صحیح غلط میں امتیاز کرنا بہت مشکل ہے۔ گویا چین کا باشندہ ہو، خواہ آسٹریلیا کا ہو، عرب کا، ہند کا، امریکا، یورپ یا جزائر کا۔ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے نظر آتے ہیں۔ پرانے وقتوں میں مخالفین یا دشمن قوموں کی زمینوں پر قبضہ کر کے حکومت کرنا سب سے اہم کامیابی سمجھی جاتی تھی مگر آج کے ترقی یافتہ دور میں انسان کے دماغ پر تسلط

حاصل کر کے ان پر قبضہ کرنا سب سے اہم ہو گیا ہے اور اس کام کو کرنے کا ایک بڑا ذریعہ انٹرنیٹ ہے۔ جس کے ذریعہ سادہ لوح انسانوں اور کم علم لوگوں کے دماغوں کو مغربی قوموں نے اپنا غلام بنالیا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"بالخصوص یوروپین فلسفہ نے انسانی دماغ کو ایک خاص رنگ میں ڈھال دیا ہے اب اگر ایک چینی سوچتا ہے تو مغربی رنگ میں سوچتا ہے۔ جاپانی سوچتا ہے تو مغربی رنگ میں سوچتا ہے۔ عرب سوچتا ہے تو مغربی رنگ میں اور پٹھان سوچتا ہے تو وہ بھی مغربی رنگ میں۔ حالانکہ جُدا جُدا زبانیں ہیں مگر مغربی فلسفہ اور مغربی تہذیب سب پر چھا گئی ہے۔"

(تفسیرِ کبیر صفحہ 210-212)

سامعین! اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں اِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (التکویر:6) کے الفاظ میں آخری زمانہ کی ایک اور علامت کا ذکر کرتا ہے جس کے معانی ہیں کہ جب وحشی اکٹھے کئے جائیں گے۔

یہ پیشگوئی بھی ایک طور پر سوشل میڈیا اور اِس کے بد اثرات پر پوری اترتی دکھائی دیتی ہے۔ جب یہ منحوس ایجاد ساری دنیا کو اخلاقیات سے عاری کرنے کے مشن پر ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

"جو لوگ وحشی اور ارذل اور اسلامی شرافت سے بے بہرہ ہیں ان کا اقبال چمک اُٹھنا جیسا کہ آیت وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ سے مترشح ہو رہا ہے۔"

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزاین جلد 17 صفحہ 242-243)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وُحُوش سے مجازاً وحشی انسان مراد لئے جائیں۔ عربی زبان میں کثرت سے یہ لفظ ان معنوں میں استعمال ہوتا ہے، اردو زبان میں بھی کہتے ہیں فلاں آدمی تو وحشی ہے اُس سے باتیں نہ کیجیے یا فلاں لوگ تو وُحُوش ہیں۔ اسی لحاظ سے وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ کے یہ معنے ہوں گے کہ وحشی انسان یعنی

جنگلی یا غیر تعلیم یافتہ اقوام جمع کی جائیں گی اور اُن کا تعلق بوجہ اشاعتِ تمدن اور راستوں کے کھل جانے کے متمدن اقوام سے ہو جائے گا۔"

مزید فرماتے ہیں:

"اس آیت کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ بد اخلاقی عام طور پر پھیل جائے گی اور دیندار لوگ دب جائیں گے۔"

سامعین! آخری زمانہ کے متعلق ایسی پیشگوئیوں کی بات ہو رہی جو دجالی حربوں اور چالوں کا تفصیلی نقشہ کھینچتے ہوئے فحاشی اور بے حیائی پھیلانے کی نشان دہی کر رہی ہیں اُن میں سے ایک قرآن مجید کی آخری 2 سورتیں (سورہ فلق اور سورہ الناس) بھی ہیں جن میں گِرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے، حاسد کے شر سے اور بکثرت وسوسے پیدا کرنے والوں کے شرّ سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اِن تمام کا تعلق کسی نہ کسی طرح سوشل میڈیا کے مضرات اور بد اثرات سے جاملتا ہے۔

سامعین! سوشل میڈیا کے ذریعہ بُرائیاں پھیلنے کی ایک وجہ صحبتِ بد ہے جو سوشل میڈیا کے ذریعہ باآسانی ایک سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے فرد کو دوست بناتی چلی جاتی ہے اور اپنا خاندان بڑھاتی جاتی ہے۔ اگر صحبت نیکوں کی ہے تو نیکوں کا خاندان بڑھے گا اور اگر صحبت بُروں کی ہے تو بُرے لوگوں کا خاندان بڑے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"نیک ساتھی اور بُرے ساتھی کی مثال ان دو شخصوں کی طرح ہے جن میں سے ایک کستوری اٹھائے ہوئے ہو اور دوسرا بھٹی جھونکنے والا ہو۔ کستوری اٹھانے والا یا تو تجھے مفت خوشبو دے گا یا تُو اس سے خرید لے گا۔ ورنہ کم از کم تو اس کی خوشبو اور مہک تو سونگھ ہی لے گا اور بھٹی جھونکنے والا یا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تو اس سے بدبودار دھواں پائے گا"

(مسلم کتاب البرّ والصّلۃ)

سوشل میڈیا میں ہر وہ شخص اس کا ساتھی ہے جس کی صحبت میں رہ کر اُس سے بات چیت کرے۔ اگر وہ نیک ہے تو شخصیت کو بنانے میں مُمِد ثابت ہو گا ورنہ بگاڑنے میں اس کا بہت رول ہے اور اب صورتِ حال یہ ہے کہ سوشل میڈیا کا ایک الگ گاؤں ہے جس کی اپنی نمبر داری ہے، اپنی رعایا ہے اِس کے اپنے رولز اور

اصول ہیں۔ دُنیا کی موجودہ آبادی میں سے چار اعشاریہ دو بلین لوگ سوشل میڈیا کے ایکٹیو یوزرز ہیں۔ 2020ء تک دنیا میں اوسطاً ہر بالغ اپنے روزانہ کے جاگنے کے اوقات کا چوتھائی حصہ جو کہ چار سے چھ گھنٹے آن لائن گزارتا ہے، کئی ممالک میں یہ اس سے بھی زیادہ ہے کچھ عمر کے لوگوں میں بھی یہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس میں سے اوسطاً ہر بالغ تقریباً اڑھائی گھنٹے سوشل میڈیا پر گزارتا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”صحبت کا بہت بڑا اثر ہوتا ہے جو اندر ہی اندر ہوتا چلا جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص ہر روز کنجریوں کے ہاں جاتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ کیا میں زنا کرتا ہوں؟۔ اس سے کہنا چاہئے کہ ہاں تو کرے گا اور وہ ایک نہ ایک دن اس میں مبتلا ہو جاوے گا کیونکہ صحبت میں تاثیر ہوتی ہے۔ اسی طرح پر جو شراب خانہ میں جاتا ہے خواہ وہ کتنا ہی پرہیز کرے اور کہے کہ میں نہیں پیتا ہوں لیکن ایک دن آئے گا کہ وہ ضرور پیئے گا۔ پس اس سے کبھی بے خبر نہیں رہنا چاہئے کہ صحبت میں بہت بڑی تاثیر ہے“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 247)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ایک موقع پر فرمایا۔

”آج کل انٹرنیٹ اور ای میل کے بارے میں غور کریں کہ کس طرح استعمال کرنا ہے، کس طرح زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ اس کے غلط استعمال جو ہو رہے ہیں تو اس کا صحیح استعمال کیوں نہ کیا جائے۔“

سوشل میڈیا کو کیسے مفید بنایا جاسکتا ہے؟

کوئی بھی ایجاد فی ذاتہ بُری نہیں ہوتی اس کا استعمال اسے بھلا یا برا بناتا ہے۔ سوشل میڈیا بھی خیر و شر کا مجموعہ ہے۔

سوشل میڈیا کے فوائد کی بات کریں تو دورِ حاضر میں سوشل میڈیا سیکھنے کا آسان ترین، سستا ترین اور سب سے بڑا ذریعہ بن چکا ہے۔ ہر شعبے کی معلومات ہمارے ایک کلِک کے فاصلے پر دستیاب ہیں۔ تاہم اِس کا حد سے زیادہ یا بے مقصد استعمال نہ صرف وقت کا ضیاع ہے بلکہ جسم و ذہن پر بھی خطرناک اثرات ڈالتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کے رنگ میں وہ ڈھال عطا فرمائی ہے جو ہمیں دجال کے ان ساحرانہ حملوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ خلفائے وقت نے جماعت کے نوجوانوں کو ہمیشہ ان خطرات سے متنبہ کیا جو ہر نئی ایجاد سے پیدا ہوتے ہیں اور اِن ایجادات کو صحیح رنگ میں خدمتِ دین کے لئے استعمال کرنے کا طریق سکھائے اور افراط و تفریط سے بچتے ہوئے صراط مستقیم کی رہنمائی فرماتے رہے۔ لہٰذا سوشل میڈیا کا استعمال کرتے ہوئے ہمیں وہ مفید موضوعات اختیار کرنا چاہئے جن کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے کرام کرتے رہے جیسے حضرت مسیح موعودؑ کی مجالس عرفان، خلفاء کی مجالس سوال و جواب اور اہم پروگرامز کی ویڈیوز، رواداری، محبت، ہمدردیِ خلق، اخوت، ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کی قدر حب الوطنی، لوگوں اور ادارہ جات کی کامیابی پر خوشی کا اظہار، اقلیتوں اور مظلوموں کی دادرسی علمی موضوعات صحت سے متعلق، شامل ہیں۔

سوشل میڈیا کے کن امور سے بچا جاسکتا ہے؟

جہاں ان ایجادات کے بہت سے فوائد ہیں وہاں ان کے نقصانات بھی ہیں۔ تاہم ان ایجادات کے درست استعمال سے ہم نہ صرف اپنے کاموں میں آسانی پیدا کر سکتے ہیں بلکہ ان ایجادات کے ذریعے دینی، اخلاقی اور معاشرتی بہتری کے لئے مفید خدمات بھی سرانجام دے سکتے ہیں۔

ایک ماہر نفسیات کے مطابق بچے اکثر اپنے فیس بک اور انسٹاگرام اکاؤنٹس کی نیوز فیڈ چیک کرتے ہیں۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ ہر 10 سے 15 منٹ میں ایک عمل شروع ہو جاتا ہے۔ بار بار سوشل اکاؤنٹس دیکھنے کی یہ عادت دماغی صحت کو خراب کرنے لگتی ہے۔ بہت سے معاملات میں گم ہونے کے خوف کا خطرہ بھی بڑھ جاتا ہے۔

8 اکتوبر 2013ء کو ہمبرگ جرمنی میں واقفات نو بچیوں کی کلاس میں ایک بچی نے سوال کیا کہ FaceBook کے بارہ میں حضور نے فرمایا تھا کہ یہ اچھی نہیں ہے۔ اس سے منع کیا تھا۔ اس پر حضور انور نے فرمایا۔

”مَیں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اس کو نہ چھوڑو گے تو گنہگار بن جاؤ گے۔ بلکہ میں نے بتایا کہ اس کے نقصان زیادہ ہیں اور فائدہ بہت کم ہے۔ آج کل جن کے پاس FaceBook ہے وہاں لڑکے اور لڑکیاں ایسی جگہ

پر چلے جاتے ہیں جہاں برائیاں پھیلنی شروع ہو جاتی ہیں۔ لڑکے تعلق بناتے ہیں۔ بعض جگہ لڑکیاں Trap ہو جاتی ہیں اور FaceBook پر اپنی بے پردہ تصاویر ڈال دیتی ہیں۔ گھر میں، عام ماحول میں، آپ نے اپنی سہیلی کو تصویر بھیجی، اس نے آگے اپنی فیس بک پر ڈال دی اور پھر پھیلتے پھیلتے ہمبرگ سے نکل کر نیویارک (امریکہ) اور آسٹریلیا پہنچی ہوتی ہے اور پھر وہاں سے رابطے شروع ہو جاتے ہیں اور پھر گروپس بنتے ہیں مردوں کے، عورتوں کے اور تصویروں کو بگاڑ کر آگے بلیک میل کرتے ہیں۔ اس طرح برائیاں زیادہ پھیلتی ہیں۔ اس لئے یہی بہتر ہے کہ برائیوں میں جایا ہی نہ جائے۔"

(ماہنامہ خالد جولائی 2016ء)

پھر حضور نے فرمایا تھا۔

"فیس بُک کا استعمال غلط ہو رہا ہے۔ یہ انسان کی ذاتی زندگی میں فساد پیدا کر سکتا ہے بعض لوگوں نے میرے نام پر بنا دیا تھا۔ اس کو میں نے غلط کہا تھا۔ اس کو حرام قرار نہیں دیا اور Ban نہیں کیا۔ جماعت نے اپنی Facebook (جماعتی ویب سائٹ) پر بنائی ہوئی ہے جو دینی ضرورت پوری کر رہی ہے۔ دین کی اشاعت کر رہی ہے... باقی جہاں تک اس کے عمومی استعمال کا تعلق ہے تو اس کی وجہ سے لوگوں کے تعلقات و گھر برباد ہو رہے ہیں۔ اور لوگوں کے ننگ ظاہر ہو رہے ہیں۔ ایک دوسرے کی برائیاں ہر ایک نوٹ کرتا رہے اور عیاشی حاصل ہو۔ نیک مقصد حاصل نہ ہو۔ حضور انور نے فرمایا:۔ اس فیس بک نے صرف انفرادی طور پر ہی لوگوں کا امن برباد نہیں کیا بلکہ اس نے حکومتوں کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔"

(الفضل 27 جولائی 2011ء بشکریہ المنار برطانیہ۔ اپریل 2012ء)

بہت سی ایسی چیزیں جو ہم کبھی بھی آمنے سامنے کسی کو نہیں کہہ سکتے وہ سوشل میڈیا پر کہنا عام سی بات ہے، memes کے نام پر تضحیک کی عادت بڑھتی جا رہی ہے، کئی emojis ایسے ان پلیٹ فارمز پر استعمال ہو رہے ہوتے ہیں جو کہ ہم کبھی بھی کسی کے آمنے سامنے ایسا کبھی نہ کریں، مثلاً winking emoji, air kiss emoji یا منہ کھول کے بے انتہا ہنسنے والے ایموجیز وغیرہ، حقیقی زندگی میں اگر کسی مجلس میں ایسا حقیقی رنگ میں اگر کیا جائے تو یقینی طور پر ایسے شخص کو ہم پاگل یا بے ادب گردانیں لیکن سوشل میڈیا کی دُنیا ہی الگ ہے وہاں غیر محسوس طور پر وہ سب کچھ نفس جائز کر کے دکھاتا ہے جو اصل میں ناجائز ہے۔

تبلیغ

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے دَور میں تو محض پریس اور ڈاک و تار کا نظام ہی ذرائع ابلاغ کے طور پر موجود تھا اور آپؑ نے ان ذرائع کا مکمل طور پر استعمال کرتے ہوئے ان کے ذریعہ خدمت دین کا کام کیا اور دیگر احمدیوں کو بھی اس کی تحریک فرمائی۔ چنانچہ دَور گزرتا گیا اور انسان نے کمپیوٹر، موبائل، ٹی وی وغیرہ کی ایجاد کر کے ساری دنیا کو ایک گلوبل ویلج بنا دیا اور تبلیغ کا کام آسانی سے ساری دنیا میں کیا جانا ممکن ہوا۔ لیکن ساتھ ہی دوسری طرف بُری فطرت کے انسانوں نے ان ایجادات کو اپنے غلیظ مفادات حاصل کرنے کا ذریعہ بھی بنایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ان ایجادات سے تبلیغ کا کام لینے کے حوالہ سے فرمایا۔

”جو تیزی میڈیا میں آج کل ہے آج سے چند دہائیاں پہلے ان کا تصور بھی نہیں تھا۔ پس یہ مواقع ہیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ اور دفاع میں ان کو کام میں لاؤ۔ ہماری کوشش اس میں یہ ہونی چاہئے کہ بجائے لغویات میں وقت گزارنے کے، ان سہولتوں کا صحیح فائدہ اٹھائیں، ان کو کام میں لائیں اور اگر اس گروہ کا ہم حصہ بن جائیں جو مسیح محمدی کے پیغام کو دنیا میں پہنچا رہا ہے تو ہم بھی اس گروہ میں شامل ہو سکتے ہیں، ان لوگوں میں شامل ہو سکتے ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً فرمایا کہ ”میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“۔ یہ وعدہ اپنی مکمل شان کے ساتھ سوشل میڈیا کے ذریعہ دنیا کے کناروں تک پیغام پہنچنے سے پورا ہو رہا ہے۔

سوشل میڈیا پہ تبلیغ صرف اپنے ہم جنسوں کو کریں

سامعین! حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اب انٹرنیٹ کے بارے میں بھی مَیں کہنا چاہتا ہوں وہ بھی اسی پردہ نہ کرنے کے زمرہ میں آتا ہے کہ chattingہو رہی ہے۔ یونہی جب آ کےopen کر رہے ہوتے ہیں انٹرنیٹ اور بات چیت (chatting)شروع ہو گئی تو پھر شروع میں تو بعض دفعہ یہ نہیں پتہ ہوتا کہ کون بات کر رہا

ہے؟ یہاں ہماری لڑکیاں بیٹھی ہیں دوسری طرف پتہ نہیں لڑکا ہے یا لڑکی ہے اور بعض لڑکے خود کو چھپاتے ہیں اور بعض لڑکیوں سے لڑکی بن کر باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔

اسی طرح یہ بات بھی میرے علم میں آئی ہے کہ لڑکیاں سمجھ کر بات چیت شروع ہو گئی، جماعت کا تعارف شروع ہو گیا اور لڑکی خوش ہو رہی ہوتی ہے کہ چلو دعوت الی اللہ کر رہی ہوں۔ یہ پتہ نہیں کہ اس لڑکی کی کیا نیت ہے۔ آپ کی نیت اگر صاف بھی ہے تو دوسری طرف جو لڑکا internet پر بیٹھا ہوا ہے اس کی نیت کیا ہے، آپ کو کیا پتہ؟ اور آہستہ آہستہ بات اتنی آگے بڑھ جاتی ہے کہ تصویروں کے تبادلے شروع ہو جاتے ہیں۔ اب تصویریں دکھانا تو انتہائی بے پردگی کی بات ہے اور پھر بعض جگہوں پہ رشتے بھی ہوئے ہیں۔ جیسے مَیں نے کہا کہ بڑے بھیانک نتیجے سامنے آئے ہیں اور ان میں سے اکثر رشتے پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ناکام بھی ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ آپ نے اگر تبلیغ ہی کرنی ہے، دعوت الی اللہ کرنی ہے تو لڑکیاں لڑکیوں کو ہی دعوت الیٰ اللہ کریں اور لڑکوں کو تبلیغ کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ کام لڑکوں کے لئے چھوڑ دیں۔ کیونکہ جیسے مَیں نے پہلے بھی کہا کہ یہ ایک ایسی معاشرتی برائی ہے جس کے بہت بھیانک نتائج سامنے آ رہے ہیں۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ یوکے فرمودہ 19/ اکتوبر 2003ء)

سینما

سینما میں جانے سے ممانعت کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود نے اپنے زمانہ میں احمدی نوجوانوں کو خصوصی نصیحت فرمائی تھی کہ وہ اس شیطانی حربہ سے ہوشیار رہیں اور اپنا قیمتی وقت ان غیر اخلاقی جگہوں پر جانے سے ضائع نہ کریں۔ آپؓ نے اسے بدترین لعنت قرار دیا۔

(مطالبات تحریک جدید، صفحہ 27)

آج تو یہ لعنت ہمارے گھروں بلکہ ہماری جیبوں تک پہنچ چکی ہے۔ ہمیں کس قدر اس سے بچنے کی تدابیر کرنے کی ضرورت ہے آپ خود ہی اندازہ لگائیں۔ یہ سب اس سینما کی ہی دَین ہے اور دجالی تحریک کا حصہ۔ ہمیں اپنے گھروں کو، اپنے خیالات کو ان چیزوں سے پاک کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا۔ تمام تباہی جو مسلمانوں پر آئی زیادہ تر گانے بجانے کی وجہ سے ہی آئی ہے۔ اندلس کی حکومت گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی۔ مصر کی حکومت گانے بجانے کی وجہ سے تباہ ہوئی۔ مصر پر صلاح الدین ایوبی نے حملہ کیا تو فاطمی بادشاہ اس وقت گانے بجانے میں مشغول تھا۔

(الفضل 4 ستمبر 1958ء)

ٹیلی ویژن

ٹیلی ویژن اس دَور میں دنیاوی لغویات کا سرچشمہ بنا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو اس جدید تحقیق کو مثبت رنگ میں استعمال کرنے کی سعادت بخشی ہے اور ایم ٹی اے کا اجراء فرمایا۔ ایک بہت قلیل عرصہ میں یہ ٹی وی چینل دَورِ جدید میں میڈیا و سینما کے منفی اثرات کو زائل کرنے کے لئے مسلسل مختلف زبانوں میں عالمی طور پر نشر ہو رہا ہے۔

انٹرنیٹ

انٹرنیٹ نے شرافت، حیا اور شرم کے معیار نہ صرف بدل دیے بلکہ بے حیائی کی ترویج میں بھی اس کا اہم کردار ہے۔ حضور انور اس بابت فرماتے ہیں:

”آج کل کی دنیاوی ایجادات جیسا کہ مَیں نے شروع میں بھی ذکر کیا تھا، ٹی وی ہے، انٹرنیٹ وغیرہ ہے اس نے حیا کے معیار کی تاریخ ہی بدل دی ہے۔ کھلی کھلی بے حیائی دکھانے کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ بے حیائی نہیں ہے۔ پس ایک احمدی کے حیا کا یہ معیار نہیں ہونا چاہئے جو ٹی وی اور انٹرنیٹ پر کوئی دیکھتا ہے۔ یہ حیا نہیں ہے بلکہ ہوا و ہوس میں گرفتاری ہے۔ بے حجابیوں اور بے پردگی نے بعض بظاہر شریف احمدی گھرانوں میں بھی حیا کے جو معیار ہیں، الٹا کر رکھ دیئے ہیں۔ زمانہ کی ترقی کے نام پر بعض ایسی باتیں کی جاتی ہیں، بعض ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں جو کوئی شریف آدمی دیکھ نہیں سکتا چاہے میاں بیوی ہوں۔ بعض حرکتیں ایسی ہیں جب دوسروں کے سامنے کی جاتی ہیں تو وہ نہ صرف ناجائز ہوتی ہیں بلکہ گناہ بن جاتی ہیں۔ اگر احمدی گھرانوں نے اپنے گھروں کو ان بیہودگیوں سے پاک نہ رکھا تو پھر اُس عہد کا بھی پاس نہ کیا اور اپنا ایمان بھی ضائع کیا جس عہد کی تجدید انہوں نے اس زمانہ میں زمانے کے امام کے ہاتھ پہ کی

ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑا واضح فرمایا ہے کہ اَلْحَیَآءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ کہ حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔

(مسلم کتاب الایمان باب شعب الایمان وافضلھا... حدیث نمبر 59)

پس ہر احمدی نوجوان کو خاص طور پر یہ پیش نظر رکھنا چاہئے کہ آج کل کی برائیوں کو میڈیا پر دیکھ کر اس کے جال میں نہ پھنس جائیں ورنہ ایمان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ انہی بیہودگیوں کا اثر ہے کہ پھر بعض لوگ جو اس میں ملوث ہوتے ہیں تمام حدود پھلانگ جاتے ہیں اور اس وجہ سے پھر بعضوں کو اخراج از جماعت کی تعزیر بھی کرنی پڑتی ہے۔ ہمیشہ یہ بات ذہن میں ہو کہ میرا ہر کام خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بے حیائی ہر مرتکب کو بد نما بنا دیتی ہے اور شرم وحیا ہر حیادار کو حسن و سیرت بخشتا ہے اور اسے خوبصورت بنا دیتا ہے۔“ (ترمذی کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی الفحش والتفحش۔ حدیث نمبر 1974)

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15/ جنوری 2010ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اس بابت خبردار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آجکل جو عملی خطرہ ہے وہ معاشرے کی برائیوں کی بے لگامی اور پھیلاؤ ہے اور اس پر مستزاد یہ کہ آزادیٔ اظہار اور تقریر کے نام پر بعض برائیوں کو قانونی تحفظ دیا جاتا ہے۔ اس زمانے سے پہلے برائیاں محدود تھیں۔ یعنی محلے کی برائی محلے میں یا شہر کی برائی شہر میں یا ملک کی برائی ملک میں ہی تھی۔ یا زیادہ سے زیادہ قریبی ہمسائے اُس سے متاثر ہو جاتے تھے۔ لیکن آج سفروں کی سہولتیں، ٹی وی، انٹرنیٹ اور متفرق میڈیا نے ہر فردی اور مقامی برائی کو بین الاقوامی برائی بنا دیا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ ہزاروں میلوں کے فاصلے پر رابطے کر کے بے حیائیاں اور برائیاں پھیلائی جاتی ہیں۔“

(مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 27/ دسمبر 2013ء)

انٹرنیٹ کے جو فوائد ہیں ان سے ہم سب بخوبی واقف ہیں۔ تعلیم کے میدان میں خصوصی طور پر اس نے ایک ایسا مثبت انقلاب پیدا کیا ہے کہ جس کا اندازہ گزشتہ زمانوں میں لگایا جانا ناممکن تھا۔ انٹرنیٹ دنیا کے ہر قسم کے علم سے متعلق کتب، مضامین اور تحقیقی مواد کی فراہمی کا منبع ہے۔ اس کے علاوہ مواصلاتی نظام اور روزمرہ کی زندگی کی خرید و فروخت سے لے کر کئی قسم کی سہولیات انٹرنیٹ نے ہمارے گھروں تک پہنچائی ہے۔ دنیاوی طور پر تو اس کے بیشمار فائدے ہیں۔ ساتھ ہی روحانی لحاظ سے بھی ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ خلیفہ وقت کے خطبہ جمعہ کے علاوہ ایم ٹی اے اور جماعتی ویب سائٹ پر موجود کتب سلسلہ و مضامین ہمارے لئے وہ روحانی خزانہ ہے جو انٹرنیٹ کے ذریعہ ہمیں آسانی سے میسر ہے۔ لیکن اِس کا بھی غلط استعمال ہوتا ہے جب نوجوان نسل ننگی فلمیں اور دیگر گند دیکھتے اور اپنے اخلاق تباہ کرتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:

”دس بارہ سال کی عمر کی لڑکیوں سے لے کے نوجوان لڑکیوں تک کے لئے جو ٹی وی اور انٹرنیٹ ہے یہ آج کل لغویات میں شامل ہو چکا ہے۔ انٹرنیٹ جو ہے، اُس میں بعض دفعہ ایسی جگہوں پر چلی جاتی ہیں جہاں سے پھر آپ واپس نہیں آسکتیں اور بے حیائی پھیلتی چلی جاتی ہے۔ بعض دفعہ ایسے معاملات آجاتے ہیں کہ غلط قسم کے گروہوں میں لڑکوں نے لڑکیوں کو کسی جال میں پھنسا لیا اور پھر اُن کو گھر چھوڑنے پڑے اور اپنے خاندان کے لئے بھی، جماعت کے لئے بھی بدنامی کا باعث ہوئیں۔ اس لئے انٹرنیٹ وغیرہ سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے۔“

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 17/ستمبر 2011ء)

پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”برائیوں میں سے آجکل ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ کی بعض برائیاں بھی ہیں۔ اکثر گھروں کے جائزے لے لیں۔ بڑے سے لے کر چھوٹے تک صبح فجر کی نماز اس لئے وقت پر نہیں پڑھتے کہ رات دیر تک یا تو ٹی وی دیکھتے رہے یا انٹرنیٹ پر بیٹھے رہے، اپنے پروگرام دیکھتے رہے، نتیجۃً صبح آنکھ نہیں کھلی۔ بلکہ ایسے لوگوں کی توجہ بھی نہیں ہوتی کہ صبح نماز کے لئے اٹھنا ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں اور اس قسم کی فضولیات ایسی ہیں کہ صرف ایک آدھ دفعہ آپ کی نمازیں ضائع نہیں کرتیں بلکہ جن کو عادت پڑ جائے ان کا روزانہ کا یہ معمول

ہے کہ رات دیر تک یہ پروگرام دیکھتے رہیں گے یا انٹرنیٹ پر بیٹھے رہیں گے اور صبح نماز کے لئے اٹھنا ان کے لئے مشکل ہو گا بلکہ اٹھیں گے ہی نہیں۔ بلکہ بعض ایسے بھی ہیں جو نماز کو کوئی اہمیت ہی نہیں دیتے۔

نماز جو ایک بنیادی چیز ہے جس کی ادائیگی ہر حالت میں ضروری ہے حتیٰ کہ جنگ اور تکلیف اور بیماری کی حالت میں بھی۔ چاہے انسان بیٹھ کے نماز پڑھے، لیٹ کر پڑھے یا جنگ کی صورت میں یا سفر کی صورت میں قصر کر کے پڑھے لیکن بہر حال پڑھنی ہے۔ اور عام حالات میں تو مردوں کو باجماعت اور عورتوں کو بھی وقت پر پڑھنے کا حکم ہے۔ لیکن شیطان صرف ایک دنیاوی پروگرام کے لالچ میں نماز سے دُور لے جاتا ہے اور اس کے علاوہ انٹرنیٹ بھی ایک ایسی چیز ہے جس میں مختلف قسم کے جو پروگرام ہیں، پھر ایپلی کیشن (applications) ہیں، فون وغیرہ کے ذریعہ سے یا آئی پیڈ (iPad) کے ذریعہ سے، ان میں مبتلا کرتا چلا جاتا ہے۔ اس پر پہلے اچھے پروگرام دیکھے جاتے ہیں۔ کس طرح اس کی attraction ہے۔ پہلے اچھے پروگرام دیکھے جاتے ہیں پھر ہر قسم کے گندے اور مخرّب الاخلاق پروگرام اس سے دیکھے جاتے ہیں۔ کئی گھروں میں اس لئے بے چینی ہے کہ بیوی کے حق بھی ادا نہیں ہو رہے اور بچوں کے حق بھی ادا نہیں ہو رہے اس لئے کہ مرد رات کے وقت ٹی وی اور انٹرنیٹ پر بیہودہ پروگرام دیکھنے میں مصروف رہتے ہیں اور پھر ایسے گھروں کے بچے بھی اسی رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں اور وہ بھی وہی کچھ دیکھتے ہیں۔ پس ایک احمدی گھرانے کو ان تمام بیماریوں سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین کو شیطان کے حملوں سے بچانے کی کس قدر فکر ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنے صحابہ کو شیطان سے بچنے کی دعائیں سکھاتے تھے اور کیسی جامع دعائیں سکھاتے تھے، اس کا ایک صحابی نے یوں بیان فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھلائی کہ اے اللہ! ہمارے دلوں میں محبت پیدا کر دے۔ ہماری اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا۔ اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر نور کی طرف لے جا۔ اور ہمیں ظاہر اور باطن فواحش سے بچا۔ اور ہمارے لئے ہمارے کانوں میں، ہماری آنکھوں میں، ہماری بیویوں میں اور ہماری اولادوں میں برکت رکھ دے اور ہم پر رجوع برحمت ہو۔ یقیناً تُو ہی توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور ہمیں

اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا اور ان کا ذکر خیر کرنے والا اور ان کو قبول کرنے والا بنا اور اے اللہ ہم پر نعمتیں مکمل فرما۔(سنن ابو داؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشھد حدیث 969)

پس یہ دعا ہے جو دنیاوی غلط تفریح سے بھی روکنے کے لئے ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 20/ مئی 2016ء)

موبائل فون کا بے جا استعمال

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "پھر آج کل یہاں بچوں میں ایک بڑی بیماری ہے ماں باپ سے مطالبہ ہوتا ہے کہ ہمیں موبائل لے کر دو۔ دس سال کی عمر کو پہنچتے ہیں تو موبائل ہمارے ہاتھ میں ہونا چاہئے۔ آپ کونسا بزنس کر رہے ہیں؟ آپ کوئی ایسا کام کر رہے ہیں جس کی منٹ منٹ کے بعد فون کر کے آپ کو معلومات لینے کی ضرورت ہے؟ پوچھو تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے ماں باپ کو فون کرنا ہے۔ اگر ماں باپ کو آپ کے فون کی فکر نہیں ہے تو آپ کو بھی نہیں ہونی چاہئے۔ کیونکہ فون سے پھر غلط باتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ فون سے لوگ رابطے کرتے ہیں جو پھر بچوں کو ورغلاتے ہیں گندی عادتیں ڈال دیتے ہیں اس لئے فون بھی بہت نقصان دہ چیز ہے اس میں بچوں کو ہوش نہیں ہوتی کہ وہ انہی کی وجہ سے غلط کاموں میں پڑ جاتے ہیں۔"

(خطاب حضور انور 16 ستمبر 2011ء جرمنی بحوالہ اخبار بدر 13 ستمبر 2012ء)

سنی سنائی بات کو آگے پہنچانا

ایک دوسری چیز جو عام طور پر گناہ کا باعث بنتی ہوئی نظر آتی ہے وہ بغیر کسی تصدیق کے پیغام آگے پہنچانا ہے۔ اس ضمن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہارے پاس اگر کوئی بدکردار کوئی خبر لائے تو (اس کی) چھان بین کر لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم جہالت سے کسی قوم کو نقصان پہنچا بیٹھو پھر تمہیں اپنے کیے پر پشیمان ہونا پڑے۔"

(الحجرات:7)

TikTok

یہ ایک ایسی لَت ہے کہ اگر اس کو دیکھنا شروع کریں تو اس سے ہٹنے کو دل نہیں کرتا گھنٹوں گھنٹے ضائع ہوتے چلے جاتے ہیں اور جو اسے استعمال کرتے یعنی بناتے ہیں وہ بسا اَوقات اپنی جانوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ دنیا میں ایک ارب سے زیادہ لوگ اس مشہور ترین پلیٹ فارم کو روزانہ کئی کئی گھنٹے تک استعمال کرتے ہیں اور اس طرح دنیا میں سب سے زیادہ استعمال ہونے والا سوشل میڈیا پلیٹ فارم ہے۔ اس میں ہر موضوع پر مختصر ویڈیو مل جاتی ہیں لہٰذا ہمیں بچوں کو سمجھانا ہو گا کہ اس کا استعمال بہت احتیاط سے کیا جائے ورنہ نتائج تباہ کُن ہو سکتے ہیں۔

Twitter

بچوں کو الفاظ کی طاقت اور ان کے آن لائن فوائد اور نقصانات کے ممکنہ اثرات کے بارے میں سکھائیں۔ بچے اس مائیکرو بلاگنگ پلیٹ فارم سے بہت معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔

جسمانی صحت پر تباہ کُن اثرات

ماہرین کا کہنا ہے کہ گیمز کی لَت کی وجہ سے بھی بچوں کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ گیم کھیلنے کی وجہ سے بچوں میں نیند کی خرابی بھی ہو رہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ہم کس طرح اپنے بچوں کو ہر ممکنہ حد تک محفوظ رکھ سکتے ہیں چونکہ اتنے زیادہ ایکسپوژر میں مکمل اجتناب تو مشکل ہی نظر آتا ہے

والدین کو چاہیے کہ وہ دن بھر بچوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھیں۔ بچے کو پڑھائی کے علاوہ کسی اور کام کے لیے فون یا لیپ ٹاپ نہ دیں۔ فون کے استعمال کا شیڈول بنائیں۔ اگر آپ کے بچے کو فون کے ساتھ کوئی کام نہیں ہے تو اسے اس سے دور رکھنے کی کوشش کریں۔ اپنے بچے کو باہر کھیلنے کی عادت ڈالیں۔ انہیں ہر شام ان کے کسی کھیل کے میدان یا پارک میں لے جائیں۔ بچے جب بھی موبائل یا ٹیبلٹ میں انٹرنیٹ استعمال کریں تو آپ ان کی وقتاً فوقتاً نگرانی کریں۔ بچوں کے کمرے میں ٹی وی یا کمپیوٹر رکھنے سے گریز کریں۔ ایک والدین ہونے کے ساتھ ساتھ ایک رول ماڈل بنیں اور سوشل میڈیا کے اپنے ضرورت سے زیادہ استعمال کو

محدود کر کے بچوں کے سامنے صحت مند ڈیجیٹل عادات کا مظاہرہ کریں۔ ایم ٹی اے کی طرف بچوں کو راغب کریں۔

سامعین! وقت کے ساتھ ساتھ روایتی میڈیا بھی سوشل میڈیا کا حصہ بن چکا ہے۔ دنیا کے تمام ٹی وی چینلز اور اخبارات ورسائل سوشل میڈیا پہ موجود ہیں۔ ٹی وی کی جگہ یوٹیوب چینلز نے لے لی ہے جہاں ٹی وی ہی کی طرح لائیو نشریات کی سہولت موجود ہے۔ گویا سوشل میڈیا نے روایتی میڈیا کو بھی نئے ناظرین تک پہنچایا۔ چنانچہ اب اگر آپ کے پاس ڈش انٹینا، ڈیجیٹل ریسیور اور ٹی وی موجود نہیں تو پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ آپ اپنے سمارٹ فون پہ یوٹیوب کھولیں اور نہ صرف ایم ٹی اے کی لائیو نشریات سے فیضیاب ہوں بلکہ گذشتہ پروگرامز بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

جدید ایجادات کا جماعت احمدیہ سے گہرا تعلق ہے کہ یہ امام زمانہ کے مشن کو آگے بڑھانے میں مدد ومعاون ہیں۔ آپ علیہ السلام کے ظہور کے زمانہ کو دیکھا جائے تو اس زمانے میں مادی ایجادات کی ایک طویل فہرست ہے اور یہ محض اتفاق نہیں ہے۔ قرآن وحدیث میں امام مہدی کے ظہور کے بارے میں مرقوم پیشگوئیوں کے بغور مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس زمانے میں بکثرت ایجادات ہوں گی اور خلق خدا کو ایسے ذرائع رسل و رسائل میسر آئیں گے جو دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دیں گے۔ آسمان وزمین اپنے راز اگلیں گے اور انسان مادی ترقی کے ایک نئے دَور میں قدم رکھے گا اور اس کے ساتھ ہی امام مہدی کا ظہور ہو گا۔ چنانچہ ظہور مہدی اور مادی ایجادات کی باہمی نسبت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ورنہ اس قدر تحدّی سے پیشگوئیوں میں ان کا ذکر نہ کیا جاتا۔

فیس بک

سوشل میڈیا ایپس میں سب سے معروف میڈیم فیس بک ہے فیس بک اپنی ذات میں ایک ایسی جگہ ہے جہاں آپ خبریں پڑھ سکتے ہیں، ٹی وی دیکھ سکتے ہیں، مضمون لکھ سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے خیالات و افکار دنیا کے ساتھ شیئر کرسکتے ہیں۔ کسی کو پیغام بھیجنے اور وصول کرنے کی سہولت بھی موجود ہے۔ ان فوائد کے ساتھ ساتھ فیس بک کی کائنات میں بہت سے تاریک گوشے بھی ہیں جہاں نو آموز اور ناتجربہ کار لوگ نقصان اٹھا بیٹھتے ہیں۔ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا: ”آج انٹرنیٹ یا کمپیوٹر پر آپس کے تعارف کا ایک نیا ذریعہ نکلا ہے جسے facebook کہتے ہیں۔ گو اتنا نیا بھی نہیں لیکن بہر حال یہ بعد کی چند سالوں کی پیداوار ہے۔ اس طریقے سے مَیں نے ایک دفعہ منع بھی کیا، خطبے میں بھی کہا کہ یہ بے حیائیوں کی ترغیب دیتا ہے۔ آپس کے جو حجاب ہیں، ایک دوسرے کا حجاب ہے، اپنے راز ہیں بندے کے وہ اُن حجابوں کو توڑتا ہے، اُن رازوں کو فاش کرتا ہے اور بے حیائیوں کی دعوت دیتا ہے۔ اس سائٹ کو جو بنانے والا ہے اُس نے خود یہ کہا ہے کہ مَیں نے اسے اس لئے بنایا ہے کہ مَیں سمجھتا ہوں کہ انسان جو کچھ ہے وہ ظاہر و باہر ہو کر دوسرے کے سامنے آجائے اور اُس کے نزدیک ظاہر و باہر ہو جانا یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی ننگی تصویر بھی ڈالتا ہے تو بیشک ڈال دے اور اس پر دوسروں کو تبصرہ کرنے کی دعوت دیتا ہے تو یہ جائز ہے۔ اِنَّا لِلّٰہ۔ اسی طرح دوسرے بھی جو کچھ کسی بارے میں دیکھیں اس میں ڈال دیں۔ یہ اخلاقی پستی اور گراوٹ کی انتہا نہیں تو اَور کیا ہے؟ اور اس اخلاقی پستی اور گراوٹ کی حالت میں ایک احمدی ہی ہے جس نے دنیا کو اخلاق اور نیکیوں کے اعلیٰ معیار بتانے ہیں۔“

(اختتامی خطاب بر موقع جلسہ سالانہ جرمنی فرمودہ 26/جون 2011ء)

سوشل میڈیا اور بے پردگی

حضور انور ایدہ اللہ اس حوالہ سے لجنہ اماء اللہ کے نام اپنے ایک پیغام میں فرماتے ہیں:

”پھر آجکل سوشل میڈیا پر بہت سی بُرائیاں جنم لے رہی ہیں۔ نوجوان لڑکے لڑکیاں ماں باپ کے سامنے خاموشی سے چیٹنگ کر رہے ہوتے ہیں۔ پیغامات کا اور تصاویر کا تبادلہ ہو رہا ہوتا ہے۔ نئے نئے پروگراموں میں اکاؤنٹ بنالئے جاتے ہیں اور سارا سارا دن فون، آئی پیڈ اور کمپیوٹر وغیرہ پر بیٹھ کر وقت ضائع کیا جاتا ہے۔ اس سے اخلاق بگڑتے ہیں، مزاج میں چڑچڑا پن پیدا ہونے لگتا ہے اور بچے دیکھتے ہی دیکھتے ہاتھوں سے نکل جاتے ہیں۔ ان ساری باتوں پر نظر رکھنے اور انہیں محدود کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے آپ کو ان کے لئے متبادل مصروفیات بھی سوچنا ہوں گی۔ انہیں گھریلو کاموں میں مصروف کریں۔ جماعتی خدمات میں شامل کریں اور ایسی مصروفیات بنائیں جو ان کے لئے اور معاشرہ کے لئے مثبت اور مفید ہوں۔ یہ بڑی اہم ذمہ داری ہے جسے احمدی مستورات نے بجالانا ہے۔“

(پیغام بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 10/جولائی 2016ء)

حضور انور ایدہ اللہ نے سوشل میڈیا پر تصاویر ڈالنے اور پھر تصاویر پر اپنی آراء اور تبصروں کا برملا اظہار کرنے سے بھی منع فرمایا ہے:

”آج انٹرنیٹ یا کمپیوٹر پر آپس کے تعارف کا ایک نیا ذریعہ نکلا ہے جسے facebook کہتے ہیں۔ گو اتنا نیا بھی نہیں لیکن بہرحال یہ بعد کی چند سالوں کی پیداوار ہے۔ اس طریقے سے میں نے ایک دفعہ منع بھی کیا، خطبہ میں بھی کہا کہ یہ بے حیائیوں کی ترغیب دیتا ہے۔ آپس کے جو حجاب ہیں، ایک دوسرے کا حجاب ہے، اپنے راز ہیں بندے کے، وہ اُن حجابوں کو توڑتا ہے، اُن رازوں کو فاش کرتا ہے اور بے حیائیوں کی دعوت دیتا ہے۔ اس سائٹ کو جو بنانے والا ہے اُس نے خود یہ کہا ہے کہ میں نے اسے اس لیے بنایا ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ انسان جو کچھ ہے وہ ظاہر و باہر ہو کر دوسرے کے سامنے آجائے اور اُس کے نزدیک ظاہر و باہر ہو جانا یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی ننگی تصویر بھی ڈالتا ہے تو بیشک ڈال دے اور پھر اس پر دوسروں کو تبصرہ کرنے کی دعوت دیتا ہے تو یہ جائز ہے۔ اِنَّا لِلّٰہ۔ اسی طرح دوسرے بھی جو کچھ کسی کے بارے میں دیکھیں اس میں ڈال دیں۔ یہ اخلاقی پستی اور گراوٹ کی انتہا نہیں تو اَور کیا ہے؟ اور اس اخلاقی پستی اور گراوٹ کی حالت میں ایک احمدی ہی ہے جس نے دنیا کو اخلاق اور نیکیوں کے اعلیٰ معیار بتانے ہیں۔“

(اختتامی خطاب جلسہ سالانہ جرمنی 26/ جون 2011ء)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فواحش کے ضمن میں فرماتے ہیں فرماتے ہیں:

”چھپی ہوئی فواحش... ایسی ہیں جو بعض دفعہ انسان کو متأثر کرتے ہوئے بہت دُور لے جاتی ہیں۔ مثلاً بعض دفعہ غلط نظارے، غلط فلمیں ہیں، بالکل عریاں فلمیں ہیں۔ اس قسم کی دوسری چیزوں کو دیکھ کر انسان آنکھوں کے زنا میں مبتلا ہو رہا ہوتا ہے۔ پھر خیالات کا زنا ہے، غلط قسم کی کتابیں پڑھنا یا سوچیں لے کر آنا۔ بعض ماحول ایسے ہیں کہ ان میں بیٹھ کر انسان اس قسم کی فحشاء میں دھنس رہا ہوتا ہے۔ پھر کانوں سے بے حیائی کی باتیں سننا بھی زنا کے مقدمات ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 12/ دسمبر 2003ء)

پھر فرمایا:

”یہ جو زنا ہے یہ دماغ کا اور آنکھ کا زنا بھی ہوتا ہے اور پھر یہی زنا بڑھتے بڑھتے حقیقی بُرائیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ماں باپ شروع میں احتیاط نہیں کرتے اور جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے تو پھر افسوس کرتے اور روتے ہیں کہ ہماری نسل بگڑ گئی، ہماری اولادیں برباد ہو گئی ہیں۔ اس لیے چاہئے کہ پہلے نظر رکھیں۔ بیہودہ پروگراموں کے دوران بچوں کو ٹی وی کے سامنے نہ بیٹھنے دیں اور انٹرنیٹ پر بھی نظر رکھیں... اگر ماں باپ کسی قسم کی کمزوری دکھائیں گے تو اپنے بچوں کی ہلاکت کا سامان کر رہے ہوں گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 23/ اپریل 2010ء)

جعلی اکاؤنٹس کی بابت انذار

سوشل میڈیا کا ایک بہت بڑا مسئلہ جعلی اکاؤنٹس یا شناخت ہے۔ یعنی کسی کے نام پہ اکاؤنٹ بنالینا یا اپنا نام اور پہچان غلط طریق سے دکھانا تاکہ لوگوں کو گمراہ کیا جاسکے یا پھر اپنے مقاصد حاصل کیے جاسکیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے نام پہ بھی سوشل میڈیا پہ جعلی اکاؤنٹس بنائے گئے۔ اس حوالے سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”مجھے پتہ لگا کہ میرے نام سے آج کل انٹرنیٹ وغیرہ پر فیس بک (Facebook) ہے۔ فیس بُک کا ایک اکاؤنٹ کھلا ہوا ہے جس کا میرے فرشتوں کو بھی پتہ نہیں۔ نہ کبھی مَیں نے کھولا نہ مجھے کوئی دلچسپی ہے بلکہ مَیں نے تو جماعت کو کچھ عرصہ ہوا اس بارہ میں تنبیہ کی تھی کہ اس فیس بُک سے بچیں۔ اس میں بہت ساری قباحتیں ہیں۔ پتہ نہیں کسی نے بے وقوفی سے کیا ہے۔ کسی مخالف نے کیا ہے یا کسی احمدی نے کسی نیکی کی وجہ سے کیا ہے لیکن جس وجہ سے بھی کیا ہے، بہر حال وہ تو بند کروانے کی کوشش ہو رہی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ بند ہو جائے گا۔ کیونکہ اس میں قباحتیں زیادہ ہیں اور فائدے کم ہیں۔ اور بلکہ انفرادی طور پر بھی مَیں لوگوں کو کہتا رہتا ہوں کہ یہ جو فیس بُک ہے اس سے غلط قسم کی بعض باتیں نکلتی ہیں اور پھر اس شخص کے لئے بھی پریشانی کا موجب بن جاتی ہیں۔ خاص طور پر لڑکیوں کو تو بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ لیکن بہر حال مَیں یہ اعلان کر دینا چاہتا تھا کہ یہ جو فیس بُک ہے اور اس میں وہ لوگ جن کے اپنے فیس بُک کے اکاؤنٹ ہیں، وہ آ بھی رہے ہیں، پڑھ بھی رہے ہیں، اپنے کمنٹس (Comments) بھی دے رہے ہیں جو بالکل غلط طریقہ کار ہے اس لئے اس سے بچیں اور کوئی اس میں

شامل نہ ہو۔ اگر ایسی کوئی صورت کبھی پیدا ہوئی جس میں جماعتی طور پر کسی قسم کی فیس بک کی طرز کی کوئی چیز جاری کرنی ہوئی تو اس کو محفوظ طریقے سے جاری کیا جائے گا جس میں ہر ایک کی access نہ ہو اور صرف جماعتی مؤقف اس میں سامنے آئے اور اس میں جس کا دل چاہے آ جائے۔ کیونکہ مجھے بتایا گیا ہے کہ بعض مخالفین نے بھی اپنے کمنٹ (Comment) اس پر دیئے ہوئے ہیں۔ اب ایک تو ویسے ہی غیر اخلاقی بات ہے کہ کسی شخص کے نام پر کوئی دوسرا شخص چاہے وہ نیک نیتی سے ہی کر رہا ہو بغیر اس کو بتائے کام شروع کر دے۔ اس لئے جس نے بھی کیا ہے اگر تو وہ نیک نیت تھا تو وہ فوراً اس کو بند کر دے اور استغفار کرے اور اگر شرارتی ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے خود نپٹے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر شر سے محفوظ رکھے اور جماعت کو ترقی کی راہوں پر چلاتا چلا جائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31/ دسمبر 2010ء)

بے وجہ شیئرنگ کی مناہی

اسی طرح بسا اوقات سوشل میڈیا پہ لائکس (Likes) اور شیئر یا پھر واہ واہ سمیٹنے کے لیے اپنی طرف سے کوئی نئی یا انوکھی چیز شیئر کرنے کی رِیت بھی اکثر لوگوں کو پریشان کرتی ہے جس میں ایسی چیزیں بھی شیئر ہو جاتی ہیں جو نہیں ہونی چاہئیں۔

اس طرف توجہ دلاتے ہوئے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود اپنی تصویر کھنچوائی لیکن جب ایک کارڈ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا (پوسٹ کارڈ تھا) جس پر آپ کی تصویر تھی تو آپ نے فرمایا کہ اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی اور جماعت کو ہدایت فرمائی کہ کوئی شخص ایسے کارڈ نہ خریدے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آئندہ کسی نے ایسا کرنے کی جرأت نہ کی۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 14 صفحہ 214)

لیکن آجکل پھر بعض جگہوں پر بعض ٹویٹس (Tweets) میں، واٹس ایپ (WhatsApp) پہ میں نے دیکھا ہے کہ لوگ کہیں سے یہ پرانے کارڈ نکال کر یا پھر انہوں نے اپنے بزرگوں سے لئے یا بعضوں نے پرانی کتابوں کی دوکانوں سے خریدے، اور پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تو یہ غلط طریق ہے اس کو بند

کرنا چاہئے۔ تصویر آپ نے اس لئے کھنچوائی تھی کہ دور دراز کے لوگ اور خاص طور پر یورپین لوگ جو چہرہ شناس ہوتے ہیں وہ آپ کی تصویر دیکھ کر سچائی کی تلاش کریں گے، اس کی جستجو کریں گے لیکن جب آپ نے دیکھا کہ لوگ کارڈ پر تصویر شائع کر کے یہ کاروبار کا ذریعہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں یا کہیں بنا نہ لیں اور جب آپ نے محسوس کیا کہ اس سے بدعت نہ پھیلنی شروع ہو جائے، یہ بدعت پھیلنے کا ذریعہ نہ بن جائے تو آپ نے سختی سے اس کو روک دیا بلکہ بعض جگہ آپ نے فرمایا کہ ان کو ضائع کروا دیا جائے۔ پس وہ بعض لوگ جو تصویروں کا کاروبار کرتے ہیں، جنہوں نے تصویروں کو کاروبار کا ذریعہ بنایا ہوا ہے اور بے انتہا قیمتیں اس کی وصول کرتے ہیں ان کو توجہ کرنی چاہئے۔ پھر بعض ایسے بھی ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر میں بعض رنگ بھر دیتے ہیں حالانکہ کوئی coloured تصویر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نہیں ہے۔ یہ بھی بالکل غلط چیز ہے اس سے بھی احتیاط کرنی چاہئے۔ اسی طرح خلفاء کی تصویروں کے غلط استعمال ہیں ان سے بھی بچنا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/مارچ 2016ء)

سامعین! انٹرنیٹ اور اس سے جڑا سوشل میڈیا ہمارے لیے از حد مفید اور ازدیاد علم و ایمان کا باعث بن سکتا ہے اگر ہم امام زمانہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اس راہنمائی کو سامنے رکھتے ہوئے استعمال کریں۔ کوئی بھی ایجاد فی ذاتہ بری نہیں ہوتی اس کا استعمال اسے بھلا یا برا بناتا ہے۔ سوشل میڈیا کے مثبت استعمال سے ہم بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق سچی اور حقیقی خلافت کا نظام قائم کیا جا چکا ہے جس کی کامل اطاعت اور پیروی آپ پر فرض ہے۔ خلافت کی اطاعت اور خلیفۂ وقت کی ہدایات کی تعمیل کا ایک بہت اہم ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ایک عظیم فضل و احسان کی صورت میں قائم کیا ہوا ذریعہ ہے۔ اور وہ ایم ٹی اے ہے۔ اس لئے آپ جہاں کہیں ہوں آپ کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہئے کہ میرا ہر خطبہ ضرور سنیں خواہ وہ کسی بھی ذریعہ سے ہو۔ چاہے وہ ٹیلی وژن کے ذریعہ ہو، Laptop کے ذریعہ ہو یا آپ کے موبائل فون کے ذریعہ ہو۔ اِس دَور میں کوئی بھی یہ جائز عذر نہیں کر سکتا کہ وہ پیغام یا تعلیمات کو موصول کرنے سے قاصر رہا ہے۔ نشر و اشاعت کے جدید وسائل کی بدولت اب ہر چیز تک رسائی بآسانی اور فوراً

ایک بٹن کے دبانے سے ممکن ہو چکی ہے۔ اس لئے جہاں تک میرے خطبات کا تعلق ہے ان تک بھی آپ کی رسائی اور دسترس مختلف ذرائع سے ہو سکتی ہے۔ آپ میرے خطبات ایم ٹی اے پر سن سکتے ہیں یا اس کے علاوہ آپ ایم ٹی اے کی ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں اور ایم ٹی اے کی on demand سروس کے ذریعہ بھی میرے خطبات کو سن سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایم ٹی اے کے کئی دوسرے پروگرامز بھی آپ کے لئے دیکھنا بہت ضروری ہیں۔ ان پروگراموں کے ذریعہ آپ کا دینی علم بڑھے گا اور اس طرح آپ کا خلافت سے بھی تعلق پختہ اور مضبوط ہو گا۔ اپنے دینی علم کو بڑھانے کا ایک اور ذریعہ alislam ویب سائٹ بھی ہے جہاں وسیع پیمانے پر علمی مواد میسر ہے۔ آپ میں سے جو پختہ عمر کو پہنچ گئے ہیں انہیں جہاں تک بھی ممکن ہو اپنے آپ کو ان تمام مختلف وسائل اور ذرائع سے جوڑ دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ایسا کرتے ہوئے جہاں آپ اپنے علم کو بڑھا رہے ہوں گے وہاں آپ کو چاہئے کہ اِن ذرائع کو خلافت کے ساتھ بھی اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے استعمال میں لائیں اور اپنی اس ذمہ داری کو نبھائیں کہ آپ دین کو دنیا کی ہر چیز پر مقدم رکھیں گے۔ اس دَور میں بیشمار ایسے پروگرام ہیں جو ٹی وی، ویب سائٹس اور انٹرنیٹ وغیرہ پر دستیاب ہیں جو ایک انسان کی توجہ مسلسل اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ ان کا استعمال ایک لامتناہی کبھی نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ اگر آپ یہ کہیں گے کہ ہمیں پہلے اپنے دنیاوی کاموں کو مکمل کرنا ہے اور پھر ٹی وی پر یا streaming کے ذریعہ ایم ٹی اے دیکھیں گے تو آپ کو کبھی ایم ٹی اے دیکھنے کا وقت نہیں ملے گا۔ یہ وسائل اور ذرائع آپ کے علم کو بڑھانے میں فائدہ مند ثابت ہوں گے لیکن اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے آپ کو بہرحال اپنے دین کو مقدّم رکھنا ہو گا۔ اور اپنی دنیوی مصروفیات اور پروگراموں پر دین کو ترجیح دینی ہو گی۔"

(خطاب بر موقع نیشنل اجتماع واقفین نو، یوکے فرمودہ یکم مارچ 2015ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قرآن کو بہت غور سے پڑھو۔ اس پر عمل کرو۔ ہر ایک قسم کے ٹھٹھے اور بیہودہ باتوں اور مشرکانہ مجلسوں سے بچو۔ پانچوں وقت نماز کو قائم رکھو۔ غرض کہ کوئی ایسا حکم الٰہی نہ ہو جسے تم ٹال دو۔ بدن کو بھی صاف رکھو اور دل کو ہر ایک قسم کے بے جا کینے بغض و حسد سے پاک کرو۔ یہ باتیں ہیں جو خدا تم سے چاہتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 76-75)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اب ہر ایک کو جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کس حد تک اپنے آپ کو بے ہودہ اور مشرکانہ مجلسوں سے بچایا ہوا ہے بہت سے ایسے ہیں جو کہیں گے کہ ہم تو ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں ہم تو مشرکانہ مجلسوں میں نہیں بیٹھتے لیکن یاد رکھیں کہ کوئی مجلس ہو جیسے انٹرنیٹ ہے یا ٹی وی ہے یا کوئی اور ایسا کام جو نمازوں اور عبادت سے غافل کر رہی ہے وہ مشرکانہ مجلس ہی ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21/ اپریل 2017ء بمقام فرینکفرٹ)

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

۞۞۞۞

﴿20﴾ ﴿مشاہدات۔922﴾

جدید ایجادات کا درست اور بر محل استعمال

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً ۠ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ

(البقرۃ:209)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم سب کے سب اطاعت (کے دائرہ) میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کے پیچھے نہ چلو۔ یقیناً وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پر نثار
اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

سامعین کرام! خاکسار کی آج کی گزارشات انٹرنیٹ، موبائل اور سوشل میڈیا سے متعلق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں آخری زمانے کے متعلق جو پیشگوئیاں صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ضمن میں بیان فرمائی ہیں۔ اُن میں جدید سائنسی ایجادات کا ذکر بھی ملتا ہے۔ ان ایجادات میں ایک ایجاد کو سوشل میڈیا کا نام دیا جا سکتا ہے۔ جس کا آغاز الیکٹرانک میڈیا سے ہوا جس میں ریڈیو، ٹی وی اور ٹیلی فون وغیرہ کی ایجادات شامل ہیں۔ ابتدائی زمانہ میں یہ ایجادات بظاہر اخلاقیات کے حوالہ سے کوئی زیادہ Harmful نہ تھیں۔ لوگ خبریں سنتے، حالاتِ حاضرہ سے باخبر رہنے کا واحد ذریعہ یہی تھا اور تفریح طبع کے لیے ریڈیو کے علاوہ ایک ڈبہ نما ٹی وی کہیں کہیں

میسر تھا جس کے سامنے خاندان اور بعض اوقات محلہ کے کچھ افراد جمع ہو کر پروگرام دیکھ لیتے۔ اخلاق سے گرے ہوئے پروگرام اول تو نہ عام تھے اور نہ پروڈیوسر ماحول اور معاشرے کی نہج دیکھتے ہوئے بناتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ معاشرے میں بھی اس حد تک شرم و حیا موجود تھی کہ اخلاق سوز پروگرام نہ فیملی میں دیکھنے کا رجحان تھا اور نہ پسند کئے جاتے تھے۔ اگر کسی کے متعلق اخلاق باختہ پروگرام دیکھنے کی سُن گُن ملتی تو اس کی حوصلہ شکنی کی جاتی۔ ٹی وی ایجاد کرنے والے کے علم میں بھی نہ تھا کہ کسی دن اس کی یہ مفید ایجاد لوگوں کی بڑی تعداد بالخصوص نوجوان نسل کے اخلاق تباہ کر کے رکھ دے گی۔ مغربی دنیا کے چینلز کو لیں تو خصوصیت سے ایسے مناظر سے بھرے پڑے ہیں جن کو نہ آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور نہ قلم بیان کر سکتا ہے۔ اسی اخلاقی گراوٹ کی زد میں اب ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک کے چینلز بھی آنے لگے ہیں۔

دنیا ایجادات کے حوالے سے بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے اور جیسے آئے روز عورتوں کے ملبوسات کے ڈیزائن تبدیل ہوتے ہیں اسی طرح ایجادات میں بھی تنوع دیکھنے کو ملتا ہے۔ الیکٹرانک میڈیا ترقی پا کر سوشل میڈیا کا روپ دھار چکا ہے اور اس میں جمع ہو جانے والی فضولیات اور گندگیوں کے بارے میں ان کے موجد بھی لاعلم تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آئی فون کے موجد اسٹیو جابز کو جب اس کے مضررات کا احساس ہونے لگا تو اس نے اپنی اولاد کو اس کے استعمال سے دور رکھا۔

سامعین! سوشل میڈیا تو اب بہت وسعت اختیار کر چکا ہے۔ اس میں شامل ہونے والی ایجادات کی فہرست اتنی طویل ہے کہ شاید ان کے تعارف پر ہی ایک تقریر تیار ہو جائے۔ اس میں ایک کردار موبائل فون کا ہے جس کے متعلق کسی نے کہا ہے کہ دو سے تین انچ چوڑے اور پانچ چھ انچ لمبے ایک فون میں تمام دنیا سمٹ کر آگئی ہے جو تقریباً ہر چھوٹے بڑے کی ہتھیلی میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حلال و حرام اور جائز و ناجائز کے حوالہ سے ایک گُر ہمیں یہ سکھایا ہے کہ اگر کسی چیز کے فوائد زیادہ ہیں تو اسے اپنا لیں اور اگر فوائد کم اور نقصانات زیادہ ہیں تو اسے ترک کر دیں۔ یہی کیفیت سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ، موبائل فون اور فیس بک وغیرہ کی ہے۔ اس میں اچھائیاں بھی ہیں اور نقصانات بھی۔ ہم اپنے مضامین میں، اپنی

تقاریر میں اور اپنی گفتگو و بحث و مباحثہ میں سوشل میڈیا کے نقصانات بالعموم زیادہ گنواتے ہیں۔ بچوں کو اِن کے استعمال سے روکتے اور ٹوکتے رہتے ہیں جن سے بچے fed up ہو جاتے ہیں اور تناؤ کا شکار رہتے ہیں۔

سامعین! مَیں نے یہ محسوس کیا ہے کہ مقرر کو جب سوشل میڈیا پر گفتگو کرنے یا محرر کو سوشل میڈیا پر کچھ لکھنے کو کہا جائے تو وہ اس کے نقصانات کا ذکر پہلے اور مثبت پہلوؤں کا ذکر اخیر میں کرتا ہے جبکہ مثبت اور مؤثر کن گفتگو کے لیے کسی کے کردار کے اچھے پہلو پہلے بیان کرنے چاہیے پھر کمیوں اور کوتاہیوں کی طرف توجہ دلانی چاہیے۔ اسی اصول کو مد نظر رکھ کر میری گفتگو دو حصوں میں تقسیم ہو سکتی ہے۔

1۔ سوشل میڈیا کے مثبت پہلو

2۔ سوشل میڈیا کے منفی پہلو

سامعین کرام! مگر آج مَیں اِس کے مثبت پہلو جس کو مَیں نے سوشل میڈیا کا درست اور بر محل استعمال کا نام دیا ہے، بیان کروں گا۔ اگر اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو اس کے منفی پہلو کسی اور وقت میں بیان کروں گا۔

سوشل میڈیا کے مثبت پہلو پر غور کرتے ہی مَیں اپنے سامعین کو پاکستان میں جماعت احمدیہ پر گزرنے والے حالات کی طرف لے جانا چاہوں گا۔ جہاں قرآن کریم، کتب حضرت مسیح موعودؑ، کتب خلفائے عظام، اخبارات اور جماعتی لٹریچر کی اشاعت اور طباعت پر پابندی کا سامنا ہے۔ مساجد میں قرآن کریم اور کسی قسم کے لٹریچر رکھنے پر پابندی ہے۔ ان حالات میں موبائل فون اور دیگر اس سے ملتے جلتے دیگر ذرائع مُمِدّ ثابت ہو سکتے ہیں۔ گو موبائل فونز کی وجہ سے بھی احمدیوں کو مقدمات کا سامنا رہتا ہے لیکن سوشل میڈیا میں استعمال ہونے والے اس طرح کے Gadgets جیسے فون، آئی پیڈ اور لیپ ٹاپ میں لاکھوں صفحات کا لٹریچر سمو سکتا ہے۔ آپ اس کے ذریعہ جہاں اور جب چاہیں قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں۔ قرآن کریم کی تفاسیر پڑھ سکتے ہیں۔ احادیث کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ سیرت رسولؐ پڑھ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اور اسوہ اپنایا جا سکتا ہے۔ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے فیضیاب ہوا جا سکتا ہے۔ خلفاء کے خطبات، خطابات اور تفاسیر سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ اور بہت سا مختلف النوع علم جو ان Gadgets کے ذریعہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ ان Gadgets کی یہ خوبی ہے کہ بہت بھاری کتب خریدنے اور خرید کر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی مشکل اور اس کی

ٹرانسپورٹ پر اٹھنے والے اخراجات سے بچا جا سکتا ہے۔ کتابوں کی ترسیل پر جو وقت لگتا ہے اسے بھی بچایا جا سکتا ہے اور اس سے دعوت الی اللہ بھی بآسانی بغیر کسی خرچ کے کی جا سکتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”آجکل انٹرنیٹ اور ای میل... کے بارے میں... غور کریں کہ کس طرح استعمال کرنا ہے، کس طرح زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس کے غلط استعمال جو ہو رہے ہیں تو اس کا صحیح استعمال کیوں نہ کیا جائے۔“

(خطبہ جمعہ 22/ دسمبر 2006ء)

پھر فرمایا:

”علم میں اضافے کے لئے انٹرنیٹ کی ایجاد کو استعمال کریں۔ یہ نہیں ہے کہ یا اعتراض والی ویب سائٹس تلاش کرتے رہیں یا انٹرنیٹ پر بیٹھ کے مستقل باتیں کرتے رہیں۔“

(خطبہ جمعہ 20/ اگست 2004ء)

سوشل میڈیا ہر گزرتے دن کے ساتھ ہماری زندگی میں اہمیت اختیار کر رہا ہے۔ اس کے ذریعے معلومات اور روابط میں کروڑہا لوگ ایسے بندھے ہیں کہ دنیا ایک گلوبل ویلج کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

سامعین! یہ Gadgets ایسے آسان ذرائع ہیں کہ ہم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر کے انہی Gadgets کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے خلاف جو نفرت کی مہم چلائی جاتی ہے اور جھوٹے الزامات لگائے جاتے ہیں ان کا جواب دیا جا سکتا ہے۔ اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی تعلیم میں ان سے معاونت لی جا سکتی ہے۔ Artificial Intelligence سے بھی اپنی تعلیم کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ مختلف مضامین اور موضوعات سے متعلق لوگ اپنے مشاہدات اور تجربات اور ریسرچ بھی سوشل میڈیا کے مختلف پلیٹ فارمز پر شیئر کرتے ہیں جس سے دیگر لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ مختلف موضوعات پر مواد کی تلاش آسان ہو گئی ہے۔

ایک فائدہ جس سے مَیں خود بھی مستفیذ ہوا ہوں وہ یہ کہ ایک دفعہ خاکسار جمعہ کے روز ٹریفک میں پھنس گیا اور حضور ایدہ اللہ کی اقتداء میں جمعہ سننے میں دیر ہو گئی تو خاکسار کے نواسوں نے موبائل پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ لگا دیا۔ جس سے ہم راستے میں بھی اس روحانی مائدہ سے فیضاب ہوتے رہے۔

ایک اہم فائدہ راستے کی معلومات بھی ہیں۔ آپ نے کسی شہر میں کہیں جانا ہو یا کسی ملک سے دوسرے ملک بائی روڈ سفر کرنا ہو انٹرنیٹ کی سہولت سے بغیر کسی دقت کے آپ اپنی منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں۔

ہمارے روزمرہ کے مستعمل Gadgets پر ہم نمازوں کے اوقات پر آذان یا کوئی اور میسج ریکارڈ کر سکتے ہیں تا الارم کے ذریعے نمازوں کی یاد دہانی ہو سکے۔ دیگر کاموں کے سر انجام دہی کے دوران علمی، روحانی مضامین یا میسجز کو لگا کر سنا جا سکتا ہے اور روحانی آسودگی کا موجب ہو سکتا ہے۔ اب تو آڈیو کتب کا بھی کافی رواج ہو گیا ہے۔ لوگ سفروں کے دوران یا گھر میں دیگر کام کرتے ہوئے اپنے Gadgets پر آڈیو ریکارڈ ہوئی کتب سن لیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کئی کتب بھی آڈیو میں ریکارڈ موجود ہیں۔

سامعین! ہم ان Gadgets کے ذریعے دنیا بھر میں پھیلے اپنے بہن، بھائی اور عزیز و اقارب سے ہر وقت رابطے میں رہتے ہیں اور خوشی، غمی میں شامل ہو سکتے ہیں۔

آج کل دنیا بھر میں جو حالات ہیں، کہیں افراتفری ہے، کہیں دہشت گردی ہے، کہیں خوف و ہراس ہے اور کہیں دیگر مسائل ہیں۔ ان حالات میں والدین اپنے بچوں سے اور بچے اپنے والدین و بزرگوں سے رابطے میں رہتے ہیں۔ سفروں کے دوران live location شیئر کرنے سے بھی فائدہ اٹھایا جاتا ہے اور سفر کنندہ اور گھر والے سفر کے دوران منزل مقصود سے دوری یا نزدیکی کا دو طرفہ اندازہ کر لیتے ہیں۔

Gadgets پر جماعتی اور دفتری میٹنگز کے نوٹس لئے جا سکتے ہیں یہ ڈائری کے طور پر بھی کام آتے ہیں اور سوشل میڈیا استعمال کرتے ہوئے مثلاً واٹس ایپ کے ذریعہ ان نوٹس کو دیگر افراد تک بھی بآسانی پہنچایا جا سکتا ہے اور یاددہانی بھی کروائی جا سکتی ہے۔ یہی سوشل میڈیا پلیٹ فارمز تبلیغ کا ذریعہ بھی ہیں، حضور انور ایدہ اللہ کی تحریکات لمحوں میں اکناف عالم کے احمدیوں تک پہنچتی ہیں اور اسی سوشل میڈیا کے ذریعہ ہم ایم ٹی اے، الاسلام ویب سائیٹ اور روزنامہ الفضل کے نئے اور پرانے پرچوں تک رسائی بھی حاصل

کرتے ہیں۔ گویا کہ چلتا پھرتا ایک علم کا خزانہ ہے جو ایک چھوٹے سے Box کی صورت میں ہر انسان کے ساتھ چلتا پھرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”ہم عاجز گنہگاروں اور کمزوروں کے سپرد اللہ تعالیٰ نے یہ کام کیا تھا کہ تمام دنیا کی قوموں کو اُمّتِ واحدہ میں تبدیل کرو۔ ہم پر یہ ذمہ داری ڈالی تھی کہ دنیا سے تمام سعید روحوں کو ایک ہاتھ پر اکٹھا کرو اور وہ ہاتھ حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ہے اس ہاتھ پر اکٹھا کرنے کیلئے ہماری مجبوریاں، ہماری بے کسیاں، ہماری بے بساطی حائل تھیں... مگر دیکھتے دیکھتے آسمان سے وہ تقدیریں نازل ہوئی ہیں جنہوں نے اس خواب کو آج ایک حقیقت میں تبدیل کر دیا ہے۔“

(الفضل انٹرنیشنل 30 جولائی 1993ء)

سوشل میڈیا کے حوالے سے اگر ہم بات کریں تو MTA ایک بڑی اہمیت کا حامل ہے جس سے نہ صرف ساری دنیا میں جماعت احمدیہ کا پیغام پہنچتا ہے بلکہ اس کے ذریعہ ساری دنیا کے احمدی بہت سی برکات و معلومات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ دور ممالک میں رہتے ہوئے بھی مرکزی جلسہ سالانہ برطانیہ، جرمنی، قادیان سے مستفید ہوتے ہیں۔ عالمی بیعت میں شامل ہوتے ہیں۔ تو اس لحاظ سے اس وقت کی اہم ایجاد سیٹلائٹ ہمیں ایم ٹی اے کی صورت میں بہت فائدہ دیتی ہے اور اب ایم ٹی اے کی نعمت سوشل میڈیا کے دیگر پلیٹ فارمز پر بھی میسر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ عالم گواہ ہے جو احمدیت کو اللہ کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ مسیح محمدی کے لئے آسمان کی فضائیں مسخّر کی جائیں گی اور حضرت مسیح موعودؑ کے غلاموں کو آسمانی سفروں میں سب دنیا پر غالب کیا جائے گا۔“

(الفضل انٹرنیشنل، 12 اپریل 1996ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ MTA کے ذریعے پہلی تاریخی عالمی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”تاریخ عالم میں پہلا واقعہ ہے کہ کوئی بیعت لی جارہی ہو اور سارے عالم میں بیک وقت اس بیعت کے ساتھ زبانیں بھی متحرک ہوں اور دل بھی دھڑک رہے ہوں اور ایک آواز کے ساتھ اقرار کرنا ایک عجیب کیفیت دل میں پیدا کرتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی خدا کی تقدیر کا ایک اظہار تھا... یہ فرشتوں کی تحریک تھی کوئی اتفاقی خیال نہیں تھا۔“

(روزنامہ الفضل 4 جنوری 1993ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہماری کوشش اس میں یہ ہونی چاہئے کہ بجائے لغویات میں وقت گزارنے کے، ان سہولتوں سے غلط قسم کے فائدے اٹھانے کے ان سہولتوں کا صحیح فائدہ اٹھائیں، ان کو کام میں لائیں۔ اور اگر اُس گروہ کا ہم حصہ بن جائیں جو مسیح محمدی کے پیغام کو دنیا میں پہنچا رہا ہے تو ہم بھی اس گروہ میں شامل ہو سکتے ہیں، ان لوگوں میں شامل ہو سکتے ہیں جن کی خدا تعالیٰ نے قسم کھائی ہے۔“

(خطبہ جمعہ 15/ اکتوبر 2010ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں جدید ایجادات سے مفید فوائد حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ۔ زاہد محمود)

۞۞۞۞

﴿21﴾ ﴿مشاہدات۔923﴾

جدید ایجادات کے منفی اثرات و مضرّات

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (النور:22)

کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو شیطان کے قدموں پر مت چلو۔ اور جو کوئی شیطان کے قدموں پر چلتا ہے تو وہ یقیناً بے حیائی اور ناپسندیدہ باتوں کا حکم دیتا ہے۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہو تو تم میں سے کوئی ایک بھی کبھی پاک نہ ہو سکتا۔ لیکن اللہ جسے چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے اور اللہ بہت سننے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔

تیری رضا کا ہوں مَیں طلب گار ہر گھڑی
گر یہ ملے تو جانوں کہ سب کچھ ملا مجھے
ہاں ہاں نگاہِ رحم ذرا اس طرف بھی ہو
بحر گنہ میں ڈوب رہا ہوں بچا مجھے

معزز سامعین! آج مجھے انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کے مضرّ اور منفی اثرات پر روشنی ڈالنی ہے۔

اس سے قبل ایک تقریر میں خاکسار سوشل میڈیا کے مثبت اثرات اور پہلو بیان کر چکا ہے کیونکہ حقیقت جاننے کے لیے کسی سکّے کے دونوں اطراف کو دیکھنے اور پرکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جدید ایجادات اور سوشل میڈیا کو جانچنے کے لیے اس کے دونوں پہلو دیکھنے ہوں گے۔ اس کے مثبت پہلوؤں کو دیکھنے کے لئے

مشاہدات نمبر 921 ضرور دیکھیں۔ جہاں تک اس کے منفی اثرات اور پہلوؤں کا تعلق ہے تو یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ بڑے بڑے اخلاق سیئہ کا اس کو مجموعہ کہا جا سکتا ہے۔ یعنی اچھے اخلاق سے بُرے اخلاق اپنانے کی طرف ایک سفر تسلسل سے جاری ہے۔ اس کے بے پردگی، جھوٹ، افواہ سازی، وقت کا ضیاع، گپ شپ اور دھوکہ دہی کی صورت میں بد اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ جھوٹ جس کو تمام گناہوں کی ماں کہا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا سے پنپتا ہے۔ مَیں نے کئی لوگوں کو یہ کہتے سنا ہے کہ مَیں اس وقت out of city ہوں جبکہ وہ شہر کے اندر ہی ہوتے ہیں۔ کچھ یہ کہتے پائے جاتے ہیں کہ مَیں گھر سے باہر ہوں جبکہ وہ گھر کے اندر موجود ہوتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

بے حیائی اور یاوہ گوئی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی اور یاوہ گوئی کو پسند نہیں کرتا۔

(مسند احمد بن حنبل)

پھر فرمایا:

نیک باتوں کا بتانے والا، اِن پر عمل کرنے والے کی طرح ہے۔ یعنی عمل کرنے والے کی طرح اسے بھی ثواب و اجر ملتا ہے۔

(مسند احمد بن حنبل)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنین کو شیطان کے حملوں سے بچانے کی کس قدر فکر ہوتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اپنے صحابہ کو شیطان سے بچنے کی دعائیں سکھاتے تھے اور کیسی جامع دعائیں سکھاتے تھے، اس کا ایک صحابی نے یوں بیان فرمایا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا سکھلائی کہ اے اللہ! ہمارے دلوں میں محبت پیدا کر دے۔ ہماری اصلاح کر دے اور ہمیں سلامتی کی راہوں پر چلا۔ اور ہمیں اندھیروں سے نجات دے کر نور کی طرف لے جا۔ اور ہمیں ظاہر اور باطن فواحش سے بچا۔ اور ہمارے لئے ہمارے کانوں میں، ہماری آنکھوں میں، ہماری بیویوں میں اور ہماری اولادوں میں برکت رکھ دے اور ہم پر رجوع برحمت ہو۔ یقیناً تُو ہی توبہ قبول کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور ہمیں

اپنی نعمتوں کا شکر کرنے والا اور ان کا ذکر خیر کرنے والا اور ان کو قبول کرنے والا بنا اور اے اللہ ہم پر نعمتیں مکمل فرما۔

(سنن ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب التشھد حدیث 969)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مومنوں کی ایک نشانی بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ (المؤمنون:2-4)

کہ یقیناً مومن کامیاب ہوگئے۔ وہ جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہیں اور وہ جو لغو سے اِعراض کرنے والے ہیں۔ یعنی مومن لغو باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”لغو تعلقات سے اپنے تئیں الگ کرنا خدا تعالیٰ کے تعلق کا موجب ہے۔ گویا لغو باتوں سے دل چھڑانا خدا سے دل کو لگالینا ہے... انسان کی روح کو خدا تعالیٰ سے ایک تعلق ازلی ہے... جس تعلق کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ خدا پر ایمان لاکر ہر ایک لغو بات اور لغو کام اور لغو مجلس اور لغو حرکت اور لغو تعلق اور لغو جوش سے کنارہ کشی کی جائے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 199-200)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

” حیا... ایمان کا حصہ ہے۔ آج کل کی دنیاوی ایجادات... ٹی وی ہے، انٹرنیٹ وغیرہ ہے اُس نے حیا کے معیار کی تاریخ ہی بدل دی ہے۔ کھلی کھلی بے حیائی دکھانے کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ بے حیائی نہیں ہے۔ پس ایک احمدی کے حیا کا یہ معیار نہیں ہونا چاہئے جو ٹی وی اور انٹرنیٹ پر کوئی دیکھتا ہے۔ یہ حیا نہیں ہے بلکہ ہوا و ہوس میں گرفتاری ہے۔ بے حجابیوں اور بے پردگی نے بعض بظاہر شریف احمدی گھرانوں میں بھی حیا کے جو معیار ہیں الٹا کر رکھ دیئے ہیں۔ زمانہ کی ترقی کے نام پر بعض ایسی باتیں کی جاتی ہیں، بعض ایسی حرکتیں کی جاتی ہیں جو کوئی شریف آدمی دیکھ نہیں سکتا“

(خطبہ جمعہ 15/ جنوری 2010ء)

فرمایا:

”ٹی وی چینل پر بعض غلط قسم کے پروگرام، ننگے پروگرام آرہے ہوتے ہیں۔ ان کو دیکھنے سے اپنے آپ کو بھی بچائیں۔ کیوں کہ یہی پھر بڑی اخلاقی بُرائیوں کی طرف لے جانے والی چیز بن جاتی ہیں۔“

(الازھار لذوات الخمار جلد 3 حصہ اول صفحہ 182)

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”اب Internet کے بارے میں بھی مَیں کہنا چاہتا ہوں ... یونہی جب آکے open کر رہے ہوتے ہیں۔ Internet پہ بات چیت chatting شروع ہوگئی اور پھر شروع میں تو بعض دفعہ یہ نہیں پتہ ہوتا کہ کون بات کر رہا ہے؟ یہاں ہماری لڑکیاں بیٹھی ہیں دوسری طرف پتہ نہیں لڑکا ہے یا لڑکی ہے اور بعض لڑکے خود چھپاتے ہیں اور بعض لڑکیوں سے لڑکی بن کر باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ اس طرح یہ بھی میرے علم میں آئی ہے یہ بات، اور لڑکیاں سمجھ کر یہ تو بات چیت شروع ہوگئی جماعت کا تعارف شروع ہوگیا اور لڑکی خوش ہو رہی ہوتی ہے کہ چلو دعوت الی اللہ کر رہی ہوں۔ یہ پتہ نہیں کہ اُس لڑکی کی نیت کیا ہے۔ آپ کی نیت اگر صاف بھی ہے تو دوسری طرف جو لڑکا بیٹھا ہوا ہے internet پر۔ تو اُس کی نیت کیا ہے۔ یہ آپ کو کیا پتہ؟ اور آہستہ آہستہ بات اتنی آگے بڑھ جاتی ہے کہ تصویروں کے تبادلے شروع ہو جاتے ہیں۔ اب تصویریں دکھانا تو انتہائی بے پردگی کی بات ہے۔ اور پھر بعض جگہوں پہ رشتے بھی ہوئے ہیں۔ جیسے مَیں نے کہا کہ بڑے بھیانک نتیجے سامنے آئے ہیں اور ان میں سے اکثر رشتے پھر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ناکام بھی ہو جاتے ہیں۔“

(مشعل راہ جلد 5 حصہ اول صفحہ 84-85)

حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک احمدی سے توقع رکھی ہے کہ ہر قسم کے جھوٹ، زنا، بد نظری، لڑائی جھگڑا، ظلم، خیانت، فساد، بغاوت سے ہر صورت میں بچنا ہے۔ ہر وقت اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ مَیں ان بُرائیوں سے بچ رہا ہوں؟ ... یہ بُرائیاں آج کل میڈیا کی وجہ سے عام ہوگئی ہیں۔ گھروں میں ٹیلی ویژن کے ذریعہ یا انٹرنیٹ کے ذریعہ سے ایسی ایسی بیہودہ اور لچر فلمیں اور پروگرام وغیرہ

دکھائے جاتے ہیں جو انسان کو بُرائیوں میں دھکیل دیتے ہیں۔ خاص طور پر نوجوان لڑکے لڑکیاں بعض احمدی گھرانوں میں بھی اس بُرائی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پہلے تو روشن خیالی کے نام پر ان فلموں کو دیکھا جاتا ہے۔ پھر بعض بدقسمت گھر عملاً ان برائیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ تو یہ جو زنا ہے یہ دماغ کا اور آنکھ کا زنا بھی ہوتا ہے اور پھر یہی زنا بڑھتے بڑھتے حقیقی بُرائیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ماں باپ شروع میں احتیاط نہیں کرتے اور جب پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے تو پھر افسوس کرتے اور روتے ہیں کہ ہماری نسل بگڑ گئی، ہماری اولادیں برباد ہو گئی ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ پہلے نظر رکھیں۔ بیہودہ پروگراموں کے دوران بچوں کو ٹی وی کے سامنے نہ بیٹھنے دیں اور انٹرنیٹ پر بھی نظر رکھیں۔ "

(خطبہ جمعہ 23/ اپریل 2010ء)

ایک اور موقع پر حضور ایدہ اللہ نے فرمایا:

"جب تک ہم اپنے گھروں میں یہ احساس نہیں پیدا کریں گے اپنے بچوں میں بھی اور اپنے آپ میں بھی یہ احساس نہیں پیدا کریں گے اور جب تک ہمارے قول و فعل میں تضاد ہو گا اصلاح کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی۔ بیعت کرنے کے بعد ہمارے اندر پاک تبدیلی پیدا کرنے کے دعوے بالکل کھوکھلے ہوں گے۔ ان گندے پروگراموں کو دیکھ کر اپنے اخلاقی اور روحانی نقصان کے علاوہ مالی نقصان بھی کر رہے ہوتے ہیں کیونکہ اکثر ایسے پروگرام کچھ خرچ کرنے کے بعد ہی میسر آتے ہیں۔ تو ہماری توبہ واستغفار ایسی ہونی چاہئے کہ ہمارا ان باتوں کی طرف خیال ہی نہ جائے، توجہ ہی نہ ہو۔"

(خطبہ جمعہ 14/ مئی 2004ء)

حضور انور ایدہ اللہ نے ویڈیو کیسٹ اور سی ڈیز کے بارے میں فرمایا:

"اب تو گانے وغیرہ سے بڑھ کر بیہودہ فلموں تک نوبت آ گئی ہے۔ اس بارے میں عورتوں اور مردوں دونوں کو یکساں احتیاط کی ضرورت ہے، دونوں کو احتیاط کرنی چاہئے۔ دکانیں کھلی ہوئی ہیں، جا کے ویڈیو کیسٹ لے آئیں یا سیڈیز لے آئیں، اور پھر انتہائی بیہودہ اور لچر قسم کی فلمیں اور ڈرامے ان میں ہوتے ہیں۔ جماعتی نظام کو بھی اور ذیلی تنظیموں کو بھی اس بارہ میں نظر رکھنی چاہئے اور اس کے نتائج سے

لوگوں کو، بچوں کو آگاہ کرتے رہنا چاہئے، سمجھانا چاہئے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ یہ چیزیں بالآخر غلط راستوں پر لے جاتی ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 30/ جنوری 2004ء)

سامعین! ان ایجادات میں سب سے بڑھ کر کمپیوٹر اور انٹرنیٹ آتا ہے۔ اس کے متعلق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے۔ یہ بھی ایک لحاظ سے آجکل کی بہت بڑی لغو چیز ہے۔ اِس نے بھی کئی گھروں کو اجاڑ دیا ہے۔ ایک تو یہ رابطے کا بڑا سستا ذریعہ ہے پھر اس کے ذریعہ سے بعض لوگ پھرتے پھراتے رہتے ہیں اور پتہ نہیں کہاں تک پہنچ جاتے ہیں۔ شروع میں شغل کے طور پر سب کام ہو رہا ہوتا ہے پھر بعد میں یہی شغل عادت بن جاتا ہے اور گلے کا ہار بن جاتا ہے چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔ کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں بعض دفعہ جب عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلاوجہ، بے مقصد وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب لغو چیزیں ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 20/ اگست 2004ء)

آپس میں رابطے کا ایک بہت بڑا ذریعہ موبائل فون بھی ہے اس کے غلط استعمال سے بچنا بھی بہت ضروری ہے۔ اس بارے میں حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"موبائل فون پر sms کا بڑا رواج ہے۔ خصوصاً تیرہ چودہ سال کی عمر کے ہر بچے نے فون ہاتھ میں رکھا ہوتا ہے اور ٹیکسٹ کر رہے ہوتے ہیں۔ آہستہ آہستہ پھر یہ دوستیاں بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ اس سے بچنے کی کوشش کریں۔ آہستہ آہستہ یہ چیزیں انسان کو لغویات کی طرف لے جاتی ہیں۔"

(مشعل راہ جلد پنجم حصہ چہارم صفحہ 47-48)

ایک دوسرے موقع پر فرمایا:

" چھپی ہوئی فواحش جو ہیں یہ ایسی ہیں جو بعض دفعہ انسان کو متأثر کرتے ہوئے بہت دور لے جاتے ہیں۔ مثلاً بعض دفعہ غلط نظارے ہیں، غلط فلمیں ہیں، بالکل عریاں فلمیں ہیں، اس قسم کی دوسری چیزوں کو دیکھ

کر آنکھوں کے زنا میں مبتلا ہو رہا ہوتا ہے انسان۔ پھر خیالات کا زنا ہے، غلط قسم کی کتابیں پڑھنا، یا سوچیں لے کر آنا۔ بعض ماحول ایسے ہیں کہ ان میں بیٹھ کر انسان اس قسم کی فحشاء میں دھنس رہا ہوتا ہے۔ پھر کانوں سے بے حیائی کی باتیں سننا۔ تو یہ دعا سکھائی گئی ہے کہ اے اللہ ہمارا ہر عضو جو ہے اسے اپنے فضل سے پاک کر دے۔ اور ہمیشہ اسے پاک رکھ اور شیطان کے راستے پر چلنے والے نہ ہوں۔ اور ہم سب کو شیطان کے راستے پر چلنے سے بچا۔"

(خطبہ جمعہ 12/ دسمبر 2003ء)

حضور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"مَیں متعدد بار انٹرنیٹ کے رابطوں کے بارہ میں احتیاط کا کہہ چکا ہوں۔ بعد میں پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ باپوں کی بھی ذمہ داری ہے، یہ ماؤں کی بھی ذمہ داری ہے کہ انٹرنیٹ کے رابطوں کے بارہ میں بچوں کو ہوشیار کریں۔ خاص طور پر بچیوں کو۔"

(خطبہ جمعہ 30/ جنوری 2004ء)

پھر فرمایا:

"آج کل معاشرے میں عمومی طور پر بُرائیاں بڑھ رہی ہیں۔ ٹی وی، انٹرنیٹ، فون کے تحریری پیغامات، ٹیکسٹ میسجز اور face book وغیرہ اور اسی قسم کی دوسری لغویات نے معاشرے کو لپیٹ میں لیا ہوا ہے اور اس خطرہ کو میں بار بار بیان کر کے ہوشیار کر رہا ہوں۔"

(خط حضور انور ایدہ اللہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"رہائی یافتہ مومن وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو تعلقات سے اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد سوم سورۃ النحل یا سورۃ یٰس صفحہ 359)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"آجکل بعض ویب سائٹس ہیں جہاں جماعت کے خلاف یا جماعت کے کسی فرد کے خلاف گندے غلیظ پراپیگنڈے یا الزام لگانے کا سلسلہ شروع ہوا ہوا ہے۔ تو لگانے والے تو خیر اپنی دانست میں یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں، اپنی عقل کے مطابق کہ یہ مغلظات بک کے وہ جماعت کو کوئی نقصان پہنچا رہے ہیں حالانکہ اُن کی اِن لغویات پر کسی کی بھی کوئی نظر نہیں ہوتی۔ جماعت کا شاید اعشاریہ ایک فیصد بھی طبقہ اس کو نہ دیکھتا ہو، اس کو شاید پتہ بھی نہ ہو۔ تو بہر حال یہ تمام لغویات ہیں اس لئے وہ جو ان گندے غلیظ الزاموں کے جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں، بعض نوجوانوں میں یہ جوش پیدا ہو جاتا ہے تو اس جوش کی وجہ سے وہ جواب دینے کی کوشش کرتے ہیں ان کو بھی اس سے بچنا چاہئے۔ جماعت کی اپنی ایک ویب سائٹ ہے اگر کوئی اعتراض کسی کی نظر میں قابل جواب ہو کسی کی نظر سے گزرے تو وہ اعتراض انہیں بھیج دینا چاہئے... اور اگر کسی کے ذہن میں اس اعتراض کا کا کوئی جواب آیا ہو تو وہ جواب بھی بے شک بھیج دیں۔ لیکن وہاں پر خود کسی کے اعتراض کا جواب نہیں دینا۔ ہو سکتا ہے آپ کو جواب دینا صحیح نہ آتا ہو کیونکہ جہاں آپ بھیجیں گے خود ہی چیک کر لیں گے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس اعتراض کا جواب دینا بھی ہے کہ نہیں یا اس معاملے میں پڑنا صرف لغویات یا صرف وقت کا ضیاع ہی ہے۔ کیونکہ اعتراض کرنے والے کی اصلاح تو ہونی نہیں ہوتی کیونکہ اگر ان کا یہ مقصد ہو، یہ نیت ہو کہ انہوں نے اپنی اصلاح کرنی ہے یا کوئی فائدہ اٹھانا ہے تو پھر اتنی غلیظ اور گندی زبان استعمال نہیں ہوتی، شریفانہ زبان استعمال کی جاتی ہے۔ اور بعض اعتراضوں کے جواب کا تو دوسروں کو فائدہ بھی نہیں ہوتا۔ پھر جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ اگر کسی کے پاس جواب ہو تو اس جماعتی نظام کے تحت جواب بھیج دیں خود ہی نظام اس کو دیکھ لے گا کہ آیا جو جواب آپ نے بھیجا ہے درست ہے یا اس سے بہتر جواب دیا جا سکتا ہے۔ تو بہر حال مقصد یہ ہے کہ جماعت کے کسی بھی فرد کا وقت بلا مقصد ضائع نہیں ہونا چاہئے اس لئے جس حد تک ان لغویات سے بچا جا سکتا ہے، بچنا چاہئے اور جو اس ایجاد کا بہتر مقصد ہے اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔

علم میں اضافے کے لئے انٹرنیٹ کی ایجاد کو استعمال کریں۔ یہ نہیں ہے کہ یا اعتراض والی ویب سائٹس تلاش کرتے رہیں یا انٹرنیٹ پر بیٹھ کے مستقل باتیں کرتے رہیں۔ آجکل چیٹنگ (Chatting) جسے کہتے

ہیں۔ بعض دفعہ یہ چیٹنگ مجلسوں کی شکل اختیار کر جاتی ہے اس میں بھی پھر لوگوں پہ الزام تراشیاں بھی ہو رہی ہوتی ہیں، لوگوں کا مذاق بھی اڑایا جارہا ہوتا ہے تو یہ بھی ایک وسیع پیمانے پر مجلس کی ایک شکل بن چکی ہے اس لئے اس سے بھی بچنا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 20/ اگست 2004ء)

سوشل میڈیا استعمال کرتے ہوئے ہر احمدی کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا کہ اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ (تذکرہ صفحہ 366 ایڈیشن 2023ء) تو وہ شیخ مسیح ہے کہ جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

ایک اور موقع پر الہام ہوا۔ اَنْتَ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَا یُضَاعُ وَقْتُہٗ (تذکرہ صفحہ 350 ایڈیشن 2023ء)۔ تُو وہ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

بطور احمدی ہم سب اس الہام کے مخاطب ہیں۔ ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ ہم اپنے اوقات کا صحیح اور مثبت استعمال کریں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"اگر ایک منٹ بھی تمہارا ضائع ہو جائے تو سمجھو کہ موت آگئی۔ ہر روز رات کو سونے سے پیشتر سوچو کہ دن میں تم نے کتنا کام کیا؟ اگر تم روزانہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرو گے تو تمہارے اندر احساس پیدا ہو گا اور اس وقت تمہارا وجود سلسلہ کے لئے مفید ہو گا۔"

(فرمودہ 17/ دسمبر 1946ء مطبوعہ الفضل 16/ مئی 1961ء)

کولمبیا یونیورسٹی امریکہ کی ریسرچ ہے کہ سمارٹ فون کا سوشل میڈیا اور گیمنگ کے لئے زیادہ استعمال خاص طور پر دماغی صحت کو متاثر کرتا ہے اور اس کے نتائج اضطراب، ذہنی دباؤ اور توجہ مرکوز کرنے میں دشواری کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور ریسرچ کے مطابق جب کوئی نوٹیفکیشن آپ کے فون پر آتا ہے تو اس سے جب آپ کی توجہ بٹتی ہے تو آپ جو بھی کام کر رہے ہوں اس پر واپس پوری توجہ حاصل کرنے میں اوسطاً آپ کو 23 منٹ کا وقت لگتا ہے۔

سامعین! سوشل میڈیا کے نقصانات اور مضرّات کا احاطہ کرنا چاہیں تو یہ ناممکن ہے۔ یہ ایک کھلا جنگل ہے جس میں اگر گھس جائیں تو نکلنے کے لیے راستہ تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ کے ارشادات جو مَیں اوپر پیش کر آیا ہوں اگر انہی کو دیکھا جائے تو حضور نے بہت تفصیل میں جا کر اس لعنت سے دور رہنے کی تلقین فرمائی ہے اور وہ راہیں بھی متعین کر دی ہیں جن پر چل کر صحیح استعمال ممکن ہے کیونکہ احتیاط نہ کرنے کی صورت میں یہ سوشل میڈیا اور Gadgets آہستہ آہستہ ہمارے جسم اور روح پر حاوی ہو سکتے ہیں۔ بعض چھوٹے بچوں کو عادت پڑ جاتی ہے کہ جب تک ان کے سامنے فون پر یوٹیوب پر کچھ لگا کر نہ دیں وہ کھانا نہیں کھاتے اور بعض نوجوان اس قدر ان میں گم ہیں کہ میدانوں، کھیلوں اور ورزش سے کوسوں دور ہیں۔ ان کا اوڑھنا بچھونا یہی Gadgets بن گئے ہیں اور اس addiction سے نہ صرف کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اوقات متاثر ہیں بلکہ ان کی صحت برباد ہو رہی ہے، اس کے علاوہ والدین سے دوری، عدم احترام، مزاج کا چڑچڑا پن بھی دیکھنے میں آ رہا ہے۔ مزید منفی اثرات میں سے گروپس میں چیٹنگ کرنا، دوسروں کا مذاق اڑانا، الزام تراشی کرنا، نامحرم مردوں سے عورتوں کے باتیں کرنا یا عورتوں سے مردوں کا گپ شپ لگانا۔ وقت کا ضیاع، بے پردگی، افواہ سازی، اخلاق باختہ فلمیں اور پروگرام دیکھنا شامل ہے۔ پس ٹیلی ویژن، موبائل فون اور انٹرنیٹ کے غلط استعمال سے ہونے والی تمام لغو باتوں اور لغو حرکتوں، لغو مجلسوں اور لغو تعلقات سے ہر احمدی کو بچنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا کرے۔ آمین

(کمپوزڈ: زاہد محمود)

۞۞۞۞

﴿22﴾ ﴿مشاہدات۔954﴾

فضول چیزوں سے اجتناب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا (الفرقان:73)

جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزرتے ہیں۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

پیارے بچو! مجھے آج ایک ایسی لغو عادت سے بچے رہنے کی طرف آپ بچوں کو توجہ دلانی ہے جس کا بظاہر آپ بچوں سے تعلق معلوم نہیں ہوتا لیکن آج کی دنیا ذرائع آمد و رفت اور ذرائع ابلاغ میں اِس حد تک ترقی کر گئی ہے کہ دنیا گلوبل ویلج بن گئی ہے۔ مشرق کی بدیاں اور بُرائیاں، مغربی معاشرہ میں پھیلتی نظر آتی ہیں اور مغرب کی بُرائیاں بڑی تیزی سے مشرقی معاشرہ میں راہ پاتی دکھلائی دیتی ہیں گویا کہ مشرق و مغرب کی معاشرتی بُرائیاں تمام دنیا میں بڑی تیزی سے پھیل رہی ہیں۔ اِن میں سے ایک نشہ آور اشیاء ہیں جن میں نوجوان طبقہ میں بالخصوص سگریٹ نوشی اور شیشہ وغیرہ بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے۔ حُقّہ کی جگہ پائپ (Vape) نے لے لی ہے۔ اب تو الیکٹرک پائپ اور ای سگریٹ بھی بطور فیشن نوجوان طبقہ اور ٹین ایجرز کی زندگیوں کا حصّہ بنتا جا رہا ہے جو بہت نقصان دہ ہے۔ گو مغربی معاشرہ میں بچوں میں شراب نوشی بھی ہے جس سے عقل ماؤف ہو جاتی ہے ویسے تو تمام نشے ذہن اور عقل کو سکون بہم پہنچاتے ہیں جس میں چائے اور کافی کا کثرت سے استعمال بھی شامل ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ

کہ ہر نشہ پیدا کرنے والی چیز حرام ہے جو خمار پیدا کرتی ہے۔

ہمارے احمدی بچوں اور نوجوانوں کو ہر اُس چیز سے پرہیز اور اجتناب چاہیے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر بیان ہونے والے الفاظ کے زُمرہ میں آتی ہے اس لئے دنیا بھر میں سگریٹ یا اس ملتی جلتی نشہ پیدا کرنے والی اشیاء کی ڈبیہ پر محکمہ صحت کی طرف سے یہ الفاظ لکھے ہوتے ہیں کہ یہ انسانی صحت کے لئے مضرّ ہے بلکہ پاکستان میں ٹی وی پر ہر نشہ آور چیز کے اشتہارات جب آتے ہیں تو ساتھ ہی سکرین پر مضرّ صحت کے الفاظ نمایاں ہو جاتے ہیں۔ ڈراموں میں جب اداکار یا اداکارائیں سگریٹ نوشی کرتی دکھائی دیتی ہیں تو سکرین پر مضرّ صحت کا سٹکر چلنے لگتا ہے۔ مَیں نے یورپ میں دیکھا ہے کہ پبلک جگہوں پر سگریٹ نوشی ممنوع ہے حتّٰی کہ چین سموکرز کو جب سگریٹ کا نشہ تنگ کرنے لگتا ہے تو گھروں سے باہر کوریڈورز یا لان میں نکل کر سگریٹ نوشی کرتے ہیں۔ گاڑی چلاتے وقت کھڑکی وغیرہ کھول دیتے ہیں کیونکہ دھواں مضرّات میں شامل ہے۔ ممکن ہے کہ سگریٹ پینے والا ٹی بی کا مریض ہو تو اُس کے جراثیم قریب بیٹھے دوستوں اور عزیزوں کو متاثر نہ کریں۔ یہ تمام احتیاطی تدابیر ہمیں بتا رہی ہیں کہ سگریٹ نوشی صحت کے لئے مضرّ ہے۔ ہم جب چھوٹے تھے ہم دیکھتے تھے کہ ربوہ میں سگریٹ صرف ریلوے اسٹیشن پر ملا کرتے تھے اور سگریٹ کا نشہ رکھنے والے دوست وہاں جا کر اپنا نشہ پورا کرتے تھے۔

پیارے بچو! ہم اِسے لغویات میں شمار کر سکتے ہیں۔ جن سے پرہیز اور بچنے کا قرآن میں حکم ہے۔ لغویات سے متعلق اللہ تعالیٰ مؤمنوں کی علامات بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ عبادالرحمن لغویات سے پرہیز کرتے ہیں (المومنون:4) اور پھر سورۃ الفرقان آیت 73 جس کی تلاوت تقریر کے آغاز پر مَیں نے کی ہے میں فرمایا کہ جب مؤمن لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزر جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”سگریٹ نوشی اور یہ چیزیں جو ہیں عموماً ایسی بُری عادتیں ہیں جن کو چھوڑنا بہتر ہے بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ پہ فرمایا ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہ تمباکو وغیرہ ہوتا تو یقیناً آپؐ منع فرماتے۔“

(خطبہ جمعہ 25 مئی 2012ء)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْنِيهِ

(ترمذی کتاب الزھد)

یعنی جو چیز ضروری نہ ہو اُسے چھوڑ دینا ہی اسلام کے حسن میں شامل ہے۔

پس پیارے بچوں یہاں صحبت کا ذکر ہے کہ اگر آپ کا اٹھنا بیٹھنا ایسے لوگوں سے ہے جو سگریٹ نوشی کرتے ہیں تو آپ کو سگریٹ نوشی کی عادت پڑ جائے گی۔ سگریٹ پینے والے کے کپڑے سگریٹ کے سلگاؤ سے جلے ہوتے ہیں اور یہ آگ آپ کو بھی نقصان دے سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”رہائی یافتہ مؤمن وہ ہیں جو لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو تعلقات سے اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 3 صفحہ 359)

پیارے بھائیو! تمباکو نوشی کے نقصانات میں سے وقت کا ضیاع بھی ہے جو قومی ترقی میں حائل ہوتا ہے۔ سگریٹ نوشی سے منہ سے بدبو آتی ہے جو خدا کی مخلوق فرشتوں کو اچھی نہیں لگتی اور فرشتے بو کے قریب نہیں آتے۔ طبی لحاظ سے قوّتِ ارادی کمزور ہوتی ہے۔ اخلاقی اور دینی نقصان ہوتا ہے۔ دھواں جب انسان کے جسم میں جاتا ہے تو نقصان دہ ہوتا ہے۔ پُرانے وقتوں میں دیہاتوں میں جب چولہے جلا کرتے تھے تو ہم اس کے دھواں سے بچ کر اس کے قریب سے گزرتے تھے یا تو ناک کو کپڑے سے ڈھانپ لیتے تھے یا ویسے ہاتھ رکھ لیتے تھے اگر چولہے کے دھواں سے بچنے کے لیے ہم اتنی تگ و دو کرتے تھے تو سگریٹ یا تمباکو کے دھوئیں سے بچنے کے لیے ہمیں کسی حد تک سعی کرنی چاہیے پھر ایک بڑا نقصان تو اقتصادی لحاظ سے ہے، مالی لحاظ سے نقصان ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ آپ سگریٹ نوشی نہیں آپ اپنے پیسے کو آگ لگا کر پی رہے ہیں۔

پیارے بھائیو! حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

"الغرض تمباکو کا استعمال ہر جہت سے ضرر رساں اور نقصان دہ ہے اور جس طرح حقّہ اور سگریٹ وغیرہ کی صورت میں تمباکو ایک ظاہری دھواں پیدا کرتا ہے اِسی طرح تمباکو اور زردہ کا استعمال افراد و اقوام کے دین اور اخلاق اور صحت اور اموال کو بھی گویا دھواں بنا کر اُڑاتا جا رہا ہے مگر کوئی اس دھواں کو دیکھتا نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حقّہ نوشی کے متعلق فرماتے ہیں:

"اس کا ترک اچھا ہے یہ ایک بدعت ہے کہ پینے سے منہ سے بو آتی ہے۔"

(الحکم 3/ستمبر 1901ء)

پھر فرمایا کہ

"تمباکو کو ہم مُسکرات میں داخل کرتے ہیں لیکن یہ ایک لغو فعل ہے اور مومن کی شان ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المومنون:4)"

پیارے بچو! مَیں اپنی تقریر کے آخر پر پیارے امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد پیش کرتا ہوں۔ گو یہ ارشاد کچھ لمبا ہے لیکن ضروری معلوم ہوتو ہے کہ اِسے پڑھا جائے۔ آپ فرماتے ہیں:

"آجکل کی لغویات میں سے ایک چیز سگریٹ وغیرہ بھی ہیں جیسا کہ مختصر سا میں پہلے ذکر کر آیا ہوں۔ نوجوانوں میں اس کی عادت پڑتی ہے اور پھر تمام زندگی یہ جان نہیں چھوڑتی سوائے ان کے جن کی قوّتِ ارادی مضبوط ہو اور پھر سگریٹ کی وجہ سے بعض لوگوں کو اَور نشّوں کی عادت بھی پڑ جاتی ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے امریکہ سے تمباکو نوشی سے متعلق اس کے بہت سے مجرّب نقصان ظاہر کرتے ہوئے اشتہار دیا تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اشتہار سنایا گیا تو آپؑ نے فرمایا کہ: "اصل میں ہم اس لئے اسے سنتے ہیں کہ اکثر نوعمر لڑکے، نوجوان تعلیم یافتہ بطور فیشن ہی کے اس بلا میں گرفتار و مبتلا ہو جاتے ہیں تا وہ ان باتوں کو سن کر اس مضرّ چیز کے نقصانات سے بچیں"۔ یعنی جو لوگ مبتلا ہوتے ہیں وہ یہ باتیں سنیں تو اس کے نقصانات سے بچیں۔ فرمایا: "اصل میں تمباکو ایک دھواں ہوتا ہے جو

اندرونی اعضاء کے واسطے مضرّ ہے۔ اسلام لغو کاموں سے منع کرتا ہے اور اس میں نقصان ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس سے پرہیز ہی اچھا ہے"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 110 الحکم 28 فروری 1903)

تو وہ لوگ جو اس لغو عادت میں مبتلا ہیں کوشش کریں کہ اس سے جان چھڑائیں اور والدین خاص طور پر بچوں پر نظر رکھیں کیونکہ آجکل بچوں کو نشوں کی باقاعدہ پلاننگ کے ذریعے عادت بھی ڈالی جاتی ہے اور پھر آہستہ آہستہ یہ ہو جاتا ہے کہ بیچارے بچوں کے بُرے حال ہو جاتے ہیں۔ آپ یہاں بھی دیکھیں کس قدر لوگ ان نشوں کی وجہ سے اپنی زندگیاں برباد کر رہے ہیں۔ ایک بہت بڑی تعداد ان ملکوں میں جن میں آپ رہ رہے ہیں، آپ دیکھیں گے سگریٹ پینے کی وجہ سے حشیش یا دوسرے نشوں میں مبتلا ہو گئی اور اپنے کاموں سے بھی گئے، اپنی ملازمتوں سے بھی گئے، اپنی نوکریوں سے بھی گئے، اپنے کاروباروں سے بھی گئے، اپنے گھروں سے بھی بے گھر ہوئے اور زندگیاں برباد ہوئیں۔ بیوی بچوں کو بھی مشکل میں ڈالا۔ خود پارکوں، فٹ پاتھوں یا پُلیوں کے نیچے زندگیاں گزار رہے ہیں۔ گندے غلیظ حالت میں ہوتے ہیں۔ لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلا رہے ہوتے ہیں۔ ڈسٹ بنوں (Dust Bins) سے گلی سڑی چیزیں چُن چُن کے کھا رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب اس لغو عادت کی وجہ سے ہی ہے۔ اس لئے کسی بھی لغو چیز کو چھوٹا نہیں سمجھنا چاہئے۔ یہی چھوٹی چھوٹی باتیں پھر بڑی بن جایا کرتی ہیں...

اب تو افیون سے بھی زیادہ خطرناک نشے پیدا ہو چکے ہیں۔ پس ان لغویات سے بچنے والے ہی تقویٰ پر قائم رہ سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والوں میں شمار ہو سکتے ہیں۔ یہاں جس طرح فرمایا کہ افیون کا نشہ شراب سے بڑھ کر ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شراب کبھی پی لی تو کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا ہے اور یہ حرام ہے۔ ان ملکوں میں کیونکہ شراب بہت عام ہے اور صحبتیں بھی ایسی مل جاتی ہیں جہاں شراب پینے والے مل جاتے ہیں اس لئے اس بارے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ 20 اگست 2004)

پیارے بچوں کو ایک اور نشہ سے بچنے کی طرف تقریر کے آخری حصہ میں توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ موبائل اور دیگر gadgets کا نشہ ہے جو روحانی اخلاقی اور مادی صحت کے لیے بہت مضرّ ہے۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے یہ بھی ایک لحاظ سے آجکل کی بہت بڑی لغو چیز ہے..... یہ بھی ایک قسم کا ایک نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔ کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں بعض دفعہ جب عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلاوجہ، بے مقصد وقت ضائع کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب لغو چیزیں ہیں“

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 592)

(کمپوزڈ: مسز زکیہ فردوس کومل۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿23﴾ ﴿مشاہدات۔955﴾

آؤ بچو! لغویات سے کیسے بچیں؟

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ۔ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ۔ وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (المؤمنون:2-4)

کہ یقیناً مومن کامیاب ہوگئے۔ وہ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں اور وہ جو لغو سے اِعراض کرنے والے ہیں۔

امن کے ساتھ رہو فتنوں میں حصہ مت لو
باعثِ فکر و پریشانیٔ حُکام نہ ہو
اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوۂ ایام نہ ہو

پیارے بچو! آج مجھے آپ کے سامنے لغویات سے کیسے بچا جا سکتا ہے، پر روشنی ڈالنی ہے۔ لغویات سے اعراض ایک نہایت عظیم وصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس وصف کو اپنانے کی قرآن کریم میں خوب تلقین کی ہے۔ قرآن کریم میں مومنوں کی ایک نشانی بیان کرتے ہوئے کہا وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا (الفرقان:73) یعنی جب وہ لغویات کے پاس سے گزرتے ہیں تو وقار کے ساتھ گزرتے ہیں۔ ایک اور مقام پر کہا وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ (القصص:56) یعنی جب وہ کسی لغوبات کو سنتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں۔ سورۃ مومنون میں اللہ نے کامیاب اور فلاح پانے والے گروہ کی خصوصیات کے ذکر میں لغویات سے اعراض کا ذکر بھی کیا۔ جن کی تلاوت، ترجمہ کے ساتھ مَیں تقریر کے آغاز پر بیان کر آیا ہوں۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و مطہر سیرت میں یہ وصف بہت نمایاں تھا۔ حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولِ خدا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُکْثِرُ الذِّکْرَ وَیُقِلُّ اللَّغْوَ تھے۔

(النسائی باب ما یستحب من تقصیر الخطبہ)

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکرِ الٰہی کثرت سے کیا کرتے تھے اور بے معنی بات نہیں کرتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بھی اس امر کی تلقین کی۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں حقیقی مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا مگر اُس نے کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر بہتان لگایا ہو گا اور کسی کا مال کھایا ہو گا اور کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا۔ پس اُس کی نیکیاں ان لوگوں کو دے دی جائیں گی جن کے ساتھ اُس نے یہ سلوک کیا ہو گا۔ اگر اُس کی نیکیاں اُس کا حساب برابر ہونے سے پہلے ختم ہو گئیں تو اِن لوگوں کے گناہ اُس ظلم کرنے کی وجہ سے اِس کے سر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اِس کو آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

(مسلم کتاب البر والصلہ باب تحریم الظلم)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مومن صرف وہی لوگ نہیں ہیں جو نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں اور سوز و گداز ظاہر کرتے ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر وہ مومن ہیں کہ جو باوجود خشوع اور سوز و گداز کے تمام لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو تعلقوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں اور اپنی خشوع کی حالت کو بیہودہ کاموں اور لغو باتوں کے ساتھ ملا کر ضائع اور برباد ہونے نہیں دیتے اور طبعاً تمام لغویات سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں اور بیہودہ باتوں اور بیہودہ کاموں سے ایک کراہت اُن کے دلوں میں پیدا ہو جاتی ہے ... پس دنیا کی لغو باتوں اور لغو کاموں اور لغو سیر و تماشا اور لغو صحبتوں سے واقعی طور پر اُسی وقت انسان کا دل ٹھنڈا ہوتا ہے جب دل کا خدائے رحیم سے تعلق ہو جائے اور دل پر اس کی عظمت اور ہیبت غالب آجائے۔ خدا پر ایمان لا کر ہر ایک لغو بات اور لغو کام اور لغو مجلس اور لغو حرکت اور لغو تعلق اور لغو جوش سے کنارہ کشی کی جائے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 199-200)

پھر آپ علیہ السلام اِسی مضمون کو آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”دوسرا کام مومن کا یعنی وہ کام جس سے دوسرے مرتبہ تک قوت ایمانی پہنچتی ہے اور پہلے کی نسبت ایمان کچھ قوی ہو جاتا ہے، عقلِ سلیم کے نزدیک یہ ہے کہ مومن اپنے دل کو جو خشوع کے مرتبہ تک پہنچ چکا ہے لغو خیالات اور لغو شغلوں سے پاک کرے۔ کیونکہ جب تک مومن یہ ادنیٰ قوت حاصل نہ کر لے کہ خدا کے لئے لغو باتوں اور لغو کاموں کو ترک کر سکے جو کچھ بھی مشکل نہیں اور صرف گناہ بے لذت ہے اس وقت تک یہ طمع خام ہے کہ مومن ایسے کاموں سے دستبردار ہو سکے جن سے دستبردار ہونا نفس پر بہت بھاری ہے اور جن کے ارتکاب میں نفس کو کوئی فائدہ یا لذت ہے۔ پس اس سے ثابت ہے کہ پہلے درجہ کے بعد کہ ترک تکبر ہے دوسرا درجہ ترک لغویات ہے اور اس درجہ پر وعدہ جو لفظ اَفْلَحَ سے کیا گیا ہے یعنی فوزِ مرام اس طرح پر پورا ہوتا ہے کہ مومن کا تعلق جب لغو کاموں اور لغو شغلوں سے ٹوٹ جاتا ہے تو ایک خفیف سا تعلق خدا تعالیٰ سے اس کو ہو جاتا ہے اور قوّتِ ایمانی بھی پہلے سے زیادہ بڑھ جاتی ہے اور خفیف تعلق اس لئے ہم نے کہا کہ لغویات سے تعلق بھی خفیف ہی ہوتا ہے۔ پس خفیف تعلق چھوڑنے سے خفیف تعلق ہی ملتا ہے“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 230-231)

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

”دیکھیں! ان لغویات کی وجہ سے جو اس سے سرزد ہوئی ہوں گی اس کی نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ اس کو کوئی فائدہ نہیں دے رہا بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ یونہی بدظنی کرتے ہوئے الزام لگا دیتے ہیں... تو بلا سوچے سمجھے ایسے الزام لگانا بھی ٹھیک نہیں۔ اگر دوسرے شخص نے تمہارے خلاف واقعی ایسی حرکت کی ہے تو اس کا گناہ اس کے سر ہے تم کیوں بہتان لگا کر ان لغویات میں پڑ کر اپنے سر اس کا گناہ لیتے ہو... ہر وہ چیز جو شیطان کی طرف لے جانے والی ہے وہ لغو ہے... پھر انٹرنیٹ کا غلط استعمال ہے یہ بھی ایک لحاظ سے آجکل کی بہت بڑی لغو چیز ہے... یہ بھی ایک قسم کا ایک نشہ ہے اور نشہ بھی لغویات میں ہے۔ کیونکہ جو اس پر بیٹھتے ہیں بعض دفعہ جب عادت پڑ جاتی ہے تو فضولیات کی تلاش میں گھنٹوں بلاوجہ، بے مقصد وقت ضائع

کر رہے ہوتے ہیں۔ تو یہ سب لغو چیزیں ہیں ... پس کوشش کریں کہ ان دنوں میں ان تمام بُرائیوں اور لغویات سے اپنے آپ کو بچائیں اور اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی سے تر رکھیں۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 592)

پھر آپ فرماتے ہیں:

"ہر وہ عمل جو نیک عمل ہے جو خُدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہے وہ عبادت بن جاتا ہے۔ اگر یہ مدِّ نظر رہے تو اسی چیز میں ہماری بقا ہے اور اسی بات سے پھر رسومات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں، بدعات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں، فضول خرچیوں سے بھی بچ سکتے ہیں، لغویات سے بھی ہم بچ سکتے ہیں اور ظلموں سے بھی ہم بچ سکتے ہیں۔ یہ ظلم ایک تو ظاہری ظلم ہیں جو جابر لوگ کرتے ہی ہیں۔ ایک بعض دفعہ لاشعوری طور پر اس قسم کی رسم و رواج میں مبتلا ہو کر اپنی جان پر ظلم کر رہے ہوتے ہیں اور پھر معاشرے میں اس کو رواج دے کر ان غریبوں پر بھی ظلم کر رہے ہوتے ہیں جو کہ سمجھتے ہیں کہ یہ چیز شاید فرائض میں داخل ہو چکی ہے اور جس معاشرے میں ظلم اور لغویات اور بدعات وغیرہ کی یہ باتیں ہوں، وہ معاشرہ پھر ایک دوسرے کا حق مارنے والا ہوتا ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 7 صفحہ 36)

نیز فرمایا:

"ہر قسم کا جھوٹ غلط اور گناہ کی باتیں تاش کھیلنا، اس قسم کی اور کھیلیں۔ آج کل دکانوں پر مشینیں پڑی ہوتی ہیں چھوٹے بچوں کو جوئے کی عادت ڈالنے کے لئے، رقم ڈالنے کے بعد بعض نمبروں کی گیمیں ہوتی ہیں کہ یہ ملاؤ، اتنے پیسے ڈالو تو اتنے پیسے نکل آئیں گے تو اس طرح جیتنے سے اتنی بڑی رقم حاصل ہو جائے گی، یہ سب لغو چیزیں ہیں۔ اسی طرح بیٹھ کر مجلسیں جمانا، گپیں ہانکنا، پھر دوسروں پر بیٹھ کے اعتراض وغیرہ کرنا یہ سب ایسی باتیں ہیں جو لغویات میں شامل ہیں... بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بلاوجہ دوسروں کو مشورے دینے لگ جاتے ہیں۔ کسی نے کوئی مشورہ نہ بھی پوچھا ہو تو عادتاً مشورہ دیتے ہیں یا بعض ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو کسی کی دل شکنی کا یا اس کے لئے مایوسی کا باعث بن جاتی ہے۔ مثلاً کسی نے کار خریدی، کہہ دیا یہ کار تو اچھی نہیں فلاں زیادہ اچھی ہے۔ وہ بیچارہ پیسے خرچ کر کے ایک چیز لے آتا ہے اس پہ اعتراض کر دیا

یا پھر اور اسی طرح کی چیز لی اس پہ اعتراض کر دیا۔ اس کی وجہ سے پھر دوسرا فریق جس پہ اعتراض ہو رہا ہوتا ہے وہ پھر بعض دفعہ مایوسی میں چڑ بھی جاتا ہے اور پھر تعلقات پہ بھی اثر پڑتا ہے۔ تو بلاضرورت کی جو باتیں ہیں وہ بھی لغویات میں شمار ہوتی ہیں۔۔ بعض دفعہ دو آدمی باتیں کر رہے ہیں تیسرا بلاوجہ ان میں دخل اندازی شروع کر دے، یہ بھی غلط چیز ہے لغویات میں اس کا شمار ہے۔"

(خطبہ جمعہ 20۔اگست 2004ء)

حضور انور نے احمدی خواتین اور بچیوں کو معاشرتی لغویات اور فضولیات سے بچے رہنے کی یوں نصیحت فرمائی:

" اِسی طرح لغویات میں گندی اور ننگی فلمیں ہیں۔ گندی اور ننگی کتابیں ہیں۔ رسالے ہیں یہ سب اس بہانے سے مارکیٹ میں پھیلائی جاتی ہیں کہ اس زمانہ میں جنسی تعلقات کا پتہ لگنا چاہیے تاکہ اُن بُرائیوں سے بچا جاسکے۔ بچتے تو پتہ نہیں یہ ہیں کہ نہیں، لیکن سڑک پر ہر گلی کے نکڑ پر ایسے جو اشتہارات ہیں اخلاق سوز قسم کے وہ بُرائیوں میں ضرور معاشرے کو گرفتار کر دیتے ہیں۔ جو چیز فطری ہے اس کا جب وقت آئے گا تو خود بخود پتہ چل جائے گا۔ جب اس کا پتہ لگنے کی ضرورت ہے۔ علم کے نام پر اس ذہنی عیاشی سے اپنے آپ کو بچانا چاہئے۔ اس لئے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اپنے تمام اعضاء کو زنا سے بچاؤ۔ پس ہر عورت کو ایک فکر کے ساتھ اپنے بچوں کو سمجھانا چاہئے اور ہر بچی کو، جو بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے، جس کا دماغ میچور (mature) ہو چکا ہے یہ احساس ہونا چاہئے کہ یہ بُرائیاں ہیں جو مزید گندگیوں میں دھکیلتی چلی جائیں گی۔ اس لئے ان سے بچنا ہے۔ ہر ایسی چیز جس کا ناجائز استعمال شروع ہو جائے وہ بھی لغویات میں ہے مثلاً انٹرنیٹ کے بارے میں پہلے بھی کئی دفعہ کہہ چکا ہوں۔ یہ اس زمانے کی ایجاد ہے اور یہ ایجادات اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کے زمانے میں مقدر کی ہوئی تھیں۔ قرآن کریم میں مختلف ایجادات کا اعلان بھی فرمادیا۔ انٹرنیٹ بھی ان میں سے ایک ہے اور ٹیلی فون کا نظام جو ہے وہ بھی ان میں سے ایک ہے۔ ٹیلی وژن کا نظام ہے یہ بھی ان میں سے ایک ہے جنہوں نے اشاعت کے لئے کام آنا تھا۔

لیکن اگر ان ایجادات کا غلط استعمال کریں گی تو یہ لغویات میں شمار ہوں گی اور ایسی لغویات سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اور ان سے بچنے کا بھی حکم ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے مومن کی تعریف یہ ہے کہ عَنِ اللَّغْوِ

مُعْرِضُوْنَ جو لغو سے اعراض کرنے والے ہوں۔ لغویات سے بچنے والے ہوں۔ جب انٹرنیٹ پر دوستوں سے چَیٹ (chat) کرنے اور اس میں دوسروں کا مذاق اڑانے اور پھکڑ توڑنے، ایک دوسرے کے خلاف کام میں لائیں گی یا لوگوں کے رشتوں میں دراڑیں پیدا کرنے کے کام میں لائیں گی، کسی دوسری عورت کی زندگی اس کے خاوند سے انٹرنیٹ پر گفتگو کر کے برباد کریں گی۔ ایک دوسرے کی چغلیاں ہو رہی ہوں گی تو یہی کارآمد چیز جو ہے یہ لغویات میں بھی شمار ہو گی اور گناہ بھی بن رہی ہوں گی۔ پھر آجکل موبائل فون پر ٹیکسٹ میں پیغامات دیے جاتے ہیں۔ یہ بھی ایک سلسلہ شروع ہوا ہے نیا، آجکل بڑا سستا طریقہ ہے گپیں مار کر وقت ضائع کرنے کا اور نامحرموں سے بات کرنے کا۔ بڑے آرام سے کہہ دیا جاتا ہے کہ ٹیکسٹ میسج (text message) ہی تھا کونسی بات کر لی ہے۔ ایک دوسرے سے رابطے بڑھتے ہیں کہ سہیلی نے اپنے دوستوں میں سے کسی کا فون دے دیا اپنے دوستوں کو اپنی سہیلی کا فون دے دیا۔ موبائل نمبر دے دیا کسی بھی ذریعہ سے ایک دوسرے کے نمبر ہاتھ آ گئے تو ٹیکسٹ میسج کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے پھر ٹیلی فون پر 12، 13، 14 سال کے بچیاں بچے لے کر پھر رہے ہوتے ہیں۔ پیغامات دے رہے ہوتے ہیں۔ اور یہی عمر ہے جو خراب ہونے کی عمر ہے اور پھر انجام ایسی حد تک چلا جاتا ہے آخر کار جہاں وہ لغو جو ہے وہ گناہ بن جاتا ہے۔ اس لیے احمدی بچیاں اپنی عصمت کی خاطر اپنی عزت کی خاطر اپنے خاندان کے وقار کی خاطر اپنی جماعت کے تقدّس کو مدّ نظر رکھتے ہوئے جس کی طرف سے وہ منسوب ہو رہی ہیں جس سے وہ منسلک ہیں ان چیزوں سے بچیں اور اسی طرح احمدی مرد بھی سن رہے ہیں وہ بھی اپنے آپ کو بچائیں۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع لجنہ اماء اللہ جرمنی 11/جون 2006ء)

نیز فرمایا:

"ایسے کھیل بھی ہیں جو عبادتوں سے روکنے والے ہیں..... پھر اس قسم کی اور لغویات ہیں جو مختلف قسم کی بُرائیاں ہیں۔ تو پہلی بات یہ ہے کہ عاجزی اختیار کرو تو ایمان دل میں جگہ پائے گا پھر لغو اور بیہودہ باتوں کو ترک کرو۔"

(خطباتِ مسرور جلد 3 صفحہ 551)

حضور ایدہ اللہ دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ایمانوں میں مضبوطی پیدا کرنے والے ہوں، اللہ اور اس کے رسول کے قول پر عمل کرنے والے ہوں۔ رسم و رواج سے بچنے والے ہوں، دنیاوی ہوا و ہوس اور ظلموں سے دور رہنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نور سے ہم ہمیشہ حصّہ پاتے چلے جائیں۔ کبھی ہماری بد بختی ہمیں اس نور سے محروم نہ کرے۔ آمین“

(اِس تقریر کی تیاری میں فراز یاسین ربانی صاحب آف غانا کے ایک مضمون سے استفادہ کیا گیا ہے)

۞۞۞۞

﴿24﴾ ﴿مشاہدات۔735﴾

اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25)

کہ اِن دونوں کے لئے رحم سے عِجز کا پَر جُھکا دے اور کہہ کہ اے میرے ربّ! اِن دونوں پر رحم کر جس طرح اِن دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

شکوہ و عظمت و دولت نچھاور اُس کے قدموں پر
مثیل مسیح و فخر رُسُل فضلِ عمر آیا

معزز سامعین! آج میری تقریر ایک عربی محاورہ "اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ" پر مشتمل ہے۔ جس کا یہ ترجمہ کیا جا سکتا ہے کہ بیٹا، باپ کا پَرتَو ہوتا ہے۔ بیٹے میں اپنے باپ کے نقوش ہوتے ہیں اور بیٹا باپ کا عکس ہوتا ہے، خاکسار نے اِس عربی محاورہ کو اپنی گزارشات کا موضوع اس لئے بنایا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک جگہ اِس محاورہ کو اپنے ایک خطاب میں یوں استعمال فرمایا جس سے اِس محاورہ میں بیان مضمون کھل کر سامنے آتا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

"انسان کے نطفہ میں عادات، اخلاق، کمالات کا اثر ہوتا ہے۔ والدین کے ایک ایک برس کے خیالات کا اثر اُن کی اولاد پر ہوتا ہے۔ جتنی بد اخلاقیاں بچوں میں ہوتی ہیں وہ والدین کے اخلاق کا عکس اور اثر ہوتا ہے۔ کبھی ہم نشینوں اور ملنے والوں کے خیالات کا اثر بھی والدین کے واسطے پڑتا ہے۔ پس خود نیک بنو، اخلاق فاضلہ حاصل کرو تا تمہاری اولاد نیک ہو۔ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ میں یہی تمہید ہے۔ اولاد والدین کے اخلاق، اعمال، عقائد کا آئینہ ہوتی ہے۔"

(الحکم 17 اکتوبر 1903ء صفحہ 3)

پیارے بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے اِس ارشاد میں دو حصے بیان ہوئے ہیں۔ اوّل یہ کہ انسان کے نطفہ کے ساتھ والد کی خصوصیات، اخلاق اور اُس کے اعمال کی بنیاد، ہونے والے بچے کے لئے ماں کے رِحم میں رکھ دی جاتی ہے۔ اِسی لئے کہتے ہیں کہ مباشرت کے وقت ایک شخص کی ہی نہیں بلکہ شخصیت کی بنیاد رکھی جارہی ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مباشرت کے وقت خود کو اور متوقع اولاد کو شیطان سے بچے رہنے کی یہ دعا سکھلائی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَارَزَقْتَنَا

(بخاری کتاب الدعوات)

کہ اے اللہ! تو ہمیں شیطان سے محفوظ رکھنا اور جو اولاد تو ہمیں عطا کرے اُسے بھی شیطان کے شر سے بچانا۔

اس اہم دعا کو اور والدین کے نیک اور پارسا جذبات کو وہ سُوتر (رسّی) قرار دیا جاسکتا ہے جو ایک ٹھیکیدار یا آرکیٹیکٹ کسی گھر یا مکان کی بنیاد رکھتے وقت بنیادی اینٹ یا بنیادی اینٹوں کو سیدھا اور درست رکھنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ کسی نے اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے۔

خِشتِ اوّل چُوں نَہَد معمار کَج
تَا ثُریا مِی رَوَد دیوار کَج

کہ اگر پہلی اینٹ درست سَمت نہ رکھی گئی ہو تو اِس پر کھڑی کی جانے والی دیوار خواہ ثریا تک بلند کر دی جائے وہ ٹیڑھی ہی رہے گی۔

اور دوسری بات حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے یہ بیان فرمائی کہ والد کی تربیت اور اولاد سے قریبی دوستانہ تعلق کے ذریعہ بھی بعض اخلاق بچوں میں منتقل ہوتے ہیں۔ جس کو حضورؓ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ (اولاد) والدین کے اخلاق، اعمال، عقائد کا آئینہ ہوتی ہے۔ گو تقریر کے عنوان میں ''اَبِیْہِ'' کہہ کر والد کے کردار کو زیادہ اُجاگر کیا گیا ہے لیکن ماں کا بھی اِس میں گہرا تعلق ہوتا ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ بچے کی

پیدائش سے پہلے اور بعد میں بچپن میں تعلیم و تربیت اور بچے کی نشوونما میں ماں کا کردار زیادہ نمایاں ہے۔ اسلام ہماری خواتین کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب وہ پیٹوں میں بچوں کو اٹھائے ہوں وہ کثرت کے ساتھ ذکر الٰہی، تسبیح و تحمید اور درود شریف کا ورد کیا کریں۔ جس کا بچے پر اثر ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن سے محبت مَیں نے اپنی ماں کے پیٹ سے سیکھی ہے جب وہ تلاوت کیا کرتی تھیں اور مَیں سنا کرتا تھا اور پھر پیدائش کے بعد کسی نیک اور پارسا بزرگ کے ہاتھوں گھٹی دینے کے تصوّر میں بھی یہی فلسفہ کارفرما ہے کہ اِس بزرگ کی نیکیاں اُس کے ذریعہ، اُس کی دعاؤں کے ذریعہ نومولود میں منتقل ہو رہی ہوتی ہیں اور والدین کا نمونہ نومولود پر اثرانداز ہو رہا ہوتا ہے کیونکہ بچے والدین کو پڑھ رہے ہوتے ہیں۔

سامعین! اگر مَیں اپنی تقریر میں انبیاء بالخصوص سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اور اُن کے حُسنِ عمل کا ذکر کروں تو مجھے اِس کے لئے دفاتر چاہئیں لیکن چونکہ آج مجھے اپنی گزارشات پانچ سے سات منٹ میں بیان کرنی ہیں اس لئے مَیں اپنی گزارشات میں مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مادی اور روحانی اولاد ہی کے چند واقعات بیان کروں گا جو اپنے مادی اور روحانی باپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پَرتَو تھے۔ جسمانی اولاد میں حضرت اُم المومنینؓ کے بطن سے پیدا ہونے والے سب سے بڑے بیٹے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانیؓ) کا ذکر کروں۔ آپؓ کے متعلق تو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی تھی کہ ”وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا“ یعنی وہ اوصاف اور خوبیوں میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا مثیل ہو گا۔ اس کے ظہور سے حضور علیہ السلام کی یادیں تازہ ہو جائیں گی۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ نے حضورؓ کی پہلی تقریر جو آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد پہلے جلسہ سالانہ پر کی تھی کے متعلق فرمایا۔

”اس وقت آپ کی آواز اور آپ کی ادا اور آپ کا لہجہ اور طرز تقریر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز اور طرزِ تقریر سے ایسے شدید طور پر مشابہ تھے کہ اس وقت سننے والوں کے دل میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی... یاد تازہ ہو گئی اور سامعین میں سے بہت ایسے تھے جن کی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی اس آواز کی وجہ سے جو ان کے پسر موعود کے ہونٹوں سے اس وقت اس طرح پہنچ رہے تھے۔ جس طرح گراموفون سے ایک نظروں سے غائب انسان کی آواز پہنچتی تھی۔ آنسو جاری ہو گئے "

(52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود از حنیف محمود صفحہ 644)

سامعین! پھر جنوری 1944ء کو حضرت مصلح موعودؓ کی زبان مبارک پر اس کی تائید میں اَنَا الْمَسِیْحُ الْمَوْعُوْدُ مَثِیْلُہٗ وَخَلِیْفَتُہٗ کے مبارک کلمات منجانبِ اللہ جاری ہوئے جس کے معنی یہ ہیں کہ مَیں بھی مسیح موعود ہوں یعنی اس کا مثیل ہوں اور اس کا خلیفہ ہوں۔ آپؓ نے اس سلسلہ میں فرمایا کہ

"یہ الفاظ اس سوال کو حل کر دیتے ہیں اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام کو وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہو گا۔ اس کے مطابق اور اسے پورا کرنے کے لئے یہ فقرہ میری زبان پر جاری ہوا ہے اور مطلب یہ ہے کہ اِس کا مثیل ہونے اور اِس کا خلیفہ ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں مَیں بھی مسیح موعود ہی ہوں کیونکہ جو کسی کا نظیر ہو گا اور اُس کے اخلاق کو اپنے اندر لے لے گا وہ ایک رنگ میں اُس کا نام پانے کا مستحق بھی ہو گا۔"

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 498)

سامعین! حضرت مصلح موعودؓ کا ہر ہر عمل اور آپؓ کا ہر ہر فعل حتّٰی کہ جذبہ خدمتِ دین اور جذبہ خدمتِ خلق، اللہ سے عشق، اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر کی عکاسی کرتا ہے۔ آپؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی میت پر کھڑے ہو کر یہ عہد کیا کہ

"اگر سارے لوگ بھی آپؑ کو چھوڑ دیں گے اور مَیں اکیلا رہ جاؤں گا۔ مَیں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔"

(52 تقاریر بابت پیشگوئی مصلح موعود از حنیف محمود صفحہ 603)

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ کی حضرت اُمُّ المومنینؓ کے بطن سے پنج تن اولاد کے باقی چار مبارک وجودوں کی سیرت و سوانح کا احاطہ کریں تو اِن چاروں میں اپنے والد محترم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی روح بولتی رہی۔ آپ تمام یعنی حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ، حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ، حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے قائم کردہ تمام

محاذوں پر اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ فرمایا۔ کسی نے دعوت الی اللہ کا عَلم بلند رکھا۔ کسی نے علمی محاذ پر جھنڈے گاڑے، کسی نے تربیتی امور کی طرف توجہ کو آخری حد تک پہنچایا اور کسی نے اسلام اور احمدیت کے لئے عزت و غیرت کا نمایاں اظہار کیا اور تمام میں حضرت مسیح موعودؑ کا وجود نظر آتا رہا۔ آپؑ کی خوبیوں اور محاسن کی جھلک نمایاں نظر آتی رہی۔ ہم برملا طور پر یوں کہہ سکتے ہیں کہ آپ پانچوں اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کے مصداق تھے اور آپ تمام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق، اعمال، عقائد کے آئینہ تھے اور پھر اسی پر بس نہیں۔ ان پانچ میں سے دو بچوں کے تین خلفاء نے اعلائے کلمہ اسلام کا عَلم بلند کیا اور کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اور بادشاہ آیا اور اِنِّیْ مَعَكَ یَا مَسْرُوْر کے مصداق حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا روحانی اور الہامی مشن نہایت کامیابی کے ساتھ آگے بڑھا رہے ہیں اور حضرت مسیح موعودؑ کی روحانی اولاد کی بڑھوتری کا موجب بن رہے ہیں۔

معزز سامعین! ”اولاد اپنے والدین کے اخلاق، اعمال اور عقائد کا آئینہ ہوتی ہے“ کو اگر روحانی اولاد پر لاگو کریں تو لدھیانہ میں حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے آپؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ”الاول فالاول“ ٹھہرے تھے۔ اپنے روحانی باپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق جمیلہ کو کمالات کی حد تک اپنے اندر سمویا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ دونوں ایک وجود ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا بھی تھا کہ ”ہر ایک امر میں میری اِس طرح پیروی کرتے ہیں جیسے نبض کی حرکت تنفس کی حرکت کی پیروی کرتی ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام)

آج 136 سال بعد جماعت میں ہزاروں لاکھوں ایسے مخلصین ہیں جن کے اندر حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ جیسا جذبہ اطاعت موجود ہے۔ آج دنیا بھر کے 220 کے قریب ممالک میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اخلاق اپنانے والوں کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ جو آپؑ اور آپؑ کے خلفاء کے اعمال واخلاق اپنے اندر اُتارنے کو تیار نظر آتے ہیں۔ ان میں سب سے اوّل تو صحابہ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام ہیں جن کے اخلاص اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اِن کی لاجواب مثالی محبت کی داستان بہت طویل ہے۔

موجودہ دور میں حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ، مکرم ڈاکٹر عبد السلام صاحب مرحوم اور مکرم میاں ایم ایم احمد صاحب مرحوم انہی روحانی اولاد میں سے ہیں جو دنیاوی اعلیٰ حیثیتوں کے باوجود خلافت کے شیدائی اور جماعت کے فدائی رہے۔ لمحہ بہ لمحہ اطاعت و فرمانبرداری کو حرزِ جان بنایا اور دنیاوی عہدوں کے باوجود کمال ادب و احترام سے خلفاء کے ساتھ تعلق رکھا اور ذرا بھر بھی جماعت کے مقام ورتبہ پر آنچ آنے نہیں دی۔ حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ صاحبؓ کا ایک واقعہ بیان کر دیتا ہوں۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ

اولاد پر ماں باپ کے احسانات کا سلسلہ لامتناہی ہوتا ہے۔ مجھ پر میرے والد صاحب کے بے پایاں احسانات میں سے ایک احسانِ عظیم یہ تھا کہ انہوں نے مسلسل توجہ فرما کر مجھے قرآنِ کریم کے سادہ ترجمے سے روشناس کرا دیا اور اس کے نتیجہ میں قرآنِ کریم کے ساتھ میری اجنبیت دور ہو گئی اور میرے دل میں قرآنِ کریم کا احترام اور عظمت قائم ہو گئے اور مجھے قرآن کریم سے محبت ہو گئی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء

(تحدیث نعمت صفحہ 6)

در خلافت سے جُڑ کے رہنا
یہ نسلیں تیری سنوار دے گا
سجا لو سجدوں کو آنسوؤں سے
وہ سب دعائیں تیری سنے گا

سامعین! روحانی اولاد میں فدائیت کے بے شمار اور انگنت واقعات میں سے صرف دو واقعات بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک بزرگ قادیان میں مسجد مبارک میں نماز کی ادائیگی کے لئے آرہے تھے کہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کی آواز سنی کہ دوست بیٹھ جائیں۔ آپ باہر ہی بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے ہی آگے بڑھنے لگے کہ کہیں نافرمانی نہ ہو جائے۔

اسی طرح ایک غیر از جماعت دوست پنجاب سے قادیان حضورؑ سے ملنے گئے۔ حضورؑ کو قادیان میں نہ پا کر امرتسر روانہ ہو گئے۔ وہاں حضورؑ احاطہ عدالت میں ایک درخت کے نیچے استراحت فرما رہے تھے اور ایک دوست آپؑ کو دبا رہے تھے۔ دبانے کے دوران صحابی نے حضورؑ سے عرض کی کہ حضور! خاکسار کی اہلیہ جو کہ ناراض ہو کر میکے چلی گئی تھی اب بڑی مشکل سے واپس آئی ہے اب تو مَیں اُسے دوبارہ میکے جانے کی اجازت نہیں دوں گا۔ حضورؑ صحابی کی یہ بات سن کر سخت خفا ہوئے۔

پنجاب سے یہ دوست جو حضورؑ سے ملنے اور بیعت کرنے کی غرض سے آئے تھے وہ حضورؑ کی اِس سخت ناراضگی سے لرز گئے اور سوچنے لگے کہ مَیں تو اپنی اہلیہ سے اِس سے زیادہ سختی کرتا ہوں۔ اگر حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک بیویوں سے حسنِ سلوک کی یہ کیفیت ہے تو مجھے لازماً اپنی بیگم سے نرمی سے پیش آنا ہو گا۔ چنانچہ وہ اپنے گھر واپسی پر بیگم کے لئے کپڑوں کا ایک جوڑا اور کچھ مٹھائی لے گئے۔ جسے دیکھ کر بیگم پریشان ہوئی کہ ایسا سخت گیر انسان اتنا نرم خو کیسے ہوا۔ آپ نے جواب دیا کہ جس پیر کی بیعت کر کے آیا ہوں وہ بیگمات سے نرمی کی تعلیم دیتا ہے۔

سامعین! حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی جسمانی اولاد کے لئے بے شمار دعائیں کیں جو ہمارے لٹریچر کا حُسن ہیں۔ ان میں سے ایک دعا اور خواہش یہ تھی کہ بابرگ و بار ہو ویں اک سے ہزار ہو ویں۔

حضرت مسیح موعودؑ کی اِس خواہش اور دعا کی اللہ تعالیٰ نے لاج رکھی اور دعویٰ مسیحیت سے 135 سالوں بعد اب یہ تعداد ہزار کو چھو رہی ہے۔ جن میں سے ہر ایک حضرت مسیح موعودؑ سے عشق و محبت کا دعویدار ہے بلکہ ہر لمحہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ وہ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا کا نعرہ بلند کرتے ہوئے آگے بڑھیں اور اللہ کی رضا اور خلیفۃ المسیح کی خوشنودی کے لئے ہر وہ فعل کر گزریں جس کی طرف حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے پیروکاروں کو بلایا ہے۔ اِن میں سے حضرت اُم المؤمنینؓ کے بطن سے اولاد کا ذکر کر آیا ہوں۔ اگر حضورؑ کی حرم ثانی حضرت حرمت بی بی کے بطن سے اولاد کو دیکھیں تو سب سے بڑے بیٹے حضرت مرزا سلطان احمد صاحب گو تاخیر سے ایمان لائے مگر اپنے والدِ محترم حضرت مسیح موعودؑ سے محبت و پیار اور فرمانبرداری کیا کرتے تھے اور ایمان لانے کے بعد ابا جان سے تو عقیدت تھی ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے اطاعت کا ایسا رشتہ قائم کیا جو ایک مثال تھا۔ بلکہ آپ کے بیٹے حضرت مرزا عزیز احمد صاحبؓ اور پوتے

مکرم مرزا خورشید احمد صاحب مرحوم اور مکرم مرزا غلام احمد صاحب مرحوم المعروف میاں احمد نے اطاعت و فرمانبرداری اور حضرت مسیح موعودؑ سے تعلق میں بہت نام کمایا، جو آگے نسل میں جاری و ساری ہے۔ اللھم زد فزد

پیارے دوستو! مَیں اپنی تقریر کے آخر پر اس مضمون کے حوالہ سے آپ سامعین سے اتنا عرض کروں گا کہ ہم میں سے ہر ایک کو ایسے اعلیٰ اخلاق و شمائل کا حامل ہونا چاہئے کہ ہماری اولاد ان کو دیکھ کر ان اخلاق کو اپنے اندر اتاریں۔ ہم نمازیں پڑھنے والے ہوں، ہم قرآن کریم کی روزانہ تلاوت کرنے والے ہوں، ہم رسولِ خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی محبت و عقیدت کا تعلق رکھنے والے ہوں۔ ایسی محبت کہ ہر ارشاد کو حرزِ جان بنا لینے والے ہوں۔ ہم اپنے خالقِ حقیقی اللہ تعالیٰ سے حقیقی پیار اور تعلق قائم کرنے والے ہوں۔ ہم اخلاقِ اسلامی سے اپنے آپ کو حسین بنائیں۔ ہم اپنے آپ کو خلافتِ احمدیہ سے مربوط تعلق بنانے والے ہوں تا ہماری نسلیں ہمارا پَرتَو بن جائیں، تا ہماری نسلیں ہمارا عکس بن جائیں۔ تا ہماری نسلیں ہماری فوٹو کاپی بن جائیں، تا ہمارے اخلاق کے نقوش ہماری نسلوں میں منقّش ہو جائیں۔ اے اللہ! تو ایسا ہی کر۔ آمین

پھلے اور پھولے یہ گلشن تمہارا
بھرے موتیوں سے یہ دامن تمہارا

(کمپوزڈ بائی: فائقہ بشریٰ)

۞۞۞۞

﴿25﴾ ﴿مشاہدات۔988﴾

”صحبت۔ خدمت اور صبر“

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَ قَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ۝ وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝ؕ (بنی اسرائیل آیت 24-25)

یعنی تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جُھکا دے اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

معزز سامعین! مجھے آج والدین سے محبت، احسان اور حسن سلوک کے حوالے سے گزارشات کرنی ہے۔ لیکن مَیں نے اپنی گزارشات کا عنوان ”صحبت، خدمت اور صبر“ رکھا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ہماری جماعت میں ایک علم دوست شخصیت، محقّق، قرآن کریم کے ترجمہ، تفسیر اور قرآنی الفاظ کے لغت کے مصنّف مکرم پیر صلاح الدین صاحب کے نام سے معروف ہیں۔ آپ حضرت پیر اکبر علی صاحب رضی اللہ عنہ آف فیروزپور کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے اپنی والدہ محترمہ کی وفات پر ایک مضمون الفضل میں لکھا۔ جس کے آخر پر آپ تحریر کرتے ہیں کہ

”والدہ صاحبہ کی وفات کے بعد جب حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے ملا تو آپ نے تین لفظوں میں ایک عجیب مضمون ادا کیا۔ فرمایا۔

والدین کے ساتھ تعلق کی تین صورتیں ہیں۔ **"صحبت۔ خدمت۔ صبر"** ایک وقت ان والدین کی صحبت فیض یاب ہونے کا ہوتا ہے۔ پھر خدمت کا۔ پھر صبر کا۔ اے پیارے! تو صبر دے کہ صبر کریں تو اجر ہے نہ کریں تو کوئی چارہ نہیں"

(الفضل 18 ستمبر 1954ء صفحہ 7)

سامعین! ہم اپنے رواج کے مطابق کسی عزیز، رشتہ دار اور جان پہچان رکھنے والے کی وفات پر اُس کے لواحقین اور اقرباء سے تعزیت کرتے، انہیں دلاسہ دیتے اور صبر کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کسی بزرگ کی وفات پر اُس کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے اور اُس کی نصائح کو دہراتے ہیں۔ بالخصوص ایسے بول جو اُس نے دنیا سے رخصت ہوتے بطور نصیحت کے کہے ہوں۔ تعزیت پر آنے والے بھی مختلف الفاظ اور اداؤں کے ساتھ تعزیت کر کے لواحقین کے حوصلے بڑھاتے ہیں۔ جیسے ربوہ بہشتی مقبرہ میں کسی کے والد محترم کی تدفین پر ایک بزرگ نے مرحوم کے بیٹے سے معانقہ کر کے تعزیت کرتے ہوئے مبارکباد دی کہ والد کی وفات پر افسوس تو اپنی جگہ بہشتی مقبرہ میں تدفین اپنی ذات میں مبارکباد کی مستحق ہے۔ اسی طرح ایک نوجوان نے کسی کے والد صاحب کی بہشتی مقبرہ میں تدفین پر تعزیت کرتے ہوئے اس مرحوم کے بیٹے کو کہا کہ

"دروازے کے دو پٹ ہوتے ہیں۔ ایک پٹ بند ہوا ہے دوسرا پٹ (یعنی والدہ کا) ابھی کھلا ہے ان کی خدمت کر کے جتنی ٹھنڈی اور خوشگوار ہوا لے سکتے ہیں لے لیں۔"

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایم اے نے ان تین لفظی تعزیتی پیغام میں نوجوانوں کے لیے بہت گہرا پیام چھوڑا ہے کہ والدین سے اولاد کے تعلق پر تین ادوار آتے ہیں۔ ایک تو صحبت یعنی والدین کے ساتھ ہم نشینی اٹھنا، بیٹھنا وغیرہ ویسے تو جوائنٹ فیملی سسٹم میں صحبت آخری وقت تک رہتی ہے اور رہنی بھی چاہیے۔ یہ دَور جہاں پیدائش بالخصوص اُس وقت سے جب بچے کو سمجھ بوجھ یا شعور آنا شروع ہوتا ہے اور بچہ لکھ پڑھ کر جب ملازمت کرنے لگتا ہے تو خدمت کا دَور شروع ہوتا ہے جو وفات تک جاری رہتا ہے اور رہنا بھی چاہیے۔ پہلے دَور میں ایک اہم بات بیان کرنی رہ گئی ہے وہ یہ کہ جہاں بچے کو ماں باپ کی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے وہاں والدین کو اپنے نیک چلن اور اچھے رویّے

سے بچوں پر اچھا اور عمدہ اثر چھوڑنا ہے۔ یعنی والدین اور بچوں کی یکساں ذمہ داری ہے۔ ایک تاثیر پیدا کرنے والا اور ایک تاثیر لینے والا۔ پھر بچوں پر ایک تیسرا مرحلہ بھی آتا ہے۔ جب دونوں میں سے ایک یا دونوں اللہ کو پیارے ہو جائیں تو صبر کے ساتھ صدمے کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔ بین ڈالنا، رونا پیٹنا منع ہے۔ صبر تو انسان کو وقت کے ساتھ آ ہی جاتا ہے مگر کہتے ہیں کہ صبر وہ جو پہلے وقت میں برداشت کر کے کیا جائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیمؓ کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ العَيْنَ تَدْمَعُ والقَلبُ يَحْزَنُ، ولَا نَقُولُ إِلَّا مَا يُرْضِي رَبَّنَا، وإِنَّا بِفِرَاقِكَ يا إِبرَاهِيمُ لَمَحزُونُونَ

(بخاری کتاب الجنائز)

کہ آنکھ آنسو بہاتی ہے اور دل غمگین ہے اور ہم صرف وہی کہتے ہیں جو ہمارے رب کو پسند ہے۔ پھر اپنے مرحوم بیٹے حضرت ابراہیمؓ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اے ابراہیم! تیری جدائی سے یقیناً ہم غمگین ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے وقت میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے کی تاکید فرمائی۔

سامعین! والدین کے ساتھ حسن سلوک برتنے کی تعلیم اُن کی وفات کے بعد صبر کے ساتھ ان معنوں میں جاری رہتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کی وفات کے بعد اُن کے قریبی رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا، ان سے پیار و محبت اور عزت و احترام سے پیش آنا دراصل مرحوم والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین الفاظ میں اتنا بڑا سبق دیا ہے جو ایک بچے کی ساری زندگی پر محیط ہے اور اُسے پوری زندگی نیکی اور حسنِ خلق کی دعوت دیتا ہے۔ یہ تین الفاظ ایک حسین معاشرہ کے قیام کے لیے بہت سے پہلو اپنے اندر لیے ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں نے نوجوان نسل اور ٹین ایجرز کو سمجھانے کے لیے اِن الفاظ کو بالخصوص آج تقریر کا عنوان بنایا ہے۔

آئیں! ذرا قدرے تفصیل سے ان الفاظ کا محاکمہ کریں۔ صحبت صالحین ایک ایسا معرفت کا نقطہ ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں صحابہ کو اپنانے کی

ترغیب دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو کُوْنُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنَ کے الفاظ کے ساتھ سچوں اور نیکوں کو دوست بنانے کی تلقین کی ہے۔ والدین بھی صادقین میں شامل ہیں اور اوّلین طور پر شامل ہیں۔ بہت کم والدین ایسے ہوں گے جو اپنے بچوں کے بارے میں اچھا نہ سوچتے ہوں۔ ہر والد اور والدہ کی خواہش ہوتی ہے کہ میرا بیٹا عظیم شخصیت بنے۔ پڑھ لکھ کر خاندان کی اور انسانیت کی خدمت کرے اور والدین اِن نتائج کے لیے اپنی تمام کوششوں اور اپنی تمام جمع پونجی کو خرچ کر دیتے ہیں۔ سمجھدار ذہین وفطین اور عقلمند بچے ماں باپ سے بہت کچھ سیکھتے ہیں۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مَیں نے سب سے پہلے قرآنِ کریم اپنی ماں کے پیٹ میں سنا تھا۔ بچہ نقل کرتا ہے اور جو اُس کے سب سے قریب ہو یعنی والدین۔ اُسے وہ اپنا مطمع نظر بناتا ہے جو والدین کر رہے ہوتے ہیں وہ بھی کرنا سیکھتا ہے۔ ماں باپ کی ہر حرکت کو وہ پڑھتا اور اُسے اپناتا ہے۔ یہیں سے صحبت کا سفر شروع ہوتا ہے۔ اگر والدین نیک، صالح و دیندار ہوں تو وہ بچہ بھی نیک راہوں پر چلتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہی سچ فرمایا ہے کہ والدین ہی بچے کو مجوسی، یہودی، عیسائی اور مسلمان بناتے ہیں۔ بچہ جب والدین کو نماز پڑھتا دیکھتا ہے تو نماز شروع کر دیتا ہے۔ والدین جب تلاوت کرتے ہیں تو بچہ بھی تلاوت کرتا ہے۔ والدین جو نیک عادات اپناتے ہیں۔ بچہ اُن کو فالو کرتا ہے اور یوں شیر کا بچہ شیر ہی ہوتا ہے، کے تحت وہ ایک ایسا انسان بنے گا جس کے اندر دو اُنس ہوں گے یعنی اللہ تعالیٰ سے محبت اور دوسرا اُس کی مخلوق سے محبت۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اَلرَّجُلُ عَلَی دِینِ خَلِیلِہِ

(ابوداؤد کتاب الادب)

کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔

یعنی دوست کے اخلاق کا اثر انسان پر ہوتا ہے اور والدین کسی دوست سے کم نہیں ہوتے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

خوشبو رکھنے والا اپنی خوشبو دوسروں کو دے کر ہی دم لیتا ہے خواہ مدّ مقابل اُسے اُس سے نہ ہی خریدے تو والدین اپنی خوشبو اولاد کو ضرور دیں گے اور اولاد اگر نہ بھی لینا چاہے تو وہ اُسے ضرور معطّر کر جائے گی۔

سامعین! جہاں تک خدمتِ والدین کا تعلق ہے۔ اس میں بھی عزت و احترام پہلے درجہ پر ہے جو آیت خاکسار تقریر کے آغاز پر تلاوت کر آیا ہے۔ وہ خدمتِ والدین کے لیے سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس میں چھ بڑے حکم ہیں۔

نمبر ایک: والدین سے احسان کا سلوک کرو

نمبر دو: اُن کے بڑھاپے میں اُف تک نہ کرو

نمبر تین: ڈانٹ ڈپٹ نہ کرو

نمبر چار: نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کرو

نمبر پانچ: رحم کے جذبہ کے تحت اُن سے عاجزانہ رویّہ اختیار کرو۔

نمبر چھ: رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا کی دعا کرتے رہو۔

پھر سورۃ لقمان آیت 15 میں اللہ کے شکر کے ساتھ والدین کا شکریہ بھی ادا کرتے رہنے ذکر موجود ہے۔ سورۃ البقرہ آیت 216 میں والدین پر خرچ کرنے کا حکم ہے۔ سورۃ المائدہ آیت 111 میں والدین پر ہونے والے انعامات الٰہیہ کا ذکر بکثرت کرنے کی ہدایت ملتی ہے۔ سورۃ الصافات آیت 103 کے مطابق والدین کی اطاعت میں حضرت اسماعیلؑ کا کردار مد نظر رکھنے اور سورۃ مریم آیت 33 کے مطابق ماں سے حسن سلوک کرنے اور سخت گیر و سخت دل نہ ہونے کا ذکر ہے۔

اِسی طرح کی تعلیم احادیث میں بھی ملتی ہے لیکن وقت مجھے اجازت نہیں دے رہا۔

والدین کے ساتھ محبت اور نرمی سے پیش آنے کی نصیحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا، یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کرو جن میں ان کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔ اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم ہیں لیکن دراصل مرجع کلام امت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد اور والدہ آپ کی خورد سالی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اس آیت سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ تو پھر دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئے۔"

(کتاب لباس التقوی زیر باب والدین سے حسن سلوک)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"پھر والدین کا وجود ہے، یہ ایسا وجود ہے کہ انسان تمام عمر بھی اُن کے احسانوں کا بدلہ نہیں اُتار سکتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ وہ جو کچھ بھی تمہارے ساتھ سلوک کریں، تمہارے سے سختی کریں، نرمی کریں، تم نے ہر حال میں ان سے نرمی اور محبت کا سلوک کرنا ہے۔ تم نے ان کی کسی بُری لگنے والی بات پر بھی اُف تک نہیں کہنی۔ صبر سے ہر چیز کو برداشت کرنا ہے۔ ہمیشہ ان سے نرمی اور پیار کا معاملہ رکھنا ہے کیونکہ تمہارے بچپن میں ان کی جو تمہارے لئے قربانیاں ہیں تم ان کا احسان نہیں اُتار سکتے اور یہ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کے لئے اس طرح دعا کیا کرو کہ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (بنی اسرائیل:25) کہ اے میرے رب! اِن دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی تھی۔ حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مٹی میں ملے اُس کی ناک، مٹی میں ملے اُس کی ناک۔ یہ الفاظ آپ نے تین دفعہ دہرائے۔ یعنی ایسا شخص قابل مذمت ہے، بڑا بدبخت اور بدقسمت ہے۔ لوگوں نے عرض کی کونسا شخص؟ تو آپؐ نے فرمایا وہ شخص جس نے اپنے بوڑھے ماں باپ کو پایا اور اُن کی خدمت کر کے جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ)"

(خطبہ جمعہ 13؍اکتوبر 2006ء)

(کمپوزڈ: مسز عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)

۞۞۞۞

﴿26﴾ ﴿مشاہدات۔976﴾

سچّے احمدی کی ماں۔ زندہ باد

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم:7)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا
مصیبت کا، اَلَم کا، بے بسی کا
یہ ہو مَیں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا
جب آوے وقت میری واپسی کا

معزز سامعات! مجھے آج اپنی بہنوں سے حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے ممبراتِ لجنہ اماء اللہ کو دیئے گئے ایک سلوگن **"سچّے احمدی کی ماں۔ زندہ باد"** پر گفتگو کرنی ہے۔

اِس نعرہ پر اگر گہرائی سے غور کریں تو سب سے اوّل چیز جو ذہن میں اُبھر کر سامنے آتی ہے۔ اُسے **"تربیتِ اولاد میں ایک احمدی ماں کا کردار"** کا نام دیا جا سکتا ہے کہ وہ اپنی اولاد کی ایسی تربیت کرے کہ اُس کا ہر بچہ اور بچی سچّا اور سُچّا احمدی ثابت ہو۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الثالثؒ کے اِس دیئے گئے سلوگن میں دو کرداروں پر زور دیا گیا ہے۔ ایک سچّا احمدی اور دوسرا اپنی اولاد کو سچّا بنانے والے کردار یعنی ماں اور وہ بھی نیک اور پارسا ماں جس کے حق میں زندہ باد کا نعرہ بلند کیا جا سکے۔ جس کو سلامت رہو اور جیتی رہو کی

دعائیں دی جاسکیں۔ آج تقریر کو اِنہی دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اوّل سچّا احمدی اور دوم احمدی ماں جس کو ہم ایک مربّی اور معلّم کہہ سکتے ہیں۔ ماں کو اپنی اولاد کے لیے ایک محسنہ کا نام بھی دیا جاسکتا ہے۔

مکرم بہنو! ماں وہ مبارک وجود ہے جو دنیا اور دین کی آبادکاری کے لیے بچے جَنتی اور اپنے اپنے مذہب کے مطابق اُن کی تعلیم و تربیت کرتی ہے۔ جماعت احمدیہ میں ماں وہ عظیم ہستی ہے جو قرآن و احادیث اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام و خلفاء کے ارشادات و ہدایات کے تیز دھار نشتر سے اپنی اولاد کو تراش خراش کر کے ایسے چمک دار ہیروں میں بدلتی ہے جو جماعت احمدیہ کی انگشتری میں جب جڑے جاتے ہیں تو وہ انگشتری اَور زیادہ خوبصورت دکھائی دیتی ہے۔ ایک احمدی ماں ایک سچّا احمدی بچہ پیدا کرنے کے لئے دعاؤں کا آغاز اُس وقت سے ہی کر دیتی ہے جب میاں بیوی کا آپس میں ملاپ ہو رہا ہوتا ہے۔ بلکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس فرمان کو مدنظر رکھ کر وہ ماں اپنی نسبت نیک صالح اور متقی مرد سے کرتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی چار باتوں کو بنیاد بنا کر کی جاتی ہے۔ ایک تو کسی کا حسب نسب دیکھا جاتا ہے یا اُس عورت کا مال و دولت مدّ نظر رہتا ہے یا لڑکی کی خوبصورتی اور حسن و جمال مگر اے مسلمان! تم دیندار لڑکی تلاش کرو۔

جب ایک احمدی مرد، ایک نیک، صالح اور دیندار خاتون تلاش کر کے شادی کرتا ہے تو وہ خاتون ایک ایسے خاندان کی سربراہ بنتی ہے جو زندہ باد کہلاتا ہے کیونکہ اس دیندار خاتون کے والدین بھی زندہ باد ہیں جنہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کے مطابق اپنی بیٹی کی ایسی تربیت کی کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں ہوں گے۔ اِسی پر بس نہیں بلکہ شادی کے بعد وہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ خَیْرَہٗ وَخَیْرَ مَاجَبِلْتَہٗ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّہٖ وَشَرِّ مَا جَبِلْتَہ (ابوداؤد کتاب النکاح) کی دعا کر کے اُس کی بھلائی چاہنے اور شر سے بچنے کی دعا کرتی ہے۔

ہاں ہاں! یہی وہ ماں، زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے جو اپنی اولاد کو مجوسی، نصرانی، یہودی بنانے کی بجائے احمدی مسلمان بناتی ہے کیونکہ بچہ تو فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو یہی وہ ماں زندہ رہنے والی اور اپنے نام کو اور خاندان کے نام کو زندہ رکھنے والی ماں ہے۔ جو دورانِ حمل اپنے حقیقی اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف مسلسل جُھکتی، دعائیں کرتی اور نیک اولاد کے لئے اپنے اللہ سے التجا کرتی رہتی ہے۔

ہاں ہاں! اس دوران وہ کثرت سے اللہ کا ذکر کرتی، کثرت سے اپنے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتی، کثرت کے ساتھ اللہ کی کتاب قرآن کریم کی تلاوت کرتی، حسبِ توفیق ترجمہ و تفسیر پڑھتی، احادیث اور کتب حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء کا مطالعہ کرتی اور نیک و سچّی اولاد کے حصول کے لیے اللہ کے حضور سجدہ ریز رہتی ہے۔ اس کے لیے صدقہ و خیرات کثرت سے کرتی ہے۔ رَبِّ اِنِّیْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ (ال عمران:36) اور رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْیُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا (الفرقان:75) کی استدعا اپنے اللہ کے حضور کرتی رہتی ہے۔ یہ وہ ماں ہے جو زندہ باد کہلانے کی مستحق ہے۔ جس کے ہاں بچہ یا بچی کی پیدائش پر اس کے نیک اور دیندار خاوند نے بچے کے دونوں کانوں میں اذان اور تکبیر کہہ کر یا کہلوا کر اللہ کا نام اس سچّے نومولود کے اندر ودیعت کیا۔ نیک آدمی کے ہاتھوں گُڑتی دلائی اور نومولود کی جانب سے بلاؤں کی دوری کے لیے صدقہ و خیرات کیا۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں کہ

”یہ اذان، ایمان کی قائمقام ہے اور تکبیر، عمل کی قائمقام ہے گویا پیدائش کے ساتھ ہی ایمان اور عمل کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔“

میری بہنو! جب اولاد ہو جاتی ہے تو یہ ماں اپنی اولاد کے لیے اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (الاحقاف:16) کے الفاظ میں اولاد کے سچّے و صالح ہونے اور اولاد ہونے پر اظہار تشکّر کے لیے اپنی طرف سے توبہ کا اظہار کر کے اپنے فرمانبردار ہونے کا اعلان کرتی ہے۔

میری بہنو! یہی وہ زندہ باد مائیں ہیں جن کے حق میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْجَنَّةُ تَحْتَ أَقْدَامِ الْاُمَّهَاتِ کہ جنت ماؤں کے قدموں تلے ہے گویا کہ یہ عظیم زندہ باد ماں ایک اور ماں کی پرورش کا آغاز کرنے جا رہی ہے جو آئندہ قوموں میں زندہ باد ماں کہلائے گی۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ فرماتے ہیں:

”اگر مائیں بچپن سے ہی بچوں کی اچھی تربیت کریں اور اُن کے اعمال کی نگرانی رکھیں تو وہ اُن کو جنت کے راستہ میں ڈال کر ابدالآباد کی نعمتوں کا وارث بنا دیتی ہیں۔“ (ماہنامہ مصباح دسمبر، جنوری 1961ء-1962ء)

مَیں اپنی بہنوں، ماؤں اور بیٹیوں کو اُن مبارک اور مقدّس ماؤں کے جلو میں لے جانا چاہتا ہوں جو سچّے بچوں کی زندہ باد مائیں بنیں اور اپنا نام تاریخ میں رقم کر گئیں۔ مَیں اس سلسلہ میں آغاز پر حضرت حاجرہ علیہ السلام کے ذکر سے کرتا ہوں جنہوں نے اپنے بیٹے ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی دعاؤں اور اپنے عملی نمونہ سے ایسی تربیت کی کہ وہ اپنے باپ کو یَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ (الصافات:103) کہہ کر اپنے آپ کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور یہی وہ حضرت اسماعیلؑ ہیں جن کی نسل سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے۔ جن کی والدہ حضرت آمنہ گو زیادہ عرصہ حضورؐ کی تربیت نہ کر سکیں مگر اس نیک پارسا خاتون نے دعاؤں کے ساتھ اس مبارک وجود کی آبیاری کی اور چاند کا ٹکڑا اپنی گود میں گرنے کا خواب بھی دیکھا۔

میری بہنو! پھر آپؐ کی زوجہ مطہرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بطور ماں ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے جنہوں نے اپنے تقویٰ، نیکی اور صالحیت کی بنا پر اپنی اولاد کی نیک تربیت کی۔ آپؓ نے اپنی مادی اولاد حضرت فاطمہؓ کی ایسی تربیت فرمائی کہ وہ ایک خلیفہ راشد حضرت علیؓ کی زوجہ مطہّرہ ٹھہریں۔ حضرت عائشہؓ کو دیکھ لیں جن کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دین کا نصف علم حضرت عائشہؓ سے سیکھیں۔ ہزاروں کی تعداد میں صحابہ و صحابیات براہ راست آپؓ سے روحانی فیض پا کر اپنے اللہ کے پیارے سچّے بندے ٹھہرے۔

معزز سامعات! آئیں! آج کے دَور میں اُسوہ رسولؐ پر چلنے والی اور آپؐ کی ازواج مطہّرات کو نمونہ بنانے والی سچّے احمدیوں کی مائیں۔ زندہ باد کی تلاش کریں تو سب سے پہلے جس زندہ باد ماں کا نام آئے گا وہ حضرت سیّدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ المعروف حضرت اماں جان کا نام آئے گا جنہوں نے اپنی اولاد کی تربیت کے حقوق ادا کیے اور پانچ سچے اور سُچے ہیرے تراش کر جماعت کے حوالے کیے۔ اُن میں سے ایک مصلح موعود کہلائے اور خلافت کے بابرکت منصب پر فائز ہوئے۔ اسی پر بس نہیں اِس مصلح موعودؓ نے اپنی بیگمات کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کر کے اُن میں دینِ اسلام کے ایسے رنگ بھرے کہ دو ازواج سے دو خلفاء جماعت کو ملے اور اپنی ایک بیٹی کی اولاد سے خلیفۃُ المسیح جماعت کو عنایت فرمائے۔ جو آج اپنی مادی اولاد کی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عالمگیر جماعت کی خواتین کی ایسی تربیت فرما رہے ہیں جن کو اچھی

مائیں، بہترین مائیں، وفادار مائیں، اسلامی تعلیم سے آراستہ مائیں، خلافت سے وابستہ مائیں اور سچّے احمدی کے مائیں کہا جا سکتا ہے۔ جو آج بھی زندہ باد ہیں اور آئندہ نہ صرف اپنے نام تاریخ میں زندہ رکھیں گی بلکہ اپنے حِلاوتِ ایمان اور لذّتِ دینی سے تیار ہونے والی مزید ماؤں کو تا ابد زندگی بخشتی رہیں گی۔

معزز سامعات! یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ سچّی اولاد کے لیے نیک، صالح ماؤں کا ہونا ضروری ہے۔ مَیں اس وقت دو سبق آموز کہاوتیں آپ کے سامنے رکھنا چاہوں گا جو نیک اور سچّی اولاد پیدا کرنے والی مائیں بننے کی طرف رغبت دلائیں گی۔ ایک مشہور کہاوت یہ ہے کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر کسی بزرگ کے پاس گئی اور عرض کی کہ بابا جی! میرا یہ بچہ گُڑ بہت کھاتا ہے۔ آپ بزرگ ہیں اس کو منع فرماویں۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل لے کر آنا۔ وہ اگلے دن جب اپنے بچے کو بزرگ کے پاس لے کر گئی تو بزرگ نے بچے کو مخاطب ہو کر کہا کہ بیٹا! گُڑ نہ کھایا کرو۔ ماں نے حیران ہو کر بزرگ سے پوچھا۔ بابا جی! یہ بات تو آپ کل بھی کہہ سکتے تھے۔ بزرگ بولے۔ بی بی! کل جب تم میرے پاس آئی تھی اُس وقت مَیں کل کے حصّہ کا گُڑ کھا چکا تھا۔ جو بات مَیں خود کر رہا ہوں اُس سے مَیں کیسے کسی کو منع کرتا اور میری بات کا بچے پر کیا اثر ہوتا؟ یہ وہ عظیم تعلیم کا عملی نمونہ ہے جو ہماری پیاری کتاب قرآن کریم میں كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:4) میں بیان ہوا ہے۔ جس کے معانی ہیں کہ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

معزز بہنو! دوسری سبق آموز کہاوت یہ ہے کہ ایک ماں کے بچے کو اس کی غلط حرکتوں کی وجہ سے پھانسی کی سزا دی گئی۔ حسبِ دستور سزا یافتہ بچے سے پوچھا گیا کہ پھانسی کے تختہ پر لٹکنے سے قبل تمہاری کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔ اُس نے اپنی ماں کے کان میں بات کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ جب اُسے اپنی ماں کے پاس لایا گیا تو اُس بد بخت اور ناخلف بچے نے اپنی ماں کا کان یہ کہتے ہوئے کاٹ کھایا کہ جب میری غلط اور ناپاک حرکتوں کی اطلاع لوگ تجھے دیتے تھے تو یہی کان اِن نازیبا حرکتوں کا سُن کر خاموش رہتے تھے لہٰذا انہی کانوں نے آج مجھے تختہ دار تک پہنچایا ہے۔

یہ کہاوت اچھی ماؤں کو مزید اچھی اور بہترین مائیں بنانے کی طرف رغبت دلانے کے لیے مَیں نے سنائی ہے۔ اپنی اولاد کی نیک تربیت کے لیے بچوں کی حرکات و سکنات پر نظر رکھنا اور دوسروں کی آگاہی پر کان کھڑے کر کے تربیت کی طرف مزید توجہ کرنا ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں:

”ماؤں کو اس لیے ضرورت ہے کہ ماؤں کے قبضے میں بچے ہوتے ہیں۔ آپ اگر بچپن میں خدا کی محبت اُن کے دلوں میں پیدا کر سکیں تو سب سے بڑا احسان اپنی اولاد پر آپ کر سکتی ہیں اور خدا کی محبت پیدا کرنے کے لیے آپ کو خدا کی باتیں کرنی ہوں گی۔ خدا کی باتیں کرتے وقت اگر آپ کے دل پر اثر نہ ہوا۔ اگر آپ کی آنکھوں سے آنسو نہ بہے، اگر آپ کا دل موم نہ ہوا تو یہ خیال کرنا کہ بچے اس سے متاثر ہو جائیں گے، یہ جھوٹی کہانی ہے اس میں کچھ بھی حقیقت نہیں۔ ایسی ماؤں کے بچے خدا سے محبت کیا کرتے ہیں کہ جب وہ خدا کا ذکر کرتی ہیں تو ان کے دل پگھل کر آنسو بن کر بہنے لگتے ہیں۔ ان کے چہروں کے آثار بدل جاتے ہیں۔ بچے حیرت سے دیکھتے کہ اس ماں کو کیا ہو گیا ہے۔ کس بات کی اداسی ہے، کس جذبے نے اس پر قبضہ کر لیا ہے یہ وہ تاثر ہے جو بچے کے اندر ایک پاک اور عظیم تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ یہ انقلاب کی روح ہے اور انقلاب کی جان ہے، ایسی مائیں بننے کے لیے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے خدا سے مدد مانگتے ہوئے اس سے حُسن کی تلاش کرنی ہو گی۔ یہاں تک کہ وہ حُسن آپ پر جلوہ افروز ہو اور آپ کے دلوں میں ایسی محبت بھر دے کہ آپ کا وجود پگھل جائے اور پگھلنے کے بعد ایک نئے وجود میں ڈھالا جائے..... اگر آج آپ مائیں بن چکی ہیں تو آج بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ استعداد بخشی ہے کہ اپنے گرد و پیش، اپنے ماحول میں خدا کی محبت کے رنگ بھرنے کی کوشش کریں۔ اگر آپ مائیں نہیں بنیں تو آج وہ پاک تبدیلیاں پیدا کریں کہ جب آپ مائیں بنیں تو اس سے پہلے ہی خدا سے محبت کرنے والی وجود بن چکی ہوں۔ وہ چھوٹی بچیاں اور وہ چھوٹے بچے جو آپ کی گود میں پلتے ہیں، آپ کے ہاتھوں میں کھیلتے ہیں، آپ کے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں یا آپ کے ہاتھوں سے دودھ پی کر جوان ہوتے ہیں اسی زمانہ میں ابتدائی دور میں ان کو خدا کے پیار کی لوریاں دیں، خدا کی محبت کی ان سے باتیں کریں۔ پھر بعد کی منازل آسان ہو جائیں گی۔“

(حوا کی بیٹیاں اور جنت نظیر معاشرہ صفحہ 34-35 طبع دوم 2001ء)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا

”ایک عورت ماں کے ناطے بچوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھنے والی ہوتی ہے، اس کا زیادہ اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ بچپن میں بچے باپ کی نسبت ماں سے زیادہ attach ہوتے ہیں۔ تو اگر ابتدا سے ہی اپنے عمل سے اور اپنی باتوں سے بچوں کے ذہن میں یہ بات راسخ کر دیں، بٹھا دیں تو نسلاً بعد نسل عبادت گزار پیدا ہوتے چلے جائیں گے اور نتیجتاً احمدیت کے پیغام کو پھیلانے والوں کی ایک کے بعد دوسری فوج تیار ہوتی چلی جائے گی۔ لیکن عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں اچھے حالات کی وجہ سے پہلے کے گزارے ہوئے تنگی کے دنوں کو زیادہ جلدی بھول جاتی ہیں اور یہ عورت کی فطرت ہے اور اس کی ترجیحات مختلف ہوتی ہیں۔ لیکن ایک احمدی عورت کو چاہئے کہ اپنی ترجیحات کو دنیاداری کی طرف لے جانے کے بجائے اللہ تعالیٰ کے احکامات کے نیچے لائیں۔ اپنے گھروں کو عبادتوں سے ہر وقت سجائے رکھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے اور وہ گھر جس میں خدا تعالیٰ کا ذکر نہیں ہوتا ان کی مثال زندہ اور مردہ کی طرح ہے۔ پس اپنے گھروں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر الٰہی سے سجائے رکھیں تاکہ آپ کے گھروں میں زندگی کے آثار ہمیشہ نظر آتے رہیں۔“

(خطاب از مستورات جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء)

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ آسٹریلیا 2006ء کے موقع پر عورت کے مقام کے حوالہ سے نصائح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”یہ آپ کی تربیت ہی ہے جو آپ کے بچوں کو اس دنیا میں بھی جنت کا وارث بنا سکتی ہے اور اگلے جہان میں بھی۔ بچوں کے یہ عمل اور آپ کے بچوں کی یہ اعلیٰ تربیت ہی ہے جو ہر وقت بچوں کو خدا سے جوڑے رکھے گی اور بچوں کو بھی آپ کے لئے دعائیں کرنے کی عادت پڑے گی۔ تو بچوں کی جو آپ کے لئے دعائیں ہیں وہ آپ کو بھی اگلے جہان میں جنت کے اعلیٰ درجوں تک لے جانے کا باعث بن رہی ہوں گی۔

پس اگر احمدی بچوں کی مائیں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والی بنی رہیں۔ آج اگر آپ اپنی ذمہ داریوں کو صحیح رنگ میں ادا کرتی رہیں، آپ کے قول اور فعل میں کوئی تضاد نہ ہو۔ آپ کی ہر بات سچ اور صرف سچ پر بنیاد

رکھنے والی بنی رہی تو جماعت احمدیہ کی آئندہ نسلیں ان شاء اللہ، اللہ سے تعلق جوڑنے والی نسلیں رہیں گی۔ پس ہر وقت اپنے ذہنوں میں اپنے اس مقام کو بٹھائے رکھیں اور اپنی عبادتوں اور اپنے عملی نمونے کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ قرآن کریم کے جتنے حکم ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ تمام اعلیٰ اخلاق جن کی طرف ہمیں اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے انہیں حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ ہمیشہ نیکیاں بجالانے کے ساتھ ساتھ نیکیوں کی تلقین بھی کرتی رہیں۔ بُرائیوں کو ترک کرنے والی بنیں اور پھر اپنے ماحول میں برائیوں کو روکنے والی بنیں۔ معاشرے میں بھی برائیاں پھیلنے نہ دیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے حسن سلوک سے پیش آئیں۔ اپنی رنجشوں اور اپنی ناراضگیوں کو بھلا دیں۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عورتیں زیادہ دیر تک اپنی رنجشوں کو دلوں میں بٹھائے رکھتی ہیں۔ اگر آپ کے دل میں بغض و کینہ پلتے رہے تو پھر خدا تعالیٰ تو ایسے دلوں میں نہیں اترتا۔ ایسے دلوں کی عبادت کے معیار وہ نہیں ہوتے جو خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔"

(جلسہ سالانہ آسٹریلیا 15 اپریل 2006ء خطاب از مستورات)

میری اولاد کو تُو ایسی ہی کر دے پیارے
دیکھ لیں آنکھ سے وہ چہرہ نمایاں تیرا
عمر دے، رزق دے اور عافیت و صحت بھی
سب سے بڑھ کر یہ کہ پا جائیں وہ عرفان تیرا

سامعین! جہاں تک ایک سچّے احمدی کا تعلق ہے تو یہ بتانا ضروری ہے کہ احمدی اپنے آپ کو اُس حضرتِ احمدؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں جو اَصدقُ الصادقین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے زیادہ تعریف کرنے والا تھا۔ حضرتِ احمدؑ نے اپنے آقا و مولیٰ حضرتِ محمدؐ کے تمام اوصاف حسنہ اور خوبیوں کو اپنایا اور حضرتِ محمدؐ کا روحانی فرزند، عاشقِ صادق کہلایا۔ حضرتِ احمدؑ پر ایمان لانے والے تمام احمدی "سچّے احمدی" اُس وقت کہلوائے جب انہوں نے حضرتِ احمدؑ کے توسط سے حضرتِ محمدؐ کی تعریف کر کے اُس عظیم ہستی کی خوبیوں کو اپنے وجود میں اُتارا، اُس کے پرستار کہلائے۔ آئیں دیکھیں! کہ ایک احمدی کے اندر وہ

کون سی خصوصیات اور خوبیاں ہونی چاہئیں جن کو اپنا کر وہ سچّا احمدی بن سکتا ہے یا ایک احمدی ماں کو اپنی اولاد کو سچّا احمدی بنانے کے لئے کن باتوں کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے۔ اِن میں

اوّل۔ اللہ تعالیٰ کی محبت، اُس کی تعلیمات سے محبت اور احکامِ خداوندی سے محبت اور اِن پر تعمیل کروانے کی کماحقّہ کوشش کرنی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی صفَت "الحقّ" کا یہ تقاضا ہے کہ اُس واحد و یگانہ خدا تعالیٰ کی تمام صفات کو اپنے اندر اُتارے اور الحق کے پیشِ نظر ایک احمدی کو سچّا احمدی بننے کے لئے سچ کو قبول کرے اور سچائی کے مقابل پر دنیا کی ہر چیز کو خیر باد کہہ دے۔

دوم۔ گو اللہ تعالیٰ کی کتاب کا ذکر نمبر اوّل میں کر آیا ہوں۔ قرآنِ کریم کی اہمیت، افادیت اور برکات کے پیشِ نظر اِس کا الگ سے ذکر کر رہا ہوں۔ روزانہ اِس کی تلاوت کرنا، حسبِ توفیق ترجمہ و تفسیر پڑھنا بھی ضروری ہے۔

سوم۔ آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس جیسی محبت و عقیدت جو آپؐ کے روحانی فرزند حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کے خلفائے کرام نے کی۔ آپؐ کے ارشادات اور ہدایات کو حرزِ جان بنا کر زندگی بسر کرنا۔

چہارم۔ مامورِ زمانہ حضرت مسیح موعودؑ کی بتائی ہوئی اسلامی تعلیمات کی تفاسیر اور تفصیلات پر عمل کرنا۔

پنجم۔ خلافت علی منہاجِ النبوۃ پر کامل یقین اور خلفاء کی مکمل اطاعت کرنا۔ اِس کی حفاظت کے لئے ہر وقت نہ صرف کمربستہ رہنا بلکہ اپنی اولاد در اولاد کو اِس مبارک نظام سے باندھ دینا۔

ششم۔ اللہ کی مخلوق جو اُس کی عیال ہے سے حسنِ سلوک کرنا اور ہر اُس حسین اسلامی تعلیم سے اپنے آپ کو آراستہ کر کے تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر قائم ہونا جو ہم سنتے، پڑھتے چلے آرہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سچّے احمدی بننے کی توفیق دے اور ہماری ماؤں کو ایسی اچھی، نیک، صالح اور سچّی اولاد اپنے پیچھے چھوڑنے والا بنائے جو باقیات صالحات کے زُمرہ میں آئیں۔ آمین

(کمپوزڈ: مسز زکیہ فردوس کومل۔ برطانیہ)

۞۞۞۞

﴿27﴾ ﴿مشاہدات۔964﴾

تربیتِ اولاد

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ (ال عمران:39)

اس موقع پر زکریا نے اپنے ربّ سے دعا کی۔ اے میرے ربّ! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر۔ یقیناً تُو بہت دعا سننے والا ہے۔

اہل وقار ہوویں فخر دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

معزز سامعین! مجھے آج آپ دوستوں کے سامنے تربیتِ اولاد پر بات کرنی ہے۔ والدین کے لئے اولاد کی تربیت نہایت اہم فریضہ ہے۔ اس لئے مرد اور عورت جب ہم صحبت ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق یہ دعا پڑھا کریں اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا یعنی اے خدا! ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد ہمیں دے اُسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ اِسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ یہ دعا کرنے سے جو بچہ پیدا ہو گا اُس میں شیطان کا دخل نہیں ہو گا۔ جب بچہ پیدا ہو جائے اُس وقت اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔ اذان دینے اور اقامت کہنے کے حکم سے ماں باپ کو سمجھانا مقصود ہے کہ بچہ کی تربیت کا وقت ابھی سے شروع ہو گیا ہے۔ پھر بچہ کی صفائی کا خیال رکھنا چاہیے۔ پیشاب پاخانہ فوراً صاف کرنا چاہیے۔ جب بچہ کی ظاہری صفائی کا خیال نہیں رکھا جائے گا تو باطنی صفائی کسی طرح ہو گی کیونکہ صفائی نصف ایمان ہے۔

انسانی فطرت میں جہاں بہت سے جذبات قدرت کی طرف سے ودیعت کیے گئے ہیں وہاں اولاد کی محبت کا جذبہ قریباً تمام جذبات سے زیادہ نمایاں اور زیادہ شدّت سے اس میں مرکوز کیا گیا ہے۔ انسان اپنے بچوں کی خاطر دن کی دھوپ، رات کی بے خوابی، سب کچھ برداشت کرلیتا ہے مگر یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ اُن پر ذرا بھی رنج آئے۔ سب سے بڑی وجہ بچوں کے خراب ہونے کی یہ ہوتی ہے کہ ماں باپ بوجہ قدرتی محبت اور فطری پیار کے جب تک بچہ نادانی کے عالم اور بے سمجھی کے زمانہ میں ہوتا ہے، اُس کی تربیت اور اخلاق کی درستی کی جانب توجہ نہیں کرتے اور نادانی کی حالت اور بے سمجھی کا زمانہ کہہ کر اسے معذور قرار دیتے ہیں لیکن جب یہی بُری عادات راسخ ہو جاتی ہیں اور بُرائیوں کی جڑ مضبوطی سے بچے کے دل میں جگہ پکڑ لیتی ہے اور بچہ نادانی سے نکل کر سمجھ کے میدان میں قدم رکھتا ہے تو اُس وقت والدین ان عادات کو دور کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اُس وقت ان عادتوں کا دور کرنا ماں باپ کے اختیار کی بات نہیں رہتا کیونکہ جب بچہ سمجھ دار ہو جائے تو وہ اپنی سمجھ سے کام لے کر ہی چھوڑنا چاہے تو چھوڑ سکتا ہے۔ اُس وقت ماں باپ کے فعل کا کوئی عمل دخل نہیں رہتا۔

سامعین! وقت کے ساتھ ساتھ جب بچے بڑے ہو رہے ہوتے ہیں تو اُن کی تربیت کے لئے بچوں کو اچھائی اور بُرائی کے بارے میں بتانا چاہیے۔ مثلاً سچ بولنا، بڑوں کا ادب کرنا، والدین کی عزت و احترام، مجالس کے آداب، کھانا کھانے کا سلیقہ اور کوشش کریں کہ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھائیں اور عملاً کھانے کے آداب سکھائیں۔ کھانا کھانے سے پہلے اونچی آواز میں بِسْمِ اللہِ عَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ پڑھیں اور کھانا کھانے کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَاجَعَلْنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ بلند آواز سے کہیں تاکہ بچوں کو معلوم ہو کہ یہ رزق ہمیں اللہ کی طرف سے ملا ہے اس لیے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں اور جب ہم اپنے گھر آئیں تو اونچی آواز میں السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ و برکاتہ کہیں جو کہ اپنی فیملی کے لئے سلامتی کی دعا ہے۔ یہی طریق ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ہمیں اس سُنّت نبوی پر عمل کرنا چاہیے۔

پیارے بھائیو! بچوں کو بچپن سے ہی نماز پڑھنے اور صبح فجر کی نماز کے بعد قرآن کریم کی تلاوت کرنے کا عادی بنائیں۔ سب سے پہلے خود اِس پر عمل کریں اور پھر پیار اور شفقت کے ساتھ بچوں کو نماز پڑھنے کا

کہیں اور جب والد گھر پر ہو تو نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کریں۔ جب بچے بڑے ہو جائیں تو مسجد یا نماز سنٹر میں لے کر جائیں۔ مسجد اور نماز ادا کرنے کے آداب سکھائیں۔ اگر بچے نماز نہیں پڑھتے تو سختی سے پیش نہ آئیں بلکہ پیار اور محبت سے نماز ادا کرنے کے فوائد بتائیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور اگر ہم اللہ تعالیٰ کی بات مانیں گے تو اللہ میاں ہم سے خوش ہو گا اور ہم نماز میں جو دعا مانگیں گے اللہ میاں قبول فرمائیں گے۔

بچوں کی تربیت کے لئے ضروری ہے کہ ہم اُنہیں ایم ٹی اے سے جوڑ دیں۔ انہیں بچوں کے پروگرام دکھائیں۔ خاص طور پر حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا بچوں کے سوال و جواب کے پروگرام جس میں بچوں کو اپنے بہت سارے سوالوں کے جواب مل جائیں گے جو یورپین ممالک میں خاص طور پر بچوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ اپنے پیارے آقا کی زبانی اُن کے جوابات سنیں گے تو ضرور مطمئن ہوں گے۔ اسی طرح حضور اقدس کا خطبہ جمعہ اپنے بچوں کے ساتھ بیٹھ کر باقاعدگی کے ساتھ دیکھیں۔ یقیناً اس طرح بچوں کا خلیفۂ وقت کے ساتھ مضبوط تعلق پیدا ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

بچوں کی تربیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ والدین نظامِ جماعت کے ساتھ وابستہ ہوں اور بچوں کو بھی نظامِ جماعت کے ساتھ وابستہ کریں۔ زمانۂ طالب علمی میں ہی بچوں کو نظامِ وصیت میں شامل کریں۔ اس طرح بچوں کو بچپن سے ہی شرائطِ بیعت پر عمل کرنے کی عادت پڑ جائے گی اور مالی قربانی کرنے کا بھی جذبہ پیدا ہو گا۔ بعض لوگوں کو یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنی فیملی میں بیٹھ کر عہدیداروں کے خلاف باتیں کرتے ہیں جس کا سب سے بڑا نقصان اُن کے اپنے بچوں کا ہو رہا ہوتا ہے۔

تربیتِ اولاد کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ والدین کا اپنی اولاد کے ساتھ مضبوط تعلق ہو۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو ہمارے بچے ہم پر اعتماد کرتے ہوئے ہم سے ہر بات شیئر کریں گے اور بچوں کا اپنے والدین سے دوستانہ تعلق ہو گا نیز اس ماحول میں بچے اپنے والدین کی ہر بات مانتے ہیں اور اس طرح والدین کا اپنے بچوں کی تربیت کرنا بھی آسان ہو گا۔ بچوں کا زیادہ وقت اپنے والدین کے پاس گزرتا ہے اور یہی وقت ہوتا ہے جب بچہ اپنے والدین کی ہر نقل و حرکت کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور محسوس کر رہا ہوتا ہے۔ اگر میاں بیوی کا آپس میں تعلق محبت اور پیار والا ہو گا اور ایک دوسرے سے عزت و احترام سے پیش آتے ہوں گے تو اس

کا بہت اچھا اثر اولاد پر ہو گا۔ بچے سب سے پہلے اپنے والدین سے سیکھتے ہیں یہی اِن کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ آگے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی یا مسلمان بناتے ہیں۔

(بخاری)

حضرت مصلح موعودؓ اِس حدیث کی وضاحت میں فرماتے ہیں۔

"اس طرح یہ بھی سچ ہے کہ ماں باپ ہی اسے مسلمان یا ہندو بناتے ہیں۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ جب بچہ بالغ ہو جاتا ہے تو ماں باپ اسے گرجا میں لے جا کر عیسائی بناتے ہیں بلکہ یہ ہے کہ بچہ ماں باپ کے اعمال کی نقل کر کے اور ان کی باتیں سن کر وہی بنتا ہے جو اس کے ماں باپ ہوتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ بچہ میں نقل کی عادت ہوتی ہے۔ اگر ماں باپ اسے اچھی باتیں نہ سکھائیں گے تو وہ دوسروں کے افعال کی نقل کرے گا۔ بعض لوگ کہتے ہیں بچوں کو آزاد چھوڑ دینا چاہئے خود بڑے ہو کر احمدی ہو جائیں گے۔ مَیں کہتا ہوں اگر بچہ کے کان میں کسی اور کی آواز نہیں پڑتی تب ہو سکتا ہے کہ جب وہ بڑا ہو کر احمدیت کے متعلق سنے تو احمدی ہو جائے لیکن جب اَور آوازیں اُس کے کان میں اب بھی پڑ رہی ہیں اور بچہ ساتھ کے ساتھ سیکھ رہا ہے تو وہ وہی بنے گا جو دیکھے گا اور سنے گا۔ اگر فرشتے اسے اپنی بات سنائیں گے تو شیطان اس کا ساتھی بن جائے گا۔ اگر نیک باتیں اس کے کان میں نہ پڑیں گے تو بد پڑیں گی اور بد ہو جائے گا۔

پس اگر آپ لوگ گناہ کا سلسلہ روکنا چاہتے ہیں تو جس طرح سگریشن کیمپ ہوتا ہے، اِس طرح بناؤ اور آئندہ اولاد سے گناہ کی بیماری دور کر دو تا کہ آئندہ نسلیں محفوظ رہیں۔"

(منہاج الطالبین صفحہ 57)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"قرآن مجید نے جو لَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَکُمْ یعنی اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، کے الفاظ فرمائے ہیں اِن میں بھی اِسی حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ اگر تم اپنے بچوں کی عمدہ تربیت اور اچھی تعلیم کا خیال نہیں رکھو گے تو گویا اِنہیں قتل کرنے والے ٹھہرو گے۔"

(چالیس جواہر پارے صفحہ نمبر 65)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”یہ یاد رکھیں اور کبھی نہ بھولیں کہ اگر کامیاب نصیحت کرنی ہے تو آپ کو ہمیشہ اپنی بیوی اپنے بچوں کے قریب رہنا ہو گا روحانی طور پر اپنے دلی تعلقات کے لحاظ سے کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے آپ اور اُن کے درمیان کوئی خلیج حائل ہو جائے۔ حوصلہ کریں، وسعتِ قلبی کا ثبوت دیں، ان کی کمزوریوں کو دیکھیں تو اپنی کمزوریاں بھی تو یاد کیا کریں۔ آپ بھی کب پہلے دن سے ہمیشہ کے لئے نمازی بن گئے تھے۔ کئی مراحل میں سے آپ گزرے ہیں۔ کئی کمزوریاں ہیں جو آپ کی ذات میں موجود ہیں جن کے ساتھ آپ زندہ رہ رہے ہیں۔ جن کے ساتھ آپ نے ایک قسم کی صلح کر رکھی ہے۔ آخر وہ بھی تو انسان ہیں اُن کے اندر بھی کمزوریاں ہیں۔ ان کے اندر بھی ایسے جذبات ہیں جو بچپن کی عمر میں بعض دفعہ غیر اللہ کی طرف زیادہ مائل ہو جایا کرتے ہیں اور ان کی تادیب کی ضرورت ہے۔ ان کو رفتہ رفتہ تربیت دے کر ایک خاص نہج پر چلانے کی ضرورت ہے۔ اس لئے یہ شوخیاں اور تیزیاں اور تحقیر کی باتیں کام نہیں دیں گی۔ حوصلہ کرنا ہو گا مگر حوصلے کا یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ مَیں نے دو طرح کے لوگ دیکھے ہیں بعض اپنی اولاد سے اس قسم کا حوصلے کا سلوک کرتے ہیں کہ وہ جو مرضی کرتی رہے ان کو پرواہ کوئی نہیں۔ یہ حوصلہ نہیں ہے یہ تو بے حسی ہے یہ تو موت ہے۔ حوصلہ یہ ہے کہ دکھ محسوس کریں اور دکھ کے ساتھ رہیں اور اس دکھ کو برداشت کر کے پھر اخلاق کا ثبوت دیں۔ اگر آپ ان کمزوریوں کو دیکھیں اور آپ کی روح بے چین نہ ہو جائے تو خدا کی قسم! آپ حوصلے والے نہیں آپ مردہ ہو چکے ہیں۔ تکلیف کی آزمائش کے وقت حوصلہ دکھانا اور اُن محرکات کے وقت غصے کو قابو میں رکھنا جبکہ انسان لازماً طیش کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس کو حوصلہ کہتے ہیں اور تربیت کے لئے اس حوصلے کی ضرورت ہے۔“

(مشعلِ راہ جلد سوم صفحہ 388، 389)

تربیتِ اولاد کے لئے سب سے ضروری امر اُن کے حق میں دعا ہے۔ والدین کو ہمیشہ اپنی اولاد کی تعلیم و تربیت کے لئے دعا کرنی چاہیے۔ ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ نے بھی کئی دفعہ ارشاد فرمایا ہے کہ اپنی اولادوں کے لئے یہ دعا کرنی چاہیے کہ

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا (الفرقان: 75)

یعنی اے ہمارے رب! ہمیں اپنے جیون ساتھیوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنادے۔

پس والدین کو چاہیے اپنے بچوں کے لئے خود بھی دعا کریں اور پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں بھی باقاعدگی کے ساتھ دعائیہ خطوط لکھا کریں اور بچوں سے بھی لکھوایا کریں۔ اس طرح بچوں کا بھی اپنے مقدس و پیارے روحانی آقا کے ساتھ مضبوط تعلق پیدا ہو گا۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہماری اولادوں کو نیک صالح و خادم دین بنائے اور علم و معرفت میں بھی ترقی دے اور ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھتے۔ آمین

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے حلقۂ احباب اور دوستوں کو اولاد کے حق میں دعا کرنے کی نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

" اپنی حالت کی پاک تبدیلی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ اپنی اولاد اور بیوی کے واسطے بھی دعا کرتے رہنا چاہئے کیونکہ اکثر فتنے اولاد کی وجہ سے انسان پر پڑ جاتے ہیں۔ اگر اولاد کی خواہش کرے تو اِس نیت سے کرے... کہ کوئی ایسا بچہ پیدا ہو جائے جو اعلاءِ کلمۃُ الاسلام کا ذریعہ ہو جب ایسی پاک خواہش ہو تو اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ زکریا کی طرح اولاد دے دے"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 579)

آپ علیہ السلام اولاد کی پرورش کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

" اُن کی پرورش محض رحم کے لحاظ سے کرے نہ کہ جانشین بنانے کے واسطے بلکہ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا کا لحاظ ہو کہ یہ اولاد دین کی خادم ہو۔ لیکن کتنے ہیں جو اولاد کے واسطے یہ دعا کرتے ہیں کہ اولاد دین کی پہلوان ہو۔ بہت ہی تھوڑے ہوں گے جو ایسا کرتے ہوں۔ اکثر تو ایسے ہیں کہ وہ بالکل بے خبر ہیں کہ وہ کیوں اولاد کے لئے کوششیں کرتے ہیں اور اکثر ہیں جو محض جانشین بنانے کے واسطے اَور کوئی غرض ہوتی ہی نہیں، صرف یہ خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شریک یا غیر اُن کی جائداد کا مالک نہ بن جاوے۔ مگر یاد رکھو کہ اس طرح پر دین بالکل برباد ہو جاتا ہے۔

غرض اولاد کے واسطے صرف یہ خواہش ہو کہ وہ دین کی خادم ہو۔ اسی طرح بیوی کرے تا کہ اس سے کثرت سے اولاد پیدا ہو اور وہ اولاد دین کی سچی خدمت گزار ہو اور نیز جذباتِ نفس سے محفوظ رہے۔ اس

کے سوا جس قدر خیالات ہیں وہ خراب ہیں۔ رحم اور تقویٰ مد نظر ہو تو بعض باتیں جائز ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں اگر مال بھی چھوڑتا ہے اور جائداد بھی اولاد کے واسطے چھوڑتا ہے تو ثواب ملتا ہے۔ لیکن اگر صرف جانشین بنانے کا خیال ہے اور اس نیت سے سب ہمّ و غم رکھتا ہے تو پھر گناہ ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 599-600)

سامعین! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ تربیت اولاد کے بارہ فرماتے ہیں:

" ہر مرد عورت کی جب شادی ہوتی ہے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے اولاد ہو۔ اگر شادی کو کچھ عرصہ گزر جائے اور اولاد نہ ہو تو بڑی پریشانی کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے۔ مجھے بھی احمدیوں کے کئی خط روزانہ آتے ہیں جن میں اس پریشانی کا اظہار ہوتا ہے، دعا کے لئے کہتے ہیں۔ لیکن ایک احمدی کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اولاد کی خواہش ہمیشہ اس دعا کے ساتھ کرنی چاہئے کہ نیک صالح اولاد ہو جو دین کی خدمت کرنے والی ہو اور اعمال صالحہ بجالانے والی ہو۔ اس کے لئے سب سے ضروری بات والدین کے لئے یہ ہے کہ وہ خود بھی اولاد کے لئے دعا کریں اور اپنی حالت پر بھی غور کریں۔ بعض ایسے ہیں جب دعا کے لئے کہیں اور ان سے سوال کرو کہ کیا نمازوں کی طرف تمہاری توجہ ہوئی ہے، دعائیں کرتے ہو؟ تو پتہ چلتا ہے کہ جس طرح توجہ ہونی چاہئے اس طرح نہیں ہے۔ مَیں اس طرف بھی کئی دفعہ توجہ دلا چکا ہوں کہ اولاد کی خواہش سے پہلے اور اگر اولاد ہے تو اس کی تربیت کے لئے اپنی حالت پر بھی غور کرنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ جب اولاد سے نوازے یا جو اولاد موجود ہے وہ نیکیوں پر قدم مارنے والی ہو اور قرۃ العین ہو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک دعا حضرت زکریاؑ کے حوالے سے ہمیں سکھائی ہے کہ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ (آل عمران:39) کہ اے میرے رب! مجھے اپنی جناب سے پاکیزہ ذریّت عطا کر یقیناً تو بہت دعا سننے والا ہے۔ ایسی پاک نسل عطا کر جو تیری رضا کی راہوں پر چلنے والی ہو اور جب انسان یہ دعا کر رہا ہو تو خود اپنی حالت پہ بھی غور کر رہا ہوتا ہے کہ کیا مَیں ان سارے حکموں پر عمل کر رہا ہوں جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دیئے ہیں؟

پھر ایک جگہ حضرت ابراہیمؑ کی اس دعا کا ذکر ہے، فرمایا رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (الصّٰفّٰت:101) اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے وارث عطا کر، مجھے نیک صالح اولاد عطا فرما۔ پس جو والدین اولاد کے خواہش مند ہوں انہیں نیک اولاد کی خواہش کرنی چاہئے اور پھر اولاد کی تربیت بھی اس کے مطابق ہو اور جیسا کہ میں نے کہا اولاد کی تربیت کے لئے سب سے پہلے اپنے نمونے قائم کرنے چاہئیں۔ واقفین نو بچوں کے جو والدین ہیں انہیں خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے جس انعام سے نوازا تھا اس نے تو قربانی کا بھی اعلیٰ معیار قائم کر دیا۔ پس جو والدین اپنے بچوں کو وقف نو میں شامل کرتے ہیں انہیں خصوصاً اور دوسروں کو بھی، عام طور پر ہر احمدی کو دعا کرتے رہنا چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول کرتے ہوئے انہیں ایسی اولاد سے نوازے جو حقیقت میں دین کی خادم بننے والی ہو، جو حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہوں کو تلاش کرنے والی ہو اور صالحین میں شمار ہو۔"

(خطبہ جمعہ 13 اکتوبر 2006ء)

(بتعاون: عبد المجید زاہد صاحب۔ آسٹریلیا)

۞۞۞۞

﴿28﴾ ﴿مشاہدات۔931﴾

آج کا نوجوان بطور ایک اُمید کے

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (التحریم:7)

کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔

نونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع مرا پیغام نہ ہو
جب گزر جائیں گے ہم تم پہ پڑے گا سب بار
سُستیاں ترک کرو طالبِ آرام نہ ہو

سامعین کرام! میری تقریر کا عنوان ہے۔ آج کا نوجوان بطور ایک اُمید کے۔

ہر دور میں قوموں کی اُمیدیں اپنے نوجوانوں سے وابستہ رہی ہیں۔ یہ وہ طبقہ ہے جو کسی بھی ملّت کی روح، اُسکا حال اور اُس کا مستقبل ہوتا ہے۔ نوجوانی کا زمانہ جوش، ولولے، جذبے اور جستجو کا دور ہوتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب انسان میں خواب دیکھنے کا حوصلہ بھی ہوتا ہے اور انہیں پورا کرنے کا جنون بھی۔ مگر آج، اسی نوجوان نسل کو دیکھ کر سوالات جنم لیتے ہیں۔ کیا یہ نوجوان واقعی ہماری اُمید ہیں؟۔ یا وہ بے سمتی کے ایک ایسے راستے پر چل پڑے ہیں جہاں منزل صرف المیہ ہے؟ چونکہ احمدی نوجوان ہمیشہ جماعت، قوم اور ملّت کے لئے بطور اُمید کے رہا ہے اِس لئے ہم اِسی مثبت پہلو کو ہی زیر بحث لائیں گے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

سات افراد ایسے ہیں جنہیں اللہ اپنے سایہ میں رکھے گا جس دن کوئی سایہ نہ ہو گا۔ عادل عُمّال اور وہ نوجوان جس نے اطاعت الٰہی میں پرورش پائی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے:

”سات طرح کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سایہ میں اُس دن جگہ دے گا جس دن اس کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہو گا: 1: امام عادل، 2: وہ جوان جس کی نشو و نما ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں ہوئی، 3: وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں اَٹکا ہوا ہے، 4: وہ دو شخص جو آپس میں اللہ کے لیے محبت رکھتے ہیں، اُسی محبت پر ملتے اور اُسی پر جدا ہوتے ہیں، 5: وہ شخص جس کو کسی جاہ و جمال والی عورت نے بلایا اور اُس نے کہہ دیا کہ مَیں تو اللہ سے ڈرتا ہوں، 6: وہ شخص جس نے اس طرح چھپا کر صدقہ دیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چل سکا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، 7: وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا اور اس کی آنکھیں بہنے لگ گئیں۔“

(صحیح بخاری کتاب الحدود)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نوجوان صحابہؓ کو ایسے صیقل کیا کہ وہ سونے کی ڈلی بن گئے۔ پھر انہوں نے اسلام اور سیدنا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جان کی قربانیاں بھی دیں اور ان نوجوان صحابہ کے خون نے اسلام کی کھیتی کو سینچا اور اس چمن کی آبیاری کی۔

سامعین! حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس سے ہمیں زندگی کا نصب العین ملا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ سے اگر ہم اُن کی جوانی کے ایام کا جائزہ لیں، تو اُن میں نسلِ نو کے لیے بہترین زندگی گزارنے کے گُر پوشیدہ ہیں، جن پر عمل کر کے نوجوان اپنے معاملاتِ زندگی دُرست کر سکتے ہیں اور معاملات کی یہ دُرستی صرف اعمالِ صالح کے لیے نہیں، بلکہ معاشرے میں موجودہ بگاڑ کے سُدھار میں بھی کارگر ثابت ہو سکتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

”اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں، نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتبِ تربیت کو مدنظر رکھتے ہیں۔ میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ بہت سے والدین

ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے ہیں ابتداء میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں۔ تو ان کو تنبیہہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دِن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 562)

سامعین! خلافتِ احمدیہ نے نوجوانوں کی تربیت، اصلاح اور رہنمائی کو ہمیشہ خاص اہمیت دی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ قوم ترقی کرے تو نوجوانوں کو قرآن سکھاؤ۔ قرآن میں طاقت ہے، روشنی ہے برکت ہے۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ بانیٔ تنظیم خدام الاحمدیہ نے فرمایا۔

"ایک مقصد مجلس کے قیام سے یہ ہے کہ جو تعلیم ہمارے دلوں میں دفن ہے اسے ہوا نہ لگ جائے بلکہ وہ اسی طرح نسلاً بعد نسلٍ دلوں میں دفن ہوتی چلی جائے۔ آج ہمارے دلوں میں دفن ہے تو کل وہ ہماری اولادوں کے دلوں میں دفن ہو اور پرسوں ان کی اولادوں کے دلوں میں یہاں تک کہ یہ تعلیم ہم سے وابستہ ہو جائے ہمارے دلوں کے ساتھ چمٹ جائے اور ایسی صورت اختیار کرے جو دنیا کے لئے مفید اور بابرکت ہو۔"

(الفضل 17/ فروری 1939ء)

پھر آپؓ فرماتے ہیں۔

"وہی قوم زندہ سمجھی جاسکتی ہے جس کی آنیوالی پود زیادہ عزم والی ہوتی ہے۔ جس کی آنے والی پود زیادہ قربانی کرنیوالی ہوتی ہے۔ جس کی پود نظم پر قائم ہوتی ہے اور روحانیت کو حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔"

(الفضل 30/ اکتوبر 1950ء)

قوموں کی تقدیر نوجوانوں کے ہاتھ میں ہے۔ اگر ہم اپنی نسلِ نو کو صحیح خطوط پر تربیت دیں تو دنیا کی کوئی طاقت ہمیں پیچھے نہیں ڈال سکتی۔ قومیں اپنے ملک کے رقبے، اپنی اونچی اونچی عمارتوں، اپنے دریاؤں، پہاڑوں، اپنی دنیاوی ترقی کے باعث باقی نہیں رہتی بلکہ اپنی آنے والی نسلوں کی عمدہ تربیت سے ترقی کرتی

ہے اور دنیا میں باقی رہتی ہے یعنی کسی قوم کے نوجوان اچھے ہوں، تعلیم یافتہ ہوں اُن کی تربیت اچھی ہو تو وہ خود اپنے ملک کی ترقی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں لیکن اگر آج کا نوجوان ہی بے حس ہو، بے دین ہو، اخلاقی طور پر مردہ ہو تو وہ قوم کیا ترقی کرے گی اور کیا اُس کا مستقبل ہو گا۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الثانیؓ نے خدام الاحمدیہ کی بنیاد بھی اسی فکر کے تحت رکھی تا کہ نوجوانوں کو دینی، علمی، جسمانی اور روحانی اعتبار سے مضبوط کیا جائے۔

آپؓ فرماتے ہیں:

”مَیں نے متواتر جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نئی نسلیں جب تک اس دین اور ان اصول کی حامل نہ ہوں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کے نبی اور مامور دنیا میں قائم کرتے ہیں۔ اس وقت تک اس سلسلہ کا ترقی کی طرف کبھی بھی صحیح معنوں میں قدم نہیں اٹھ سکتا۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل 1938ء مطبوعہ اخبار الفضل 10 اپریل 1938ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ فرماتے ہیں۔

”مَیں آج اپنے عزیز بچوں اور بھائیوں کو اس بنیادی حقیقت کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ تم اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت پیدا کرو اور ان بنیادوں پر ہی خدام الاحمدیہ کے سارے کاموں کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے۔ اگر بنیاد نہ ہو تو پھر آپ ہوائی قلعے تو بنا سکتے ہیں لیکن وہ مضبوط قلعے نہیں بنا سکتے جن کے متعلق بعض دفعہ خدا تعالیٰ یہ اظہار کرتا ہے کہ میرا محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان قلعوں میں پناہ گزین ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اس قلعہ میں پناہ گزین ہو سکتے ہیں صرف وہ قلعہ آپکے دین کی حفاظت کر سکتا ہے صرف وہ قلعہ دشمن کے حملوں سے آپ کے لائے ہوئے اسلام کو بچا سکتا ہے... جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر اور اللہ کے خوف اور خشیت کی بنیادوں کے اوپر کھڑا کیا جائے۔ جو قلعہ ہوا میں بنایا جائے اس کے نتیجہ میں خیالی پلاؤ پکائے بھی جا سکتے ہیں اور شاید کھائے بھی جا سکیں۔ لیکن خیالی پلاؤ نے نہ آپ کو فائدہ دینا ہے اور نہ دنیا کو فائدہ پہنچانا ہے۔ ان بنیادوں کو مضبوط کرنا ہمارے لئے ضروری ہے... کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص چھوٹوں پر شفقت

نہیں کرتا اور رحم کی نگاہ سے انہیں نہیں دیکھتا اور ان کی صحیح رنگ میں تربیت نہیں کرتا وہ میری فوج کا سپاہی نہیں ہے۔"

(روزنامہ الفضل ربوہ 20/ اکتوبر 1969ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں۔

"پس اے احمدی نوجوانو! اٹھو کہ تم سے آج دنیا کی تقدیر وابستہ ہے تم نے حیات بخش نغمے گانے ہیں۔ تم نے خدا کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت کر کے زندہ کرنا ہے۔ جاؤ اور پھیل جاؤ دنیا میں، جاؤ فتح و نصرت تمہارے قدم چومے گی، کیونکہ خدا کی یہ تقدیر ہے جو بہر حال پوری ہو گی۔ دنیا میں کوئی نہیں جو اس تقدیر کو بدل سکے۔"

(بحوالہ الفضل جلسہ سالانہ نمبر 1983ء صفحہ 15)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایم ٹی اے کے ذریعہ سے نوجوانوں کو عالمی سطح پر جوڑا اور تعلیم و تبلیغ کے نئے دَر وا کیے۔

علامہ اقبال نے نوجوان کو مخاطب ہو کر کہا۔

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
تیرے سامنے آسماں اور بھی ہیں

آج کا نوجوان ٹیکنالوجی سے لیس ہے۔ اُسے روحانی اور علمی طور پر بھی لیس ہونا چاہیئے۔ وہ علم رکھتا ہو اور گول کرنا بھی جانتا ہو۔

سامعین! آج کے نوجوان کی زندگی سہولیات سے تو بھر گئی ہے، مگر سکون سے خالی ہے۔ اس کے ہاتھ میں اسمارٹ فون ہے، مگر دل میں روحانیت کا خلا معلوم ہوتا ہے۔ اس کی انگلیاں دنیا سے جُڑی ہوئی ہیں، مگر روح اپنے رب سے کٹی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ سوشل میڈیا نے جہاں دنیا کو قریب کر دیا، وہیں نوجوانوں کو مصنوعی دوستیوں، جھوٹی تصویروں اور فریب زدہ خوابوں میں الجھا دیا۔ آج کا نوجوان گھنٹوں اسکرین پر مصروف رہتا ہے، مگر اپنے اندر کی آواز سننے سے محروم ہے۔ دینی تعلیم اور اخلاقی اقدار سے دوری نے

نوجوان کو صرف ڈگریوں کا پجاری بنا دیا ہے، جب کہ کردار کی بنیادیں کمزور ہوتی جا رہی ہیں۔ ذہنی دباؤ، بے چینی، احساسِ کمتری اور مایوسی نوجوانوں کی آنکھوں میں خوابوں کی جگہ آنسو لے آئی ہے۔

سامعین! قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر ممکن نہیں کی روشنی میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خدام الاحمدیہ کو ذاتی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ

”احمدیت کی تعلیم پر عمل پیرا ہوں۔ معاشرے کے برے اثرات سے بچیں اور اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلق پیدا کریں۔ تعلیمی میدان میں مقام پیدا کریں، اچھا سائنس دان، ڈاکٹر، انجینئر اور ماہر زراعت احمدی نوجوانوں سے ملنا چاہئے۔ سخت محنت کی عادت ڈالیں، سستیاں ترک کر دیں، جہاں بھی کام کریں اس روح سے کام کریں تو کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ نظام جماعت سے وفادار رہیں، اپنے عہد کے مطابق جان و مال اور وقت کی قربانی کے لئے تیار رہیں۔“

(بحوالہ مشعل راہ جلد پنجم حصہ اول صفحہ 161)

سامعین! 2021ء کو ہمارے پیارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مجلس خدام الاحمدیہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع سے خطاب میں خدام کو اُن کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا اور دنیا بھر میں نوجوانوں کی قربانیوں، اسلام، احمدیت اور خلافت سے محبت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہر احمدی، جماعت کا ایک قیمتی وجود ہے اور پھر فرمایا خدام و اطفال بہت انمول ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نوجوانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ہم احمدیوں کو ہمیشہ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ زمانہ بہت خطرناک زمانہ ہے۔ شیطان ہر طرف سے پُرزور حملے کر رہا ہے۔ اگر مسلمانوں اور خاص طور پر احمدی مسلمانوں، مَردوں اور عورتوں، نوجوانوں سب نے مذہبی اقدار کو قائم رکھنے کی کوشش نہ کی تو پھر ہمارے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے۔ ہم دوسروں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں ہوں گے کہ ہم نے حق کو سمجھا، حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں سمجھایا اور ہم نے پھر بھی عمل نہ کیا۔ پس اگر ہم نے اپنے آپ کو ختم ہونے سے بچانا ہے تو پھر ہر اسلامی تعلیم کے ساتھ پُراعتماد ہو کر دنیا میں رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ ترقی یافتہ ملکوں کی یہ ترقی ہماری ترقی اور زندگی کی ضمانت ہے اور اس کے ساتھ چلنے میں ہی ہماری بقا ہے۔ ان ترقی یافتہ قوموں کی ترقی اپنی انتہا کو پہنچ چکی

ہے اور اب جو ان کی اخلاقی حالت ہے اخلاق باختہ حرکتیں ہیں۔ یہ چیزیں انہیں زوال کی طرف لے جا رہی ہیں اور اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کو یہ آوازیں دے رہے ہیں اور اپنی تباہی کو بلا رہے ہیں۔ پس ایسے میں انسانی ہمدردی کے تحت ہم نے ہی ان کو صحیح راستہ دکھا کر بچانے کی کوشش کرنی ہے بجائے اس کے کہ ان کے رنگ میں رنگین ہو جائیں۔ اگر ان لوگوں کی اصلاح نہ ہوئی جو ان کے تکبر اور دین سے دُوری کی وجہ سے بظاہر بہت مشکل نظر آتی ہے تو پھر آئندہ دنیا کی ترقی میں وہ قومیں اپنا کردار ادا کریں گی جو اخلاقی اور مذہبی قدروں کو قائم رکھنے والی ہوں گی۔

پس جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی کہا کہ ہمیں خاص طور پر نوجوانوں کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا سے متأثر ہو کر اس کے پیچھے چلنے کی بجائے دنیا کو اپنے پیچھے چلانے کی ضرورت ہے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13؍ جنوری 2017)

اگر ہم نے اپنے نوجوان کو محبت، مقصد، روحانیت اور کردار کی بنیادوں پر کھڑا کر دیا تو یہی نسل دنیا کی تقدیر بدل دے گی۔ ورنہ سوشل میڈیا، فیشن اور بے مقصد زندگی اُسے خاموشی سے نگل جائے گی۔ لہٰذا اب وقتگیا ہے کہ ہم نوجوانوں کو صرف تنقید کی نگاہ سے نہ دیکھیں بلکہ اُن کے لیے کوئی راہ انہیں دکھائیں، اُن پر اعتماد کریں، اُن کے سوال سنیں اور اُن کی روح کی پیاس بجھائیں، تبھی ہم فخر سے کہہ سکیں گے کہ ہاں! آج کا نوجوان ہماری امید ہے، المیہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذاتی اور اجتماعی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے، ہم اپنے عہدِ بیعت کو نبھانے والے ہوں، خلافت کے سچے فدائی بنیں اور جماعت کا روشن مستقبل بنیں۔ آمین

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلہ میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو
اپنی اس عمر کو اک نعمتِ عظمیٰ سمجھو
بعد میں تا کہ تمہیں شکوۂ ایام نہ ہو

(بتعاون: عمیر احمد باجوہ)

۞۞۞۞

﴿29﴾ ﴿مشاہدات۔951﴾

نَونہالانِ جماعت

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (البقرہ:129)

کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرنبردار بنا اور ہماری اولاد میں سے اپنے لئے ایک فرمانبردار گروہ بنا اور ہمیں ہماری عبادت کے طریقے بتا اور فضل کے ساتھ ہم پر توجہ فرما یقیناً تُو ہی فضل کے ساتھ توجّہ فرمانے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

پیارے بچو! مجھے آج اپنے ایسے بھائیوں سے مخاطب ہونا ہے جن کو بانیٔ تنظیم مجلس اطفال الاحمدیہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک منظوم کلام میں نَونہالانِ جماعت کہہ کر پکارا ہے۔ اِسی کو مَیں نے آج تقریر کا عنوان لگایا ہے۔ آپؓ اپنے منظوم کلام کا آغاز کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نَونہالانِ جماعت مجھے کچھ کہنا ہے
پر ہے یہ شرط کہ ضائع میرا پیغام نہ ہو
چاہتا ہوں کہ کروں چند نصائح تم کو
تا کہ پھر بعد میں مجھ پر کوئی الزام نہ ہو

پیارے بچو! مَیں آج اس مضمون کو مختلف angles سے آپ کے سامنے رکھ سکتا ہوں لیکن میرے پاس وقت بہت محدود ہے۔ اس لئے مَیں اس پیاری ناصحانہ نظم میں بیان نصائح اور ہدایات کے ارد گرد ہی رہوں گا۔ یہ نظم 32 اشعار پر مشتمل ہے۔ اِن اشعار کی تفصیل میں جانے سے قبل ”نَونہالان“ کے معنی

جاننے ضروری ہے۔ اِس کے معنی اِیسی نئی چیز جو ابھی ابھی یا کچھ عرصہ قبل وجود میں آئی ہو۔ ڈکشنری میں اِس لفظ کے تحت لکھا ہے کہ نیا پودا، نَومولود، نوخیز، ننھی مُنّی پَری، جوانی کے ابتدائی مراحل، جن کو آج کے دَور میں kids اور ٹین ایجرز بولتے ہیں۔ یہ اکثر بیٹوں یعنی نرینہ اولاد کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ لیکن بیٹیوں کے لئے استعمال ہو جاتا ہے۔ نِہال کے معنی خوشی اور سربلندی کے ہیں اور نَونِہال کے معنی ہوں گے ایسا بیٹا یا بچہ جو اپنے اچھے اعمال اور خوبیوں کی وجہ سے والدین اور بڑوں کو خوی پہنچائے، اُن کا سر فخر سے بلند کرے۔

پیارے بچو! اس نظم میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے گو اُن بچوں کو مخاطب کیا ہے جو نَونِہالان کی اوپر بیان کی گئی تعریف کے زُمرے میں آتے ہیں۔ لیکن اِس نظم کا مخاطب جماعت احمدیہ کا ہر فرد بھی ہے اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ خلیفہ وقت تو جماعت کے لئے باپ کی حیثیت رکھتے ہیں اور ہم سب اُس کی روحانی اولاد اور بیٹے بیٹیوں کے زُمرے میں آتے ہیں۔ حضورؓ نے اس نظم میں بالخصوص نَونِہالان یعنی نوجوانوں کو مخاطب فرمایا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے کہ نوجوان، قوموں کی زندگی میں بڑا مقام رکھتے ہیں۔ قوم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہی کے اخلاق اور اعمالِ حسنہ پر قومیں، جماعتیں کھڑی ہوتی ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا ہے نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر قوموں کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس مضمون کو مزید آسان معنوں میں سمجھنے کے لئے حضرت مصلح موعودؓ ہی کی بیان فرمودہ ایک مثال کو بیان کرنا ہو گا۔ مجلس اطفال الاحمدیہ کے قیام کے وقت حضورؓ نے فرمایا تھا کہ مَیں آج جماعت کی عمارت کی چوتھی دیوار کو بھی مکمل کر رہا ہوں۔ حضورؓ نے جو چار دیواریں گنوائیں اُن میں لجنہ اماء اللہ، مجلس انصار اللہ، مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ تھی۔ لجنہ اماء اللہ کے دو حصّے لجنہ اور ناصرات ہونے کے باوجود اِن کو ایک دیوار متصوّر کیا ہے جبکہ مجلس خدام الاحمدیہ کے دو حصّوں یعنی خدام اور اطفال کو الگ الگ دیوار تصوّر کیا ہے جس سے نَونِہالانِ جماعت کی اہمیت اَور زیادہ اُجاگر ہوتی ہے۔ جماعت کی چھت کا بوجھ زیادہ تر انہی دو دیواروں پر آنا ہے۔ اِس لئے حضرت مصلح موعودؓ نے اِن کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ مَیں بہت دردِ دل سے چند نصائح کرنے لگا ہوں۔ یہ میری طرف سے آپ کے نام ایک پیغام ہے اِسے ہرگز ضائع نہ کرنا۔ ہماری زندگیوں کے بعد جماعت کا سارا بوجھ آپ کے ہی کاندھوں پر آنے والا ہے اور ساری جماعت کا

بار آپ نے اُٹھانا ہے۔ اِس لئے اپنی سستیاں ترک کرو اور آرام کے طالب نہ ہو۔ محنت سے کام لو۔ نَونہال کے جو معنی اوپر سُن آئے ہیں۔ اُن میں نئے پودے یا نئی شاخ کے بھی ہیں جو اپنے آپ کو ہر طرف مولڈ (mold) کر لیتی ہے یعنی جُھک جاتی ہے۔ اس لئے آپ بچوں نے بھی اپنے آپ کو خلافت کی طرف مولڈ رکھنا ہے اور سرسبز شاخ کی طرح جب اُس پر پھل لگیں تو آپ نے اخلاقِ حسنہ، اخلاقِ فاضلہ کے پھلوں سے لدّ کر جھکے رہنا ہے۔

پیارے بچو! ہر انسان بالخصوص گھر کے بزرگ دنیا سے رخصت ہوتے اپنی اولاد کو کوئی نہ کوئی نصیحت کر جاتے ہیں۔ جن کو اولاد حرزِ جان بنائے رکھتی ہے۔ ہم بچوں کو بھی اپنے پیارے حضورؒ کی اِس نصیحت کو آخری پیغام سمجھ کر اپنے پَلوں کے ساتھ باندھ لینا چاہئے۔ حضورؒ آگے چل کر فرماتے ہیں۔

خدمتِ دین کو اِک فضلِ الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالبِ انعام نہ ہو

یہ کوئی تشریح طلب یا وضاحت طلب شعر نہیں ہے۔ بس خدمتِ دین کر کے انعام کے لئے اللہ پر معاملہ چھوڑو کسی کی طرف سے احسان کی تمنّٰی نہ رکھو۔ اِس کے بعد حضورؒ ہم بچوں کو ایسی بڑی بُرائیوں اور بدیوں سے بچنے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں جو اخلاق سوز ہیں۔ اُن میں نخوَت، کبّر، غضب و غصّہ اور گالی گلوچ شامل ہے۔ حضورؒ ہمیں توجہ دلا رہے ہیں کہ اِن بدیوں کی بجائے اپنے اللہ کی طرف جھکے رہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوں۔ اسلام کی حقیقی تعلیم ہماری روح رواں رہے فقط نام کے ہی مسلمان نہ ہوں۔

عزیز بچو! حضورؒ فرماتے ہیں:

خیر اندیشی، احباب رہے مدّ نظر
عیب چینی نہ کرو، مفسد و نمّام نہ ہو
چھوڑ دو حرص، کرو زہد و قناعت پیدا
زر نہ محبوب بنے سیم دل آرام نہ ہو

حضورؓ بچوں کو توجہ دلا رہے ہیں کہ آئندہ زمانے میں لوگوں کا رجحان روپے اور زر کی طرف ہو گا لیکن تم نے زہد و قناعت پیدا کرنی ہے اور حضورؓ نے بعض مزید بیماریوں جیسے عیب چینی، نکتہ چینی، فساد، غیبت اور حرص کو ترک کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ نیز اگلے دو اشعار میں نماز، روزہ نیز احکامِ قرآن کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور زکوٰۃ، صدقہ اور چندوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مسکینوں، غریبوں کے حقوق کی ادائیگی کا کہا ہے۔

پھر فرمایا:

عادتِ ذکر بھی ڈالو کہ یہ ممکن ہی نہیں
دل میں ہو عشقِ صنم، لب میں مگر نام نہ ہو

کہ نماز جس کی طرف حضورؓ اوپر توجہ دلا آئے ہیں۔ اُس کے ساتھ ذکرِ الٰہی، تسبیحات و تحمید بھی ضروری ہے جو دلوں کو روشن کر دیتی ہے۔ اگر دل میں خدا کے علاوہ بُتوں سے محبت ہو تو لب میں خدا خدا نہیں ہوتا۔ اِس سے اگلے شعر میں پھر مستقبل میں پیدا ہونے والے ایک شر سے بچنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور فرمایا ہے کہ دین اور مذہب کو ہی اپنا نجات کا ذریعہ بناؤ۔ اس کے کسی حکم پر کوئی عقلی دلیل حائل ہو تو اس کو دین پر حاوی نہ کرنا کیونکہ عقل تو اندھی ہے اگر الہام کے نور سے منوّر نہ ہو۔ اس شعر کو بھی یاد رکھنا چاہئے۔ فرمایا:

عقل کو دین پر حاکم نہ بناؤ ہرگز
یہ تو خود اندھی ہے گر نیّر الہام نہ ہو

بچو! پھر فرمایا۔ دنیا سے اگر کوئی صداقت کی آواز آئے تو ضرور غور کرو اور قبول کرو مگر یورپ کے فلاسفر اور سائنس دانوں کی ہر آواز کو سچا سمجھ کر ماننے کے پیچھے نہ پڑو۔ محبّانِ محمدؐ سے پیار کرو اور اِن کے دشمنوں سے تمہارا کوئی کام نہ ہو۔

پیارے بچو! مَیں نے اس نظم پر بہت غور کیا ہے۔ حضورؒ نے نہایت حکمت کے ساتھ ایسی بدیوں اور بُرائیوں اور غلط فہمیوں کی طرف توجہ دلا کر اِن سے دُور رہنے کی طرف توجہ دلائی ہے جو آئندہ زمانے میں دینِ اسلام کا یا تو حصّہ بننے والی تھیں یا اِس کے قریب آکر حملہ آور ہونے والی تھیں۔ اِس حوالہ سے آنے والے فتنوں سے دُور رہ کر امن پسندی کا ثبوت دو اور اپنی عمر کو خدائے تعالیٰ کی نعمتِ سمجھو، وقت ضائع نہ کرو۔ ایسا نہ ہو کہ قیمتی وقت ضائع ہونے کے بعد گزرے ہوئے وقت پر شکوہ کرتے پھرو۔ ہر چیز میں حُسن اچھا نہیں ہوتا۔ بعض اوقات ایک حقیر سا دانہ بھی بہت قیمتی ہوتا ہے۔ کہتے ہیں All glitters is not Gold کہ ہر چمکدار چیز گولڈ یعنی سونا نہیں ہوتی، اس لئے کسی کو حقیر نہ جانو تم ضرور بڑے انسان ہو مگر اسلام کو نہ چھوڑنا۔ فرمایا۔

تُم مدبّر ہو کہ جرنیل ہو یا عالِم ہو
ہم نہ خوش ہوں گے کبھی تُم میں گر اسلام نہ ہو

پیارے بچو! کیا پیاری نصیحت فرمائی۔

سیلف رسپیکٹ کا بھی خیال رکھو تم بے شک
یہ نہ ہو پر کہ کسی شخص کا اکرام نہ ہو
عسر ہو یسر ہو تنگی ہو کہ آسائش ہو
کچھ بھی ہو بند مگر دعوتِ اسلام نہ ہو

کہ اپنی عزت اور وقار کا ضرور خیال رکھو اور دوسروں سے بھی رکھوانے کی کوشش کرو۔ مگر ایسا کرنے میں اپنے کسی ساتھی کی عزّت مجروح نہ ہو۔ ہر حالت میں دعوتِ اسلام کا کام ترک نہیں کرنا۔ پھر کیا خوب فرمایا جسے نثر میں یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

اگر دنیا فتح بھی کرلی تو کیا فائدہ اگر اپنے نفسِ وحشی کو اللہ کی خاطر رام نہ کرلیا ہو۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہادر وہ نہیں جو کُشتی میں کسی کو پچھاڑے مگر بہادر وہ ہے جو غصّہ پر قابو کرے اور اپنے

نیک اعمال سے خدا کے قریب جا کر کسی وقت احسان جتا دینے سے ترقی کرتے کرتے نیچے نہ آ گرنا کہ کی ہوئی محنت ضائع ہو جائے۔ حضورؓ نے فرمایا۔ بعض اوقات اچھے مال میں کوئی بُری چیز اُسے خراب کر دیتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ تمہاری کسی خراب حرکت کی وجہ سے پوری جماعت پر حرف آئے۔ دیکھنا! جو مَیں نے نصائح کی ہیں۔ ان پر عمل کرنا بہت مشکل ہے مگر میرے وفا کے ستونوں! سستی نہ کرنا۔ بلکہ آگے بڑھتے چلے جانا اور حشر کے روز ہمارے لئے تُم رسوائی کا باعث نہ بننا۔ ہم تو اِس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ اِس کے بعد دنیا اور جماعت کی باگ ڈور آپ کے ہاتھوں آنے والی ہے۔ اُس دَور میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو۔ آخر پر حضورؓ نے ہم بچوں کو دعائیہ کلمات سے نوازا ہے، اللہ اِن تمام دعاؤں کو تا ابد ہمارے حق میں قبول فرماتا رہے۔ ہمیں یہ پوری نظم زندگی کے ہر موڑ پر سامنے رکھنی چاہئے اور یاد بھی کر لینی چاہئے۔ نیز جب یہ نظم ہمارے جَلسوں اور اجلاسات و میٹنگز میں پڑھی جائے تو غور سے سُن کر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اِن قیمتی اور پیاری نصائح پر عمل کرنے کی توفیق دیتا رہے۔ آخر پر حضورؓ فرماتے ہیں:

کام مشکل ہے بہت منزل مقصود ہے دور
اے میرے اہل وفا! سست کبھی گام نہ ہو
گامزن ہو گے وہ صدق و صفا پر گر تم
کوئی مشکل نہ رہے گی جو سر انجام نہ ہو
حشر کے روز نہ کرنا ہمیں رسوا و خراب
پیار و آموختۂ درسِ وفا خام نہ ہو
ہم تو جس طرح بنے کام کئے جاتے ہیں
آپ کے وقت میں یہ سلسلہ بدنام نہ ہو
میری تو حق میں تمہارے یہ دعا ہے پیارو!
سر پہ اللہ کا سایہ رہے ناکام نہ ہو

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿30﴾ ﴿مشاہدات۔977﴾

اسپورٹس مَین سپِرٹ

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يَأْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيعاً إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ (البقرہ:149)

کہ ہر ایک کے لئے ایک مطمحِ نظر ہے جس کی طرف وہ منہ پھیرتا ہے پس نیکیوں میں ایک دوسرے پر سبقت لے جاؤ۔ تُم جہاں کہیں بھی ہو گے اللہ تمہیں اکٹھا کر کے لے آئے گا۔

تُم نے دنیا بھی جو کی فتح تو کچھ بھی نہ کیا
نفسِ وحشی و جفا کیش اگر رام نہ ہو
مَنّ و احسان سے اعمال کو کرنا نہ خراب
رشتۂ وصل کہیں قطع سرِ بام نہ ہو

میرے پیارے بھائیو! آج مَیں اپنے بھائیوں سے ایک ایسے ٹاپک پر گفتگو کرنے جا رہا ہوں جس پر بہت کم لکھا اور بولا گیا ہے۔ تاہم ”اپنے اندر اسپورٹس مَین سپرٹ پیدا کرو“ کا فقرہ بہت دفعہ سُنا جاتا ہے۔ گو Sports man spirit کے بول یا الفاظ عمومی طور پر ایک کھلاڑی یا ایتھلیٹ کے لئے بولے جاتے ہیں لیکن اِس کے مفہوم پر اگر غور کریں تو ایک انسان خواہ وہ کھلاڑی ہو یا نہ ہو اُس پر یہ معانی لاگو ہوتے ہیں اور ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اِس کے معنوں کو اپنے اوپر لاگو کرے۔ ہم احمدی مسلمان بچے وہ قوم ہیں جن پر ہر جہت سے اسپورٹس مَین سپرٹ کے معنی لاگو ہوتے ہیں۔ کیونکہ جن امور کو ایک کھلاڑی کھیل کے میدان میں مدّ نظر رکھتا ہے وہی امور دین کے میدان میں دینی کاموں میں مدّ نظر رہنے چاہئیں۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کسی بچے نے غالباً حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ذکر کیا کہ کرکٹ کا میچ ہو رہا ہے آپ بھی جا کے دیکھیں گے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ جو میچ میں کھیل رہا ہوں وہ ساری عمر جاری رہنے والا ہے اور تم لوگ کھیل کے شام کو واپس آجاؤ گے۔ تو یہ کرکٹ ہے جس کی آپؑ نے رہنمائی فرمادی۔ فرمایا ٹھیک ہے تم کرکٹ تو کھیلو۔ وہ اچھی کھیل ہے لیکن جو اصل مقصد ہے وہ تمہیں نہیں بھولنا چاہئے۔ تو یہی ہمیشہ ہمارے لئے رہنما اصول ہونا چاہئے۔

لہٰذا کرکٹ مادی چیز بھی ہے اور روحانی بھی۔ ہر دو کے اصول و ضوابط اور قواعد ایک جیسے ہوں گے۔ ہم چونکہ بچے ہیں اور کھیل کود کرتے ہیں۔ کوئی فٹ بال کھیلتا ہے تو کوئی ہاکی میں رغبت رکھتا ہے۔ کوئی کرکٹ کو پسند کرتا ہے تو کوئی باڑی، میر وڈبہ، سنوکر وغیرہ کی جانب راغب ہے۔ ہم میں سے ہر بچے کو کھیل کے میدان میں اُترنے سے قبل باتمیز، مہذّب، معتدل مزاج، بااخلاق اور بُردبار ہونا ضروری ہے۔ میدان میں موجود تمام کھلاڑی خواہ اُن کا تعلق میدان میں اُترنے والی کسی ٹیم سے ہو یا گراؤنڈ سے باہر بیٹھا کسی کی طرفداری کر رہا ہو اُن سب کو اسپورٹس مَین سپرٹ کا حامِل ہونا ضروری ہے۔

پیارے بچو! اسپورٹس مَین سپرٹ جس کو اردو میں ایک کھلاڑی کا جذبۂ کھیل یا کھلاڑی میں کھیل کی روح کا نام دیا جا جا سکتا ہے۔ ایک کھلاڑی کو جن اوصاف سے متّصِف ہونا چاہئے اُن میں خود پر قابو پانا، صبر واستقامت، ٹیم ورک، ریفری کے فیصلے کو انشراحِ صدر سے قبول کرنا، نتائج کو خوشی سے قبول کرنا، فتح کی صورت میں آپے سے باہر نہ ہونا اور تحمّل بُردباری دکھلانا، شکست کی صورت میں مایوس نہ ہونا، وقار کے ساتھ شکست کو قبول کرنا اور آئندہ نئی ہمّت اور تازہ جذبے کے ساتھ فتح کا عزم لئے میدان میں اُترنا، منصفانہ کھیل اور مسابقت کی روح شامل ہیں۔

پیارے ساتھیو! اسپورٹس مَین شِپ کی اہمیت پر جو نوٹس گوگل پر ملتے ہیں اُن میں دیانت داری، دوسرے کو عزت دینا، انسانیت، وقار، دوسروں کو حوصلہ دینا۔ Buck up کرنا، کیریکٹر کی تعمیر اور دوسروں کے لئے رول ماڈل بننا شامل ہے۔

آج دنیا میں ہر طرف جو افراتفری کا عالَم ہے اور تہذیب کو پارہ پارہ کیا جا رہا ہے۔ کوئی اپنے مقابل پر کسی کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ اِس میں کھیل کا میدان بھی باہر نہیں رہا۔ ریفری حضرات کو بھی دیانت داری،

سچائی اور اخلاقی پہلوؤں کو مدّ نظر رکھنا چاہئے اور کھلاڑیوں کو اُن تمام امور کا اپنے سامنے رکھنا چاہئے جن کا مَیں اوپر ذکر کر آیا ہوں۔ اسلام کی تاریخ کا مطالعہ کریں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے خلفاء اور آپؐ کے صحابہؓ نے بھی تیر اندازی کے میدان میں سپورٹ مَین سپرٹ کو مدّ نظر رکھا۔

بچو! آپ نے سُنا ہو گا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ کے درمیان دوڑ کا مقابلہ ہوا اور حضرت عائشہؓ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت لے گئیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی خوشدلی اور بشاشتِ قلبی سے اپنی شکست کو قبول کیا اور مسابقت کی روح کو سامنے رکھ کر دوبارہ مقابلہ کیا اور جیت کر اُس شکست کا بدلہ چکایا۔ سید اسماعیل صاحب شہید نے مسلسل کئی ماہ تک تیراکی سیکھ کر تیر کر دریائے اٹک کو صرف اِس لئے عبور کیا کہ ایک مسلمان بھی سِکھ کے مقابل پر تیر کر دریا قبول کرنے والا ہو۔ آج کے دَور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پانچوں خلفاء نے کسی نہ کسی رنگ میں کھیلوں میں حصّہ لیا اور اُن تمام آداب، اخلاق اور کھیل کود کے اصول اور قواعد وضوابط کو مدّ نظر رکھا۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الرابعؒ مسندِ خلافت پر متمکّن ہونے سے قبل طاہر نیشنل کبڈی ٹورنامنٹ اور طاہر نیشنل باسکٹ بال ٹورنامنٹ کروایا کرتے تھے۔ اِن کے جو قواعد وضوابط ہوا کرتے تھے وہ عین اسلامی تعلیمات کے مطابق تھے اور بڑی سختی سے اِن پر عمل درآمد کروایا جاتا تھا۔ اِسی طرح جماعتِ احمدیہ میں مجلس صحت کے تحت مختلف مقابلہ جات ہوتے ہیں اُن میں بھی اسپورٹس مَین سپرٹ کو مدّ نظر رکھا جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے امسال مؤرخہ 21/ ستمبر 2025ء کو مجلس خدام الاحمدیہ اور مجلس اطفال الاحمدیہ برطانیہ کے اجتماعات پر مشترکہ اختتامی خطاب میں اسپورٹس مَین سپرٹ کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

”ذیلی تنظیموں کے زیر اہتمام کھیلوں اور گیمز کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ممبران جسمانی طاقت اور صحت حاصل کریں کیونکہ یہ چیز انہیں اللہ کے حقوق ادا کرنے اور اپنی دینی و علمی ترقی کے فرائض پورے کرنے میں مدد دیتی ہے۔ بدقسمتی سے آج کے دَور میں بہت سے نوجوان اپنا سارا وقت آن لائن ویڈیوز دیکھنے، ٹی وی پروگرامز دیکھنے یا ویڈیو گیمز کھیلنے میں گزارتے ہیں۔ بجائے اِس کے کہ وہ صحت مند آؤٹ ڈور سرگرمیوں اور کھیلوں میں حصّہ لیں۔ اِسی لئے ہمارے اجتماعات میں کھیل اور گیمز اِس مقصد کے لئے

رکھے جاتے ہیں کہ نوجوان باہر کی فضا میں تازہ ہوا لیں، جسمانی صحت بہتر بنائیں اور اپنی فٹنس کو سنواریں۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بعض اوقات احمدیوں میں بھی ذاتی مفاد یا اَنا غلط رویّوں کو جنم دیتی ہے۔ مثال کے طور پر اِس سال مَیں نے ''مسرور کرکٹ ٹورنامنٹ'' کو منسوخ کیا تھا کیونکہ کچھ لوگوں کے دل و دماغ میں بھائی چارے کی بجائے ذاتی مفاد اور تکبّر آ گیا تھا۔ بجائے اِس کے کہ یہ ٹورنامنٹ محبّت اور اخوّت کو فروغ دیتا، اِس نے اختلافات اور کینہ پیدا کر دیا۔ جب کوئی چیز کدورت یا دشمنی کو بڑھائے تو بہتر یہی ہے کہ اِسے روک دیا جائے تا کہ مزید جھگڑوں سے بچا جا سکے۔ امید ہے کہ جو لوگ اصل مقاصد سے ہٹ گئے تھے وہ اپنی اصلاح کریں گے اور بہتری کی جانب مائل ہوں گے۔''

پیارے بچو! تسلسل میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''احمدیوں کو چاہئے کہ جب بھی وہ کوئی کھیل کھیلیں تو حقیقی اسپورٹس مَین سپرٹ کا مظاہرہ کریں۔ اعلیٰ اخلاق، برداشت اور دوسروں کے احترام کا ایسا معیار قائم ہونا چاہئے جو احمدی نوجوانوں کو دوسروں سے ممتاز کرے۔ اگر ہم بلند اخلاقی معیار نہ دکھا سکیں تو احمدی ہونے کا کیا فائدہ؟ اِسی لئے مَیں پھر کہتا ہوں کہ ہمارے کھیلوں کے پروگرام اِس مقصد کے لئے ہوتے ہیں کہ خدام اور اطفال کی ذہنی نشوونما ہو تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق، انسانیت کے حقوق اور جماعت کی خدمت بہترین انداز میں کر سکیں''

پیارے بچو! ہم بچوں میں سے بعض مجلس اطفال الاحمدیہ اور بعض مجلس خدام الاحمدیہ کی مجالسِ عاملہ کے ممبرز ہوں گے اور بعض ہماری بہنیں ناصرات الاحمدیہ میں خدمات بجالا رہی ہوں گی۔ اُن تمام کو دینی خدمات بجالاتے ہوئے دوسروں سے نرمی، پیار، اخوّت اور صبر و برداشت سے کام لینا ہے۔ کبھی طیش میں نہیں آنا، غصّہ نہیں کرنا، کسی سے جھگڑنا یا اُلجھنا نہیں۔ اِسی طرح دوسروں کو تبلیغ کرتے سخت سے سخت سوال پر بھی تحمّل اور برداشت سے کام لے کر اعلیٰ روایات قائم کرنی ہیں۔ ہم اِسے دینی میدان میں اسپورٹس مَین سپرٹ کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعلیٰ اخلاق و عادات پر کام کرنے کی توفیق دے۔ آمین

۞۞۞۞

﴿31﴾ ﴿مشاہدات۔154﴾

اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْجُنُوْنِ (الحدیث)

جوانی جنون کا حصہ ہے

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو
وہی اُس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں راہ اُس کی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو
یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (النساء:123)

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ہم ضرور انہیں ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ وہ ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے۔ اور (اپنے) قول میں اللہ سے زیادہ سچا اور کون ہے۔

انسان کی زندگی کو بالعموم تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ بچپن

2۔ جوانی

3۔ بڑھاپا

معزز بھائیو! آج مجھے جوانی کے حوالہ سے اسلامی تعلیمات بیان کرنی ہیں۔

جوانی، جوان ہونے، زمانہ شباب یا بلوغت کو کہتے ہیں اور اس کے بھی دو حصے ہیں۔ ایک نوجوان یعنی نو عمر، نوخیز یعنی ابھی جوانی کا آغاز ہوا ہو اور دوسرا معیار جوان ہے۔ جب انسان لڑکپن دَور سے نکل چکا ہو اور سیانے پن میں داخل ہو چکا ہو۔ اس دوسرے دور میں بالعموم ایک انسان کی شادی ہو چکی ہوتی ہے۔ صاحب اولاد بھی ہوتا ہے اور دوسری طرف والدین، بہن، بھائی اور سسرالی رشتے بھی ہوتے ہیں۔ بیوی اور اولاد کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ ان بزرگ رشتوں کی قدر و منزلت کو سمجھنا اور ان کے حقوق کی ادائیگی اس جوان کا فرض ہوتا ہے۔ جماعت احمدیہ میں اس دَور کی تخصیص، مجلس خدام الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ کے نام سے کی جاتی ہے یعنی نوجوانوں کی تنظیم۔ نوجوان مردوں کے لئے خدام الاحمدیہ اور نوجوان احمدی بچیوں کے لئے لجنہ اماء اللہ اور ذیلی تنظیموں کے بانی حضرت مصلح موعودؓ نے انہی نوجوانوں کے متعلق فرمایا ہے۔ ”قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی۔“

مذہبی دنیا میں نوجوانوں (مرد و عورت) کی بہت اہمیت رہی ہے۔ جب مذاہبِ عالم کا ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء پر ابتدائی ایمان لانے والوں میں نوجوان (خواہ مرد ہوں یا عورت) کی تعداد زیادہ رہی ہے۔ انبیاء علیہم السلام کو خود نبوت کا درجہ 40 سال کے بعد ملا۔ جب وہ عالمِ شباب کا دور نہایت تقویٰ، اخلاص اور قربانیوں کے ساتھ جوان صالح اور جوان بخت رہ کر گزار چکے ہوتے ہیں۔

انسان کی زندگی لاریب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک بہت بڑی عطا اور عظیم نعمت ہے۔ جو رب العالمین کی طرف سے ہمارے پاس ایک امانت کے طور پر ہے اس کی حفاظت، دیکھ بھال اور اس کے حقوق کی ادائیگی ہر انسان پر فرض ہے۔ کیونکہ ایک نہ ایک دن یہ امانت جلد یا بدیر خالق حقیقی کو واپس کرنی ہے۔

اس امانت کی حفاظت اور اس نعمت کی دیکھ بھال کے لئے ایک انسان کے پاس بہترین وقت اس کی جوانی ہے۔ جب وہ تندرست و توانا ہوتا ہے اور اپنے جسمانی، ذہنی، اخلاقی، روحانی قویٰ کا استعمال بہترین انداز اور پوری قوت و طاقت کے ساتھ کر سکتا ہے۔ اسی لئے اسلام میں جوانی کی عمر اور عنفوان شباب کا عالم بہت اہمیت رکھتا ہے اور اسی کی بہت فضلیت بیان ہوئی ہے جب وہ اپنی بے پناہ قوت اور صلاحیت کے ساتھ تمام دینی و دنیاوی فرائض احسن طریق پر ادا کرتا ہے۔ اس لئے ہمارے نوجوان احمدی خدام اور ممبراتِ لجنہ کو

اس نعمت کی قدر کرنی چاہئے اور اپنی اس عمر کو ایسے رنگ میں گزاریں جس طرح آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی گزاری۔

معزز بھائیو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوان طبقہ کی رہنمائی اور دینی و دنیاوی فلاح و بہبود کے لئے بہت سی زریں ہدایات سے نوازا ہے۔ مثلاً آپؐ نے فرمایا ہے:

اَلشَّبَابُ شُعْبَةٌ مِّنَ الجُنُوْن

(تفسیر الدر المنثور زیر آیت 123 سورۃ النساء)

کہ عہد جوانی جنون کا ایک حصہ ہے۔

عربی زبان میں جنون کے ایک معنی جوش، ولولہ، عزم اور نئی امنگ کے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پُر حکمت ارشاد میں نوجوان بچوں اور بچیوں کو اسی لطیف نکتہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس کا ذکر ہم اوپر کر آئے ہیں۔

حضرت مولانا دوست محمد شاہد مرحوم مؤرّخ احمدیت اس حدیث کی تشریح میں اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مندرجہ بالا فرمان میں (احمدی) نوجوانوں کو اس لطیف نکتہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ جوانی کے زمانے کو جو اللہ تعالیٰ نے خاص فضل سے تمہیں عطا کیا ہے غنیمت سمجھو اور دین کی خدمت میں پورے جوش و خروش کے ساتھ سرگرم عمل رہو ورنہ جوانی کے بعد دینی خدمات کا خیال قوت عملیہ نہ ہونے کی وجہ سے خواب پریشان بن کے رہ جائے گا۔ اس حدیث میں جنون کا لفظ اس واضح حقیقت کی نشان دہی بھی کرتا ہے کہ ایک دیوانہ جب کسی رَو میں بہہ جاتا ہے تو اس کی زندگی کے دھارے کو بدلنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی حال نوجوانوں کا ہے۔ اگر ایک نوجوان ابتداء ہی سے خدمتِ دین، ذکرِ الٰہی اور اخلاقِ فاضلہ میں راسخ ہو جائے تو اس کی پوری عمر اسلامی سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ بصورت دیگر جوانی کے غلط خیالات و جذبات کا طوفان اُس کے اخلاق اور روحانیت کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے اور جب ہوش کی آنکھ کھلتی ہے تو کف افسوس مَلنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتا۔“

(ماہنامہ خالد جون 2007ء صفحہ 17)

اللہ تعالیٰ کو جوانی کے عالم میں توبہ بہت پسند ہے۔ توبہ تو زندگی کے کسی مرحلہ پر بھی کی جاسکتی ہے لیکن جوانی کی توبہ کی اسلام میں بہت اہمیت ہے بلکہ فضلیت کے اعتبار سے جوانی کی توبہ افضل ترین ہے کیونکہ بڑھاپے میں قویٰ مضمحل ہو چکے ہوتے ہیں۔ آرزوئیں، تمنائیں اور خواہشات دم توڑ چکی ہوتی ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ شَیْءٍ أَحَبُّ إِلَی اللّٰہِ مِنْ شَابٍّ تَائِبٍ

(ابن عدی الکامل فی ضعفاء الرجال جلد4 صفحہ 118)

کہ اللہ تعالیٰ کو جوانی کی توبہ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے۔

اسی مضمون کو سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بھی بیان فرمایا کہ إِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحِبُّ الشَّابَّ التَّائِبَ کہ اللہ تعالیٰ کو توبہ کرنے والے نوجوان سے زیادہ پسندیدہ کوئی شخص نہیں۔

(کنزل العمال کتاب التوحید حدیث نمبر 10181)

شیخ سعدی کا مشہور قول ہے

"در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری است"

کہ جوانی میں توبہ کرنا پیغمبروں کا شیوہ اور طریق رہا ہے۔

ہم اگر اپنے زمانہ پر نگاہ ڈالیں تو ہر تنظیم، تحریک، جماعت اور فوج میں نوجوانوں کا کردار ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ان سوسائٹیز، تنظیموں کا مستقبل ان نوجوانوں سے جُڑا ہوا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فوجیں یا حکومتیں سب سے پہلے اپنے مخالف طبقہ کے نوجوانوں پر حملہ کر کے انہیں ہلاک تباہ اور نیست و نابود کرتی ہیں۔ تا آئندہ کچھ سالوں تک یہ قوم اٹھنے نہ پائے۔ ابھی حال ہی میں عراق، افغانستان، فلسطین اور کشمیر کے ساتھ ایسا ہوتا ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں۔

آجکل الیکٹرانک دنیا میں یہودیوں اور عیسائیوں نے کمال ہوشیاری سے ساری دنیا میں پھیلے مسلمان نوجوان طبقہ پر سوشل میڈیا سے ایسا تباہ کن حملہ کیا ہے کہ مسلمانوں کے نوجوان طبقہ کو اس میں ایسا جکڑ ادیا ہے کہ اِن کے اخلاق اور روحانی قدریں تباہ ہو کر رہ گئی ہیں۔

اس کے بالمقابل مذہبی دنیا کا جائزہ لیں کہ اصحاب کہف زیادہ تر نوجوان تھے۔ حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے والے جوان تھے۔ اصحاب الصفہ زیادہ تر نوجوانوں پر مشتمل تھے اور جب ہم اسلام کے ابتدائی ایام کا جائزہ لیتے ہیں تو مَیں اوپر بیان کر آیا ہوں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والے صحابہ کا تعلق نوجوان طبقہ سے تھا۔ جن کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی تربیت اور تنظیم فرمائی کہ یہ مستقبل کے سپہ سالار بنے۔ ان کے ہاتھوں میں اسلام کی بھاگ دوڑ تھمائی گئی۔ حتیٰ کہ ہجرت مدینہ کے وقت بھی انہی تربیت یافتہ نوجوانوں نے بطور مربی اور استاد انصار بھائیوں کی تعلیم وتربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

معزز بھائیو! ان خدمات کا ذکر کرتے ہوئے سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”انبیاء علیہم السلام پر ابتدائے زمانہ میں ایمان لانے والے زیادہ تر نوجوان ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ بوڑھے بوڑھے اس کے سلسلہ میں شامل ہوں اور چند روز خدمت کر کے وہ وفات پا جائیں اور سلسلہ کی تعلیم کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے والے کوئی نہ رہیں۔ پس وہ بوڑھوں کی بجائے زیادہ تر نوجوانوں کو اپنے سلسلہ میں شامل کرتا ہے اور نوجوانوں کی جماعت کو ہی نبی کی تربیت میں رکھ کر درست کرتا ہے۔ تاکہ وہ نبی کی وفات کے بعد ایک لمبے عرصہ تک اس کے لائے ہوئے نور کو دنیا میں پھیلا سکیں۔ اور اس کی تعلیم کی اشاعت اور ترویج میں حصہ لے سکیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپ کے مقرب ترین صحابہ قریباً سارے ہی ایسے تھے جو عمر میں آپؐ سے چھوٹے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ آپؐ سے اڑھائی سال عمر میں چھوٹے تھے۔ حضرت عمرؓ آپؐ سے ساڑھے آٹھ سال عمر میں چھوٹے تھے اور حضرت علیؓ آپؐ سے انتیس سال عمر میں چھوٹے تھے۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی 20 سال سے لے کر 25 سال تک آپؐ سے عمر میں چھوٹے تھے۔ یہ نوجوانوں کی جماعت تھی جو آپؐ پر ایمان لائی اور اس جوانی کے ایمان کی وجہ سے بھی مسلمانوں کی جماعت کو یہ فائدہ پہنچا کہ چونکہ یہ ایک لمبے عرصہ تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت میں رہے تھے اور پھر ان کی عمریں چھوٹی تھیں اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلمکی وفات کے بعد بھی یہ لوگ ایک عرصہ دراز تک لوگوں کو فیض پہنچاتے رہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دعویٰ نبوت کے بعد 23 سال کے قریب زندہ رہے ہیں۔ اب اگر ساٹھ سال بوڑھے ہی آپؐ پر ایمان لاتے اور نوجوان طبقہ اس میں شامل نہ ہوتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ ان میں سے اکثر مکہ میں ہی وفات پا جاتے اور مدینہ کے لوگوں کے لئے نئی ٹریننگ شروع کرنی

پڑتی۔ کیونکہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچتے تو پہلی تمام جماعت ختم ہو چکی ہوتی اور آپؐ کو ضرورت محسوس ہوتی کہ ایک اور جماعت تیار کریں جو اسلام کی باتوں کو سمجھے۔ اور آپؐ کے نمونہ کو دیکھ کر وہی نمونہ دوسروں کو اختیار کرنے کی تلقین کرے۔ اگر ایسا ہوتا تو اسلام کے لئے کس قدر مشکلات ہوتیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں ہونے دیا۔ اس لئے ایسا انتظام فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ سے مدینہ تشریف لے گئے تو بجائے کسی نئی جماعت کے ٹریننگ کے وہی نوجوان جو مکہ میں آپؐ پر ایمان لائے تھے اس قابل ہو چکے تھے کہ فوجوں کی کمان اپنے ہاتھ میں لیں۔ چنانچہ 11 سال کا علی مدینہ پہنچتے وقت 24 سال کا جوان تھا اور 17 سال کا زبیر مدینہ جاتے وقت تیس سال کا جوان تھا۔ یہی حال باقی نوجوان صحابہؓ کا بھی تھا۔ کوئی ان میں سے تیس سال کا تھا کوئی چونتیس سال کا تھا اور کوئی 35 سال کا تھا۔ پس بجائے اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نئے سرے سے ایک جماعت بنانی پڑتی جب آپ مدینہ میں پہنچے اور کام وسیع ہو گیا تو آپؐ کو انہی نوجوانوں میں سے بہت سے مدرس مل گئے۔ جنہوں نے مکہ میں آپؐ سے سبق حاصل کیا تھا اور 10 سال تک مدینہ میں بھی انہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شاگردی میں رہنے کا موقع مل گیا۔

(مشعل راہ جلد اول صفحہ 199-200 ایڈیشن اول)

معزز بھائیو! آئیں! دیکھتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فدائی نوجوان صحابہ جیسا مقام پانے کے لئے امت کے دیگر نوجوان طبقہ کو کن الفاظ میں توجہ دلائی۔

آپؐ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن 7 طرح کے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا سایہ حاصل ہو گا جس دن اللہ کے سایہ کے سوا کسی اور طرح کا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ ان 7 قسم کے انسانوں میں سے دوسرے نمبر پر فرمایا کہ شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللّٰهِ (بخاری جلد اول صفحہ 191) کہ ایسا نوجوان جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری۔

پھر حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت کے روز انسان کے قدم اپنی اپنی جگہ سے یعنی حساب کی جگہ سے ہٹ نہ سکیں گے یہاں تک کہ اس سے 5 امور کے بارہ میں سوال نہ کر لیا جائے۔ ان پانچ امور میں سے دوسرے نمبر پر یہ سوال ہو گا کہ ”جوانی کی توانائی کہاں صرف کی؟“

(ترمذی باب صفة القيامه)

یہاں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کہ عمر کن کاموں میں گنوائی؟ کے بعد جوانی کے حوالہ سے سوال کیا ہے۔ کسی اور عمر والے کے متعلق سوال کی تخصیص نہیں۔ ایک عمومی طور پر عمر بارے سوال ہو گا کہ کن کاموں میں گنوائی۔ لیکن بعض محدثین نے ان پانچ امور میں سے چار کا تعلق جوان عمری سے باندھا ہے۔ جیسے

- عمر کن کاموں میں گنوائی۔ یہاں بالعموم سوال ہے جس میں ہر انسان کی نوجوانی شامل ہے۔
- مال کے متعلق سوال ہو گا کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ انسان مال کا حصول اپنی جوانی سے ہی شروع کرتا ہے۔ اور خرچ کے متعلق بھی پوچھا جائے گا۔
- جو علم حاصل کیا اس پر کہاں تک عمل کیا؟ انسان علم کے حصول کے لئے اپنی جوانی سے ہی کرتا ہے۔ اور اس پر عمل بارے بھی سوال کیا ہو گا۔

حضرت عمر بن میمونؓ سے مروی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ 5 چیزوں کو 5 چیزوں سے پہلے غنیمت جانو۔

1. جوانی کو بڑھاپے سے قبل
2. صحت کو بیماری سے قبل
3. خوشحالی کو ناداری سے قبل
4. فراغت کو مصروفیت سے قبل
5. زندگی کو موت سے پہلے (ترمذی)

معزز بھائیو! ان 5 امور میں سے نمبر 1 کا تو براہ راست جوانی سے تعلق ہے جبکہ باقی امور کا بلاواسطہ نوجوان طبقہ سے تعلق ہے۔ ابھی چند دن قبل ہم دوست ایک جگہ چائے پر اکٹھے ہوئے وہاں بڑھاپے کی بیماریوں کا ذکر چل نکلا۔ ایک دوست نے کہا کہ 60-65 سال کی عمر میں جا کر انسان مختلف بیماریوں کا مرقع (مجموعہ) بن جاتا ہے۔ جوڑوں کی درد، گھٹنے کی درد، چلنے پھرنے سے عاری۔ نزلہ زکام اور کئی بیماریاں وغیرہ وغیرہ اس وقت نماز کا بھی حق کماحقہ ادا نہیں ہوتا۔ گھٹنوں کی درد کی وجہ سے انسان کرسی پر ہونے کی وجہ سے سجدہ بھی نہیں کر پاتا۔ جو مزہ جوانی میں زمین پر ناک اور ماتھا رکھ کر اللہ کے حضور جھک کر دعا کرنے کا مزہ

تھا وہ اب حاصل نہیں۔ یہی مضمون ہے جو مندرج بالا حدیث میں بیان ہوا ہے۔ ہمارے ایک دوست کہتے تھے کہ جوانی کے عالم میں اولاد پیدا کر لو جو بڑھاپے کا ساتھ بن جاتی ہے۔

الغرض ہر مذہب، ہر سوسائٹی میں نوجوان طبقہ نے بڑا کام کیا ہے۔ یہ دَور دراصل انسانی زندگی کا سنہری دَور ہوتا ہے۔ نوجوان ہی کسی قوم کا عظیم سرمایہ ہوتے ہیں اور قوموں کے عروج وزوال کی داستان بھی اسی سرمایہ کی مرہون منت ہوتی ہے۔ جیسے اسلام کو جو ترقیات اور فتوحات نصیب ہوئیں۔ وہ درج ذیل نوجوان صحابہ کی مرہون منت تھیں۔

حضرت علیؓ (غزوہ خیبر میں اسلام کا علم بلند کیا)، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عمار بن یاسر، حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت ابن عمر، حضرت بن عباس اور حضرت ابن زبیر رضوان اللہ تعالیٰ عنہم پھر بعد کی اسلامی تاریخ میں محمد بن قاسم، طارق بن زیاد اور صلاح الدین ایوبی جیسے نوجوان مسلم سپہ سالاروں نے اپنے کارناموں سے تاریخ رقم کی اور دوسری قومیں آپ نوجوان سالاروں کے رعب ودبدبہ سے کانپتی رہی۔

علمی میدان میں مفسرین و محدثین جیسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، امام غزالی اور ابن تیمیہ نے اپنی جوان سالی میں ہی اسلامی تاریخ میں معرکے انجام دیئے۔

اور سب سے بڑھ کر ہمارے بہت ہی پیارے مربی سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام جوانی اس امر سے عبارت ہے کہ آپ نے اپنے خالق اللہ تعالیٰ کا بھی حق ادا کر دیا اور اس کی مخلوق کا بھی۔ آپؐ نے جوانی کے عالم میں بھی ایک بڑھیا کا بوجھ ہلکا کیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی جوانی میں نیکی اور دیانت داری سے ہی قائل ہو کر شادی کا پیغام بھجوایا تھا۔ آپؐ جوانی کی عمر میں کامیاب تاجر ثابت ہوئے۔ ایسا کیوں ہوا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ بچپن میں آپ کا دل نکال کر صاف کر دیا تھا اور دشمن یہ کہہ اُٹھا تھا کہ آپؐ صادق وامین ہیں۔ جوانی ہی کے عالم میں خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حجر اسود سے متعلق جھگڑا چکانے کے لئے دشمن نے آپؐ کو چنا۔ آپ کی جوانی پرہیز گاری، معصومیت، نیکی کی وجہ سے مشہور تھی۔ اپنے اور پرائے اپنے فیصلے اس نوجوان سے کروانا باعث سعادت سمجھتے تھے۔ حلف الفضول میں ہونے کی وجہ سے آپ کی نیک شہرت اور رعب ودبدبہ نے ہی ابوجہل کو کسی کی دبائی ہوئی رقم واپس کرنے

پر مجبور کر دیا تھا۔ اپنی نیکیوں اور توکل کی وجہ سے دشمن بھی کہہ اٹھا تھا کہ عَشِقَ مُحَمَّدٌ رَبَّهُ کہ محمد اپنے رب کا عاشق ہو گیا ہے۔

معزز بھائیو! آج ہمارے خدام اور ہماری بچیوں اور بہنوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیک نمونہ واسوہ کو اپنانا ہو گا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی تصویر اپنے اندر اُتارنی ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس اہم اور اچھوتے مضمون کو جلسہ سالانہ 1904ء کے موقع پر 29 دسمبر کو تقریر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”جب انسان دنیا میں آتا ہے تو کچھ زمانہ اس کا بے ہوشی میں گزر جاتا ہے۔ یہ بے ہوشی کا زمانہ وہ ہے جبکہ وہ بچہ ہوتا ہے اور اس کو دنیا اور اس کے حالات سے کوئی خبر نہیں ہوتی۔ اس کے بعد جب ہوش سنبھالتا ہے تو ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ وہ بے ہوشی تو نہیں ہوتی جو بچپن میں تھی۔ لیکن جوانی کی ایک مستی ہوتی ہے جو اس ہوش کے دنوں میں بھی بے ہوشی پیدا کر دیتی ہے اور کچھ ایسا از خود رفتہ ہو جاتا ہے کہ نفسِ امارہ غالب آجاتا ہے۔ اس کے بعد پھر تیسرا زمانہ آتا ہے۔

اکثر لوگوں میں جنون کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایسے بہت سے خاندان ہیں کہ ان میں ساٹھ یا ستر سال کے بعد انسان کے حواس میں فتور آجاتا ہے۔ غرض اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی قویٰ کی کمزوری اور طاقتوں کے ضائع ہو جانے سے انسان ہوش میں بے ہوش ہوتا ہے۔ اور ضعف و تکاہل اپنا اثر کرنے لگتا ہے۔ انسان کی عمر کی تقسیم انہیں تین زمانوں پر ہے۔“

اس کے بعد جوانی کے دور کا ذکر کرتے ہوئے اِسی تقریر میں فرماتے ہیں:

”اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی زمانہ ہے جو ان دونوں کے بیچ کا زمانہ ہے یعنی شباب کا جب انسان کوئی کام کر سکتا ہے، کیونکہ اس وقت قویٰ میں نشو نما ہوتا ہے اور طاقتیں آتی ہیں، لیکن یہی زمانہ ہے جبکہ نفس امارہ ساتھ ہوتا اہے اور وہ اس پر مختلف رنگوں میں حملے کرتا ہے اور اپنے زیر اثر رکھنا چاہتا ہے۔ یہی زمانہ ہے جو مؤاخذہ کا زمانہ ہے اور خاتمہ بالخیر کے لیے کچھ کرنے کے دن بھی یہی ہیں، لیکن ایسی آفتوں میں گھرا ہوا ہے کہ اگر بڑی سعی نہ کی جاوے تو یہی زمانہ ہے جو جہنم میں لے جائے گا اور شقی بناوے گا۔ ہاں اگر عمدگی اور ہوشیاری اور پوری احتیاط کے ساتھ اس زمانہ کو بسر کیا جاوے تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید

ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو جاوے کیونکہ ابتدائی زمانہ تو بے خبری اور غفلت کا زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا مؤاخذہ نہ کرے گا۔"

پھر آپؑ فرماتے ہیں۔

"یہ زمانہ جو شباب اور جوانی کا زمانہ ہے ایک ایسا زمانہ ہے کہ نفس امارہ نے اس کو ردّی کیا ہوا ہے لیکن اگر کوئی کار آمد ایام ہیں تو یہی ہیں۔ حضرت یوسفؑ کی زبانی قرآن شریف میں درج ہے۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ (یوسف:54) یعنی میں اپنے نفس کو بری نہیں ٹھہرا سکتا کیونکہ نفس امارہ بدی کی طرف تحریک کرتا ہے۔ اس کی اس قسم کی تحریکوں سے وہی پاک ہو سکتا ہے جس پر میرا رب رحم کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کی بدیوں اور جذبات سے بچنے کے واسطے نری کوشش ہی شرط نہیں بلکہ دعائوں کی بہت بڑی ضرورت ہے نرا زُہد ظاہری ہی (جو انسان اپنی سعی اور کوشش سے کرتا ہے) کار آمد نہیں ہوتا جبتک خدا تعالیٰ کا فضل اور رحم ساتھ نہ ہو اور اصل تو یہ ہے کہ اصل زہد اور تقویٰ تو ہے ہی وہی جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اسی طرح ملتا ہے ورنہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ بہت سے جامے بالکل سفید ہوتے ہیں اور باوجود سفید ہونے کے بھی وہ پلید ہو سکتے ہیں تو اس ظاہری تقویٰ اور طہارت کی ایسی ہی مثال ہے۔ تاہم اس حقیقی پاکیزگی اور حقیقی تقویٰ اور طہارت کے حصول کے لیے ضرورت اس امر کی ہے کہ اسی زمانہ شباب و جوانی میں انسان کوشش کرے جبکہ قویٰ میں قوت اور طاقت اور دل میں ایک اُمنگ اور جوش ہوتا ہے۔ اس زمانہ میں کوشش کرنا عقلمند کا کام ہے اور عقل اسی لیے اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 200-201 ایڈیشن 1988ء)

حضور علیہ السلام ایک موقع پر فرماتے ہیں:

"مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایام میں میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنت اہل بیت ہے۔ میرے حق میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَلْمَانٌ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ۔ سلمان یعنی الصلحان کہ اس شخص کے ہاتھ سے دو صلح ہوں گی۔ ایک اندرونی دوسری بیرونی۔ اور یہ اپنا کام رِفق سے کرے گا۔ نہ کہ

شمشیر سے اور میں جب مشرب حسین پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ مشرب حسن پر ہوں کہ جس نے جنگ نہ کی تو میں نے سمجھا کہ روزہ کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ میں نے چھ ماہ تک روزے رکھے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جا رہے ہیں۔ یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان پر جاتے تھے یا میرے قلب سے۔ لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہو سکتا تھا۔ اور اگر اس وقت میں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا۔

ہے نشاط نوجوانی تا بہ سی سال
چہل آمد فرد ریزد پرو بال

اب جب سے چالیس سال گزر گئے دیکھتا ہوں کہ وہ بات نہیں۔ ورنہ اول میں بٹالہ تک کئی بار پیدل چلا جاتا تھا اور پیدل آتا اور کوئی کسل اور ضعف مجھے نہ ہوتا اور اب تو اگر 5-6 میل بھی جاؤں تو تکلیف ہوتی ہے۔ چالیس سال کے بعد حرارت عزیزی کم ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ خون کم پیدا ہوتا ہے اور انسان کے اوپر کئی صدمات رنج و غم کے گزرتے ہیں۔ اب کئی دفعہ دیکھا ہے کہ اگر بھوک کے علاج میں زیادہ دیر ہو جائے تو طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 257 ایڈیشن 1984ء مطبوعہ لندن)

معزز بھائیو! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس اِس مضمون کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

"حضرت مصلح موعودؓ جنہوں نے ذیلی تنظیموں کا قیام فرمایا تھا... نے فرمایا تھا کہ ہماری جماعت کو نیکی، تقویٰ، عبادت گزاری، دیانت، راستی یعنی سچ اور عدل و انصاف میں ایسی ترقی کرنی چاہئے کہ نہ صرف اپنے بلکہ غیر بھی اس کا اعتراف کریں... اس غرض کو پورا کرنے کے لئے میں نے خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور لجنہ اماء اللہ کی تحریکات جاری کی ہیں اور ان سب کا مقصد یا کام یہ ہے کہ نہ صرف اپنی ذات میں نیکی قائم کریں بلکہ دوسروں میں بھی نیکی پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ اور جب تک حتمی طور پر جبر و ظلم تعدی یعنی حد سے بڑھا ہوا ظلم، بد دیانتی، جھوٹ وغیرہ کو نہ مٹا دیا جائے اور جب تک ہر امیر، غریب اور چھوٹا اور بڑا اس ذمہ داری کو محسوس نہ کرے کہ اس کا کام یہی نہیں کہ خود عدل و انصاف قائم کرے بلکہ یہ بھی ہے کہ

دوسروں سے بھی کروائے خواہ وہ افسر ہی کیوں نہ ہو۔ ہماری جماعت اپنوں اور دوسروں کے سامنے کوئی اچھا نمونہ نہیں قائم کر سکتی اگر آپ یہ باتیں نہیں کر رہے تو یہ باتیں ہیں جو حضرت مصلح موعودؓ کے ذہن میں تھیں کہ اگر جماعت نے ترقی کرنی ہے اگر اس مقصد کو پورا کرنا ہے جس کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے تو ہمیں اپنے نوجوانوں میں تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ نوجوانوں کو اپنے اندر تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ اپنے بچوں میں تبدیلی کرنی ہوگی اور بچوں کو اپنے اندر تبدیلی کرنی ہوگی۔ اپنے بوڑھوں میں تبدیلی پیدا کرنی ہوگی اور عورتوں میں تبدیلی پیدا کرنی ہوگی۔ تبھی ہم اس دعویٰ میں سچے ہو سکتے ہیں کہ ہم دنیا سے ظلم بھی ختم کریں گے اور جبر بھی ختم کریں گے۔ تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق رشتے داروں سے حسن سلوک بھی کریں گے جب اس نہج پر سوچیں گے۔ ماں باپ کے حقوق بھی ادا کریں گے اور یوں بچوں کے حقوق بھی ادا کریں گے، ماتحت کا حق بھی ادا کریں گے اور افسر کا حق بھی ادا کریں گے۔"

(خطاب بر موقع سالانہ اجتماع یوکے 19 ستمبر 2004ء بحوالہ مشعل راہ جلد پنجم حصہ دوم صفحہ 105-106)

اپنی تقریر کا اختتام ایک حدیث نبویؐ سے کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

مَنْ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً فَلَمْ يَغْلِبْ خَيْرُهُ شَرَّهُ فَلْيَتَجَهَّزْ إِلَى النَّار

(الفتح الربانی والفیض الربانی از شیخ عبد القادر جیلانی مجلس نمبر 62 فی التوحید)

یہی حدیث ایک اور جگہ ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے:

مَنْ أَتَى عَلَيْهِ أَرْبَعُونَ سَنَةً فَلَمْ يَغْلِبْ خَيْرُهُ شَرَّهُ فَلْيَتَجَهَّزْ إِلَى النَّار

کہ جو شخص چالیس برس کی عمر تک پہنچ گیا مگر اس کا خیر اس کے شر پر غالب نہ آسکا تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنانے کی تیاری کرے۔

لہٰذا ہر احمدی نوجوان پر نیکی، خلوص، تقویٰ، تعلق باللہ، احترام مخلوق کی طرف اپنے سفر میں تیزی لانے کے لئے مجاہدہ کا آغاز کرنا چاہئے تا شعبہ جنون کے تحت نئے عزم، نئے ولولہ اور نئے ارادوں کے ساتھ

اسلام واحمدیت کے جلد فتح کے لئے کام کرے۔ اور مجسم خیر بن کر شر کو اپنے راستے سے دُور کرتے ہوئے آخرت کی طرف سفر جاری رکھیں۔

سخت جاں ہیں ہم کسی کے بُغض کی پروا نہیں
دِل قوی رکھتے ہیں ہم دَردوں کی ہے ہم کو سہار
جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اَے روبہؔ زار و نزار

۞۞۞۞

﴿32﴾ ﴿مشاہدات۔911﴾

ULEZ اور انسانی زندگی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا (بنی اسرائیل:30)

اور اپنی مُٹھی (بخل کے ساتھ) بھینچتے ہوئے گردن سے نہ لگالے اور نہ ہی اُسے پُورے کا پُورا کھول دے کہ اس کے نتیجہ میں تُو ملامت زدہ (اور) حسرت زدہ ہو کر بیٹھ رہے۔

آؤ تمھیں بتائیں محبت کے راز ہم
چھیڑیں تمھاری روح کے خوابیدہ ساز ہم
میدان عشق میں ہیں رہے پیش پیش وہ
محمود بن گئے وہ، بنے جب ایاز ہم

اِس وقت دنیا جن مختلف پلوشن سے دوچار ہے۔ اُن میں ایک گاڑیوں سے نکلنے والے دھویں کی پلوشن ہے بالعموم ڈیزل کی گاڑیوں کی وجہ سے پھیلنے والی پلوشن۔ اِسے ہم ماحول کی آلودگی کا نام دے سکتے ہیں۔ جس کے روک تھام کے لئے ہر طرف سے کوششیں ہو رہی ہیں۔ گاڑیاں بنانے والی کمپنیاں دوست ماحول گاڑیاں متعارف کروا رہی ہیں جیسے الیکٹرک گاڑیاں، ہائیبریڈ گاڑیاں اور گیس سے چلنے والی گاڑیاں۔ دوسری طرف دنیا کے Civilized ممالک نے اپنے بعض علاقوں کو ایسے Zones میں تبدیل کر دیا ہے جہاں مخصوص سَن یا ماڈل سے قبل کی گاڑیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا گیا۔ بعض ممالک نے مختلف رنگوں کے اسٹکرز متعارف کروا رکھے ہیں جن کا داخلہ اِس علاقے میں ممنوع ہے یا جائز ہے۔ یہاں برطانیہ میں کچھ عرصہ سے لندن شہر اور اُس کے ارد گرد کے علاقے کو ULEZ (یُولیز) کا نام دے کر تمام ایسی گاڑیوں پر پابندی لگا دی گئی جو 2016ء کے ماڈل سے پہلے کی گاڑیاں ہیں اور رفتہ رفتہ اس ULEZ کے

دائرہ کو بڑھایا گیا۔ یُولیز مخفّف ہے Ultra low emission zone کا۔ اِس زون میں جو بھی ایسی گاڑی داخل ہو گی یا اِس زون کی کسی سڑک پر appear ہو گی وہ کیمرہ کی زد میں آتے ہی سزاوار قرار پائے گی اور اُسے جرمانہ ادا کرنا ہو گا۔ اِس کا ایک فائدہ حکومت کو ہے کہ اُس کی انکم میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دوسری طرف لوگ پلوشن فری گاڑیوں کی طرف آرہے ہیں۔ جس سے فضائی آلودگی میں کمی آرہی ہے۔ بعض مقامات پر Speed Limit کے ذریعہ اِس آلودگی کو کنٹرول کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے بعض ممالک میں مختلف ناموں سے یہ سسٹم موجود ہو۔

یہ یُولیز سسٹم یا یُولیز زون ہر انسانی زندگی اور ہر انسانی بدن میں موجود ہے۔ اِس کا دائرہ کار دنیا میں بسنے والے ہر انسان تک پھیلا ہوا ہے خواہ وہ افریقہ کی کسی ریموٹ ایریا میں ہی کیوں نہ رہتا ہو۔ یہ ایک اسلام کے عالمگیر مذہب ہونے کی دلیل بھی ہے۔

انسانی زندگی یا انسانی معاشرہ پر اس مضمون کے اطلاق کو سمجھنے کے لئے ہمیں ایک حدیث کا سہارا لینا ہو گا جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم دونوں صحیحین نے روایت کی ہے۔ دونوں کے تراجم مَیں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔ تاکہ دونوں کے معانی سُن اور پڑھ کر اصل مطالب ہمارے سامنے آئیں۔

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپؐ نے فرمایا حلال بھی ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان شبہ والی کچھ باتیں ہیں۔ اکثر لوگ انہیں نہیں جانتے۔ پس جو اِن مشتبہ باتوں سے بچا، اُس نے اپنے دین اور اپنی آبرو کو محفوظ رکھنے کے لئے پوری احتیاط سے کام لیا اور جو اِن مشتبہ امور میں جا پڑا تو وہ اس چرواہے کی مانند ہے جو اپنا ریوڑ رَکھ کے آس پاس چرا رہا ہے۔ قریب ہے کہ اِس میں ریوڑ جا پڑے۔ دیکھو! ہر بادشاہ کی ایک رَکھ ہوتی ہے۔ خیال رکھنا کہ اللہ کی رَکھ اس کی زمین میں اس کی حرام کی ہوئی باتیں ہیں۔ خبردار! جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ اگر وہ ٹھیک ہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور سنو! وہ دل ہے۔

(بخاری کتاب الایمان باب فضل استبرا لدینہ 52)

دوسری روایت بھی حضرت نعمان بن بشیرؓ سے ہی مروی ہے اور نعمانؓ اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں تک لے گئے اور کہا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حلال (بھی)

واضح ہے اور حرام (بھی) واضح ہے اوران دونوں کے درمیان مشتبہ باتیں ہیں جنہیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔ پس جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا اور جو شبہات میں پڑ گیا وہ حرام میں داخل ہو گیا۔ اُس چرواہے کی طرح جو کسی محفوظ علاقہ کے گرد (جانور) چراتا ہے بعید نہیں کہ وہ (جانور) اس (چراگاہ) کے اندر چرنے لگ جائے۔ خبردار ہر بادشاہ کا ایک ممنوعہ علاقہ ہوتا ہے اور سنو! اللہ کا ممنوعہ علاقہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں ہیں۔ سنو! جسم میں ایک لوتھڑا ہے اگر وہ صحیح ہو تو سارا جسم صحیح ہو گا۔ اگر وہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو گا اور سنو وہ دل ہے۔

(مسلم کتاب المساقاۃ باب اخذ الحلال و ترك الشبهاۃ 2982)

اِن دونوں احادیث میں دو الگ الگ مضمون اُبھر رہے ہیں جن کا میرے آج کے موضوع سے بہت گہرا تعلق ہے۔ نمبر 1۔ بادشاہ کی رَکھ یا چراہ گاہ اور نمبر 2۔ انسانی دل۔ دونوں مثالیں انسانی زندگی کے یُولَیز پر اطلاق پاتی ہیں۔ جہاں تک پہلی مثال کا تعلق ہے۔ اس کو ہم محرّمات یا مشتبہات کا نام بھی دے سکتے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ ہر بادشاہ کی، ہر سربراہِ مملکت کی، ہر پیراماؤنٹ چیف کی ایک رَکھ، چراہ گاہ یا ممنوعہ علاقہ ہوتا ہے۔ اگر کوئی اِس کے بارڈر کے قریب قریب خود کو لے جائے گا یا اپنے جانوروں کو چَراتے ہوئے اس بارڈر کے قریب لے جائے گا تو ممکن ہے کہ وہ غلطی سے بادشاہ کے ممنوعہ علاقہ میں داخل ہو جائے جو مشکلات کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے بعض اوقات کسی ملکی سرحدوں کے قریب قریب رہنے والے یا سفر کرنے والے غلطی سے ساتھ کے ملک میں داخل ہو کر مشکلات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حرام اشیاء کا بھی ایک بارڈر ہے اُس کے قریب جانے والے اُس میں داخل ہو جاتے ہیں جنہیں شبہات کا نام دیا گیا ہے۔

انسانی یُولَیز کی بھی ایک رَکھ ہے۔ حلال و حرام واضح کر دیئے گئے ہیں۔ اخلاقِ حسنہ اور اخلاقِ سیئہ کھول کر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ انسانی زندگی کی رَکھ میں حرام چیزوں کا کیا کام؟ اِسی لئے حرام جانوروں سے اتنا دُور رہنے کی تاکید ہے کہ ایسی جگہوں پر جاب کرنے کی بھی اجازت نہیں جہاں سؤر اور شراب وغیرہ کا کاروبار ہوتا ہو اور ایسی حرام چیزوں کی چربی یا جیلاٹن کی معمولی مقدار سے بنائے جانے والے بسکٹ یا کیک وغیرہ کی بھی ممانعت ہے۔ اخلاق سیئہ کو اِس یُولَیز میں داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ یہ انسانی زندگی کے ماحول کو

آلودہ کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ مَیں چند ایک مثالیں دیتا ہوں جن کو اپنی زندگیوں کا حصّہ بنانے کا جرمانہ ہر اُس انسان کو بھگتنا پڑتا ہے جو اِس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ جیسے غصّہ کو انسان اگر اپنی رَکھ میں، اپنی حدود میں آنے کی اجازت دے گا اُس کا نظام زندگی ڈسٹرب ہو گا۔ حدِّ اعتدال سے نکل جائے گا۔ جس کا نقصان یا جرمانہ صحت کی خرابی کی صورت میں اُسے بھگتنا پڑے گا۔ اِس کا بَد نتیجہ بَد اخلاق کی صورت میں بھی نکلے گا۔ لکھا ہے کہ کسی نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ کُفر کے وقت تُم بڑے غصّہ والے تھے۔ اب غصّہ کا کیا حال ہے؟ فرمایا۔ غصّہ تو اب بھی وہی ہے مگر پہلے اِس کا استعمال بے جا تھا اب ٹھکانہ پر لگ گیا ہے۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 317)

انسانی زندگی کے یُولَیز کے لئے ایک بَد خُلق جھوٹ سے اجتناب ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسے سب سے بڑا گناہ قرار دیا ہے اور فرمایا تم جھوٹ سے بچو یقیناً جھوٹ گناہوں کی طرف لے جاتا ہے اور گناہ آگ کی طرف لے جاتا ہے۔

(مسلم کتاب الصلہ والبرّ)

یُولَیز میں صرف پلوشن فری گاڑیوں کی ہی اجازت نہیں ہوتی۔ انہیں ایک مخصوص رفتار میں گاڑی کو چلانا بھی ہوتا ہے۔ یہی حدّ انسانی یُولَیز میں بھی مد نظر رکھنی ہوتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی میں میانہ روی اور متوازن زندگی کی تلقین فرمائی ہے۔ بلکہ اخراجات میں میانہ روی اور اعتدال کو نصف معیشت قرار دیا۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت بیٹھی ہوئی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا کہ یہ کون عورت ہے۔ مَیں نے عرض کی۔ یہ فلاں ہے جو اس قدر عبادت اور ذکرِ الٰہی میں مشغول رہتی ہے کہ سوتی بھی نہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم پر اسی قدر عبادت واجب ہے جتنی تم میں طاقت ہے۔ خدا کی قسم! تم تھک اور اُکتا جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ نہیں اُکتائے گا۔ اللہ تعالیٰ کو وہی عمل پسند ہے جس پر میانہ روی کے ساتھ مداومت ہو۔

(حدیقۃ الصالحین حدیث نمبر 779)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخراجات میں میانہ روی اور اعتدال نصف معیشت ہے اور لوگوں سے محبت سے پیش آنا نصف عقل ہے اور سوال کو بہتر رنگ میں پیش کرنا نصف علم ہے۔

(شعب الایمان الثانی والاربعون من شعب الایمان وھوباب الاقتصادہ فی النفقۃ وتحریم اکل المال الباطل۔6568)

الغرض انسانی یُولَیز کسی بدخُلق کو اپنے اندر آنے کی اجازت نہیں دیتا۔ اِن سے پرہیز چاہئے۔ یہی وہ بدخُلق ہیں جو انسانی معاشرہ میں پلوشن پھیلانے کا موجب ہوتے ہیں۔

اوپر ہم کیمرے کا ذکر کر آئے ہیں جو سڑکوں پر گاڑیوں کی رفتار اور ڈرائیور و سواریوں کی حرکات و سکنات نوٹ کرنے کے لئے سڑکوں کے کناروں پر نصب کئے جاتے ہیں۔ اِسی طرح انسان کی دیکھ بھال اور اُس کو اسلامی طریق پر اپنی زندگی رواں دواں رکھنے کے لئے اُس کے اندر اور باہر اللہ تعالیٰ نے دکھائی نہ دینے والے کیمرے نصب کر رکھے ہیں جن سے اپنے آپ کو بچانا ضروری ہے۔ اِسی طرح بادشاہ کے رَکھ کی بات ہوئی ہے۔ بادشاہ کی شان کے خلاف کوئی باسی غلط بات یا حرکت کرے تو درباری بلند آواز سے "حدِّ ادب" کہہ کر اُس کو حدود میں رہنے اور آداب کو مدنظر رکھنے کی طرف توجہ دلا رہا ہوتا ہے۔ بعینہٖ زندگی کے بیرونی و اندرونی یُولَیز کے لئے یہ کیمرے "حدِّ ادب" کی آوازیں بلند کر کے ہمیں قانون کے اندر رہنے کی تلقین کر رہے ہوتے ہیں۔

اوپر بیان کی گئی بنیادی حدیث میں دوسری چیز "دل" کے بارے بیان ہوئی ہے۔ لکھا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جسم کے اندر گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ ٹھیک ہے تو سارا جسم ٹھیک رہتا ہے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے وہ دل ہے۔ اِس مثال کو پوری آب و تاب کے ساتھ انسانی زندگی کے یُولَیز پر اپلائی کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح برطانیہ نے اپنے درمیانی حصہ دل اور اُس کے ارد گرد والے حصّہ کو یُولَیز قرار دیا ہے اِسی طرح انسان کے درمیانی حصّے دل کی حفاظت اور اُس کو بیرونی و اندرونی پلوشن و آلودگی سے بچا کر رکھنے کا حکم ہے۔ دل کی صفائی ستھرائی کا خدا کا مقرر کردہ نظام اپنی ذات میں انسانی زندگی کا یُولَیز ہے۔ روحانی اور دینی معنوں میں بھی اِس عضو کو پاک و صاف رکھنے کے لئے تمام اخلاق حسنہ کو اپنانے اور ہر قسم

کے اخلاقِ سیئہ سے دُور رہنے کی تلقین ملتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں وہ شخص ہرگز داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں ذرہ بھر بھی تکبّر ہے گویا تکبّر و غرور انسانی زندگی کے یُولیز میں شامل ہے جس سے بچنے کی تلقین ہے کیونکہ یہ پلوشن پھیلاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور دھوکہ دینے کے لئے قیمت نہ بڑھاؤ اور نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو نہ ہی ایک دوسرے سے بے رُخی کرو اور تم میں سے کوئی کسی کے سودے پر سودا نہ کرے اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے بے یارو مددگار چھوڑتا ہے نہ ہی اس کی تحقیر کرتا ہے۔ اور آپؐ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تین مرتبہ فرمایا تقویٰ یہاں ہے۔ آدمی کے لئے یہی شرّ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے۔ ہر مسلمان کا خون اس کا مال، اور اس کی عزّت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔

(مسلم کتاب البر والصلة باب تحریم ظلم المسلم و خذله و احتقاره۔4636)

اب مَیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک ارشاد آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جو بظاہر اِس مضمون پر اطلاق نہیں پاتا لیکن اِس ارشاد کے آخری حصّہ کو مدنظر رکھ کر تفصیلی ارشاد پیش ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”زینت اور لباس تقویٰ کے ذکر کے بعد فرمایا کہ کھاؤ اور پیؤ لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ ایک تو اس کا یہ مطلب ہے کہ کیونکہ خوراک کا بھی انسانی ذہن پر اثر پڑتا ہے طبیعت پر اثر پڑتا ہے۔ خیالات میں سوچوں پر اثر پڑتا ہے اس لئے پاکیزہ، صاف اور حلال غذا کھاؤ تاکہ کسی بھی لحاظ سے تمہارے سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو جو تمہیں تقویٰ سے دور لے جانے والا ہو۔ جن چیزوں کے کھانے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان کے کھانے سے رک جاؤ۔ جن چیزوں کے پینے سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے ان کے پینے سے رک جاؤ۔ کیونکہ ان کا کھانا اور پینا اس حکم کے تحت ناجائز ہے۔ اگر کھاؤ پیؤ گے تو اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرو گے۔

اسراف کا ایک مطلب گھن لگنا بھی ہے۔ آج کل دیکھ لیں بہت سی بیماریاں جو پیدا ہو رہی ہیں اس خوراک کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہیں۔ ٹھیک ہے اور بہت سے عوامل بھی ہیں لیکن جب علاج ہو رہا ہو تو ڈاکٹروں کی

تان دوائیوں کے علاوہ خوراک پہ بعض دفعہ آ کے ٹوٹتی ہے اور اس زمانے میں جبکہ انسان بہت زیادہ تن آسان ہو گیا ہے سستی اور آرام کی اتنی زیادہ عادت پڑ گئی ہے یہ خوراک ہی ہے جو کئی بیماریاں پیدا کرتی ہے۔ یہاں یورپ میں بھی کہتے ہیں کہ جو برگر وغیرہ زیادہ کھانے والے لوگ ہیں ان کو انتڑیوں کی بعض بیماریاں ہو جاتی ہیں۔ پھر چاکلیٹ کھانے والے بچوں کو کہتے ہیں کہ زیادہ چاکلیٹ نہ کھاؤ دانت خراب ہو جاتے ہیں، کیڑا لگ جاتا ہے اور جب انسان پہ بیماریاں آ جائیں تو پھر یکسوئی سے عبادت بھی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حکم ہے کہ مومن کو بھوک چھوڑ کر اور اعتدال سے کھانا چاہئے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نظر انداز کرتے ہوئے بعض دوسری چیزیں مثلاً شراب وغیرہ اور دوسری نشہ آور چیزیں جو استعمال کرتے ہیں ان کا بھی اسی وجہ سے مذہب سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سے بھی دور چلے جاتے ہیں۔ تو اس لئے فرمایا کہ کھانے پینے میں حدود سے تجاوز نہ کرو ورنہ ایسی قباحتیں پیدا ہوں گی، ایسی حالت پیدا ہو گی، ایسی تکلیفیں ہوں گی جو گھن کی طرح تمہاری صحت کو کھا لیں گی اور نیکیوں، عبادتوں سے محروم ہو جاؤ گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”واضح ہو کہ قرآن شریف کے رو سے انسان کی طبعی حالتوں کو اس کی اخلاقی اور روحانی حالتوں سے نہایت ہی شدید تعلقات واقع ہیں۔ یہاں تک کہ انسان کے کھانے پینے کے طریقے بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر اثر کرتے ہیں اور اگر ان طبعی حالتوں سے شریعت کی ہدایتوں کے موافق کام لیا جائے تو جیسا کہ نمک کی کان میں پڑ کر ہر ایک چیز نمک ہی ہو جاتی ہے۔ ایسا ہی یہ تمام حالتیں اخلاقی ہی ہو جاتی ہیں اور روحانیت پر نہایت گہرا اثر کرتی ہیں۔ اسی واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کی اغراض اور خشوع خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے طبعی افعال گو بظاہر جسمانی ہیں مگر ہماری روحانی حالتوں پر ضرور ان کا اثر ہے۔ جسمانی سجدہ بھی روح میں خشوع اور عاجزی کی حالت پیدا کرتا ہے۔ اس کے مقابل پر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جب ہم گردن کو اونچی کھینچ کر اور چھاتی کو اُبھار کر چلیں تو یہ وضع رفتار ہم میں

ایک قسم کا تکبر اور خود بینی پیدا کرتی ہے۔ تو ان نمونوں سے پورے انکشاف کے ساتھ کھل جاتا ہے کہ بے شک جسمانی اوضاع کا روحانی حالتوں پر اثر ہے۔

ایسا ہی تجربہ ہم پر ظاہر کرتا ہے کہ طرح طرح کی غذاؤں کا بھی دماغی اور دلی قوتوں پر ضرور اثر ہے۔ مثلاً ذرا غور سے دیکھنا چاہئے کہ جو لوگ کبھی گوشت نہیں کھاتے، رفتہ رفتہ ان کی شجاعت کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ نہایت دل کے کمزور ہو جاتے ہیں اور ایک خداداد اور قابل تعریف قوت کو کھو بیٹھتے ہیں۔ اس کی شہادت خدا کے قانون قدرت سے اس طرح پر بھی ملتی ہے کہ چارپایوں میں سے جس قدر گھاس خور جانور ہیں کوئی بھی ان میں سے وہ شجاعت نہیں رکھتا جو ایک گوشت خور جانور رکھتا ہے۔ پرندوں میں بھی یہی بات مشاہدہ ہوتی ہے۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ اخلاق پر غذاؤں کا اثر ہے۔ ہاں جو لوگ دن رات گوشت خوری پر زور دیتے ہیں اور نباتاتی غذاؤں سے بہت ہی کم حصہ رکھتے ہیں وہ بھی حلم اور انکسار کے خُلق میں کم ہو جاتے ہیں۔ اور میانہ روش کو اختیار کرنے والے دونوں خُلق کے وارث ہوتے ہیں۔ اسی حکمت کے لحاظ سے خدائے تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے {كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا} (الاعراف:32) یعنی گوشت بھی کھاؤ اور دوسری چیزیں بھی کھاؤ مگر کسی چیز کی حد سے زیادہ کثرت نہ کرو تا اس کا اخلاقی حالت پر بد اثر نہ پڑے اور تا یہ کثرت مضر صحت بھی نہ ہو اور جیسا کہ جسمانی افعال اور اعمال کا روح پر اثر پڑتا ہے ایسا ہی کبھی روح کا اثر بھی جسم پر جا پڑتا ہے۔ جس شخص کو کوئی غم پہنچے آخر وہ چشم پُر آب ہو جاتا ہے اور جس کو خوشی ہو آخر وہ تبسم کرتا ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن صفحہ 319-321)

تو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ خوراک کا اخلاق پر بھی اثر پڑتا ہے اور جب اخلاق پر بد اثر پڑے گا تو ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے حکموں کی پیروی بھی متاثر ہو گی اور نتیجتاً عبادتوں پر بھی اثر پڑے گا اور پھر فرمایا کہ جسمانی وضع قطع کا اخلاق پر اثر پڑتا ہے۔ جو حالتیں انسان اپنی بناتا ہے تو جب انسان کی وضع قطع ایسی ہو جس سے تکبر جھلکتا ہو، تکبر کا اظہار ہوتا ہو جیسا کہ فرمایا کہ گردن اکڑا کے چلنے والا انسان تو پھر اپنی زینت اس تکبر کو ہی سمجھے گا، اس گردن اکڑانے کو ہی سمجھے گا، خشیت اور عاجزی اس میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور جب یہ چیزیں پیدا نہیں ہوں گی تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بھی توجہ

نہیں ہو گی۔ اگر دنیا کے دکھاوے کے لئے مسجد میں نمازوں کے لئے کبھی آ بھی جائے تو وہ دنیا کمانے کے لئے ہو گا نہ کہ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی وجہ سے۔ پس یہ جو لوگ بعض دفعہ اعتراض کرتے ہیں کہ مسجد کی زینت کا، تقویٰ کا کھانے پینے سے کیا تعلق ہے اس میں یہ واضح ہو گیا کہ کھانا پینا بھی اخلاق پہ اثر ڈالتا ہے اور اخلاق عبادتوں پہ اثر ڈالتے ہیں۔ ان لوگوں کی کم فہمی ہے اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں بڑی حکمتیں ہیں۔ اسراف کا مطلب فضول خرچی کرنا بھی ہے، کسی کام سے غافل ہونا بھی ہے، کام کو بھلا دینا بھی ہے۔ تو کھانے پینے سے مراد صرف کھانا پینا ہی نہیں بلکہ دنیا کی تمام آسائشوں، سہولتوں کا استعمال، اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کا استعمال ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ جو نعمتیں مَیں نے تمہیں مہیا کی ہیں ان کا استعمال کرو، جو چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں، پاک ہیں، طیب ہیں، ان کو استعمال کرو۔ کھاؤ، جو نعمتیں تمہاری سہولت کے لئے اور تمہاری خدمت کے لئے تمہیں عطا کی ہیں ان کا استعمال کرو۔ لیکن ان کی بھی کچھ حدود ہیں۔ اتنا تجاوز نہ کر جاؤ اور اس حد تک نہ چلے جاؤ کہ ہر وقت انہیں چیزوں کی تلاش میں رہو اور عبادتوں سے غافل ہو جاؤ۔ ایک اچھی سواری، اچھی کار، اچھا گھر اور باقی سہولتیں تمہارے آرام و آسائش کے لئے ہیں اور یہ چیزیں تمہاری زینت میں بھی اضافہ کرتی ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 11/ نومبر 2005ء)

۞۞۞۞

﴿33﴾ ﴿مشاہدات۔590﴾

حسدِ محمود

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (النساء:55)

کیا وہ اس پر لوگوں سے حسد کرتے ہیں جو اللہ نے ان کو اپنے فضل سے عطا کیا ہے۔

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

معزز سامعین! آج مجھے ایک ایسے حسد کا ذکر کرنا ہے جو کسی غیر میں نیکیاں دیکھ کر پیدا ہوتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ایسے حسد کو "**حسدِ محمود**" قرار دیا ہے۔

فرمایا۔

"حسد ہمیشہ بُرا نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر نیکیوں کے حصول کے واسطے حسد کیا جائے تو وہ **حسدِ محمود** ہے۔"

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 576)

خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو لازمی عبادات رکھ کر ہمیں جنت کی بشارت دی ہے۔ فرمایا کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے احکامات پر عمل کرنے کے نتیجہ میں تم فلاح پا جاؤ گے تو دوسری طرف ہمیں ایسی باتوں سے رکنے کا حکم بھی دیا ہے جو ہمارے ایمان کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ جن میں سے ایک حسد ہے۔

اسلام کی تعلیم ایک ایسی خوبصورت تعلیم ہے جس نے انسانی زندگی کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں چھوڑا جس سے یہ احساس ہو کہ اس تعلیم میں کوئی کمی رہ گئی ہے۔ حسد کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کے پاس اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت دیکھ کر یہ تمنا کرنا کہ اس سے یہ نعمت چھن جائے۔ حسد اور لالچ وہ شعلے ہیں جو انسان کے دل کو جلا کر

خاکستر کر دیتے ہیں۔ حسد ایک ایسی باطنی اور روحانی بیماری ہے جو انسان کے سینے میں کینہ، بغض اور کھوٹ کا بیج بو دیتی ہے۔

حسد ایک ایسی باطنی اور روحانی بیماری ہے جو انسان کو نیک اعمال کی طرف راغب نہیں ہونے دیتی بلکہ پہلے سے جو نیک اعمال اس نے کئے ہوتے ہیں ان کو بھی ضائع کر دیتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے:

اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَأْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ

(سنن ابوداؤد کتاب الادب باب الحسد)

کہ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو کھا جاتی ہے۔

معاشرتی زندگی کے حوالے سے مختلف مواقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اُمت کو حسد، کینہ اور بغض جیسی باطنی اور روحانی بیماریوں سے بچنے کی ہمیشہ تاکید فرمائی اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق و اتحاد، موافقت و یگانگت اور بھائی چارے کی تعلیم دی۔

سلام اُس پر کہ جس نے جاہلوں کو فہم سکھلایا
سلام اُس پر کہ جس نے ظالموں کو رحم سکھلایا
سلام اُس پر کہ جس نے نور سے ہر گھر کو بھر ڈالا
سلام اُس پر کہ جس نے ظلمتوں کو دور کر ڈالا

سامعین! حسد کی وجہ سے شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے کنویں میں پھینک دیا۔ انسانی شخصیت کی تعمیر کرنے اور اس میں حسنِ اخلاق کے جوہر کی آبیاری کرنے کے لئے حسد سے بچنا ضروری ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، حسد نہ کرو، بے رخی اور بے تعلقی اختیار نہ کرو، باہمی تعلقات نہ توڑو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور

بھائی بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ناراض رہے اور اس سے قطع تعلق رکھے۔

(بخاری کتاب الادب باب ماینھی عن التحاسد)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں گزشتہ اقوام کی بیماریاں آہستہ آہستہ پھیل جائیں گی جو حسد اور بغض ہیں اور بغض تو مونڈ کے رکھ دینے والی بیماری ہے۔ بال مونڈنے والی نہیں بلکہ دین کو مونڈ کر رکھ دینے والی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں محمد کی جان ہے تم اس وقت تک مومن نہیں کہلا سکتے جب تک باہم محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں جس پر اگر تم عمل پیرا ہو گے تو تم باہم محبت کرنے لگو گے اور وہ یہ ہے کہ آپس میں السلام علیکم کہنے کو رواج دو۔

(مسند احمد بن حنبل جلد اوّل صفحہ 164-165)

سامعین! مَیں اپنے اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کرتا ہوں آپؐ نے فرمایا۔ حسد صرف دو باتوں میں جائز ہے۔ ایک یہ کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن دیا ہو اور وہ رات کے اوقات اور دن کے اوقات میں اس پر قائم ہو اور دوسرے یہ کہ کسی شخص کو اللہ تعالیٰ مال دے اور وہ اُسے رات کے لمحات اور دن کے اوقات میں خرچ کرتا ہو۔ (سنن ابن ماجہ۔ کتاب الزھد باب الحسد) ایک اور موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن دو باتوں کا ذکر یوں فرمایا کہ ایک یہ کہ کسی شخص کو اللہ نے مال دیا ہو اور پھر اسے حق کے راستہ میں خرچ کرنے کی توفیق بھی دی ہو۔ دوسرا وہ شخص جسے اللہ نے حکمت دی ہو اور وہ اس کے ذریعہ فیصلے بھی کرتا ہو اور اس کی تعلیم بھی دیتا ہو۔

(سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب الحسد)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”تم دیکھتے ہو کہ حسد نہایت ہی بُری چیز ہے۔ لیکن اگر ہم اس قوت کو بُرے طور پر استعمال نہ کریں تو یہ صرف اُس رشک کے رنگ میں آجاتی ہے جس کو عربی میں غِبْطَہ کہتے ہیں۔ یعنی کسی کی اچھی حالت دیکھ کر خواہش کرنا کہ میری بھی اچھی حالت ہو جائے اور یہ خصلت اخلاق فاضلہ میں سے ہے۔“

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 67)

پھر فرمایا:

”پھر ایسا ہی ایک حسد ہے کہ انسان کسی کی حالت یا مال و دولت کو دیکھ کر کُڑھتا اور جلتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے پاس نہ رہے۔ اس سے بجز اس کے کہ وہ اپنی اخلاقی قوتوں کا خون کرتا ہے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 609)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”حَاسِد وہ ہے جو خواہش کرے کہ دوسرے کے پاس جو عمدہ شئے ہے وہ اس کو مل جاوے بسا اوقات اس حسد میں اس شخص کو نقصان پہنچانے کی بھی خواہش اور کوشش کرتا ہے جس کو اس نعمت کا مالک دیکھتا ہے... حسد ہمیشہ برا نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر نیکیوں کے حصول کے واسطے حسد کیا جائے تو وہ حسدِ محمود ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد 4 صفحہ 576)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”جن دوسری بیماریوں کی صورت میں حسد جلوہ دکھاتا ہے ان کا ذکر بکثرت قرآن کریم میں موجود ہے اور حسد چونکہ خود مخفی رہتا ہے اس لئے حسد کو بھی بالعموم مخفی رکھا گیا۔ چنانچہ بغض حسد کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ حسد کے نتیجہ میں ظلم اور تعدِّی پیدا ہوتے ہیں۔ حسد کے نتیجہ میں اور بہت سی ایسی معاشرتی بُرائیاں وجود میں آتی ہیں جن کی تہہ میں حسد کا جذبہ کار فرما ہوتا ہے لیکن بالعموم دکھائی نہیں دیتا۔ بلکہ بعض دفعہ ایسے مخفی طور پر کام کرتا ہے کہ خود حاسد کو بھی پتہ نہیں ہوتا کہ میں کیوں یہ حرکت کر رہا ہوں۔“

(خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 314)

سامعین! حاسد ایک طرح سے ناشکری اور بے صبری کا بھی شکار ہوتا ہے۔ حسد کے مذموم ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ گویا حاسد ایک طرح سے اللہ کی تقسیم پر معترض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں کو یہ نعمت کیوں دی ہے اور بعض اوقات یہ حسد اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ آدمی ہدایت سے ہی محروم ہو جاتا ہے جیسے کہ ابو جہل۔ حسد کی سنگینی کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اللہ تعالیٰ نے حسد سے بچنے کے لئے اپنی پناہ میں

آنے کا حکم دیتے ہوئے۔ فرمایا: وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق:6) کہ حاسد کے حسد سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے اعمال میں جان اور زندگی پیدا ہو، ان میں نور چھلکے اور زینت ظاہر ہو تو ضروری ہے کہ ہم اسلامی تعلیم کی حکمت کو سمجھ کر اس پر عمل پیرا ہوں، تقویٰ کی راہوں پر قدم ماریں اور حسد سے بچیں۔ حسد سے بچنے کے نتیجہ میں آپ کو اللہ اور اس کے رسول کی رضا حاصل ہو گی۔

دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے حسد سے بچنا ضروری ہے۔ دعا کرنی چاہئے کہ اے خدا! مَیں تیری رضا کے لئے حسد سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا ہوں، تو مجھے اس باطنی بیماری سے شفا دے۔ حسد سے بچنے کا ایک طریق یہ ہے کہ حسد کرنے والا یہ سوچے کہ میرے حسد کرنے سے دوسرے سے وہ نعمت چھن تو نہیں جائے گی، مَیں صرف اپنے آپ کو جلا رہا ہوں بلکہ حسد کرنے کی وجہ سے میری نیکیاں دوسرے کو ملتی رہیں گی، جب یہ سوچے گا تو حسد سے باز رہے گا۔

حاسد کو اس بات کو بھی سمجھنا چاہئے کہ حسد انسان کی نیکیوں، تقویٰ اور اچھے احساسات کو مجروح کرتا ہے اور اس کو نیکی کے راستے سے ہٹاتا ہے۔ حسد سے نیکیاں ضائع ہوتی ہیں، حسد سے غیبت، بدگمانی جیسے گناہ سرزد ہوتے ہیں، حسد سے روحانی سکون برباد ہو جاتا۔ حسد سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اللہ کی رضا پر راضی رہیں، لوگوں کی نعمتوں پر نگاہ نہ رکھیں بلکہ اپنے سے نیچے والوں پر نظر رکھیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ انسان کسی کو ملنے والی نعمتوں پر حسد کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے فضل طلب کرے۔ اُن مادی چیزوں کو جن کی وجہ سے انسان حسد کی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے انہیں قطعی عارضی اور کمتر سمجھتے ہوئے جنت کی نعمتوں کو یاد رکھے۔ گناہوں سے استغفار کرے۔ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ رکھا جائے۔ اس طرح رحمتِ الٰہی مہربان ہو گی اور وہ نعمتیں ہمیں میسر آئیں گی جن کی ہم تمنا رکھتے ہیں۔ بے شک ربِ کریم کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں۔

حسد سے بچنے کا طریق بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اس (حسد) کے مقابلے میں تدبیر کرنا ضروری ہے اور ہمارے ہاتھ میں ایک ہی ہتھیار ہے اور وہ ہے دعا کی تدبیر۔ اس واسطے مَیں جماعت کو یہ یاددہانی کرانا چاہتا ہوں کہ اپنی عاجزی کا اپنے اندر پورا احساس پیدا کرتے ہوئے نہایت انکساری کے ساتھ اپنے رب کے حضور جھکیں اور اپنے مولا سے یہ عرض کریں

کہ..... ہمیں اپنی کمزوریوں کا اعتراف ہے ہم تیرے عاجز بندے ہیں ہم خطائیں بھی کرتے ہیں مگر تیری طرف ہی آتے ہیں، تیری طرف ہی رجوع کرتے ہیں اور توبہ واستغفار بھی کرتے ہیں تُو ہمارے گناہ بخش دے اور ہماری کمزوریوں کو دُور کر دے اور اِن حاسدوں کو اِن کے اِرادوں میں ناکام کر۔"

(خطبات ناصر جلد 3 صفحہ 333)

مسکین تھے ہم اُس نے، کیا کیا نہ نوازا ہے
جو کُچھ بھی ہے دامن میں سب اُس کی عِنایا ہے

ہمیں اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس بھائی کو جو بھی نعمتیں عطا کی ہیں وہ اس کی رضا ہے اور میرا رب اس بات پر قادر ہے کہ جسے چاہے جو چاہے جتنا چاہے جس وقت چاہے عطا فرما دے۔

ہمارے پیارے اِمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"حسد سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعا سکھائی ہے کہ یہ دعا کرو: وَمِن شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ (الفلق:6) کہ حاسد کے حسد سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ جب ایک مومن خود بچنے کی دعا کرے گا تو پھر ایک پاک دل مومن یہ بھی کوشش کرے گا کہ دوسرے سے حسد کرنے سے بھی بچے... دلوں کی پاکیزگی اگر قائم رکھنی ہے۔ اگر اپنی عبادات سے فائدہ حاصل کرنا ہے۔ اس مُزَکّیؐ کی تعلیم سے فائدہ اٹھانا ہے تو حسد سے بچنے کی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے۔ اگر ہر شخص اپنے اپنے فرائض کی ادائیگی کرنے کا عہد کرے تو حسد پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض بظاہر بڑے اچھے نظر آنے والے جو لوگ ہیں ان میں بھی دوسروں کے لئے حسد ہوتا ہے جس کی آگ میں وہ آپ بھی جل رہے ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جتنا وقت ایسے لوگ حسد کرنے اور چالاکیوں کے سوچنے میں لگاتے ہیں کہ دوسروں کو کس طرح نقصان پہنچایا جائے اتنا وقت اگر وہ تعمیری سوچ میں لگائیں، دعاؤں میں لگائیں تو شاید حسد سے بچنے اور مسابقت کی روح کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ان لوگوں سے زیادہ آگے بڑھا دے اور جلدی آگے بڑھا دے۔"

(خطبات مسرور جلد 6 صفحہ 45)

سامعین! قربِ الٰہی اور رضائے الٰہی پانے کا ایک قطعی اور یقینی ذریعہ یہ ہے کہ ہم ان روشن اسلامی تعلیمات و اخلاقیات کو اپنی روزمرہ زندگی کا حصہ بنائیں۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم نے وقت کے امام کو مانا ہے اس لئے ہمیں ہمیشہ اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ ہم دنیا کے لئے نیک نمونہ ہوں۔

ایمان اس بات کا نام ہے کہ ہم خدا تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو مانیں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (یونس 63) "جن پر کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔" کا مقام اسی صورت میں ملتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہر بات کو دل سے تسلیم کیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ ایمان تبھی ترقی کرتا ہے جب انسان اپنے روحانی پیشوا کی تعلیمات پر عمل کرے۔

سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

یقیناً اسلامی تعلیمات اپنے اندر آج بھی انسان کی شخصیت کی تعمیر کی صلاحیت رکھتی ہیں جس طرح کہ اسلام کے ابتدائی دور میں انہی تعلیمات کی بدولت ایک عظیم امت کی تعمیر ہوئی۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم قرآن کریم کی تعلیمات پر جذبہ، محبت اور عشق سے عمل پیرا ہو کر اپنی نجات کے سامان کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم حافظ عبدالحمید صاحب کی ایک تحریر سے سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء)

﴿34﴾ ﴿مشاہدات۔972﴾

عہد شکنی نہ کرو

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا (بنی اسرائیل:35)

کہ عہد کو پورا کرو یقیناً عہد کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ
اہل شیطان نہ بنو اہلِ خدا ہو جاؤ
گرتے پڑتے درِ مولیٰ پہ رسا ہو جاؤ
اور پروانے کی مانند فدا ہو جاؤ

میرے پیارے بچو! مَیں آج آپ بچوں اور عزیز بہنوں سے جھوٹ کی ایک قسم عہد شکنی پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ خاکسار نے عہد شکنی کو جھوٹ کی ایک قسم قرار دیا ہے۔ خاکسار نے اِس کی بنیاد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان پر رکھی ہے۔ جس میں آپؐ نے منافق کی چار نشانیاں بیان فرمائیں جو بالترتیب یہ ہیں کہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب کوئی وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے، جب امانت رکھوائی جائے تو بددیانتی یعنی خیانت کرتا ہے اور جب بولتا ہے تو گندی زبان استعمال کرتا ہے۔ گویا یہ جھوٹ ہی کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔ مگر مجھے آج عہد شکنی پر فوکس کرنا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پیاری تعلیم پر حسین عمل بیان کرتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن ابی الحمساءؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے بعثتِ نبوی سے قبل آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک چیز خریدی۔ اِس کی کچھ قیمت ادا کرنی باقی رہ گئی۔ جسے مَیں یہ کہہ کر کہ حضورؐ! گھر سے ابھی لا کر دیتا ہوں۔ گھر چلا گیا جہاں

مَیں بھول گیا۔ پھر تین دن کے بعد مجھے یاد آیا تو مَیں اُس جگہ کی طرف بھاگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضورؐ اُسی جگہ موجود ہیں۔ مجھے دیکھ کر صرف یہی فرمایا کہ تُو نے مجھے تکلیف دی اور مَیں تین دن تیرا انتظار کرتا رہا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب)

پیارے بچو! حضورؐ کا وہاں تین دن انتظار رقم کے لالچ کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اُس وعدہ کی پاسداری کی وجہ سے تھا جو حضرت عبد اللہؓ کر کے گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں عہد کو پورا کرنے کا جہاں حکم دیا ہے وہاں مؤمنوں کی علامت بھی اِن الفاظ میں بیان فرمائی۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المؤمنون:9) کہ مؤمن وہ لوگ ہیں جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کی نگرانی کرنے والے ہیں۔

منافق کی چار علامات کے مقابل پر یہاں مؤمن کی دو علامتیں بیان کی ہیں اور وہ امانت کی حفاظت اور عہد کی نگرانی ہے۔ اِسی مضمون کو اِسی ترتیب کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَةَ لَهُ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَا عَهْدَ لَهُ (مسند احمد بن حنبل) کہ جو شخص امانت کا لحاظ نہیں رکھتا اُس کا ایمان کوئی ایمان نہیں اور جو عہد کی پابندی نہیں کرتا اُس کا کوئی دین نہیں۔

پیارے بچو! عہد دو طرح کا ہوتا ہے ایک اپنے خالقِ حقیقی سے وفا ہے۔ اُس اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا وعدہ ہے یا اللہ تعالیٰ نے جو وعدے اپنے نیک بندوں سے لئے ہیں اُن کی پاسداری کرنا واجب ہے۔ دوسرا طریق یا دوسری قسم عہد کی اللہ کی مخلوق سے عہد ہے۔ اس کی بھی آگے دو اقسام ہیں۔ ایک اللہ کے خاص بندوں انبیاء اور خلفاء اور اُن کے نمائندوں سے عہد اور دوسرا دیگر لوگوں سے عہد کی پاسداری۔ آج مَیں نے اپنی تقریر کا جو عنوان باندھا ہے وہ مکمل یوں ہے۔

عہد شکنی نہ کرو اہلِ وفا ہو جاؤ
اہلِ شیطان نہ بنو اہلِ خدا ہو جاؤ

بچو! اِن الفاظ سے یہ عیاں ہے کہ مجھے آج اپنے خدا تعالیٰ سے وفا کے تعلق پر بات کرنی ہے۔ کیونکہ اِس سلسلہ میں اہلِ وفا اور اہلِ خدا کے الفاظ آتے ہیں۔ اِس اہلِ وفا کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں حضرت

ابراہیمؑ کے بارے میں اِبۡرٰهِيۡمَ الَّذِىۡ وَفّٰٓى (النجم:38) میں کیا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام وہ تھے جنہوں نے اپنے اللہ سے وفا دکھلائی۔ تمام انبیاء اپنے پیدا کرنے والے اور نبی بنا کر بھیجنے والے کے وفادار رہے۔ خدا تعالیٰ کے رستہ میں مخالفین کی طرف سے مصائب برداشت کئے، تکالیف اُٹھائیں مگر اپنے خداداد مشن کی ادائیگی میں فرق نہیں آنے دیا۔ اِس میدان میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کا جو حق ادا کیا وہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جن کا نمونہ پکڑنے کی تلقین قرآن کریم سے ملتی ہے۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ سے وفاداری کی بات چلی ہے تو ہمارے آقا حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ ہزاروں نوجوانوں، بچوں اور بچیوں کو زبانی بھی اور تحریری بھی "اللہ تعالیٰ سے کبھی بے وفائی نہ کرنا"، "اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ وفا کا تعلق رکھنا" کی نصائح فرما چکے ہیں۔ اِس نصیحت کا اعادہ آپ ایدہ اللہ تعالیٰ اجتماعی ملاقاتوں اور This week with Hazoor میں بھی کر چکے ہیں۔ ایک مرتبہ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا سے فارغ ہونے والے مربیان کرام کو فرمایا۔

"مَیں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کبھی بھی خدا تعالیٰ سے بے وفائی نہ کریں بلکہ ہمیشہ اپنے پروردگار کے وفادار رہیں۔"

(سہ ماہی اسماعیل جولائی، ستمبر 2025ء صفحہ 26)

پیارے بچو! ذیلی تنظیموں کے بانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اطفال کے لئے ایک "وعدہ" اور ناصرات بہنوں کے لئے ایک "عہد" جاری کیا۔ جسے ہم ہر اجلاس اور میٹنگ سے قبل دہراتے ہیں اور اپنے اللہ، اُس کے رسولؐ، اُس کے خلیفہ سے اہلِ وفا اور اہلِ خدا بنے رہنے کا عہد کرتے ہیں۔ اطفال کا عہد یہ ہے:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ دینِ اسلام اور جماعت احمدیہ، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر دم تیار رہوں گا۔ ہمیشہ سچ بولوں گا، کسی کو گالی نہیں دونگا اور حضرت خلیفۃُ المسیح کی تمام نصیحتوں پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ (ان شاء اللہ)

ناصرات کے عہد میں کہا گیا ہے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

مَیں اقرار کرتی ہوں کہ اپنے مذہب، قوم اور وطن کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار رہوں گی اور سچائی پر ہمیشہ قائم رہوں گی۔ ان شاء اللہ

پیارے بچو! مَیں اپنے ساتھیوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایفائے عہد کے ایک دو واقعات سنا کر اپنی گزارشات کو ختم کرتا ہوں۔ حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں اور کفّار کے درمیان جو صلح کا معاہدہ طے پایا تھا اور وہ صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہوا۔ اِس میں مسلمانوں کے لئے بہت سخت شرائط تھیں۔ کفّارِ مکّہ کے مظالم سے تنگ آکر اگر کوئی مدینہ بھاگ آتا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اُسے معاہدہ کے مطابق واپس بھجواتے رہے اور خود اُس معاہدہ کے مطابق عمرہ کرنے مکّہ گئے اور معاہدہ کے مطابق تین دن سے زیادہ وہاں مکّہ میں قیام نہیں کر سکتے تھے۔ چونکہ اس سفر میں آپؐ کی حضرت میمونہؓ سے شادی ہوئی تھی۔ آپؐ نے ولیمہ کے لئے چوتھے دن کی مہلت مانگی۔ کفّار نے آپؐ کی یہ بات نہ مانی اور کہا کہ آپؐ عہد کی پابندی کریں چنانچہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ آپؐ نے فوراً مکّہ سے کوچ کرنے کی منادی کروادی اور مکّہ سے نکل کر وادی سرف میں قیام فرمایا۔

(مسلم نوجوانوں کے سنہری کارنامے۔ صفحہ 162-163)

اِسی طرح حضرت حذیفہ بن یمانؓ اپنے ایک ساتھی کے ساتھ مکّہ سے مدینہ کو نکلے۔ آپ دونوں کا ارادہ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جنگ بدر میں شمولیت کا تھا۔ آپ دونوں کو کفّار مکّہ نے پکڑ لیا اور اِس شرط پر مدینہ جانے کی اجازت دی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ نہ ملو گے۔ جب وہ مدینہ آکر بدر کی جنگ میں شرکت کے خواہش مند ہوئے اور ساتھ ہی اس معاہدہ کا ذکر بھی حضورؐ سے کیا۔ تو حضورؐ نے اِن کو جنگ بدر میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی اور فرمایا۔ تم دونوں جاؤ اور کفّار سے کیا عہد پورا کرو۔

(مسلم کتاب الجہاد)

ایک دفعہ کفار کی طرف سے ابو رافع بطور سفیر مدینہ بھجوائے گئے انہوں نے مدینہ میں حضورؐ کے اخلاق وسیرت سے متاثر ہو کر اسلام لانے کی خواہش فرمائی۔ حضورؐ نے فرمایا۔ آپ سفیر کے طور پر آئے ہو۔ واپس جاؤ اور پھر موقع ملے تو آجانا۔ مَیں بدعہدی نہیں کیا کرتا اور نہ سفیروں کو قید کرتا ہوں۔

(ابوداؤد کتاب الجہاد)

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”کیا ہی خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا اُن کا۔ وہ ہر ایک بَلا کے وقت بچائے جائیں گے۔“

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 19-20)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿35﴾ ﴿مشاہدات۔589﴾

عزم وہمّت

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران:160)

جب تو عزم اور ارادہ کرلے تو تیرا توکل اللہ پر ہی ہونا چاہئے یقیناً اللہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

محمود اگر منزل ہے کٹھن تو راہ نما بھی کامل ہے
تم اس پہ توکل کر کے چلو آفات کا خیال ہی جانے دو

معزز سامعین! آج میری تقریر کا موضوع ہے۔ **عزم وہمّت**

عزم وہمّت کا مطلب ہے کہ انسان جب کسی کام کا ارادہ کرے یا اُسے کوئی مشکل پڑ جائے تو مضبوط ارادہ اور بہادری سے حالات کا مقابلہ کیا جائے کسی حالت میں نہ تھکے، نہ مایوس ہو۔

عزم وہمّت اخلاقِ حسنہ میں سے ایک اہم اور بنیادی خُلق ہے۔ جس طرح ایک پھول بغیر رنگ اور خوشبو کے بیکار ہے اسی طرح ایک انسان بغیر اخلاق کے کاغذی تصویر کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ دنیا کا ہر مذہب اپنے ماننے والوں کو اخلاقی قدروں کی تعلیم دیتا ہے۔ تمام انبیاء اپنے اپنے وقت میں اِن اخلاقی قدروں کی تبلیغ کرتے رہے اور انہوں نے مضبوط عزم وہمّت سے ہی مخالفت کے طوفانوں کا مقابلہ کیا۔ یقیناً مضبوط عزم وہمّت کے ساتھ ہی انسان زندگی میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے اس کے بغیر انسانی زندگی نامکمل سمجھی جاتی ہے۔ مشکلات میں عزم وہمّت سے کام لینے والے ہی مایوس لوگوں کے لئے روشن مثال بنتے ہیں۔

امام اور قائد اور لیڈر کی بنیادی صلاحیتوں میں سے عزم وہمّت کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ خدا تعالیٰ کے نبی جو ساری دنیا کو پیغام پہنچانے اور دنیا میں ایک انقلاب برپا کرنے کے لئے آتے ہیں، انہیں ایک خداداد ہمّت اور شجاعت عطا کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

"وہ لوگ جو اللہ کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے"

(الاحزاب:40)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہمارے لئے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔ فرمایا۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب:22)

کہ یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے۔

اسوۂ حسنہ قرآن حکیم کی ایک جامع اصطلاح ہے جس کا کسی بھی دوسرے دین میں تصور تک نہیں۔ "اسوہ" کے معنی ہے نمونہ اور "حسنہ" کے معنی ہے حسن وجمال والا یعنی اگر کوئی شخص ساری کائنات کا حسن وجمال ایک پیکر میں ملاحظہ کرنا چاہے تو یہ اُسے صرف اور صرف ذاتِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی ملے گا۔ آپؐ ہی کائنات کے وہ بہترین وجود ہیں جنہوں نے محض دنیا کو خدا کی طرف بلایا ہی نہیں بلکہ خدا کے حکموں پر خود عمل کر کے بھی دکھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر مصائب اور مشکلات کا مضبوط عزم وہمّت سے مقابلہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مضبوط عزم وہمّت کا شاندار نمونہ دیا۔ یہ میرے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مضبوط عزم وہمّت ہی تھا کہ آپؐ اُس غارِ حرا میں جہاں لوگ دن کے وقت جاتے ہوئے بھی ڈرتے تھے آپؐ کئی کئی راتیں اپنے پیارے رب کی عبادت میں گزارتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"آپؐ... تنہا غارِ حرا میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے... اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپ اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ آپ اس تنہائی میں ہی پوری لذّت اور ذوق پاتے تھے۔ ایسی جگہ میں جہاں کوئی آرام کا اور

راحت کا سامان نہ تھا اور جہاں جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو آپ وہاں کئی کئی راتیں تنہا گزارتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کیسے بہادر اور شجاع تھے۔"

(ملفوظات)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عزم وہمّت کے مقابل قریش نے ایک حربہ یہ بھی اختیار کیا کہ آپ کو مال و دولت اور حکومت و سرداری اور حسین ترین لڑکی سے شادی کروا دینے کی پیشکش کی۔ آپؐ کی ساری خواہشات پوری کرنے کی حامی بھری بشرطیکہ آپؐ ان کے معبودوں کی مخالفت سے رک جائیں۔ یہ طمع بھی آپؐ کے عزم وہمّت میں کوئی کمی نہ لا سکی۔

اک ہاتھ پہ تم سورج رکھو اک ہاتھ پہ بے شک چاند رکھو
ہر لالچ مولیٰ کی خاطر اس پاک وجود نے ٹھکرایا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولو العزمی کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"خیال کرنا چاہئے کہ کس استقلال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اول سے اخیر تک ثابت قدم رہے برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور وہ دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلّی مایوس کرتے تھے۔"

(براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن جلد اول صفحہ 801)

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر میدان کے شہسوار تھے۔ عبادات کا میدان ہو، اخلاق کا میدان ہو، جنگ کا میدان ہو یا فتح کا موقع، آپؐ نے تمام میدان مضبوط عزم وہمّت اور بہادری سے سر کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

يَفْرِيْ سِهَامُكَ قَلْبَ كُلِّ مُحَارِبٍ
وَيَشُجُّ عَزْمُكَ هَامَةَ الشُّعْبَانِ

تیرے تیر ہر جنگجو کے دل کو چھید دیتے ہیں اور تیرا عزم اژدہا کے سر کو کچل دیتا ہے۔

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزم وہمّت کے پیکر تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی جُہدِ مسلسل کی ایک لازوال داستان ہے۔ شعب ابی طالب میں محصوری کا سہ سالہ دور، سفر طائف، غزوہ بدر میں سخت کمزوری کا عالم۔ غرض کہ زندگی میں ہر موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عزم وہمّت اور استقلال کی ایک آہنی دیوار ثابت ہوئے۔

مضبوط عزم وہمّت کے مالک آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام تکالیف کمال ہمّت اور حوصلہ سے برداشت کیں۔ مخالفین نے آپ کو زبان سے بھی تکلیف پہنچائی اور جسمانی طور پر بھی اذیتیں دیں مگر آپؐ کبھی سست اور دل شکستہ نہ ہوئے بلکہ ہر ابتلاء میں ثابت قدم رہے۔ پتھر کھا کر دعائیں دینا، تکلیف پہنچانے والوں کی عیادت کرنا، قتل کی کوششیں کرنے والوں کو بلا جھجک معاف کر دینا، پیٹ پر پتھر باندھ کر دوسروں کو کھانا کھلانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہی کا خاصہ تھا۔

سامعین! سلسلہ انبیاء میں ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ آزمائے گئے۔ آپؐ نے خدا کی راہ میں تمام مصائب خوشی سے جھیلے، کبھی زبان پر کوئی شکوہ نہیں لائے بلکہ بڑی شان کے ساتھ آگے بڑھتے رہے اور اعلیٰ درجہ کی استقامت کا نمونہ دکھلایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرتے ہوئے عربی قصیدہ میں فرماتے ہیں۔

لِلّٰہِ دَرُّکَ یَا اِمَامَ الْعَالَمِ
اَنْتَ السَّبُوْقُ وَ سَیِّدُ الشُّجْعَانِ

آفرین تجھ پر اے دنیا کے امام! تو سب پر سبقت لے گیا ہے اور بہادروں کا سردار ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ جرأت مند اور بہادر تھے۔ مکّہ کا تیرہ سالہ مظالم کا دور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہادری سے گزارا۔ مکّہ کے لوگ آپ کی جان کے دشمن تھے مگر آپؐ ان کے درمیان چلتے پھرتے، صحن کعبہ میں جاتے، اعلانیہ عبادت کرتے اور قرآن کی تلاوت کرتے۔ دشمن نے بارہا آپؐ کے قتل کے منصوبے بنائے مگر ناکام

ہوئے۔ ایک دن ابو جہل نے کہا کہ اب اگر میں نے محمدؐ کو صحن کعبہ میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آکر اس کی گردن ماردوں گا۔ نبی کریمؐ نے کمال بہادری سے فرمایا اگر وہ ایسا کرے گا تو فرشتے اُسی وقت اس پر گرفت کریں گے۔

(بخاری کتاب التفسیر سورۃ العلق)

اعلیٰ مقاصد اور بلند و بالا اہداف کے حصول کے لئے جہاں دوسرے عوامل ناگزیر ہیں وہیں انسان کو انفرادی طور پر عزم و ہمّت کا مظاہرہ کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جذبے صادق ہوں تو پروردگار عالم بھی مدد کرتا ہے۔

ہجرت مدینہ میں قدم قدم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مضبوط عزم و ہمّت کے نظارے دیکھنے میں آئے۔ ارادوں کو متزلزل کرنے والے واقعات آپؐ کے ایمان، یقین اور توکل علی اللہ میں کوئی رخنہ نہ ڈال سکے اور ہر موقع پر آپؐ سے اعلیٰ درجہ کے استقلال و استقامت کا ہی اظہار ہوا حتیٰ کہ آزمائش کے زلازل نے آپؐ کے مضبوط ارادے، ہمّت اور جانفشانی کی عادت پر مہر لگا دی۔ غارِ ثور میں پناہ کے دوران دشمن سر کے اوپر ہے، مگر خدا کا نبی کمال ثابت قدمی سے اپنے ساتھی ابو بکرؓ کو بھی تسلی اور دلاسے دے رہا ہے کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ دوران سفر سراقہ تعاقب کرتے ہوئے پاس پہنچ جاتا ہے اور آپؐ کو پرواہ نہیں تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد بھی جب دشمن نے آپؐ کا پیچھا نہ چھوڑا اور مسلمانوں کو اپنے دفاع کے لئے تلوار اٹھانی پڑی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر مہم سر کرنے کے لئے ہر وقت ایسے تیار و آمادہ ہوتے تھے کہ زندگی بھر کبھی موت کا خوف نہ ہوا۔

سفر طائف میں بھی دنیا نے دیکھا۔ جب خدا کا نبی اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے نہایت بہادری سے مضبوط عزم و ہمّت کے ساتھ ایک اجنبی دیس میں جا کر خدا کا پیغام پہنچاتا ہے۔ نہ اپنی جان کا خوف ہے نہ کسی اور خطرے کی پرواہ۔ بھروسہ ہے تو ایک اللہ کی ذات پر۔ اہل طائف کی سنگ باری سے آپ لہولہان ہو گئے۔ یہاں تک کہ مشہور عیسائی مستشرق سر ولیم میور کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ

”محمدؐ کے طائف کے سفر میں ایک عجیب شجاعانہ رنگ پایا جاتا ہے۔“

سفر طائف سے واپسی پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مضبوط عزم وہمّت کا مظاہرہ کیا۔ مضبوط عزم وہمّت کے ساتھ ہی انسان زندگی میں کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت پورا عرب شدید اخلاقی بحران کا شکار تھا۔ ایسے میں اخلاق و کردار کی بات کرنا کچھ ایسے ہی تھا جیسے صحرا میں صدا لگانا۔ آپؐ نے ساری عمر اخلاقی اصولوں کی تبلیغ میں گزارا اور ایک دن کے لئے بھی اپنے ماحول کی تیرگی سے مایوس نہ ہوئے آپ نے اخلاقی لحاظ سے مردہ قوم میں زندگی کی روح پھونک دی۔

مردہ دلوں کو پھر سے عطا کی ہے زندگی
یہ معجزہ بھی کرکے دکھایا ہے آپ نے

انتہائی خطرناک حالات میں بھی پیارے آقا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم استقامت، جرأت، یقین اور توکل علی اللہ کے ایسے ایمان افروز نمونے دکھائے کہ دنیا کی تاریخ میں ان کی مثال نہیں ملتی۔ دشمنانِ اسلام آج بھی ان واقعات کو حیرت اور تعجب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور آقائے دوجہاں حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ورفعت کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

افراد اور اقوام دونوں کے لئے مشکلات میں مواقع چھپے ہوتے ہیں، یہ ان پر منحصر ہے کہ وہ کس طرح سوچتے ہیں۔ ایک مومن کے ایمان کا تقاضا ہے کہ اسے اس بات پر کامل یقین ہو کہ ہمارا رحیم و کریم خدا ایسے کسی امتحان سے انسانوں کو دوچار نہیں کرتا جس سے نمٹنے کی ان میں طاقت نہ ہو۔ جب ہم تاریخِ انسانی کا مطالعہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ کچھ لوگ ناکام ہو کر ہار مان لیتے ہیں اور کچھ اس وقت تک بغیر ہار مانے کوشش رہتے ہیں جب تک وہ کامیاب نہیں ہو جاتے۔ دنیا انسان سے سارے حق چھین سکتی ہے لیکن محنت کرنے کا حق نہیں چھین سکتی۔ تمام کامیابیاں اسی روح کے ساتھ وابستہ ہیں جسے مضبوط عزم کہا جاتا ہے جس میں یہ روح ہوتی ہے وہ کمزور ہوتے ہوئے بھی کامیاب ہو جاتا ہے اور جس میں یہ روح نہ ہو وہ طاقتور ہو کر بھی ناکام رہتا ہے۔ وہ عظیم اوصاف جن کی وجہ سے ایک انسان دوسرے انسانوں سے ممتاز ہو جاتا ہے اور نمایاں کامیابیاں حاصل کرتا ہے ان میں سے ایک اہم وصف اور خوبی مضبوط عزم وہمّت بھی

ہے۔ بہادر انسان عزم وہمّت سے کام لے کر تاریخ رقم کر کے آنے والے لوگوں کے لئے ایک مثال بن جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس لحاظ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے تاریخ میں ایک کامل نمونہ کے طور پر پیش کئے جاسکتے ہیں۔ یہ نمونہ اگرچہ حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے حاصل کیا مگر آپ کی زندگی میں ایک ایسا مقام آیا جہاں اس خلق نے نمایاں ہو کر ایک ایسا عظیم الشان کردار ادا کیا ہے کہ جس کے نتیجے میں ہمیشہ کے لئے ہم آپ کی مثال دنیا کے سامنے رکھ سکتے ہیں... جب اسلام پر آپؓ کی خلافت کے پہلے دن ہی مصیبت کا دور پڑا ہے، عظیم مصیبت واقع ہوئی ہے اور مشکلات کا دور شروع ہوا ہے تو وہ شخص جو دنیا کی نظر میں اتنا نرم دل تھا، اتنا نرم خُو تھا کہ معمولی سی تکلیف کی بات سے ہی اس کے آنسو رواں ہو جایا کرتے تھے کسی کی چھوٹی سی تکلیف بھی وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا اتنے حیرت انگیز عزم کے ساتھ ان مشکلات کے مقابل پر کھڑا ہو گیا کہ جیسے سیلاب کے سامنے کوئی عظیم الشان چٹان کھڑی ہو جاتی ہے... حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت اپنے نرم دل سے عظمت کا ایک پہاڑ نکلتا ہوا دنیا کو دکھایا۔“

(خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء)

سامعین! ایک جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمن کو زیر کر لیا، پھر تلوار سے اس کی گردن کاٹنے کا ارادہ کر لیا۔ اپنا آخری وقت دیکھ کر کافر نے غصہ کے عالم میں حضرت علیؓ کے منہ پر تھوک دیا۔ اس پر حضرت علیؓ نے مضبوط عزم وہمّت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تلوار پھینک دی اور کافر کو چھوڑ دیا۔ وہ کافر آپ کا رویہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور پوچھا یہ معاف کرنے کا کونسا موقع ہے۔ آپ نے فرمایا تجھ سے میری لڑائی صرف اللہ کی خاطر تھی لیکن تو نے میرے منہ پر تھوک کر مجھے غصہ دلایا اور میرے دل میں ذاتی انتقام کی خواہش پیدا ہو گئی۔ اس طرح میری لڑائی کا مقصد فوت ہو گیا اس لئے میں نے تجھے چھوڑ دیا۔ اس کافر نے شیر خدا کی یہ گفتگو سنی تو اس کے دل سے کفر کی نجاست دور ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔

سامعین! اِس دَورِ آخرین میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دنیا کی رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی کا ایک ایک لمحہ مضبوط عزم وہمّت سے معمور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ' کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں کہہ کر آپ کو عزم وہمّت کا سبق دیا۔ ایک موقعہ پر جب دشمن کی طرف سے آپؑ کے خلاف ایک مقدمہ ہوا اور پولیس قادیان میں آئی بعض صحابہ نے فکر مندی کا اظہار کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے بڑے جلال سے فرمایا۔ وہ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈال کر تو دیکھے۔

جو خدا کا ہے اُسے للکارنا اچھا نہیں
ہاتھ شیروں پر نہ ڈال اے روبۂ زارو نزار

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے خطبہ جمعہ 24 نومبر 1989ء میں جماعت کو جن پانچ بنیادی اخلاق کو اپنانے کی نصیحت فرمائی ان میں سے ایک مضبوط عزم وہمّت ہے۔ فرمایا:

"مضبوط عزم وہمّت اور نرم دلی اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ اگر یہ اکٹھے نہ ہوں تو ایسا انسان کمزور تو ہو گا با اخلاق نہیں ہو گا۔ نرم دلی جب آپ پیدا کرتے ہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ایسا نرم دل انسان اور ایسا نرم خُو انسان مشکلات کے وقت گھبرا جائے اور مصائب کا سامنا کرنے کی طاقت نہ پائے.... بچپن سے یہ خلق پیدا کرنا چاہیے کہ ہم نے شکست نہیں کھانی۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے متعلق یہ جو فقرہ ہے جو آپؑ کے اِس عظیم خُلق پر روشنی ڈالتا ہے کہ: "میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں"... پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام سے وابستہ ہونے والوں میں ہرگز ناکامی کا خمیر نہیں ہونا چاہیے"

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبات میں جماعت کو نصیحت فرماتے ہیں کہ مضبوط عزم وہمّت کے ساتھ دعائیں کرتے ہوئے نیکی کے میدان میں آگے بڑھتے رہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

”ہمیشہ یہ یاد رکھیں کہ حق کے اظہار کے لئے کبھی بزدلی کا مظاہرہ نہیں کرنا کیونکہ جرأت سے نیکیوں کو پھیلانا، ان کے کرنے کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا ہی ایک معیار ہے جس سے مومن ہونے کا پتہ چلتا ہے۔ لیکن مومن کا عمل بھی اس کے مطابق ہونا چاہئے۔ جب اپنا عمل بھی ہو گا تب ہی اثر بھی قائم ہو گا اور جب عمل ہو گا تو پھر سختی کی ضرورت نہیں رہے گی۔ ایسے آدمی کی تلقین کا بھی لوگ نیک اثر لیں گے جن کے اپنے عمل بھی اچھے ہوں گے۔“

(خطبہ جمعہ 6 مئی 2005ء)

آئیں! ہم سب یہ عہد کریں کہ کسی طور پر کسی بھی امتحان کی صورت میں اپنا حوصلہ نہیں ہاریں گے۔ خدا کرے کہ ہم مضبوط عزم و ہمّت کے ساتھ زندگی گزارنے والے بن کر دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے والے بنیں۔ آمین

کام مشکل ہے بہت منزلِ مقصود ہے دور
اے مرے اہلِ وفا سست کبھی گام نہ ہو

﴿36﴾ ﴿مشاہدات۔957﴾

غصّہ پر قابو پانا

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ (الشوریٰ:38)

اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور جب غصّہ آئے معاف کر دیتے ہیں۔

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

میرے پیارے بچو! مجھے آج ایک ایسی عادت کے نقصانات بتانے ہیں جو ہم بچوں میں بہت راہ پا گئی ہے۔ ہم بات بات پر اپنے گھروں میں بہن بھائیوں اپنے عزیز کزنز سے حتّٰی کہ اپنے بزرگوں اور والدین سے بھی الجھتے، غصہ کرتے اور حکم عدولی کرتے ہیں جب کہ اسلامی تعلیم غصّہ کے خلاف ہے۔ دوسروں کو معاف کرنا کسی کی سختی پر صبر کرنا اور عفوو درگزر کی تعلیم ہمیں قرآن، احادیث، کتب حضرت مسیح موعودؑ اور خطبات خلفاء کرام سے ملتی ہے۔ اس بُرائی کے مقابل اور بہت سی نیکیوں کا ذکر ہمیں ملتا ہے جیسے احسان کرنا ہمدردی خَلق، صلح کاری اور قوتِ برداشت وغیرہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد بار غصّہ پی جانے کا حکم دیا ہے اور مؤمنوں کی صفات کے ذکر میں بھی فرمایا کہ وہ غصّہ نہیں کرتے اگر غصّہ آئے بھی تو پی جاتے ہیں جیسے سورۃ الشوریٰ کی آیت 38 جس کی تلاوت ترجمہ کے ساتھ مَیں اوپر کر آیا ہوں اور آل عمران آیت 135 میں بھی اَلْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ کے الفاظ میں مؤمنوں کی صفت میں فرمایا کہ وہ غصہ کو دبا جاتے ہیں۔

پیارے بچو! اس آیت کے ضمن میں ہمارے تاریخ دانوں نے ایک نہایت ہی پیارا واقعہ محفوظ کیا ہے جو ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اِسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی کئی مقامات پر اپنی تقاریر اور درس

و تدریس میں بیان فرمایا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت حسنؓ کے نوکر سے چائے کی پیالی آپ کے سامنے گر گئی جس کی چھینٹوں سے آپ کے کپڑے بھی خراب ہوئے جس پر آپ کو اپنے نوکر پر غصّہ آیا تو نوکر جو مسلمان اور اسلامی علم رکھتا تھا نے وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ پڑھا آپ نے فرمایا کَظَمْتُ مَیں نے معاف کیا۔ نوکر نے اس آیت کا اگلا حصہ پڑھ دیا وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۔ آپؓ نے فرمایا عَافَيْتُ مَیں نے معاف کیا۔ نوکر نے آیت کا آخری حصہ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ جب پڑھا تو حضرت حسن کہنے لگے۔ جاؤ! میں تمہیں آزاد کرتا ہوں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”یہ بات کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ ہر قسم کے غصّہ اور بدلے کے جذبات کو دل سے نکال دیا جائے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ جب غصّہ بھی نہ آئے اور بدلہ لینے کے جذبات بھی دل سے نکل جائیں اور نہ صرف یہ کہ غصّہ کے جذبات کو نکال دیا جائے بلکہ غلطی کرنے والے پر کچھ احسان بھی کر دیا جائے۔ یہ بہت بڑی بات ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ مؤمن میں یہ باتیں پیدا ہوں۔ روایات میں حضرت حسنؓ کا ایک واقعہ آتا ہے کہ آپ کے ایک غلام نے کوئی غلطی کی۔ اس پر آپ کو اس پر بڑا غصہ آیا اور سزا دینا ہی چاہتے تھے کہ اس پر اس غلام نے آیت کا یہ حصہ پڑھا کہ وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔ اور وہ جو غصہ دباتے ہیں۔ اس پر حضرت حسن نے سزا دینے کے لئے جو ہاتھ اٹھایا تھا اسے نیچے گرا لیا یا ہاتھ ہی نہیں اٹھایا۔ اس پر غلام کو اور جرأت پیدا ہوئی تو اس نے کہا: وَالْعَافِيْنَ۔ یعنی ایسے لوگ لوگوں کو معاف کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ اس پر حضرت حسن نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کہا کہ جاؤ! مَیں نے تمہیں معاف کیا۔ اس بات پر غلام کو مزید جرأت پیدا ہوئی تو اس نے کہا کہ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ اس پر انہوں نے اس غلام کو کہا کہ جاؤ! مَیں نے تمہیں آزاد کیا۔ جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔“

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 23 ستمبر 2016ء)

بچو! یہ ہے غصّہ دبانے کا نتیجہ اور پھل کہ انسان قوّتِ برداشت سے کام لے کر احسان کے درجے پر پہنچ کر نوکروں کو بھی آزاد کر دیتا ہے۔ اس لئے غصّہ دور کرنے کے لئے غصّہ پی جانے، غصّہ دبا جانے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو غصّہ کو کھا جانے کا محاورہ استعمال کرتے ہوئے فرمایا کہ نیک آدمی وہ ہیں جو غصّہ کھانے کے محل پر اپنا غصّہ کھا جاتے ہیں اور بخشنے کے محل پر گناہ کو بخشتے ہیں۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 351)

پیارے بچو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم بچوں کو ہماری زبان میں نہایت اچھے طریق پر یوں سمجھایا ہے کہ پہلوان اور بہادر وہ ہے جو غصّے کے وقت اپنے آپ کو قابو میں رکھے۔

(بخاری کتاب الادب حدیث 1046)

یعنی اگر ہم اپنے بہن بھائیوں سے کسی بات پر الجھ پڑیں اور غصّہ آجائے تو غصّہ کو پی جانا، کھا جانا اور دبا جانا ہی اصل میں بہادری کی علامت ہے اس لئے آپؐ نے فرمایا ہے کہ غصّہ کی حالت میں پانی پینا چاہئے اگر کھڑے ہیں تو بیٹھ جائیں اگر بیٹھے ہیں تو لیٹ جائیں۔ ایک جگہ آپؐ نے اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنے کا ارشاد فرمایا اس سے بھی غصّہ زائل ہو جائے گا (بخاری کتاب الادب) اور ایک شخص کو غصّہ کے وقت وضو کرنے کی ہدایت فرمائی۔

ہمارے ایک بزرگ تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میری جب شادی ہوئی تو مَیں نے اپنی بیگم سے کہا کہ اگر مجھے کسی وقت کسی بات پر غصّہ آئے تو مَیں وعدہ کرتا ہوں کہ مَیں صبر سے کام لے کر وہ جگہ کچھ دیر کے لئے چھوڑ جاؤں گا اگر تمہیں کسی بات پر غصّہ آجائے تو تم وعدہ کرو کہ مَیں بھی کچھ دیر کے لئے وہ جگہ چھوڑ دوں گی یوں ہم اس احسن طریق پر عمل پیرا ہیں اور سالہا سال سے ہمارے درمیان کبھی لڑائی نہیں ہوئی۔

پیارے بچوں کو مَیں ایک اور دلچسپ اور ایمان سے بھرپور واقعہ سناتا ہوں ایک دفعہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایک شخص حضرت ابو بکرؓ کو بُرا بھلا کہے جا رہا تھا اور حضرت ابو بکرؓ خاموشی سے سن رہے تھے جس پر حضورؐ مسکراتے رہے جب اُس شخص نے حضرت ابو بکرؓ کو بُرا بھلا کہنے کی حد کر دی تو حضرت ابو بکرؓ کو بھی غصّہ آگیا اور آپؓ بھی بول اٹھے تو حضورؐ اُٹھ کر اس محفل سے چلے آئے حضرت

ابو بکرؓ آپؐ کے پیچھے ہو لئے اور حضورؐ سے پوچھنے لگے کہ حضورؐ! جب وہ مجھے بُرا بھلا کہہ رہا تھا تو آپؐ مسکراتے جا رہے تھے اور جب مَیں نے جواب دیا تو آپؐ اٹھ آئے تو جواب سننے والا ہے بچو! ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر! جب وہ شخص آپ کے خلاف بول رہا تھا اور آپ خاموش تھے تو فرشتے آپ کی طرف سے اُسے جواب دے رہے تھے اور جب آپ نے جواب دینا شروع کیا تو فرشتے اُس مقام سے چلے گئے۔ مَیں بھی اٹھ کر چلا آیا کہ جہاں فرشتے نہیں وہاں میرا کیا کام؟

پیارے بچو! غصّہ پینے کی تعلیمات پر ہماری تاریخ بھری پڑی ہے مگر وقت اس امر کی اجازت نہیں دیتا صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسوہ بیان کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ ویسے تو آپؑ کو اپنی تمام زندگی ہی مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا اور آپؑ کبھی غصّہ میں نہیں آئے۔ امرتسر، گورداسپور اور لاہور کہاں کہاں کا ذکر کروں۔ لاہور میں ایک دفعہ ایک مولوی تانگہ پر آپؑ کی رہائش گاہ میاں معراج الدین کے مکان پر آیا اور گالیاں دینے لگا آپؑ نے صحابہؓ کو یہ کہہ کر جواب دینے سے منع فرما دیا کہ جو کچھ کہتا ہے اُسے کہنے دو اور کوئی جواب نہ دو اور ایک جگہ روایت ہے کہ اُسے کچھ نہ کہو یہ سمجھتا ہے کہ میرا حق لے لیا ہے۔

پیارے بچو! حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”اس جماعت کو تیار کرنے سے غرض یہی ہے کہ زبان، کان، آنکھ اور ہر ایک عضو میں تقویٰ سرایت کر جاوے۔ تقویٰ کا نُور اس کے اندر اور باہر ہو۔ اخلاقِ حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہو اور بیجا غصّہ اور غضب وغیرہ بالکل نہ ہو۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ جماعت کے اکثر لوگوں میں غصّہ کا نقص اب تک موجود ہے۔ م تھوڑی تھوڑی سی بات پر کینہ اور بُغض پیدا ہو جاتا ہے اور آپس میں لڑ جھگڑ پڑتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا جماعت میں سے کچھ حصہ نہیں ہوتا اور مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کیا دقّت پیش آتی ہے کہ اگر کوئی گالی دے تو دُوسرا چپ کر رہے اور اس کا جواب نہ دے۔ ہر ایک جماعت کی اصلاح اوّل اخلاق سے شروع ہوا کرتی ہے۔ چاہئے کہ ابتدا میں صبر سے تربیت میں ترقی کرے اور سب سے عمدہ ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بد گوئی کرے تو اس کے لئے دردِ دل سے دُعا کرے کہ اللہ تعالےٰ اس کی اصلاح کر دیوے اور دل میں کینہ کو ہرگز

نہ بڑھاوے... خدا تعالےٰ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ حلم اور صبر اور عفو جو کہ عمدہ صفات ہیں ان کی جگہ درندگی ہو۔ اگر تم ان صفات حسنہ میں ترقی کروگے تو بہت جلد خدا تک پہنچ جاؤ گے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 127-128 ایڈیشن 1984ء)

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یاد رکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصّہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصّہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 180)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اس ضمن میں عہدیداروں کو خاص طور پر توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ یہ نیک جذبات اور رحم کا جذبہ ہر عہدیدار میں، خاص طور پر جماعتی عہدیدار میں ہونا چاہئے۔ ویسے تو یہ ہر احمدی کا خاصّہ ہونا چاہئے لیکن عہدیدار جو جماعتی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اُن کو خاص طور پر کسی سائل کو یا کسی شخص کو جو دفتر میں بار بار بھی آتا ہے، رابطہ کرتا ہے، اُس سے تنگ نہیں آنا چاہئے اور کھلے دل سے ہمیشہ استقبال کرنا چاہئے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جماعت کے کسی بھی کارکن کو کسی بھی صورت میں جو اعلیٰ اخلاق ہیں اُن سے دُور نہیں ہٹنا چاہئے یا کہیں ایسی صورت پیدا نہیں ہونی چاہئے جہاں ہلکا سا بھی شائبہ ہو کہ اعلیٰ اخلاق کا اظہار نہیں ہوا۔ بلکہ کوشش ہو کہ جتنی زیادہ سہولت میسر ہو سکتی ہے، زیادہ سے زیادہ نرمی سے جتنی بات ہو سکتی ہے، وہ کرنے کی کوشش کریں۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ یکم مارچ 2013ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اللہ کرے کہ ہم آپس کے تعلقات میں محبت و مودّت کے جذبات اور ایک دوسرے کے لئے رحم کو بڑھانے والے ہوں۔ وہ جماعت بن جائیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں جس طرح اُن کی خواہش تھی آپ ہمیں بنانا چاہتے تھے۔ دنیا کے امن کی بھی جماعت احمدیہ ضمانت بن جائے۔ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو مان کر آپس کے پیار و محبت اور مودّت کی اہمیت کو سمجھنے والے بن جائیں۔ مسلمان لیڈر جو آجکل اپنے ہم وطنوں پر ظلم روا رکھے ہوئے ہیں، اس کو بند کر کے انصاف اور رحم کے ساتھ اپنی رعایا سے سلوک کرنے والے ہوں۔ عوام بھی مفاد پرستوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کی بجائے، اُن کا آلۂ کار بننے کی بجائے عقل سے کام لیں اور خدا تعالیٰ کے صحیح حکموں کو تلاش کریں اور اُن پر چلنے کی کوشش کریں۔ مسلمان ممالک پر جو خوفناک اور شدت پسند گروہوں نے قبضہ کیا ہوا ہے، اپنے مفادات کو ہر صورت میں ترجیح دینے والوں نے جو قبضہ کیا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ جلد اس سے بھی مسلمان ملکوں کو خصوصاً اور دنیا کو عموماً نجات دلائے تاکہ ہم اسلام کی خوبصورت تعلیم کو زیادہ بہتر رنگ میں اور زیادہ تیزی سے دنیا میں پھیلا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔"

(خطبہ جمعہ بیان فرمودہ یکم مارچ 2013ء)

(کمپوزڈ: مسز بقعۃُ النور عمران۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿37﴾ ﴿مشاہدات۔956﴾

کھانے کے آداب

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ

(الاعراف:32)

اے ابنائے آدم! ہر مسجد میں اپنی زینت (یعنی لباسِ تقویٰ) ساتھ لے جایا کرو اور کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

پیارے بچو! مجھے آج آپ بچوں کو کھانے کے آداب اور طریق بتانے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات پیدا کیا ہے اور پھر اُسے اپنے آپ کو مؤدب بنانے کے لئے قرآن کی تعلیم دی۔ جس میں 700 سے زیادہ احکام ہیں جن پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی۔ تا ایک مؤمن بادب انسان بن کر اللہ تعالیٰ کے پیار کو جذب کرنے والا ہو۔ اِن آداب میں سے ایک ادب کا تعلق کھانا کھانے کے وقت سے ہے۔ کسی نے کیا سچ کہا ہے کہ کسی انسان کا باوقار ہونا ڈائننگ ٹیبل پر ظاہر ہوتا ہے۔ ہم بارہا شادی بیاہ کے مواقع پر لوگوں کو کھانے پر ٹوٹ پڑتا دیکھتے ہیں۔ اُن میں سے بعض پڑھے لکھے، سنجیدہ اور باسلیقہ یا مہذّب کہلانے والے بھی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یہ تفصیل سے بتایا ہے کہ ایک مؤمن کو کیا کھانا ہے کیا نہیں۔ بعض جانوروں اور دیگر اشیاء میں حلال و حرام چیزیں متعیّن کر دیں اور پھر حلال اشیاء کے ساتھ "طیّب" کا ہونا بھی ضروری قرار دے دیا ہے۔ مثلاً اگر کوئی چیز حلال ہے مگر وہ کسی فرد کے لئے وہ موزوں نہیں ہے تو وہ اُس کے لئے طیّب نہیں ہوگی۔ لہٰذا حلال کے ساتھ طیّب ہونا ضروری ہے۔

پیارے بھائیو! جہاں تک کھانے کے آداب کا تعلق ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل سے ہم بچوں اور بڑوں کو توجہ دلائی ہے۔ ہم بچوں کو اِن آداب کو کھانا کھاتے، پانی پیتے مدّ نظر رکھنا چاہئے۔ سب سے اوّل ادب یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا کھاتے اللہ کا نام لے لیا کریں یعنی بِسْمِ اللّٰہ پڑھیں اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ پڑھ لیں۔

(ترمذی کتاب الاطعمۃ)

اسلام نے ہر چیز کی دُعا سکھلائی ہے۔ اوپر بیان شدہ ارشادِ نبویؐ میں کھانا کھاتے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کا ذکر ہے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا شروع کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی بَرَکَۃِ اللّٰہِ پڑھنے کی ہدایت فرمائی ہے اور کھانا ختم کرتے وقت اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ دُعا پڑھنے کی ہدایت ہے۔

(کنز الاعمال)

جس کے معنی ہیں تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے کھانا کھلایا اور پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔ جبکہ کھانے کھانے کی دُعا کا ترجمہ یہ ہے اللہ تعالیٰ کے نام سے کھانا شروع کرتا ہوں اِس میں اللہ کی برکت چاہتے ہوئے۔

پیارے بچو! کھانا ختم کرنے کی دُعا میں الفاظ کہ اللہ نے مجھے مسلمان بنایا ہے اپنے اندر بہت گہرے اشارے رکھتا ہے کیونکہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو یہ بتاتا ہے کہ غذا کا اثر ہماری روح اور عادات پر بھی پڑتا ہے۔ جیسے ایسے جانوروں کے گوشت کھانے سے منع فرمایا گیا ہے جن کے گوشت کھانے سے اُن کی عادات انسانی جسم میں سرایت کر جاتی ہیں۔ کھانا دائیں ہاتھ کے ساتھ اپنے سامنے سے کھانے کا حکم ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میں ایک دفعہ ایک بچے نے کھانا کھاتے وقت دوسرے کی جانب ہاتھ مارنے کی کوشش کی تو آپؐ نے فرمایا۔ کُلْ بِیَمِیْنِکَ وَکُلَّ مِمَّا یَلِیْکَ کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنی طرف سے کھاؤ۔

حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم بے صبری اور بے قراری کے ساتھ کھانے کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔ تہذیب کے خلاف ہونے کے علاوہ بے صبری اور افراتفری سے کھانا نظامِ ہضم پر بھی بہت بُری طرح اثر انداز ہوتا ہے چنانچہ اطباء کمزور معدہ والے مریضوں کو خاص طور پر آہستہ آہستہ چبا کر کھانے کی ہدایت کرتے ہیں۔"

پیارے بچو! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھانا اکھٹے کھایا کرو۔ اِس طرح تمہارے لئے برکت پیدا ہو جائے گی۔

(سنن ابن داؤد)

آپؐ نے کھانے کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کے لئے، دو کا چار آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے۔

(مسلم)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ گرم کھانا ٹھنڈا کر لیا کرو۔ زیادہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہوتی۔

(المستدرك)

کھانا کھاتے وقت پلیٹ کو صاف کرنا چاہئے کیونکہ کھانے کے آخری حصہ میں بھی برکت ہوتی ہے۔

بچو! ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ فرماتے ہیں:

"کھانا کھانے سے پہلے بھی ہاتھ دھونے کا حکم آتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھانے سے پہلے اور بعد بھی ہاتھ دھوتے تھے اور کُلی کرتے تھے بلکہ ہر پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد کُلی کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد بغیر کُلی کئے نماز پڑھنے کو ناپسند فرماتے تھے۔"

پیارے بچو! کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالتے اور نہ ہی ٹیک لگا کر کھانا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیا کرتے تھے۔ کیونکہ اِس طرح پانی پینا انسان کو سیراب کر دیتا ہے اور پیاس کی شدّت کو بجھاتا اور پانی کے مضرّ اثرات سے بچاتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الاشربہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم ایک دم اونٹ کی طرح پانی نہ پیو اور بیٹھ کر پینے کو ترجیح دو۔ نیز صحت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ کھانا بھوک رکھ کر کھانا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"انسان کے کھانے پینے کے طریق بھی انسان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر بھی اثر کرتے ہیں۔ اس واسطے قرآن شریف نے تمام عبادات اور اندرونی پاکیزگی کی اغراض اور خشوع و خضوع کے مقاصد میں جسمانی طہارتوں اور جسمانی آداب اور جسمانی تعدیل کو بہت ملحوظ رکھا ہے اور غور کرنے کے وقت یہی فلاسفی نہایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ جسمانی اوضاع کا روح پر بہت قوی اثر ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ 18-19)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿38﴾ ﴿مشاہدات۔980﴾

ہمسایوں سے حسن سلوک

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا (النساء:37)

کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

اِک شجر پیار کا ایسا بھی لگایا جائے
جس کا ہمسائے کے آنگن میں بھی سایہ جائے

میرے پیارے بچو! آج مَیں اپنے پیارے بچوں کے سامنے ہمسایوں سے حسنِ سلوک کے آداب اور فرضیت کے متعلق بیان کروں گا۔

مَیں نے آج یہ عنوان اپنے نَونہالان کے لیے اِس لیے چنا ہے کہ جوں جوں دنیا ترقی کر رہی ہے اور ہر بندہ کی مصروفیات میں اضافہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کا خیال رکھنے میں کمی آ رہی ہے تو مَیں اپنے احمدی بچوں سے اُن کے گھروں کے ارد گرد رہنے والے باسیوں کے حقوق کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء آیت نمبر 37 میں والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے کی تاکید کے بعد

بعض عزیز رشتہ داروں دوستوں، ماتحتوں اور ہمسایوں سے پیار و محبت سے پیش آنے کا تاکیدی حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ہمسایوں کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔

نمبر:1 : وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی یعنی رشتہ دار ہمسائے گویا رشتہ داروں کی تعریف کر دی وہ یہ کہ بعض دفعہ رشتہ دار بھی ہمسائے میں رہتے ہیں جن کی قدر کرنا ضروری ہے اور دوسرے رشتہ دار بھی ہمسائے کے زُمرے میں آتے ہیں خواہ وہ کچھ فاصلہ پر ہی رہتے ہوں۔

نمبر:2 :وَالْجَارِ الْجُنُبِ یعنی غیر رشتہ دار ہمسائے۔ ہم انگریزی میں ان کے لیے neighbors کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اسلام نے ہمسایہ یعنی پڑوسی کی حدود بہت وسیع رکھی ہیں ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے گھر سے چاروں طرف سو سو گھرانے آپ کے ہمسائے کہلاتے ہیں اسی لیے کسی بچے کے پوچھنے پر کہ تحفہ کس پڑوسی کو دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا گھر قریب تر ہے وہی تحفے کا زیادہ مستحق ہے۔

(بخاری کتاب الادب)

پیارے بچو! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بے شمار مقامات پر پڑوسیوں کے حقوق پر گفتگو فرمائی ہے ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل ہمیشہ مجھے پڑوسی سے حسنِ سلوک کی تاکید کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ مجھے خیال آنے لگا کہ کہیں وہ اِسے جائیداد میں حصّہ دار ہی نہ بنا دیں۔

(بخاری کتاب الادب)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑوسی کو انسان کی پہچان کا ذریعہ دو طریق پر بنایا۔

نمبر1: آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کس طرح مجھے معلوم ہو کہ مَیں اچھا ہوں یا بُرا؟۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم اپنے پڑوسیوں کو یہ کہتے ہوئے سنو کہ تم بہت اچھے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا طرزِ عمل اچھا ہے اور اگر وہ یہ کہے کہ تم بُرے ہو تو سمجھ لو کہ تمہارا رویّہ بُرا ہے۔

(ابن ماجہ ابواب الزھد)

دوسرے نمبر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساتھیوں میں سے وہ ساتھی اچھا ہے جو اپنے ساتھیوں کے لیے اچھا ہے اور پڑوسیوں میں سے وہ پڑوسی بہترین ہے جو اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے۔

(ترمذی باب البر)

پیارے بچو! ان دو حدیث سے پڑوسی اور neighbors کی تعیین ہوتی ہے۔ کلاس فیلو اور سیٹ فیلو بھی Neighbors کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ایک دفتر یا ایک فیکٹری میں کام کرنے والے بھی Neighbors ہیں۔ جن سے حسن سلوک کرنا ضروری ہے کیونکہ پڑوسی سے حسن سلوک کرنا، اُس کے حقوق ادا کرنا واقعتاً فضل الٰہی سے ہی ہے جو انسان کو سچے ایمان کا وارث بنا دیتا ہے۔

(ترمذی کتاب الزھد)

اس حدیث کی تائید میں میں ایک واقعہ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عبد اللہ بن مالک رضی اللہ عنہ حج سے فارغ ہو کر حرم میں استراحت فرما رہے تھے کہ خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے نازل ہوئے ہیں جو ایک دوسرے سے ہم کلام تھے کہ اس سال کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا ہے۔ ایک فرشتہ نے جواباً کہا کہ چھ لاکھ لوگوں میں سے کسی کا حج قبول نہیں ہوا۔ ہاں! دمشق میں ایک شخص علی بن موفق جو جوتے مرمت کرتا ہے کا حج قبول ہوا ہے حالانکہ وہ حج پر نہیں آیا حضرت عبد اللہ بن مالکؓ نے اس موچی کے حج قبول کرنے کی وجہ دریافت کرنے کے لیے دمشق کا سفر اختیار کیا۔ ملاقات کے وقت اِس موچی نے بتایا کہ مَیں نے حج کے لیے محنت کر کے 30 ہزار درہم جمع کیے۔ میری بیوی امید سے تھی اُسے ایک دن گوشت کی طلب ہوئی۔ اِسی اثنا میں پڑوسی کے گھر سے گوشت پکنے کی خوشبو پر مَیں نے اس سے تھوڑا سا سالن مانگا۔ اُس نے کہا کہ یہ گوشت تم پر حلال نہیں ہے۔ میرے بچے سات دن سے بھوکے تھے مَیں نے اضطراری حالت میں مُردہ جانور کا گوشت پکایا ہے اس پر مَیں نے اپنے آپ کو مخاطب کر کے لعن طعن کی کہ پڑوسی بھوکا ہے اور تُم حج پر جا رہے ہو۔ مَیں نے وہ 30 ہزار درہم اپنے پڑوسی کو دے دیئے کہ وہ اپنے بال بچوں پر خرچ کرے۔

(تذکرہ اولیاء باب نمبر 3 صفحہ 135)

پیارے بچو! مجھے محدود وقت میں پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کی اہمیت اور انعامات بتانے ہیں ورنہ اس حوالہ سے بہت کچھ کہا جا سکتا ہے اور اس پر مختلف زاویہ ہائے فکر سے توجہ دلانے کی ضرورت بھی ہے کیونکہ موبائل فونز، واٹس ایپ نے رشتہ داروں اور ہمسایوں کو آپس میں دور کر دیا ہے۔ ان کی طرف آنا جانا ختم ہو گیا حتّٰی کہ تعزیت اور عیادت بھی فون پر ہی رہ گئی ہے۔ مَیں نے اوپر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کچھ پڑوسیوں کے حقوق کے حوالے سے بیان کیے ہیں۔ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَورِ مبارک میں بعض واقعات بھی ایسے ہیں جو سبق آموز ہیں جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک دفعہ پڑوسیوں کی بکری گھس آئی اور روٹی جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تیار کر رکھی تھی لے گئی۔ حضور نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا دیکھو! پڑوسی کو اس کی بکری کی وجہ سے تکلیف نہ پہنچانا۔ جو لے گی، لے جانے دو کیونکہ حضرت عائشہؓ اس روٹی کی خاطر بکری کے پیچھے بھاگی تھی۔

(الادب المفرد ترمذی حدیث 120)

پیارے بچو! الغرض ہمسایہ بھی انسانی سوسائٹی میں اہم حصہ ہوتے ہیں ہمسائے کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا اچھا انسان کہلانے کا مستحق ہوتا ہے۔ اوپر بیان مضمون جو میں بیان کر آیا ہوں وہ ہمیں توجہ دلاتا ہے کہ ہمسائے انسان کو انسان بنانے اور ایک اچھا مسلمان بنانے میں کارگر ثابت ہوتے ہیں یہ مضمون اتنا وسیع ہے کہ صرف گھروں تک ہمسائیگی محدود نہیں۔ مَیں نے اوپر ذکر کیا ہے کہ دفاتر فیکٹریاں اور کلاس رومز میں بھی ہمسائیگی رہتی ہے تاکہ سوسائٹی میں تقسیم ہونے والے محلے اور قوموں اور ملکوں پر فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے ہمسائے ملکوں اور قوموں کے ساتھ اچھا سلوک کریں تاکہ دنیا میں امن قائم ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”مَیں دیکھتا ہوں کہ بہت سے ہیں جن میں اپنے بھائیوں کے لئے کچھ بھی ہمدردی نہیں۔ اگر ایک بھائی بھوکا مرتا ہو تو دوسرا توجہ نہیں کرتا اور اس کی خبر گیری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یا اگر وہ کسی اور قسم کی مشکلات میں ہے تو اتنا نہیں کرتے کہ اس کے لئے اپنے مال کا کوئی حصہ خرچ کریں۔ حدیث شریف میں ہمسایہ کی خبر گیری اور اس کے ساتھ ہمدردی کا حکم آیا ہے بلکہ یہاں تک بھی ہے کہ اگر تم گوشت پکاؤ تو

شوربہ زیادہ کرلو تا کہ اُسے بھی دے سکو۔ اب کیا ہوتا ہے، اپنا ہی پیٹ پالتے ہیں لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ یہ مت سمجھو کہ ہمسایہ سے اتنا ہی مطلب ہے جو گھر کے پاس رہتا ہو۔ بلکہ جو تمہارے بھائی ہیں وہ بھی ہمسایہ ہی ہیں خواہ وہ سو کوس کے فاصلے پر بھی ہوں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 215)

حضرت خلیفۃ المسیح خامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" ہمسایوں کے حقوق کا خیال رکھنے کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قدر تلقین کی گئی، اس قدر تواتر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرف توجہ دلائی گئی کہ آپؐ نے فرمایا کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید اب ہمسائے ہماری وراثت میں بھی حصہ دار بن جائیں گے۔ تو ہمسائے کی یہ اہمیت، یہ احساس دلانے کے لئے ہے کہ اس کا خیال رکھنا، اس سے حسن سلوک کرنا، اس کی ضروریات کو پورا کرنا بہت اہم ہے۔ کیونکہ یہ بھی ہمسائے ہیں جو گھر کی چاردیواری سے باہر قریب ترین لوگ ہیں۔ اگر یہ ایک دوسرے سے حسن سلوک نہ کریں، ایک دوسرے کے لئے تکلیف کا باعث بنیں، تو جس گلی میں یہ گھر ہوں گے جہاں حسن سلوک نہیں ہو رہا ہو گا تو وہ گلی ہی فساد کی جڑ بن جائے گی۔ اس گلی میں پھر سلامتی کی خوشبو نہیں پھیل سکتی۔ گھر سے باہر نکلتے ہی سب سے زیادہ آمنا سامنا ہمسایوں سے ہوتا ہے۔ ان کو اگر دل کی گہرائیوں سے سلامتی کا پیغام پہنچائیں گے تو وہ بھی آپ کے لئے سلامتی بن جائیں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جون 2007ء)

(کمپوزڈ: نصیر احمد چوہدری)

۞۞۞۞

﴿39﴾ ﴿مشاہدات۔978﴾

ہمیشہ مسکراتے رہو

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِى الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِى الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا (النساء:37)

ترجمہ: اور اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور قریبی رشتہ داروں سے بھی اور یتیموں سے بھی اور مسکین لوگوں سے بھی اور رشتہ دار ہمسایوں سے بھی اور غیر رشتہ دار ہمسایوں سے بھی۔ اور اپنے ہم جلیسوں سے بھی اور مسافروں سے بھی اور ان سے بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوئے۔ یقیناً اللہ اس کو پسند نہیں کرتا جو متکبر (اور) شیخی بگھارنے والا ہو۔

پڑ جائے ایسی نیکی کی عادت خدا کرے
سرزد نہ ہو کوئی بھی شرارت خدا کرے
احسان و لطف عام رہے سب جہان پر
کرتے رہو ہر اک سے مروت خدا کرے

پیارے بھائیو! آج مَیں نے اپنے پیارے بھائیوں کے لیے جو علمی اور روحانی مائدہ تیار کیا ہے اُسے مَیں نے ”ہمیشہ مسکراتے رہو“ کا عنوان دیا ہے۔ یہ وہ سلوگن یعنی نعرہ ہے جو جماعت احمدیہ کے تیسرے امام حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے 1974ء میں احبابِ جماعت کو اُس وقت دیا تھا جب پاکستان کی قومی اسمبلی نے احمدیوں کو قانونی اور آئینی طور پر غیر مسلم قرار دیا۔ جس کو سُن کر مایوسی

پھیلنے کا اندیشہ تھا تو دربار خلافت سے افرادِ جماعت کے حوصلوں کو بلند کرنے اور بلند رکھنے کے لیے جو اقدامات اُٹھائے گئے اُن میں ایک ہدایت یہ تھی کہ ہمیشہ مسکراتے دکھائی دو۔ ہر ایک سے خندہ پیشانی سے ملو۔ یہ تاثر ہرگز نہ ملے کہ آپ کو کسی شکست کا سامنا ہے۔ یہ حکومتیں تو آنی جانی شئے ہیں۔ اصل اور حقیقی مسلمان وہ ہے جو اللہ کے دربار میں مسلمان ہے یا مسلمان وہ ہے جس کو اللہ تبارک و تعالیٰ مسلمان کہہ کر پکارے۔

پیارے بھائیو! مسکراہٹ کا اسلام میں بہت بلند مقام ہے۔ یہ اعلیٰ اخلاق میں سے ہے۔ انسان کے چہرے پر ہر وقت خوشی سکون اور مسکراتا ہوا چہرہ ہونا ضروری ہے۔ بالخصوص آج کے تیز ترین اور ذہنی دباؤ کے حامل معاشرے میں مسکراہٹ ایک نعمت سے کم نہیں جو زندگی کو خوبصورت رنگ دیتی اور مُردہ جسم میں جان ڈال دیتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ معمولی نیکی کو بھی حقیر نہ سمجھو اگرچہ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے پیش آنے کی ہی نیکی کیوں نہ ہو۔

(مسلم کتاب الادب)

گویا کہ چہرہ پر بشاشت، کسی کو خندہ پیشانی سے ملنے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نیکی قرار دیا ہے جو جنت کی طرف لے جاتی ہے۔

پھر دوسری طرف آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم و دوزخ کی آگ سے بچنے کی کوشش کرو خواہ کھجور کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا دے کر بچو۔ اگر کسی کے پاس یہ نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ معاشرہ میں اپنے بھائیوں سے، اپنے دوستوں سے اور اپنے عزیز و اقارب سے نرمی، خلوص اور اچھی بات سے ہی اُن کے حوصلے بڑھاؤ۔

(بخاری کتاب الادب)

اِس حدیث میں ”حوصلے بڑھانے“ کے الفاظ دراصل آج کی تقریر کی تمہید کی تائید کر رہے ہیں کہ حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے احبابِ جماعت کو غیر مسلم قرار دینے پر حوصلہ بڑھانے کے لیے ہمیشہ مسکراتے رہو کی ہدایت فرمائی تھی۔

اسلام نے "السلام علیکم" کہنے اور مصافحہ کرتے وقت بھی چہرے پر مسکراہٹ رکھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ دنیا بھر میں بھی بعض قومیں چہرے پر ذرا سی مسکراہٹ لا کر greeting کرتیں یا greeting کا جواب دیتیں ہیں خواہ وہ مسکراہٹ بناوٹی ہی کیوں نہ ہو۔ ویسے بھی معاشرے میں ہنستا مسکراتا چہرہ ہی پسند کیا جاتا ہے۔ بعض لوگوں کو منہ بھر کر ہنسنے کی عادت ہوتی ہے۔ اِن کے باچھیں کِھل جاتی ہیں اور آواز بلند ہوتی ہے۔ اُسے ہم قہقہہ لگانا کہتے ہیں۔ اِسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اِس سے دل مُردہ ہو جاتا ہے۔

پیارے بچو! بعض لوگوں نے ہنسنے اور ہنسانے کو بطور مشغلہ اور پیشہ کے طور پر اپنا لیا ہے۔ وہ لطیفے سنا کر، ٹی وی پر فنّی اور مزاحیہ پروگرامز کر کے جھوٹ کی آمیزش کے ساتھ لوگوں کو ہنساتے ہیں اور ہم میں سے بعض اُنہیں بڑے شوق کے ساتھ گھنٹوں دیکھتے، سُنتے اور اپنا وقت ضائع کرتے ہیں۔ یہ فضولیات، لغویات کے زُمرے میں آتی ہیں۔ یہی وہ پروگرامز ہیں جن کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِن سے دل مُردہ ہو جاتے ہیں۔ یہ جہاں اخلاق سوزی کا کام کرتے ہیں وہاں ہمارے قیمتی وقت کے دشمن ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو الہاماً بزرگ کہہ کر پکارا ہے اور کہا ہے کہ تو ایسا بزرگ ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ ہم بھی تو اُسی بزرگ کے پیروکار ہیں ہمیں اپنے وقت کی قدر کرنی چاہیے۔ افلاطون نے کہا ہے:

"وقت ایسی زمین ہے جس میں محنت کیے بغیر کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اگر محنت کی جائے تو یہ زمین پھل دیتی ہے اور اگر بیکار چھوڑ دی جائے تو اس میں خاردار جھاڑیاں اُگ آتی ہیں۔"

بچو! گویا کہ یہ فضول پروگرامز ہمارے وقت کی کھیتی میں خاردار جھاڑیاں اور جڑی بوٹیاں ہیں۔ جو ہماری روحانی، علمی اور اخلاقی فصل کو بھی خاردار کر دیتی ہیں۔

پیارے بچو! حضرت خلیفۃُ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دو سلوگنز یعنی ہمیشہ مسکراتے رہو اور محبت سب سے، نفرت کسی سے نہیں کو ملا کر آج کی گزارشات کے ساتھ دیکھیں تو ہماری زندگیوں کے دو حصے ہیں۔ اوّل۔ ہر خاص و عام، اپنے اور بیگانے سے بشاشتِ قلبی اور مسکراتے چہرے کے ساتھ ملنا اور دوم۔ یہ کہ ہم نے

غیروں یعنی اپنے مخالفین احمدیت سے ایسے مسکراتے چہرے سے ملنا اور پیش آنا ہے کہ وہ ہماری مسکراہٹوں کو چھیننا بھی چاہیں تو نہ چھین سکیں۔

پیارے بچو! اس دنیا میں "ہمیشہ مسکراتے رہو" کے حوالے سے بہترین نمونہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ جن میں حسِّ مزاح میں بھی تھا۔ یہ مزاح بچوں اور بڑوں سے برابر کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک سے مسکرا کر بات کرتے۔ طلاقت سے ملتے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ سخت گیر شخص آرہا ہے۔ جب وہ قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پیار اور نرمی سے اس سے گفتگو کی۔ اُس کے جانے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپؐ تو کہہ رہے تھے کہ سخت گیر شخص ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے نہایت نرمی سے گفتگو فرمائی ہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! آپ نے کب مجھے بد اخلاق پایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"(رفق اور قولِ حسن) یہ خُلق جس حالت طبعی سے پیدا ہوتا ہے اُس کا نام طلاقت یعنی کشادہ روئی ہے۔ بچہ جب تک کلام کرنے پر قادر نہیں ہوتا بجائے رفق اور قولِ حسن کے طلاقت دکھلاتا ہے۔ یہی دلیل اِس بات پر ہے کہ رفق کی جڑھ کی جہاں سے شاخ پیدا ہوتی ہے طلاقت ہے۔ طلاقت ایک قوّت ہے اور رفق ایک خُلق ہے جو اس قوّت کو محل پر استعمال کرنے سے پیدا ہو جاتا۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 350)

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"ہر ایک سے مسکراتے ہوئے ملیں چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو۔ بعض عہدیدار مَیں نے دیکھا ہے بڑی سخت شکل بنا کر دفتر میں بیٹھے ہوتے ہیں یا ملتے ہیں۔ اِن کو ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس اسوہ پر عمل کرنا چاہئے جس کا روایت میں یوں ذکر آتا ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے مَیں نے اسلام قبول کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ملاقات سے منع نہیں فرمایا اور جب

بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے تو مسکرا دیتے تھے۔ (بخاری کتاب الادب باب التبسم والضحك)۔ تو کوئی پابندی نہیں تھی جب بھی ملتے مسکرا کر ملتے۔"

(خطبہ جمعہ 31 دسمبر 2004ء)

(کمپوزڈ: مسز عطیۃ العلیم۔ ہالینڈ)

۞۞۞۞

﴿40﴾ ﴿مشاہدات۔617﴾

وقت کی پابندی کی اہمیت

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَالْعَصْرِ۔اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (العصر:2۔3)

کہ قسم ہے زمانہ کی یقیناً انسان خسارے میں ہے۔

تبلیغِ دین میں لگا دیتے زندگی
بے فائدہ نہ وقت گنواتے تو خُوب تھا
دنیا کی کھیل کود میں ناصر پڑے ہو کیوں
یادِ خُدا میں دِل جو لگاتے تو خُوب تھا

معزز سامعین! آج میری تقریر کا عنوان ہے۔ **وقت کی پابندی کی اہمیت**

اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کی قسم اٹھائی ہے اُن میں سے ایک وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفجر میں صبح کی قسم، سورۃ الیل میں رات کی قسم، سورۃ الضحیٰ میں چاشت کے وقت کی قسم اور سورۃ العصر میں زمانہ کی قسم کھائی ہے۔ وقت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک گراں قدر نعمت ہے۔ ہمارے وقت کا ایک ایک لمحہ انمول اور قیمتی سرمایہ ہے۔ وقت جتنا قیمتی ہے اتنا ہی پگھلتی برف کی طرح آناً فاناً یوں گزر جاتا ہے کہ

بس صبح ہوئی شام ہوئی
عمر یوں ہی تمام ہوئی

دنیا کے تمام مذاہب وقت کی پابندی کا درس دیتے ہیں۔ اسلام جو ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، وقت کی پابندی پر بہت زور دیتا ہے۔ مومن کے لئے تو وقت کی پابندی کی نصیحت ہمیں قرآن کریم کے ان الفاظ میں ملتی ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا (النساء:104) کہ نماز یقیناً مومنوں پر وقت پر ادا کرنا فرض ہے۔ قرآنِ کریم میں پانچ نمازیں بروقت ادا کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے، نماز جمعہ پڑھنے کے لئے وقت مقرر ہے۔ روزے رکھنے اور افطاری کے لئے وقت مقرر ہے۔ یہ ہمارے لئے ایک راہنمائی ہے کہ وقت کی قدر بہت ضروری ہے اور یہ کامیابی اور کامرانی کی کُنجی ہے۔ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا عمل خدا تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے تو آپؐ نے فرمایا: اَلصَّلَاۃُ عَلٰی وَقْتِھَا کہ وقت پر نماز پڑھنا۔

(بخاری کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب فضل الصلوٰۃ لوقتھا)

اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ نظام میں بھی وقت کی پابندی کا ثبوت ملتا ہے۔ ہر چیز اپنے اپنے مدار پر وقت ضائع کئے بغیر گردش کرتی ہے۔ سورج، چاند، ستارے سب اپنے اپنے مقررہ وقت پر ظاہر ہوتے اور غروب ہوتے ہیں۔ پوری دنیا کا نظام وقت کی پابندی پر چل رہا ہے۔ غرضیکہ کائنات کا سارا نظام ہی وقت کی اہمیت وضرورت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

سامعین! وقت انسان کے لئے اللہ کی طرف سے تحفہ ہے۔ اس تحفہ کی قدر کرنا ہمارا فرض ہے۔ اس کی اہمیت کو سمجھنا اور اس کا صحیح استعمال کرنا ہماری کامیابی ہے۔ ہمیں اپنے وقت کے ایک ایک لمحے کا حساب اپنے اللہ کے سامنے دینا ہوگا کہ ہم نے دنیا میں وقت کیسے گزارا، کن کن محفلوں میں ہمارا وقت گزرا، اللہ کی خاطر کتنا وقت صرف کیا اور اللہ کی مخلوق کے لئے کتنا وقت صرف کیا؟۔ بحیثیت ایک مسلمان ہمیں اپنے اوقات کو صحیح اور اللہ کی رضا کے مطابق استعمال کر کے آخرت میں سرخرو ہونے کی جدوجہد کرنی چاہیے۔

وقت کا کام ہے چلتے رہنا یہ رکنے نہ پائے
جو وقت نکل گیا ہاتھ سے وہ پھر واپس نہ آئے

سامعین! وقت، مومن و کافر اور نیک و بد ہر ایک کی زندگی کی کشتی کو یکساں طور پر مسلسل آگے بڑھائے چلا جاتا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بعض کشتیاں دھارے میں ایسی ہیں جو بے مقصد اور بے سروپا بہے چلی جاتی ہیں، نہ ان کا کوئی رُخ معین، نہ منزلِ مقصود کی کوئی خبر، نہ مقصدِ حیات کا کوئی نشان۔ اَور کچھ ایسی کشتیاں بھی وقت کے اس عظیم دھارے میں بہہ رہی ہیں جن کی سَمت معین اور مقصود اعلیٰ ہے۔ وہ ہر لمحہ کامرانی اور فلاح کی طرف بڑھ رہی ہیں یہ مومنوں کی کشتیاں ہیں جو وقت کی قدر کو پہچان کر اپنے وقت کو ضائع نہیں کرتے۔

موجودہ دَور میں پانچ حرفی لفظ ”میڈیا“ جس نے ساری دنیا کو اپنے اندر سمیٹ رکھا ہے۔ آج طوفان بن کر ٹی وی، سوشل میڈیا، انٹرنیٹ کی شکل میں ہمیں اپنی لپیٹ میں لے چکے ہیں۔ بچے، بوڑھے، جوان سبھی ٹی۔ وی کے دلدادہ نظر آتے ہیں۔ بقول مرزا غالب

بازیچہ اطفال ہے دنیا میرے آگے
ہوتا ہے شبُ وروز تماشا میرے آگے

سامعین! شعور کی آنکھ سے دیکھا جائے تو میڈیا اپنی ذات میں اچھا بُرا نہیں بلکہ اس کا استعمال ہم جیسے کمزور انسانوں کے ہاتھ میں ہے۔ سوشل میڈیا آج کے تیز ترین ترقی یافتہ دَور کی ضرورت ہے اور اس کے فوائد سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اِس بحث کا مقصد موبائل فون اور انٹرنیٹ کے بے جا استعمال سے ہونے والے وقت کے ضیاع سے آگاہی ہے۔ وگرنہ ان تمام ایجادات کا مناسب اور موقع محل کے مطابق استعمال اِس ترقی یافتہ زمانہ میں انتہائی مفید ہے۔ بچے اور بڑے جب موبائل اور انٹرنیٹ وغیرہ کا بے جا استعمال کرتے ہیں تو اپنے اُس قیمتی وقت کو بڑی بے رحمی سے ضائع کرتے ہیں جس نے پھر کبھی واپس نہیں آنا۔ وہ وقت جو کسی انسان کی بھلائی کے لیے استعمال ہو سکتا ہے، جس میں خدا کو یاد کیا جاسکتا تھا وہ شیطان کی نذر ہو جاتا ہے جو کہ دنیا اور آخرت میں گھاٹے کا سودا ہے۔ ایک احمدی کے شایانِ شان نہیں کہ وہ ان جدید ایجادات سے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھائے۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں مومنین کی ایک صفت بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ (المؤمنون:4) کہ جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

ایک مومن کے لئے ضروری ہے کہ وہ لغو باتوں اور لغو کاموں سے پرہیز کرے۔ لغو سے مراد ہر بُرا کام اور بُری بات ہے۔ لغویات ایک حد کے بعد گناہ میں شمار ہونے لگتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شخص کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ اُس بات کو ترک کر دے جس سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(ترمذی، کتاب الزھد، باب فیمن تکلم بکلمۃ یضحك بھا الناس)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”رہائی یافتہ مومن وہ لوگ ہیں جو لغو کاموں اور لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغو مجلسوں اور لغو صحبتوں سے اور لغو تعلقات سے اور لغو جوشوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 359)

سامعین! حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ سورۃ مومنون کی تفسیر کے تحت لغویات کی تشریح میں فرماتے ہیں:

”اسلام ہر مومن کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ وہ اس قسم کے لغو کاموں سے بچے... مسلمان ہمیشہ لغو کاموں سے بچتے اور احتراز کرتے ہیں وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتے اور کوئی ایسا کام ان کو نہیں کرنا چاہئے جن کا کوئی عقلی فائدہ نہ ہو... حقیقی مومن صرف لغو کاموں سے ہی نہیں بچتے بلکہ لغو خیالات سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔“

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 124-127)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جوں جوں لغو آپ کی زندگی پر حاوی ہوتا چلا جاتا ہے آپ کے اوقات میں دخل اندازی شروع کر دیتا ہے اسی نسبت سے اس کی شکلیں بدلتی رہتی ہیں۔ کبھی یہ واجب سے ٹکرا کر مقابل کا گناہ بن جاتا ہے، کبھی یہ فرض میں حائل ہو کر اس کے مقابل کا گناہ بن جاتا ہے، کبھی اللہ کا شریک بن جاتا ہے۔ مثلاً ٹی وی کا پروگرام دیکھا جا رہا ہے اور مؤذن مسجد کی طرف بلا رہا ہے آپ وہاں نہیں جا رہے اور اس پروگرام کو دیکھ

رہے ہیں تو وہ لغو جو عام حالات میں اور حیثیت رکھتا ہے شرعی طور پر اس موقع پر آکر واضح طور پر شرک بن جاتا ہے۔ تو لغو کے مضمون کو آپ معمولی نہ سمجھیں۔"

(خطبات طاہر جلد 2 صفحہ 347-348)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

"انسان دنیا میں بہت سی ایسی باتیں کر جاتا ہے کہ جو بُرائیوں کی طرف لے جانے والی اور خدا تعالیٰ سے دور کرنے والی ہوتی ہیں... لغو باتوں اور لغو حرکتوں اور لغویات میں ڈوبنے کی یہ بیماری آجکل کچھ زیادہ جڑ پکڑ رہی ہے اور اسی وجہ سے یہ بیماری تقویٰ میں بھی روک بنتی ہے... بعض دفعہ جائز بات بھی غلط موقع پر لغو ہو جاتی ہے... لغو کا لفظ خاص طور پر بات چیت میں غلط اور گناہ کی باتیں کرنے کو کہتے ہیں اور ایک معنی یہ ہیں کہ ایسا جائز یا حلال کام بھی جس کی کسی مومن کو ضرورت نہیں ہے وہ بھی اگر وہ کرتا ہے تو وہ بھی لغویات میں شمار ہوتا ہے... بہر حال مقصد یہ ہے کہ جماعت کے کسی بھی فرد کا وقت بلا مقصد ضائع نہیں ہونا چاہئے۔"

(خطبہ جمعہ 20 اگست 2004ء)

چاہئے نفرت بدی سے اور نیکی سے پیار
ایک دن جانا ہے تجھ کو بھی خدا کے سامنے

پیارے بھائیو! بحیثیت ایک مسلمان ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس بات پر غور کریں کہ اس آخری زمانے کے لہو ولعب میں زندگی کیسے گزاری جائے، جس میں ابلیس اپنے تمام تر حربوں اور ساز و سامان سے لَیس ہو کر انسانیت کے راستے میں آن کھڑا ہوا ہے اور چاہتا ہے کہ انسان کو اپنے نفس کا غلام بنائے یہاں تک کہ اُسے خوابِ غفلت میں ہی یہ دُنیا چھوڑنے پر مجبور کر دے اور پھر انسان ایک نئے جہاں میں حیران و پریشان جا پہنچے، جہاں سے واپسی ناممکن ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ ہمیں اپنی زندگی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے آگے جواب دہ ہونا ہے کہ ہم نے دنیا میں وقت کیسے گزارا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

اِک نہ اِک دن پیش ہوگا تو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے

وقت ہر لمحہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! مَیں ایک قیمتی سرمایہ ہوں تیرے عمل پر شاہد ہوں مجھ سے کچھ حاصل کرنا ہے تو کرلے ورنہ مَیں قیامت تک لوٹ کر نہیں آؤں گا۔ حقیقت یہ ہے دنیا میں ہر خسارے کی تلافی کی جاسکتی ہے لیکن ضائع کئے ہوئے وقت کی تلافی نہیں کی جاسکتی۔

اپنی اِس عمر کو اک نعمتِ عُظمٰی سمجھو
بعد میں تاکہ تمہیں شکوہ ایام نہ ہو

کامیاب لوگوں کی زندگی میں وقت کی قدر و اہمیت اور اسے گزارنے کے روشن اصول ملتے ہیں۔ تاریخ ساز افراد نے ہمیشہ وقت کو قیمتی سمجھا اور ایک ایک پَل کی قدر کی تب انہیں مقام و مرتبہ ملا۔ جو لوگ وقت ضائع نہیں کرتے وہ ہمیشہ ترقی کی منازل طے کرتے ہیں۔ دنیا اور آخرت میں کامیابی کی کلید وقت کی قدر اور بہترین منصوبہ بندی ہے۔

جو وقت کو مفت گنوائے گا، وہ آخر کو پچھتائے گا
کچھ بیٹھے ہاتھ نہ آئے گا، جو بوئے گا سو کھائے گا
تو کب تک دیر لگائے گا، یہ وقت بھی آخر جائے گا
اُٹھ باندھ کمر کیا ڈرتا ہے، پھر دیکھ، خدا کیا کرتا ہے

سامعین! ہمارے لئے تو یہ بات مزید اہمیت اختیار کر جاتی ہے کہ اپنے وقت کو ضائع ہونے سے بچائیں ہم تو اس مسیح کے ماننے والے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ اَنْتَ الشَّیْخُ الْمَسِیْحُ الَّذِیْ لَایُضَاعُ وَقْتُہٗ۔ (تذکرہ صفحہ 550) یعنی تو وہ بزرگ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔

جو لوگ وقت کا صحیح استعمال کرتے ہیں، کامیاب و کامران ہوتے ہیں۔ وقت ضائع کرنے والوں کو زمانہ پیچھے چھوڑ دیتا ہے۔ کہتے ہیں وقت اور سمجھ و سوچ ایک ساتھ خوش قسمت لوگوں کو ملتے ہیں۔ کیونکہ اکثر وقت پر سمجھ نہیں ہوتی اور سمجھ آنے تک وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ وقت زندگی کی طرح ایک نعمت ہے۔ پابندی وقت اس نعمت کی قدر اور شکریہ کا بہترین طریق ہے۔ جو وقت ضائع کرتا ہے وہ وقت نہیں بلکہ اپنی زندگی ضائع کرتے ہیں۔ کامیاب اور عظیم لوگوں کے اوصاف میں سے ایک بڑا وصف اپنے وقت کی قدر و قیمت کو

پہچاننا ہے۔ جو لوگ اپنی زندگی کے قیمتی ایام اور لمحات کو ضائع کر دیتے ہیں وقت بھی انہیں ہمیشہ کے لئے فراموش کر دیتا ہے۔

وقت کی قدر کرنے والے موجد، فلاسفر اور اولیاء بن گئے۔ اسی وقت کی مہربانی ہے کہ قدرت نے انہیں خوشحالی اور ترقی سے سرفراز کیا۔ تاریخ ہمیں یہی سبق دیتی ہے کہ ان ہستیوں کی کامیابی و شہرت کا راز یہی ہے کہ انہوں نے وقت کا صحیح اور مناسب استعمال کیا۔ جو قومیں وقت کی قدر کرتی ہیں وہ صحراؤں کو گلشن بنا دیتی ہیں وہ فضاؤں پر قبضہ کر لیتی ہیں وہ پہاڑوں کے جگر پاش پاش کر سکتی ہیں زمانہ اور دنیا ان کے قدم چومتی ہے۔ لیکن جو قومیں وقت ضائع کرتی ہیں زمانہ انہیں غلام بنا دیتا ہے اور وہ دین و دنیا میں خسارے میں رہتے ہیں۔

سامعین! کہتے ہیں انسان کے ہاتھ میں اُس کی اصلی دولت اُس کا وقت ہے جس نے وقت کو ضائع کر دیا، اس نے سب کچھ ضائع کر دیا۔ وقت کو کوئی خرید نہیں سکتا نہ اس کو ذخیرہ کر سکتے ہیں یہ ایک بہتا دریا ہے اور اس دریا سے جو لہر گزر گئی وہ واپس نہیں آسکتی نہ کسی کا بچپن لوٹ سکتا ہے نہ کسی کی جوانی دوبارہ مل سکتی ہے۔

کہاوت ہے

”تم منٹوں کی حفاظت کرو گھنٹوں کی حفاظت خود بخود ہو جائے گی“

حضرت خلیفۃُ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے 2018ء کے دورہ جرمنی کے دوران ایک نوجوان کو جو جامعہ احمدیہ میں جانے کا ارادہ رکھتا تھا فرمایا۔

”ہمیشہ نماز میں باقاعدگی اور وقت کی پابندی کو مدنظر رکھو اور محنت سے مطالعہ کرو۔ اگر تم یہ... چیزیں اپنا لو گے تو... کامیاب ہو جاؤ گے“

(الفضل انٹرنیشنل 18 اگست 2024ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو وقت کی پابندی کرنے اور اس کی اہمیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(اِس تقریر کی تیاری میں مکرم حافظ عبد الحمید صاحب کے ایک مضمون سے استفادہ کیا گیا ہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ)

﴿41﴾ ﴿مشاہدات۔371﴾

(رخصت ہوتے رمضان کا ایک سبق)

خلافت سے وابستگی۔ اصلاحِ نفس کا ذریعہ ہے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۔وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (النور:56-57)

حدیث: عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّيْنَ

(جامع ترمذی کتاب العلم)

ترجمہ: تم پر میری اور میرے خلفاء کی پیروی لازم ہے جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہدایت دی جائے گی اور جس کی روشنی میں وہ مومنوں کی راہنمائی کریں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

میرے آج کے درس کا عنوان ہے **"(رخصت ہوتے رمضان کا ایک سبق) خلافت سے وابستگی۔ اصلاحِ نفس کا ذریعہ ہے"**

رہیں گے خلافت سے وابستہ ہم
جماعت کا قائم ہے اس سے بھرم
نہ ہوگا کبھی اپنا اخلاص کم
بڑھے گا اسی سے ہمارا قدم

ابھی ہم رمضان کے بابرکت مہینہ سے گزر کر آخری حصہ میں الوداع کرنے کو کھڑے ہیں۔ جس کے دو بڑے سبق تھے یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی اور یہی دو بڑے سبق ہمیں سورۃ النور کی مندرجہ بالا آیات 56-57 میں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے پہلی آیت استخلاف کہلاتی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اُن سے اللہ نے پختہ وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا اور اُن کے لئے اُن کے دین کو، جو اُس نے اُن کے لئے پسند کیا، ضرور تمکنت عطا کرے گا اور اُن کی خوف کی حالت کے بعد ضرور اُنہیں امن کی حالت میں بدل دے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے۔ میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور جو اُس کے بعد بھی ناشکری کرے تو یہی وہ لوگ ہیں جو نافرمان ہیں۔"

اِس آیت استخلاف کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہی امور کا ذکر فرمایا جو رمضان کے مقاصد کا لُبِّ لباب ہے یعنی نماز کا قیام (حقوق اللہ)، زکوٰۃ کی ادائیگی (حقوق العباد) اور رسول کی اطاعت جو دونوں حقوق پر مشتمل ہے اور اِن تینوں امور کا تعلق جہاں خلافت سے جوڑا گیا ہے وہاں اصلاحِ نفس کے ساتھ بھی اس کا گہرا تعلق بنتا ہے۔ کہتے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں ایک کمزور اور نحیف بزرگ کہیں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ قریب سے دو منچلے شرارتی نوجوان گزرے اور بزرگ پر ٹانٹ کی کہ بزرگو! روزہ نہیں رکھا؟ بزرگ نے بہت مستقل مزاجی سے جواب دیا کہ بچو! میرا روزہ ہے۔ نوجوانوں نے کہا کہ بزرگو! ایک طرف اپنی عمر دیکھیں۔ دوسری طرف روزہ بھی نہیں رکھا اور جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ بزرگ نے نہایت پیار سے اُن کو جواب دیا کہ بچو! مَیں نے صبح سے کسی غیر اخلاقی سوچ کو اپنے قریب بھی نہیں آنے دیا۔ جھوٹ مَیں نے نہیں بولا، بد نظری مَیں نے نہیں کی، غیبت اور چغلی مَیں نے نہ کی اور کسی سے سُنی، کسی بُرائی کو اپنے قریب نہیں آنے دیا۔ اِس لیے میری زبان بھی روزے سے ہے، میرے کان بھی، میری آنکھیں بھی الغرض میرے تمام اعضاء روزے سے ہیں اور بدیوں سے رُکے ہوئے ہیں۔ اِس لیے مَیں نے آپ کے سوال کے جواب میں کہا کہ مَیں روزے سے ہوں۔ میرا معدہ کمزوری کی وجہ سے بھوک برداشت نہیں کر سکتا اِس لیے مَیں تھوڑا سا کھانا کھا لیتا ہوں۔ تو رمضان جو ہمیں یہ اخلاقیات کا سبق دیتا ہوا ہم سے وقتی طور پر رخصت ہو رہا ہے اور یہ کہہ کر رخصت ہو رہا ہے کہ اے مومنو! مَیں دوبارہ کچھ عرصہ کے بعد تمہارا

جائزہ لینے کے لیے واپس آرہاہوں اِس لیے رمضان میں اپنائی گئی نیکیوں کو اپنے سینوں سے لگا کر رکھنا۔ یہ اصلاح نفس کا ذریعہ ہے اور دوسری طرف ہم خلافت سے وابستگی، اُس کے ساتھ دِلی لگاؤ اور اُس سے مضبوط تعلق کی بات بھی کر رہے ہیں۔ جہاں سے ہمیں ہر جمعہ کو خلیفۃ المسیح کے خطبہ جمعہ کے ذریعہ نصائح کا ایک پیکیج اصلاح نفس کے لیے ملتا ہے اور یہ جمعہ ہمیں یہ پیغام دے کر ہم سے رخصت ہوتا ہے کے اے مومنو! مَیں ایک ہفتہ کے بعد تمہارا محاسبہ نفس کرنے واپس آرہاہوں اس لیے خلافت کے پلیٹ فارم سے جو باتیں آپ نے اپنے اصلاح نفس کے لیے سُنی ہیں انہیں حرزِ جان بناؤ، اپنے سینے سے لگاؤ اور اِن پر عمل کرنے کی نہ صرف خود کوشش کرو بلکہ اپنے عزیز و اقارب، عزیز دوستوں اور حلقہ احباب و خواتین کو بھی بتاؤ۔ یہ وہی روحانی تجارت ہے جس کا ذکر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے سورہ الجمعہ میں فرمایا ہے۔

اصلاح نفس کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر آپ اللہ تبارک و تعالیٰ کی کسی نعمت سے فیض یاب ہوئے ہیں یا ہو رہے ہیں تو آپ اپنے ماحول میں بسنے والے اپنے دوست احباب کو اِس سے محروم نہ رکھیں بلکہ انہیں بھی اِس میٹھے لذیذ پانی سے فیض یاب کریں۔ اگر آپ روحانی پانی سے غسل کر چکے ہیں تو اپنے ساتھیوں کو اسی پانی سے غسل کروائیں تا معاشرہ میں بسنے والا ہر احمدی خلافت کے پلیٹ فارم سے جاری ہونے والی باتیں سُن کر اپنی اصلاح کر سکے۔ جناب عبید اللہ علیم نے اپنے ایک شعر میں اِس مضمون کو یوں ادا فرمایا ہے۔

لطف یہ ہے کہ آدمی عام کرے بہار کو
موج ہوائے رنگ میں آپ نہا لیا تو کیا؟

جناب شاعر نے خلافت کو بہار سے تشبیہ دے کر کیا ہی پیارا مضمون اُجاگر کیا ہے کیونکہ ہم مادی موسمِ بہار جو چند ہفتوں کی ہوتا ہے میں دیکھتے ہیں کہ ہر طرف رنگا رنگ خوشبو دار پھول نظر آتے ہیں جو ہواؤں کو چھُو کر اُسے معطر کر رہے ہوتے ہیں۔ بہار ختم ہونے پر موسم میں وہی تیزی، خنکی اور ہیجان دِکھنے کو ملتا ہے۔ اِس کے مقابل پر جس بہار کسے خاکسار آپ کو وابستہ ہو کر اصلاحِ احوال کی طرف توجہ دلانے جا رہا ہے وہ خلافت کی ایسی دلربا دائمی بہار ہے جس پر کبھی خزاں نہیں آتی۔ اس میں ہر طرف قسما قسم کے لا تعداد رنگ برنگے روحانی پھول کھلے نظروں کو گھیر اکر رہے ہوتے ہیں۔ اِن میں ایک پھول جو اصلاح نفس

کے کام آتا ہے وہ نماز کی بروقت ادائیگی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت:46) یقیناً نماز بے حیائی اور ہر ناپسندیدہ بات سے روکتی ہے۔ پھر اِس باغ میں ایک پھول تلاوتِ قرآن کا ہے۔ اگر ہم خلیفۃ المسیح کی اقتداء میں نماز ادا کریں تو کس قدر سوز و گداز اور درد کے ساتھ تلاوت سننے کو ملتی ہے جو ہمارے اندرونے کو دھو کر پاک و صاف کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ اصلاحِ نفس کے مضمون کو متعدد مقامات پر بیان فرمایا ہے۔ اوّل تو اِس کی تلاوت سے قبل تعوّذ پڑھنا اپنی ذات میں دھتکارے ہوئے شیطان سے پناہ مانگ کر اپنی اصلاحِ احوال کرنے کا موقع ملتا ہے۔ سورت بنی اسرائیل آیت 79 میں قرآن کی تلاوت ایک قاری کے متعلق گواہی دے گی کہ یہ نہایا اور دھُلا ہوا انسان ہے۔ یہ وہی مضمون ہے جو حال ہی میں گزرنے والے دن ہیں جن میں ہم نے یہ قولِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سنا کہ روزے اور قرآن گواہی دیں گے۔ قرآن کہے گا یہ شخص رات کو میری تلاوت کرتا رہا اور جاگتا رہا۔ اے اللہ! مَیں اِس کی سفارش کرتا ہوں کہ اِس مومن کو بخش دے۔ ایک آیت کریمہ میں تلاوتِ قرآن کریم کے ذریعہ حقیقی مسلمان بننے کا بھی ذکر ہے۔

(دیکھیں النمل:92-93)

خلیفۃ المسیح کی مبارک محفل میں موجودگی خلافت سے وابستگی کو بڑھاتی ہے کہ اُن کی صحبت ملتی ہے۔ اُن کی محبت بھری ایک نگاہ بسا اوقات انسان کے اندر کے دریچوں کو وا کر جاتی ہے اور بسا اوقات ایک مومن کی خلیفۃ المسیح پر ایک نظر مومن کی کایا پلٹ دیتی ہے کیونکہ اللہ کے روحانی بندوں سے بعض ایسی شعائیں نکل رہی ہوتی ہیں جو بعض اوقات نظر تو نہیں آتیں لیکن وہ متبعین کے دلوں میں کھُب کر اصلاح نفس کا کام کر جاتی ہیں۔ صحبتِ صالحین کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح سے وابستہ رہ کر جہاں تک اصلاح نفس کا تعلق ہے اُس میں آج کل دور دراز کے علاقوں میں بیٹھے احمدی احباب و خواتین اور نوجوان و بچے ایم ٹی اے کے ذریعہ صحبتِ خلیفہ حاصل کر سکتے ہیں۔ بالخصوص جمعہ کے روز خلیفۃ المسیح کا متعدد بار حاضرین کو السلامُ علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر سلامتی اور رحمتِ الٰہی کی دُعا دینا اپنی ذات میں ہی اصلاح نفس کا ذریعہ ہے۔ آج کے دور میں اللہ کے نمائندے کا مومنین پر سلامتی کی دُعا بھیجنا اصلاح احوال سے کم نہیں۔ جہاں تک

خلیفۃ المسیح کے ساتھ اپنے جسمانی و روحانی تعلق کو جوڑنے کا تعلق ہے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّيْنَ

(جامع ترمذی کتاب العلم)

کہ تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال حکمت سے ایک ہی چھوٹے سے جملہ میں اصلاح نفس کے لیے تین شخصیات کا ذکر فرمایا۔ نمبر 1 پر اپنی سنت کی پیروی۔ دوسرے نمبر پر خلفائے راشدین کی سنت اور تیسرے نمبر پر مہدیینّ کے الفاظ کے استعمال سے حضرت مہدی علیہ السلام کے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو پکڑنے کی تلقین فرمائی اور ساتھ ہی ارشاد فرمادیا کہ یہ خلافت، خلافتِ راشدہ کا ہی حصہ ہو گی۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہمیں اپنی اصلاح کے لیے خلافت کی پیروی اور اس کے احکامات کی پابندی ضروری ہے۔ اس مضمون کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ خلافت سے مضبوط تعلق و وابستگی اور اصلاحِ نفس لازم و ملزوم ہے کیونکہ خلافت سے تعلق ہو گا تو اُس کی پیروی سے اصلاح نفس ہو گی اور جوں جوں اصلاح نفس ہو تا جائے گا توں توں خلافت سے تعلق، لگاؤ اور وابستگی بھی گہری ہوتی جائے گی۔ بصورت دیگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَةً (مسلم کتاب الامارہ) اُس پر پورا اتریں گے کہ وہ جہالت کی موت مرا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”صحبت میں بڑی تاثیر ہے۔ جو شخص نیک صحبت میں جاتا ہے خواہ وہ مخالفت کے ہی رنگ میں ہو لیکن وہ صحبت اپنا اثر کئے بغیر نہ رہے گی۔ اور ایک نہ ایک دن وہ اس مخالفت سے باز آجائے گا۔“

(ملفوظات جلد ششم صفحہ 247)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”صحبت میں بڑا شرف ہے۔ اس کی تاثیر کچھ نہ کچھ فائدہ پہنچا ہی دیتی ہے۔ کسی کے پاس اگر خوشبو ہو تو پاس والے کو بھی پہنچ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر صادقوں کی صحبت ایک روح صدق کی نفخ کر دیتی ہے۔ میں سچ

کہتا ہوں کہ گہری صحبت نبی اور صاحب نبی کو ایک کر دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو قرآن شریف میں کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ (التوبۃ:119) فرمایا ہے۔ اور اسلام کی خوبیوں میں سے یہ ایک بے نظیر خوبی ہے کہ ہر زمانے میں ایسے صادق موجود رہتے ہیں۔"

(الحکم جلد 10 نمبر 3 مورخہ 24 جنوری 1906ء صفحہ 5)

آج ہم جماعت احمدیہ کا جائزہ، اسلام کے دیگر فرقوں اور مسلمانوں سے لیں تو وہ اپنے اندر خلافت نہ ہونے کی وجہ سے انتشار و افتراق کا شکار ہیں۔ نہ وہ جماعت کہلانے کے قابل ہیں۔ آئے روز قتل و غارت، فساد اور خون کی ہولی کھیل رہے ہیں۔ اپنے خدا کے مقابل پر آکر کبھی خدا کے گھروں کو مسمار کرنے نکل دوڑتے ہیں اور کبھی قبریں جن کی حُرمت مسلّمہ ہے کو نقصان پہنچاتے نظر آتے ہیں۔ جبکہ دوسری جانب ہم احمدی خلافت کی ڈھال کے پیچھے اپنے آپ کو محفوظ پاتے ہیں۔ ہم ایک مضبوط قلعہ میں محفوظ ہیں۔ ہمارے اندر کوئی فساد نہیں، کوئی جھگڑا نہیں، کوئی لڑائی نہیں، کوئی کسی کو گالی نہیں، گالیاں سُن کر دُعا دینے والے وجود خلافت سے اپنے تعلق کی وجہ سے اپنے نفوس کی اصلاح کر چکے ہیں اور جماعت مِن حَیْثُ الجماعت ساری دنیا میں ترقی کر رہی ہے اور فتوحات سمیٹتی نظر آتی ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃ (ترمذی کتاب الفتن) کے تحت تائیداتِ الٰہیہ کو گلے لگا کر ایک جماعت بنے بیٹھے ہیں۔ اِن الفاظ کے تحت مخالفین اور دشمنانِ احمدیت کی طرف سے مخالفت کو مول لے رہے ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنْ رَأَیْتَ یَوْمَئِذٍ خَلِیْفَۃَ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ فَالْزِمْہُ وَاِنْ نُھِکَ جِسْمُکَ وَاُخِذَ مَالُکَ یعنی اگر تو اللہ کے خلیفہ کو زمین میں دیکھ لے تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا اگرچہ تیرا جسم نوچ دیا جائے اور تیرا مال چھین لیا جاوے۔

(مسند احمد بن حنبل حدیث 22916)

یعنی اِس وابستگی سے ایسی اصلاحِ نفس ہو جائے گی کہ مخالفت برداشت کر کے صحابہ رسولؐ سے جا ملیں گے۔

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

وہی مَے ان کو ساقی نے پلا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اس اہم اور دلچسپ مضمون کو ہم اپنی نوجوان نسل کے لیے یوں بھی بیان کر سکتے ہیں کہ ہمارے نوجوان بھائیوں کو اکثر پہاڑوں پر سیر پر جانے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ آپ نے کبھی کسی نوجوان کو کھونٹی یا سونٹی کے بغیر پہاڑوں اور ٹیلوں کو عبور کرتے نہیں دیکھا بلکہ پہاڑوں کی چوٹیوں کو سر کرنے کے لیے بڑے مضبوط رسّے اور میخ استعمال کیے جاتے ہیں تاکہ وہ خود محفوظ رہیں۔ اِسی طرح روحانی بلندیوں اور رفعتوں تک پہنچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے خلافت کی رسّی اور سونٹی عطا کر رکھی ہے جس کے سہارے، جس کو مضبوطی سے پکڑنے سے ہم اللہ تعالیٰ تک کا سفر اختیار کر سکتے ہیں اور کر بھی رہے ہیں۔ جو مضمون خاکسار اوپر بیان کر آیا ہے اُس کی تائید میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ حوالہ غور طلب ہے۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”یاد رکھو! اصلاح کا لفظ وہاں آتا ہے جہاں فساد کا بالکل نام و نشان نہ رہے۔ انسان کبھی صالح نہیں کہلا سکتا جب تک وہ عقائد ردّیہ اور فاسدہ سے خالی نہ ہو اور پھر اعمال بھی فساد سے خالی ہوں“

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 119 ایڈیشن 1988ء)

گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ صحتمند جسم کے لیے صالح خون اور اعضاء کا صالح ہونا بھی ضروری ہے اور اگر جسم صالح نہ ہو تو بیماری میں مٹھاس بھی کڑوی لگتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”اسی طرح جب تک انسان صالح نہیں بنتا اور ہر قسم کی بدیوں سے نہیں بچتا اور خراب مادے نہیں نکلتے اس وقت تک عبادت کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ نماز پڑھتا ہے لیکن اسے کوئی لذّت اور سُرور نہیں آتا ..... عبادت میں مزا اُسی وقت آتا ہے جب گندے مواد اندر سے نکل جاتے ہیں۔ پھر اُنس اور ذوق و شوق پیدا ہوتا ہے۔ اصلاحِ انسانی اس درجہ سے شروع ہوتی ہے۔“

(الحکم جلد 9 نمبر 17۔ 17 مئی 1905ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”ایک بہت بڑی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلافت سے وفا اور اخلاص کا تعلق رکھتی ہے۔ لیکن یاد رکھیں یہ ریزولیوشنز، یہ خط، یہ وفاؤں کے دعوے تب سچے سمجھے جائیں گے.... جب آپ ان دعووں کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں۔ نہ کہ وقتی جوش کے تحت نعرہ لگالیا اور جب مستقل قربانیوں کا وقت آئے... جب نفس کی قربانی دینی پڑے تو سامنے سو سو مسائل کے پہاڑ کھڑے ہو جائیں۔ پس اگر یہ دعویٰ کیا ہے کہ آپ کو خدا تعالیٰ کی خاطر خلافت سے محبت ہے تو پھر نظام جماعت جو نظام خلافت کا حصہ ہے اس کی بھی پوری اطاعت کریں۔ خلیفۂ وقت کی طرف سے تقویٰ پر قائم رہنے کی جو تلقین کی جاتی ہے اور یقیناً یہ خدا تعالیٰ کے حکموں کے مطابق ہی ہے، اس پر عمل کریں..... پھر تمہاری کامیابیاں ہیں۔ ورنہ پھر کھوکھلے دعوے ہیں کہ ہم یہ کر دیں گے اور ہم وہ کر دیں گے۔ ہم آگے بھی لڑیں گے، ہم پیچھے بھی لڑیں گے۔“

(خطبہ جمعہ یکم جولائی 2005ء)

(کمپوزڈ بائی: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿42﴾ ﴿مشاہدات۔981﴾

اطاعت کے ذریعہ پراگندہ موتیوں کا اجتماع

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (النور:55)

کہہ دے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم پھر جاؤ تو اُس پر صرف اتنی ہی ذمہ داری ہے جو اُس پر ڈالی گئی ہے اور تم پر بھی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی تم پر ڈالی گئی ہے۔ اور اگر تم اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور رسول پر کھول کھول کر پیغام پہنچانے کے سوا کچھ ذمہ داری نہیں۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

پیارے بچو! آج مَیں جو گفتگو آپ بچوں سے کرنا چاہتا ہوں اُسے ہم ”اطاعت کے ذریعہ پراگندہ موتیوں کا اجتماع“ کا عنوان دے سکتے ہیں۔

آپ بچوں نے دیکھا ہے اور ہم خود بھی اس دَور سے گزرے ہیں کہ جب اپنی امی کی گود سے اُتر کر بچہ رینگنا اور پھر چلنے لگتا ہے تو وہ اپنے والدین اور اپنے سے بڑوں کو دیکھتا ہے اور ان کو فالو کرتا ہے یہی سے اطاعت کا سفر شروع ہوتا ہے یا اس نَونہال کی حرکتوں کو اطاعت کا پہلا سبق کا نام دیا جا سکتا ہے۔ ماں کی گود کے مدرسہ سے اطاعت کا پہلا سبق لے کر جب وہ اپنے گھر سے باہر نکلتا ہے تو احمدی نَونہالانِ جماعت مسجد

میں، مدرسہ میں یا پھر اسکولز میں اطاعت کے سبق کو لے کر آگے بڑھتے ہیں۔ اسکولز و کالجز میں اساتذہ اور پروفیسرز کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جاتی ہے۔ ہماری جماعت میں ذیلی تنظیموں کا نظام بھی اطاعت کے مضمون کو مضبوط سے مضبوط کرتا ہے۔ ہم سب نے اطاعت کا سبق ماں کی گود کے بعد مجلس اطفال الاحمدیہ پھر مجلس خدام الاحمدیہ اور پھر مجلس انصاراللہ سے سیکھا۔ اسی طرح ہماری بچیاں ناصرات الاحمدیہ اور لجنہ اماء اللہ میں اطاعت کے قرینے سیکھتی ہیں۔

پیارے بچو! آئیں دیکھیں! اطاعت ہے کیا؟ مَیں آج آپ بھائیوں اور اپنی بہنوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ دنیا کا سارا نظام آسمان و زمین کی گردش، رات دن کا بننا اور سورج چاند ستارے سب اپنے اپنے مدار میں ایک ہستی کی اطاعت میں لگے ہوئے ہیں۔ انسانی جسم کو لے لیں۔ جسم کے تمام اعضاء دل کی اطاعت کر رہے ہیں۔ اگر کوئی ذرا بھی اطاعت سے باہر نکلتا ہے تو وہ عضو ماؤف ہو جاتا ہے یا بیمار پڑ جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے وفادار فدائی ساتھی حضرت مولوی نور الدین صاحب خلیفۃُ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے متعلق اطاعت کے حوالے سے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے کہ

”وہ ہر امر میں میری اس طرح پیروی کرتے ہیں جس طرح نبض حرکت قلب کی پیروی کرتی ہے۔“

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 581)

پیارے بچو! ہم خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اِس زمانے کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بنائی ہوئی جماعت احمدیہ میں پیدا کیا ہے یا ہمارے آباء و اجداد کو آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک سلام آپؐ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود علیہ السلام کو پہنچانے کی توفیق ملی اور احمدی مسلمان کہلائے اور جماعتِ احمدیہ مسلمہ میں داخل ہوئے۔ جس میں خلافت کا مبارک نظام موجود ہے اور اطاعت اس کا بنیادی قرینہ ہے۔ ہر جہت سے، ہر طرف سے، ہر چھوٹی اور بڑی بیٹھک اور میٹنگ اور جلسوں میں اطاعت اور فرمانبرداری کا سبق ملتا ہے۔ آپ بچوں نے جلسہ سالانہ برطانیہ اور جلسہ سالانہ جرمنی میں دیکھا ہو گا کہ 50 ہزار پر مشتمل مرد و خواتین اور بچے بچیاں کمال طریق سے اطاعت کی لڑی میں پروئے ہوئے ایک نظام کی اطاعت کرتے دکھائی دیتے ہیں جو خلیفہ وقت کی سربراہی میں چل رہا ہوتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں۔

"اطاعت کا مادہ نظام کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتا۔ پس جب بھی خلافت ہو گی اطاعتِ رسول بھی ہو گی کیونکہ اطاعتِ رسول یہ نہیں کہ نماز پڑھو یا روزے رکھو یا حج کرو۔ یہ تو خدا کے احکام کی اطاعت ہے۔ اطاعتِ رسول یہ ہے کہ جب وہ کہے کہ اب نمازوں پر زور دینے کا وقت ہے تو سب نمازوں پر زور دینا شروع کر دیں۔"

(تفسیر کبیر سورۃ نور صفحہ 369)

آپ بچوں کو سمجھانے کے لئے ایک یا دو واقعات مَیں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے حضرت انسؓ کا واقعہ کہ جب وہ ابھی 9 برس کے بچے تھے۔ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خفیہ مشن پر بھیجا اور تاکید کی کہ کسی کو بتانا نہیں۔ اس کام کی انجام دہی میں اتنی دیر ہو گئی کہ گھر دیر سے پہنچے۔ والدہ نے وجہ پوچھی تو کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام پر گیا تھا۔ ماں نے پوچھا کون سا کام؟۔ بچے نے جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتانے سے منع کیا تھا۔ ماں بھی کامل فرمانبردار تھی اور اطاعت میں رچی بسی تھی۔ ماں نے بھی مزید نہیں کریدا۔ لیکن 9 سالہ بچے کی کمال اطاعت و فرمانبرداری کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کی لاج رکھی اور ماں کو بھی وجہ نہیں بتائی۔

بچو! دوسرا واقعہ یوں ہے کہ حضرت خالدؓ بن ولید بہت بڑے جرنیل تھے اور حضرت عمرؓ کے دور میں شام کے علاقے کے کمانڈر انچیف تھے۔ حضرت عمرؓ نے بعض مصالح کی وجہ سے آپؓ کو معزول کر کے حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کو کمانڈر مقرر کر دیا۔ جب اس تبدیلی کی اطلاع حضرت خالدؓ کو ملی تو آپؓ نے اطاعتِ خلافت کا شاندار نمونہ پیش کرتے ہوئے کمان حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ کے سپرد کر کے خود اُن کی اطاعت میں مصروف عمل ہو گئے۔

یہی اطاعت کے نمونے ہمیں آج جماعت احمدیہ میں نظر آتے ہیں۔ آپ اطفال کا ایک وعدہ ہے اور ناصرات کا بھی ایک عہد ہے۔ مجلس خدام الاحمدیہ، مجلس انصاراللہ اور لجنہ اماء اللہ کے اپنے اپنے عہد ہیں۔ ان سب میں اطاعت کا سبق موجود ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”اگر آپ نے ترقی کرنی ہے اور دنیا پر غالب آنا ہے تو میری آپ کو یہی نصیحت ہے اور میرا یہی پیغام ہے کہ آپ خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔ ہماری ساری ترقیات کا دارومدار خلافت سے وابستگی میں ہی پنہاں ہے۔“

(کمپوزڈ: نصیر احمد چوہدری)

۞۞۞۞

﴿43﴾ ﴿مشاہدات۔319﴾

جماعتی پروگرامز، میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی اہمیت و برکات

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ: 4)

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم انہیں رزق دیتے ہیں اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

خدمت دین کو ایک فضل الٰہی جانو
اس کے بدلے میں کبھی طالب انعام نہ ہو

میرے خدام بھائیو! آج مجھے جس موضوع پر اظہارِ خیال کرنا ہے۔ وہ ہے۔ **جماعتی پروگرامز، میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی اہمیت و برکات**

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے اشرف المخلوقات بنا کر انسان پر جہاں احسانِ عظیم کیا وہاں انسان سے اپنے نام اور توحید کو دنیا میں پھیلانے کے لئے قربانی کا مطالبہ بھی کر دیا۔ ہمارے بزرگوں نے **"انفاق فی سبیل اللہ"** کی تشریح میں لکھا ہے کہ **"انفاق فی سبیل اللہ"** میں صرف اموال کی قربانی مراد نہیں ہے بلکہ انسان کی صلاحیتیں اور استعدادیں، اُس کا وقت، اُس کی جان، اُس کی عزت اور خدا تعالیٰ کی دیگر عطایا وغیرہ کی بھی قربانی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو استعدادیں اور صلاحیتیں دے رکھی ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی توحید کے قیام اور اُس کے پیغام کو اکنافِ عالَم میں پھیلانے کے لئے خرچ کرنی چاہئے۔ انسان کو جو قیمتی وقت دیا ہے اس میں سے کچھ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کے علاوہ اعلائے کلمہ حق اور معاشرہ میں اصلاح احوال اور مخلوق الٰہی کی تعلیم و تربیت کے لئے خرچ کرے تا شکرانہ کا حق بھی ادا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بھی ایک مومن کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ (الانعام:63)

آج اِس دنیوی دور میں (جب دین سے دوری عام ہے) حضرت مسیح موعودؑ نے جماعتی تعلیمات کا ایک نچوڑ اور خلاصے کو بیعت کا حصہ بنا دیا کہ بیعت کے وقت ہر احمدی اس بات کا عہد کرے کہ **"میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا"**۔ یعنی میرے ہر کام، میری ہر حرکت اور ہر سکون میں دین ہی مقدم ہو گا نہ کہ دنیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اِس سلسلہ میں ایک موقع پر بیعت کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"بیعت کے معنی ہیں بیچ دینا۔ جیسے ایک چیز بیچ دی جاتی ہے تو اس سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ خریدار کا اختیار ہوتا ہے جو چاہے سو کرے۔ تم لوگ جب اپنا بیل (Cow) دوسرے کے پاس بیچ دیتے ہو تو کیا اسے کہہ سکتے ہو کہ اسے اس طرح استعمال کرنا؟ ہرگز نہیں۔ اس کا اختیار ہے جس طرح چاہے استعمال کرے۔ اسی طرح جس سے تم بیعت کرتے ہو۔ اگر اس کے احکام پر ٹھیک ٹھیک نہ چلو تو پھر کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے"

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

"شرائط بیعت کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا جائے گا۔ اسی طرح تمام ذیلی تنظیموں کے جو عہد ہیں ان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسی طرح بیعت کے الفاظ میں بھی ہم ان الفاظ کو دہراتے ہیں۔ غرض کہ یہ فقرہ ایک احمدی کا عہد ہے جس پر اس کی بیعت کا انحصار ہے۔ خلافت سے اور نظام سے جڑے رہنے کا انحصار ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ نظام سے جڑے رہنے کا، خلافت سے وابستگی کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2014ء)

پھر آپ نے فرمایا:

"ہمارے ذمہ جیسا کہ مَیں نے کہا بہت بڑے کام لگائے گئے ہیں اور جان، مال، وقت اور عزت قربان کرنے کے لئے ہم عہد بھی کرتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں ہمیشہ سنجیدگی سے غور کرنے کی کوشش کرتے

رہنا چاہئے کہ کس طریق سے ہم اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے اپنی صلاحیتیں اور استعدادیں بروئے کار لائیں۔"

(خطبہ جمعہ 17 اکتوبر 2014ء)

ان ارشادات کی روشنی میں خدمت دین کے جو بھی پہلو ہیں ان تمام کا احاطہ کر کے دین کی خدمت کرنی چاہئے۔ جس کے لئے منصوبہ بندی کرنی ہوتی ہے۔ **جس کا بہترین ذریعہ میٹنگز واجلاسات اور دیگر پروگرامز ہیں۔** عہدیداران پر لازم ہے کہ ان کا حق کریں اور اعلیٰ عہدیداران کی طرف سے جب اور جہاں میٹنگ بلائی جائے ان کی آواز پر سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے حاضر ہونا اور مشوروں میں شامل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ عہدہ ایک امانت ہے۔ اور امانت کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں ایسے کارکنان بھی ہیں جو اپنا سب کچھ بھول جاتے ہیں، بیوی بچوں کو بھی بھول جاتے ہیں، اپنے نفس کے حق بھی ادا نہیں کرتے۔ صبح اپنے کام پر جاتے ہیں اور وہاں سے شام کو سیدھے جماعتی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے پہنچ جاتے۔ انہیں کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہارا اور تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق رکھا ہے۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔"

حضور انور نے خطبہ جمعہ 2 مئی 2008ء میں فرمایا:

"ہر عہدیدار کے پاس کوئی بھی جماعتی کام ایک امانت ہے اسے ایمانداری سے ادا کرنا ضروری ہے۔ ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا اور جو اللہ تعالیٰ کی پسند سے باہر نکل جائے نہ اس کا دین رہتا ہے اور نہ اس کی دنیا رہتی ہے۔"

جماعتی میٹنگز میں شمولیت

سامعین! آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ **"ذکر کی مجالس جنت کے باغ ہیں۔ ان باغوں میں چرنے کی کوشش کیا کرو"** اس ارشاد نبویؐ سے اجلاسات کی اہمیت ظاہر و باہر ہے۔ ہمارے اجلاسات اور جماعتی میٹنگز میں ذکر الٰہی ہوتا ہے اور انہی مجالس کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایسی مجالس میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور فرشتے رحمت کے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں۔ یہ رحمت کا

سایہ مجلس کے اختتام تک رہتا ہے۔ بلکہ ایسی مجالس جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہوتا ہے ان کے متعلق خود اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ”ان سب کے لئے میری طرف سے مغفرت لکھ دو“

تواریخ میں ایک واقعہ یوں درج ہے کہ ایک آدمی کا سفر میں ذکر کی ایک مجلس کے پاس سے گزر ہوا۔ وہ شخص وہاں بیٹھ گیا۔ ذکر الٰہی اور حمد وثناء میں حصہ لیا تو اللہ تعالیٰ نے چند لمحے ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کی بدولت اس شخص کے سارے گناہ معاف کر دیئے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں صادقوں کی معیت یعنی صحبت اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے اور ہماری یہ میٹنگز، اجلاسات محض رضائے الٰہی اور اعلاء کلمۃ الحق کی تجاویز پر غور کرنے کے لئے ہوتے ہیں اس لئے اس میں شامل افراد نیک، صالح اور صادق ہیں۔ جن کی ان میٹنگز و اجلاسات میں صحبت حاصل ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (حدیثِ قدسی ہے) کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو میری خاطر آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری خاطر مجالس منعقد کرتے ہیں اور مِل بیٹھتے ہیں اور میری محبت میں اور میری رضا کے حصول کے لئے ایک دوسرے کے پاس جاتے اور ملاقاتیں کرتے ہیں اور میری خاطر اپنے نفوس کی قربانی کرتے ہیں اُن کے لئے مَیں نے اپنی محبت کو واجب کر لیا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ، جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی عظمت و اہمیت اور ان میں شامل ہونے والوں کے بلند مقام اور ان کو ترغیب دلاتے ہوئے نیز جماعتی کاموں کی پرواہ نہ کرنے والوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

”مؤمن کو چاہئے کہ وہ سلسلہ کی کمیٹیوں کو پارلیمنٹ کی ممبری سے بھی زیادہ مُوجبِ عزت خیال کرے۔ جب تک جماعت میں یہ اِحساس پیدا نہیں ہو گا وہ اپنا کام کامیابی سے جاری نہیں رکھ سکتی... وہ دن آنے والا ہے جب احمدیت کے کاموں میں حصہ لینے والے بڑی بڑی عزتیں پائیں گے۔ لیکن ان لوگوں کی اولادوں کو جو اس وقت جماعتی کاموں میں کوئی دلچسپی نہیں لیتے دھتکار دیا جائے گا۔ جب انگلستان اور امریکہ ایسی بڑی بڑی حکومتیں مشورہ کے لئے اپنے نمائندے بھیجیں گی اور وہ اسے اپنے لئے موجب عزت خیال کریں گے اس وقت ان لوگوں کی اولاد کہے گی ہمیں بھی مشورہ میں شریک کرو لیکن کہنے والا انہیں کہے گا۔ جاؤ! تمہارے باپ دادوں نے اس مشورہ کو اپنے وقت میں رد کر دیا تھا اور جماعتی کاموں کی انہوں نے پرواہ

نہیں کی تھی اس لئے تمہیں بھی اب اس مشورہ میں شریک نہیں کیا جاسکتا۔ پس اس غفلت کو دور کرو اور اپنے اندر یہ احساس پیدا کرو کہ جو شخص سلسلہ کی کسی میٹنگ میں شامل ہوتا ہے اس پر اس قدر انعام ہوتا ہے کہ امریکہ کی کونسل کی ممبری بھی اس کے سامنے ہیچ ہے اور اسے سو حرج کر کے بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا چاہئے۔ اگر وہ اس میٹنگ میں شامل نہیں ہوتا تو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے سلسلہ کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا لیکن وہ خود الٰہی انعامات سے محروم ہو جائے گا... اگر تم اِس وقت جماعتی کاموں میں حصہ نہیں لیتے اور انہیں اپنے لئے مُوجبِ عزت خیال نہیں کرتے تو تمہاری اولادیں آئندہ انعامات سے محروم ہو جائیں گی۔ لوگ اپنی زندگیوں میں اپنی اولادوں کے لئے ہزاروں ہزار روپیہ جائیدادیں بنا جاتے ہیں تا اُن کے کام آئیں۔ تم بھی اگر سلسلہ کے کاموں میں حصہ لیتے رہو گے تو تمہارا ایسا کرنا تمہاری اولاد کے لئے ایک بھاری جائیداد ثابت ہو گا۔"

(رپورٹ مجلس شوریٰ 1956ء)

کلاسز اور اجلاسات منعقد کرنے کی تاکید

خدام بھائیو! ایک دفعہ چند خدام مرکز تربیتی کلاس کے لئے تشریف لائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے ان سے واپس جا کر اجلاسات و کلاسز منعقد کر کے سیکھی ہوئی تعلیم کو آگے دوسرے خدام تک پہنچانے اور انہیں سکھانے کے حوالہ سے فرمایا:

"آپ نوجوانوں کا فرض ہے کہ یہاں آئیں اور دین سیکھیں اور پھر جو کچھ سیکھیں اسے اپنی ذات تک ہی محدود نہ رکھیں بلکہ اپنی مجلس میں واپس جا کر دوسرے دوستوں کو بھی بتائیں کہ آپ نے یہاں آکر کیا کچھ سیکھا ہے۔ اپنی مجالس میں واپس جا کر وہاں ایک کلاس جاری کر کے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ تک روزانہ ایک ماہ یا دو ماہ تک روزانہ دوسرے خدام کو پڑھائیں ورنہ اس بات کا کوئی فائدہ نہیں کہ اتنی بڑی جماعت میں سے 80 یا 150 طالب علم یہاں آئیں اور تعلیم حاصل کریں اور دوسرے سب نوجوانوں کو اس سے محروم رکھا جائے۔ یہ دوسروں پر بہت بڑا ظلم ہے اور اس ظلم میں آپ بھی شریک ہیں کیونکہ آپ یہاں آتے ہیں۔ کلاس میں شامل ہوتے ہیں لیکن آپ نوٹ نہیں لیتے اور اپنے آپ کو اس قابل نہیں بناتے کہ اپنے

دوسرے بھائیوں کے سامنے ان دلائل کو رکھیں اوران کو آیات قرآنیہ سکھائیں اوراس طرح اپنے آپ کو بھی اور دوسرے نوجوان بھائیوں کو بھی احمدیت کے عالم بنانے کی کوشش کریں۔"

(مشعل راہ جلد 2 صفحہ 40)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اجلاسوں میں، اجتماعوں میں جلسوں میں آکر جو سیکھا جاتا ہے۔ وہیں چھوڑ کر نہ چلے جایا کریں۔ یہ تو بالکل جہالت کی بات ہوگی کہ جو کچھ سیکھا ہے وہ وہیں چھوڑ دیا جائے۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 423)

اراکین کو میٹنگز میں شامل ہونے کی ضروری تاکید

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مؤرخہ 13 دسمبر 2009ء کو بیلجیم کی نیشنل مجلس عاملہ کے اجلاس میں فرمایا۔

"ہر مہینہ عاملہ کی میٹنگ ہونی چاہئے عاملہ کے جو سیکرٹریان باوجود یاددہانیوں کے اجلاس میں شامل نہیں ہوتے ان کے نام مرکز کو بھجوائیں تاکہ ان کو ہٹایا جائے۔"

پھر فرمایا:

"میٹنگ ضرور ہونی چاہئے اور پھر جو غیر حاضر ہوں ان کی رپورٹ ضرور آنی چاہئے۔"

(الفضل انٹرنیشنل لندن 8 تا 14 جنوری 2010ء صفحہ 8)

اسی دورہ کے دوران لجنہ اماء اللہ جرمنی کی مجلس عاملہ کے اجلاس منعقدہ 18 دسمبر 2009ء میں حضور انور کی خدمت میں یہ رپورٹ پیش کی گئی بعض ایسی ہیں جو پندرہ سال سے اوپر ہیں لیکن وہ میٹنگز، اجلاسات میں نہیں آتیں اور مرکز سے ان کا رابطہ بھی نہیں ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا:

"ان کے نام مجھے لکھ کر بھیجیں تاکہ ان کو وقف نو سے فارغ کیا جاسکے۔"

(الفضل انٹرنیشنل لندن 29 تا 4 جنوری 2010ء صفحہ 10)

اجلاسات، اجتماعات و میٹنگز کے دیگر فوائد

صحبتِ صالحین کا ذکر مَیں اوپر کر آیا ہوں۔ ان صادق اور نیک لوگوں کے صدق واستقلال کو دیکھ کر اپنی کمزوریوں کو دور کرنے کا موقع ملتا ہے۔ نمازوں کی ادائیگی باجماعت ہو جاتی ہے۔ صف بندی، وقت کی

پابندی، امیر و غریب کی تفریق، نظم وضبط، علم سیکھنے اور بڑھانے کے ذریعہ کے علاوہ یہ محافل پاک تبدیلیوں کا موجب بنتی ہیں۔ خلاصۃً یہ کہ یہ اجلاسات روحانی اور جسمانی بیماریوں کا علاج ہیں، دین و دنیا سنور جاتی ہے۔ ایک موقع پر ہمارے امام ہمام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے بچوں کی ماؤں کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”اگر آپ چاہتی ہیں کہ آپ کے بچے اچھے نمبروں میں پاس ہوں تو انہیں خدمت دین کرنے اور اجلاسات میں بھجوایا کریں۔“

روحانی تجارت، روحانی ہجرت

اے میرے نوجوان بھائیو! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں روحانی تجارت اور روحانی ہجرت کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر اس مضمون پر غور کریں تو یہ ہمیں جماعتی کاموں اور جماعتی میٹنگز میں شمولیت کی طرف دعوت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو صحت دی، صلاحیتیں بخشیں، استعدادیں عطا کیں، وقت دیا اور سوچ کے لئے عقل عنایت کی اور انسان کو اشرف المخلوقات بنایا، دوسرے جانوروں اور چرند پرند سے ممتاز کیا۔ بولنے کی قوت اور صلاحیت عطا کی ان تمام خداداد قوتوں اور صلاحیتوں، سوچوں کا درست اور صحیح استعمال اللہ کے دین کی خدمت ہی ہے۔ اس خدائے واحد و یگانہ کی عبادت میں شامل ہے۔

جس وقت خلیفۃ المسیح یا ان کے کسی نمائندہ کی طرف سے خدمتِ دین کے لئے بلایا جائے۔ کسی میٹنگ میں شمولیت کے لئے کہا جائے تو سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کہتے ہوئے بھاگتے ہوئے اس میں شامل ہوں۔ یہی وہ روحانی تجارت ہے۔ جو انسان اپنے مالک حقیقی اور رب سے کرتا ہے اور اس کے منافع سے نہ صرف خود مستفیض ہوتا ہے بلکہ اس کی وفات کے بعد اس کی نسلیں بھی اس کے منافع سے حصہ لیتی رہتی ہیں اور یہی وہ روحانی ہجرت ہے جو اپنے مقام سے اس میٹنگ کے مقام تک اللہ کی خاطر کی جاتی ہے۔ جس کے قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی برکتیں، فضل اور انعامات کی بارش ہوتی ہے۔ یہی وہ لطیف مضمون ہے جس کو حضرت مسیح موعودؑ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

سب کچھ تیری عطا ہے گھر سے تو کچھ نہ لائے

ایک اور موقع پر فرماتے ہیں:

”عزیزو! یہ دین کے لئے اور دین کی اغراض کے لئے خدمت کا وقت ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو کہ پھر کبھی ہاتھ نہیں آئے گا“

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے۔

”اپنے مقصد پیدائش کو سمجھنے اور ایک خدا کے آگے جھکنے اور اس کی عبادت کرنے کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے اس لئے بھی انسان کو دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس کے جسمانی اعضاء اور طاقتیں بھی اور اس کی ذہنی صلاحیتیں بھی ایسی رکھی ہیں جو اسے دوسری مخلوق سے ممتاز کرتی ہیں۔ پس یہ انسان کی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جب وہ اپنی صلاحیتوں، اپنی ذہنی اور جسمانی طاقتوں کو دیکھے اور ان ایجادات اور سہولیات کی طرف دیکھے جو ان صلاحیتوں کی وجہ سے اسے ملیں تو بجائے خدا سے دور لے جانے کے اسے خدا کے قریب کرنے والی بنیں اور وہ اپنے مقصد پیدائش کو پہچاننے کے قابل ہو سکے۔“

(خطبات مسرور جلد 4 صفحہ 178-179)

زندگی، عمر اور رزق بڑھانے کا ذریعہ

خدمتِ دین سے انسان کی جہاں زندگی اور عمر میں برکت پڑتی ہے۔ وہاں اموال بھی بڑھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو مخاطب ہو کر فرمایا۔ تمہیں کیا علم کہ اس (بیٹے) کی خدمتِ دین کی وجہ سے تمہیں رزق مل رہا ہے اور جو شخص نفع رساں وجود ہوتا ہے۔ انسانیت کے لئے کام کرتا ہے اور دین کی خدمت میں لگا رہتا ہے وہ یَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ یعنی اس کا نام رہتی دنیا تک یادگار رہتا۔

دین کی خاطر وقت دینے والوں کے حق میں حضرت مسیح موعودؑ کی دُعا

اور یہی وہ خدمت دین کرنے والے دوست ہیں جن کے لئے دعا کا بے پناہ جوش حضرت مسیح موعودؑ کے دل میں تھا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”جو حالت میری توجہ کو جذب کرتی ہے۔ اور جسے دیکھ کر میں دعا کے لئے اپنے اندر تحریک پاتا ہوں وہ ایک ہی بات ہے کہ میں کسی شخص کو معلوم کر لوں کہ یہ خدمت دین کے سزاوار ہے۔ اور اس کا وجود خدا کے لئے، خدا کے رسولؐ کے لئے، خدا کی کتاب کے لئے اور خدا کے بندوں کے لئے نافع ہے۔ ایسے شخص کو جو درد والم پہنچے وہ درحقیقت مجھے پہنچتا ہے۔“

پھر فرمایا:

”ہمارے دوستوں کو چاہئے کہ اپنے اپنے دلوں میں خدمت دین کی نیت باندھ لیں۔ جس رنگ اور طرز کی خدمت جس سے بن پڑے کرے۔“

پھر فرمایا:

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک قدر و منزلت اسی شخص کی ہے جو دین کا خادم اور نافع الناس ہو۔ ورنہ وہ کچھ پرواہ نہیں کرتا کہ لوگ کتوں اور بھیڑوں کی موت مر جاویں۔“

اس کے بعد حضرت مولوی عبد الکریم صاحب لکھتے ہیں:

”مجھے اس پر کسی حاشیہ اور تفسیر کی ضرورت نہیں۔ حضرت کو جو چیز سب سے زیادہ محبوب تھی اور جو روح آپ اپنی جماعت میں پیدا کرنا چاہتے تھے وہ خدمت دین کا جوش تھا۔“

میٹنگز اور اجلاسات میں شمولیت کی ایک برکت، طاقت و قوت اور اتحاد کا بھی مظاہرہ ہوتا ہے۔ دشمن جماعت کے کاموں کی خاطر خدام دین میں منہمک دیکھ کر اس پر ایک رعب اور دبدبہ طاری رہتا ہے بلکہ اس کے لئے 100 بار پہلے سوچتا ہے۔

خدام بھائیو! حضرت مصلح موعودؓ نے جب ذیلی تنظیمیں بنائی تھیں۔ اس وقت خدمت کے لئے کم از کم آدھ گھنٹہ روزانہ کا مطالبہ کیا تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ایک معرکہ آراء خطاب کے آخر پر احباب جماعت کو ان الفاظ میں بُلایا ہے۔

”اَب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے اور تم کو! ہاں تم کو! ہاں تم کو! خدا تعالیٰ نے پھر اِس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اِس زور سے بجاؤ کہ دُنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اِس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لَرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اُٹھیں تا کہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہائے تکبیر اور نعرہائے شہادتِ توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اِس زمین پر قائم ہو جائے۔ اِسی غرض کیلئے مَیں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اِسی غرض کیلئے مَیں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور

خدا کے سپاہیوں میں داخل ہو جاؤ۔ محمدؐ رسول اللہ کا تخت آج مسیحؑ نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیحؑ سے چھین کر پھر وہ تخت محمدؐ رسول اللہ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سُنو اور میری بات کے پیچھے چلو کہ مَیں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں ہے، مَیں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو! خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو، خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دُنیا میں بھی عزّت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔"

(سیر روحانی تقریر جلسہ سالانہ 1953ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس مضمون کو یوں بیان فرمایا ہے:

"خوشی اور مسرت اور عزم اور یقین کے ساتھ آگے بڑھو۔ تبلیغ کی جو جوت میرے مولیٰ نے میرے دل میں جگائی ہے اور آج ہزارہا احمدی سینوں میں یہ لَو جل رہی ہے اس کو بجھنے نہیں دینا، اس کو بجھنے نہیں دینا، تمہیں خدائے واحد و یگانہ کی قسم اس کو بجھنے نہیں دینا۔ اس مقدس امانت کی حفاظت کرو۔ میں خدائے ذوالجلال والاکرام کے نام کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم اس شمع نور کے امین بنے رہو گے تو خدا اسے کبھی بجھنے نہیں دے گا۔ یہ لَو بلند تر ہو گی اور پھیلے گی اور سینہ بہ سینہ روشن ہوتی چلی جائے گی اور تمام روئے زمین کو گھیر لے گی اور تمام تاریکیوں کو اجالوں میں بدل دے گی"

(خطبہ جمعہ 12 اگست 1983ء)

ایک دوست نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو لکھا کہ حضور! آپ پر مری جان قربان۔ حضور نے جواباً تحریر فرمایا

"اگر آپ اپنے کام سے وقت نکال کر جماعت کے کام میں صرف کریں گے تو پھر جان بھی قربان سمجھی جائے گی ورنہ اگر وقت نہیں تو جان کیسے۔"

(الفضل انٹرنیشنل 23 نومبر 1993ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے نیشنل مجلس عاملہ انصاراللہ نیوزی لینڈ سے مخاطب ہو کر جماعتی خدمات کی یوں ترغیب دلائی:

”خدا نے آپ کو جو نعمت دی ہے اس کو کیوں ضائع کر رہے ہیں۔ احمدیت تو انشاء اللہ پھیلے گی۔ نئے آئیں گے اور مضبوط ہو جائیں گے۔ آپ لوگ اپنی نسلوں کی تربیت نہ کرنے کی وجہ سے ضائع ہو جائیں گے اس لئے ہوش کریں۔ اب باتیں چھوڑیں اور کام کرنے کی سکیم بنائیں اور Active ہو کر کام کریں۔ فرمایا خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد یہ کام کیا ہے کہ ہم پیغام پہنچائیں۔ کوشش کرنا ہمارا کام ہے باقی نتیجہ پیدا کرنا خدا کا کام ہے۔ آپ کی کوشش میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہئے۔“

(سبیل الرشاد جلد چہارم صفحہ 150-151)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خلفاء کی توقعات اور اُمنگوں کے مطابق کام کرنے کی توفیق دیتا چلا جائے تاہم اور ہماری نسلیں اللہ کے اُن تمام انعامات کے وارث ٹھہریں جن کی ایک جھلک مَیں نے اوپر بیان کی ہے۔ آمین

اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زاد راہ لے لو کچھ کام میں گذارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اتارو
یہ روز کر مبارک سُبْحَانَ مَنْ یَّرَانِیْ

۞۞۞۞

﴿44﴾ ﴿مشاہدات۔932﴾

اِسْتِیْنَاس کیا ہے اور اس کے آداب

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَاَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ (النور:28-29)

یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان کے رہنے والوں پر سلام بھیج لو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے تا کہ تم نصیحت پکڑو اور اگر تم ان (گھروں) میں کسی کو نہ پاؤ تو اُن میں داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں (اس کی) اجازت دی جائے اور اگر تمہیں کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جایا کرو۔ تمہارے لئے یہ بات زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے اور اللہ اُسے، جو تم کرتے ہو، خوب جانتا ہے۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

سامعین کرام! آج میری تقریر کا عنوان اسلامی پردے کے ایک خاص حصّے سے ہے جس کو اِسْتِیْنَاس کا نام دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر سورۃ النور آیات 28-29 میں کیا ہے۔ جس کی تلاوت مع ترجمہ خاکسار تقریر کے آغاز پر کر آیا ہے۔ اِن دو آیات کو اگر تفصیل سے دیکھیں تو یہ چار حکم اِن میں بیان ہوئے ہیں:

1۔ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔

2۔ داخل ہوتے وقت سلام کر لیا کرو۔

3۔ اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو بغیر اِذن اُس گھر میں داخل نہ ہوا کرو۔

4۔ اور اگر گھر کا مالک ملنے سے انکار کرتے ہوئے کہہ دے کہ چلے جاؤ تو چلے آیا کرو۔

ویسے تو اِن چار احکام کو آپس میں ملائے بغیر بات مکمل نہیں ہوتی تاہم آج میری تقریر کا فوکس حکم نمبر 1 پر ہو گا۔ اِسْتِیْنَاس یا اِسْتِئْنَاس کے معنی طلب کرنے یا چاہنے کے ہیں۔ بعض اہل لغات نے اِن الفاظ کے مدّ مقابل اِسْتِئْذَان کے الفاظ درج کئے ہیں اور اِسْتِیْنَاس کو اُنس سے اخذ کیا ہے جس کے معنی محبت، اُلفت، رافت اور اُنس کے ہیں گویا اِس حکم پر عمل پیرائی معاشرہ میں بسنے والوں میں محبت، اخوّت اور اُلفت کا باعث ہے نیز لکھا ہے تَسْتَاذِنُوْا میں محض اجازت درکار ہے جیسے کسی پارک یا چڑیا گھر کے لئے ٹکٹ یا پاس کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن تَسْتَاْنِسُوْا میں دو باتیں ہیں اوّل اجازت محبت پیار سے اور دوم اجازت ملنے پر اندر جانے کی اجازت ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے استیناس کے معنوں کے تحت لکھا ہے کہ

" استیناس کے معنی ...اِس بات کا علم حاصل کرنے کی کوشش کے ہیں کہ آیا گھر والے ملاقات پسند کرتے ہیں یا نہیں کرتے۔ اِسی طرح اِس کے معنی اجازت حاصل کرنے کے بھی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے یہی معانی مروی ہیں اور انہوں نے تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی تَسْتَأْذِنُوْا یعنی اجازت مانگنے کے ہی کئے ہیں۔"

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 292-293)

سامعین! سورۃ النور میں پردہ اور حجاب کے احکام وارد ہوئے ہیں۔ جو محض پاکدامنی اور پاکبازی کے ہیں۔ یہ پاکبازی اور پاکدامنی ایک مؤمن کے لئے بھی ہے اور معاشرہ کے لئے بھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سورۃ النور کے تعارف میں تحریر فرماتے ہیں:

"اس کے بعد پاکبازی کی زندگی اختیار کرنے والوں کو وہ نصائح کی گئی ہیں جن پر عملدرآمد سے اِن کو اللہ تعالیٰ مزید پاکیزگی عطا فرمائے گا۔ اِن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب گھروں میں داخل ہو تو اس سے پہلے سلام کر لیا کرو تا کہ اہل خانہ کو غفلت کی حالت میں اس طرح نہ پاؤ جس سے تمہارے خیالات بھٹک جائیں اور اس کی دوسری پیش بندی یہ بتائی گئی کہ مومن مرد بھی اور مومن عورتیں بھی دونوں غضِّ بصر سے کام لیا کریں اور نظروں کو آوارہ بھٹکنے نہ دیا کریں۔"

(ترجمۃ القرآن صفحہ 593)

یہاں یہ بات واضح ہو کہ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے وہ حجرے یا کمرے بھی مراد ہیں جو خاندان کے افراد کے لئے مخصوص ہیں جیسے کہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا کہ مَیں گھر میں داخل ہوتے وقت اپنی ماں سے بھی اندر آنے کی اجازت لوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں! اُس شخص نے دوبارہ عرض کی کہ مَیں ماں کے ساتھ ہی تو گھر میں رہتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ تب بھی اجازت لو۔ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اپنی ماں کو ننگی حالت میں دیکھ لو یعنی بے خیالی میں اِس حالت میں بیٹھی ہو کہ اُس کے جسم کے کسی حصّہ پر کپڑا نہ ہو۔ اُس شخص نے عرض کی کہ مَیں تو پسند نہیں کروں گا۔ اِس پر حضورؐ نے فرمایا کہ پھر اجازت لے کر اندر جایا کرو۔

(مؤطا امام مالك باب فی الاستیذان)

افریقہ میں ایک ہی خاندان کے لوگ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ جس میں بے شمار کمرے ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کے کمرے میں جانے سے پہلے دروازے کو کھٹکھٹا کر Knock Konck کہہ کر اجازت حاصل کرتے ہیں جبکہ جماعت احمدیہ کے مبلغین اِن کو السلام علیکم کہہ کر اجازت لینے کے تلقین کرتے رہتے ہیں۔

حضرت رِبعی بن حراشؓ بیان کرتے ہیں کہ بنو عامر کے ایک آدمی نے ہمیں بتایا کہ ایک دفعہ اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی کہ مَیں اندر آجاؤں؟ حضورؐ نے کہلا بھیجا کہ اندر آنے کے لئے "السلام علیکم" کہہ کر اجازت مانگا کرو اور فرمایا السلام علیکم کہہ کر کہا کرو کہ مَیں اندر آسکتا ہوں؟ تب اُس نے ایسا ہی کیا۔

(ابوداؤد کتاب الادب باب فی الاستیذان)

ایک حدیث میں آتا ہے کہ کسی شخص نے حضورؐ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت چاہی تو حضورؐ نے پوچھا کون ہے؟ وہ شخص کہنے لگا۔ "مَیں ہوں"۔ حضورؐ نے فرمایا۔ مَیں مَیں کیا ہے گویا کہ حضور نے اس طریق کو ناپسند فرمایا۔

(بخاری کتاب الاستیذان)

اور اس اِذن کو اس لئے لازمی قرار دیا تا نامحرم پر نظر نہ پڑے۔

(بخاری کتاب الاستیذان)

سامعین! اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو معاشرے کو صاف ستھرا اور پاکباز رکھنے کے لئے بہت چھوٹی چھوٹی باتوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ جیسے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِذن تین بار ہے اگر اِذن مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔

(بخاری کتاب الاستیذان)

ایک روایت میں ہے کہ ایک صحابیؓ کو احکامِ قرآن پر عمل کرنے کا بہت شوق تھا اُس کی خواہش تھی کہ مَیں جب اللہ کے حضور حاضر ہوں تو مَیں اللہ کو کہہ سکوں کہ مَیں نے قرآنِ کریم کے تمام حکموں پر عمل کیا ہے۔ وہ صحابی آہستہ آہستہ تمام احکام پر عمل پیرا ہو گئے ماسوائے اِرْجِعُوْا فَارْجِعُوْا حکم کے۔ وہ سالہا سال مدینہ کے گھروں کی کُنڈیاں کھٹکھٹاتے رہے کہ کسی کی طرف سے آواز آئے۔ چلے جاؤ۔ تو مَیں چلا آؤں تا کہ وہ هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ہو سکے مگر مجھے یہ موقع میسّر نہیں آیا۔

(تفسیر فتح البیان زیر آیت النور آیت 29)

سامعین! اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں ہی آیت 59 میں اِس استیذان کے مضمون کو ایک اور رنگ میں بیان فرمایا ہے کہ تین اوقات یعنی صلوٰۃ الفجر سے قبل، دوپہر یعنی قیلولہ کے وقت اور صلوٰۃ العشاء کے بعد اجازت کے بغیر ماں باپ کے کمرے میں داخل نہ ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"دوسرے گھروں میں وحشیوں کی طرح خود بخود بے اجازت نہ چلے جاؤ۔ اجازت لینا شرط ہے اور جب تم دوسروں کے گھروں میں جاؤ تو داخل ہوتے ہی السلام علیکم کہو اور اگر ان گھروں میں کوئی نہ ہو تو جب تک کوئی مالک خانہ تمہیں اجازت نہ دے اُن گھروں میں مت جاؤ اور اگر مالک خانہ یہ کہے کہ واپس چلے جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 336)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے بھی اِس قرآنی حکم پر عمل نہ کرنے والوں کو وحشی قرار دیا اور عمل کرنے کے کیا ہی تین بہت اچھے اور قابل عمل نتائج نکالے ہیں۔

اوّل فرمایا۔ "یہ تو تمہارے لئے بہت اچھی بات ہے تا کہ **بڑے آدمی بن جاؤ**۔" (ترجمہ آیت)

دوم فرمایا۔ "جب ظاہر میں مداخلت کی اجازت نہیں تو اِن خلفاء کی اور اِن کے متبعین کی عیب چینیاں کیونکر جائز ہے۔" (حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 212)

سوم فرمایا۔ "فَارْجِعُوْا۔ لوٹ جاؤ۔ مگر آج کل کے مسلمان تو ناراض ہوتے ہیں اور طرح طرح کے شبہے کرتے ہیں۔ ایسی تعلیم بہت ہی نفع کی ہے۔ یہی پسندیدہ طرز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال پر واقف ہے۔" (حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 212)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"قرآن کریم کا طریق ہے کہ وہ اصلاح خلق کے لئے ایسی ہدایات دیتا ہے جو بدی کی جڑ کو کاٹنے والی ہوتی ہیں۔ چونکہ بعض لوگ بدظنی کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں اِس لئے اُس نے حکم دے دیا کہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں بغیر اجازت اور بغیر گھر والوں کو سلام کرنے کے داخل نہ ہوا کرو۔

تا کہ کوئی شخص تم پر چوری یا بدکاری کی بد ظنی نہ کرے۔ اگر تم اجازت لے لوگے۔ یا سلام کہہ لوگے تو پھر ہر ایک شخص کو پتہ لگ جائے گا کہ گھر کے تمام مردوں اور عورتوں کو تمہارے اندر داخل ہونے کا علم ہے اور اس صورت میں نہ تم پر کوئی چوری کا الزام لگا سکے گا اور نہ بدکاری کا اور اگر یہ سوال ہو کہ گھر میں کوئی ہو ہی نہ۔ تو پھر کیا کیا جائے۔ تو اس کا جواب یہ دیا کہ اس صورت میں گھر میں داخل ہی نہ ہو۔ جب تک کہ تمہیں اجازت نہ دی جائے... پھر سوال ہو سکتا تھا کہ اگر گھر کے افراد تو موجود ہوں مگر وہ اجازت نہ دیں تو پھر کیا کریں۔ اس کا جواب یہ دیا کہ گھر والے اپنے گھر کے مالک ہیں اگر وہ اجازت نہ دیں تو اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ...اِسْتِیْنَاس کے معنی...اِس بات کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرنے کے بھی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے یہی معنے مروی ہیں اور انہوں نے تَسْتَاْنِسُوْا کے معنی تَسْتَأْذِنُوْا یعنی اجازت مانگنے کے ہی کئے ہیں۔ (بحر محیط) اگر اس قرآنی ہدایت پر عمل کیا جائے تو دنیا کے بہت سے فسادات اور جھگڑے مٹ جائیں۔ بعض لوگ بڑی سادگی سے کہہ دیا کرتے ہیں کہ یونہی ہماری نظر پڑ گئی تھی اور اس بنا پر وہ دوسرے پر اتہام لگا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ذریعہ اس قسم کی خرابیوں کو دور کر دیا۔ اگر کوئی شخص کہے گا کہ جھانک کر دیکھنے سے مَیں نے فلاں کو اس حالت میں دیکھا تھا۔ تو قاضی کہے گا تو (نے) جھانکا کیوں تھا؟ تیری گواہی قابل قبول نہیں کیونکہ تو نے خود شریعت کے حکم کو توڑا ہے۔

دوسرے اس ہدایت پر عمل کرنے سے خود انسان بہت سے ایسے مواقع سے بچ جاتا ہے جن کی وجہ سے اتہام کا نشانہ بن سکتا ہے۔ تیسرے آپس کے تعلقات میں کشیدگی پیدا نہیں ہوتی۔ اگر دوسروں کے گھروں میں آنے جانے کے لئے اجازت کی شرط نہ ہو تو ایسی صورت میں جبکہ میاں بیوی بے تکلفی کی حالت میں بیٹھے ہوں اُن کو شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ پھر اگر اجازت لینا ضروری نہ ہو تو چوریوں کی وارداتیں بھی بڑھ جاتیں۔ ایک شخص چوری کی نیت سے اندر داخل ہوتا اور جب پکڑا جاتا تو کہتا۔ مَیں تو ملنے آیا تھا۔ غرض ان احکام میں بیسیوں فوائد مخفی ہیں مگر آج کل جہاں دوسرں کے گھروں میں داخل ہونے سے پہلے لوگ عموماً اجازت لے لینے کے عادی ہیں وہاں اِسْتِیْنَاس کرتے وقت السلام علیکم کہنے کا بڑا کم رواج ہے۔ وہ صرف زور زور سے دستک دینا اور شور مچانا شروع کر دیتے ہیں یا باہر کھڑے کھڑے بلند آواز سے گھر

والے کا نام لے کر بلانا شروع کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اِسْتِیْنَاس کے ساتھ سلام کہنا بھی ضروری ہوتا ہے... پہلے سلام کہنا چاہیے اور پھر اجازت لینی چاہیے۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہے کہ اگر ایک دفعہ جواب نہ ملے تو وقفہ وقفہ کے بعد تین دفعہ السلام علیکم کہنا چاہیے۔ لیکن بعض لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے اجازت لینی چاہیے کیونکہ قرآن کریم کے الفاظ یہ ہیں کہ تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا یعنی اِسْتِیْنَاس کا پہلے ذکر آتا ہے اور سلام کا بعد میں مگر ان کا یہ استدلال درست نہیں بیشک اس جگہ اِسْتِیْنَاس کا پہلے ذکر آتا ہے۔ مگر اِسْتِیْنَاس کے معنی اِسْتِعْلَام اور اِسْتِکْشَاف کے ہیں۔ یعنی اس بات کا علم حاصل کرنے کی کوشش کے ہیں کہ آیا گھر والے ملاقات کرنا پسند کرتے ہیں یا نہیں کرتے گویا اِس کے معنے اپنا تعارف کروانے کے ہیں اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ پہلے گھر والوں کی توجہ اپنی طرف پھیر لی جائے... جہاں امراء کوٹھیوں کے اندر رہتے ہوں وہاں اُن کی ملاقات کے لئے اگر تعارفی کارڈ اندر بھجوا دیا جائے یا رقعہ لکھ کر کسی خادم کے ذریعہ اپنے آنے کی اطلاع دے دی جائے تو یہ طریق بھی اِسْتِیْنَاس میں ہی شامل ہو گا کیونکہ اس ذریعہ سے وہ اپنا تعارف کروا دیتا ہے اس کے بعد جب انسان اندر داخل ہو تو پھر تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا کے ماتحت اس کا فرض ہو گا کہ وہ دوبارہ سلام کرے۔ گویا ایک سلام اِسْتِیْنَاس کے وقت ہو گا اور ایک سلام اُس وقت ہو گا جب وہ ملاقات کے لئے اندر داخل ہو گا۔ اِسْتِیْنَاس کی شرط علاوہ اور حکمتوں کے اس لئے بھی رکھی گئی ہے کہ بعض دفعہ ایسا آدمی ملاقات کے لئے آجاتا ہے جس سے ملنا ضروری نہیں ہوتا پس جب وہ اِسْتِیْنَاس کے ذریعہ گھر والوں کو اپنی طرف متوجہ کرے گا تو گھر والے دیکھ لیں کہ وہ کون ہے اور آیا اس سے ملنا ضروری ہے یا غیر ضروری۔ اگر ضروری ہو گا تو وہ بلا لیں گے اور اگر ضروری نہیں ہو گا اُسے جواب دے دیں گے ... وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ اور اگر تم کو کہہ دیا جائے کہ جاؤ! ہم مل نہیں سکتے ہمیں اس وقت فرصت نہیں تو پھر تمہارا فرض ہے کہ واپس چلے جاؤ۔ یہ نہیں کہ دھرنا مار کر بیٹھ جاؤ کہ ہمیں ضرور آنے کی اجازت دی جائے۔"

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 292-294)

سامعین! حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ اِس حوالے سے ہدایات دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"عموماً معاشرے میں، خاص طور پر ہمارے ملکوں میں یہ ہوتا ہے کہ اچانک بہت سے مہمان آ گئے۔ گھر والے پریشان ہیں کیا کریں۔ بعض دفعہ ایسے حالات نہیں ہوتے کہ ان کی اچھی طرح خدمت کر سکیں۔ اس لئے فرمایا کہ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا (سورۃ النور:28) کہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو یہاں تک کہ تم اجازت لے لو، ان کے رہنے والوں پر سلام بھیجو۔ اجازت کے جو طریق سکھائے گئے ہیں یہ گھر پہنچ کر ہی نہیں بلکہ آج کے زمانے میں تو دور بیٹھ کر بھی اجازت لی جا سکتی ہے۔ جب اجازت مل جائے، گھر والے بھی تیار ہوں ان کو پتہ ہو کہ ہمارے مہمان فلاں تاریخ کو آ رہے ہیں تو ٹھیک ہے پھر اس گھر میں جائیں... تاکہ کوئی ریسیو کرنے والا بھی مل جائے۔"

(خطبات مسرور جلد 3 صفحہ 446)

پھر آپ ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"تمہارا دائرہ عمل صرف تمہارا اپنا گھر ہے۔ تم اگر آزادی سے داخل ہو سکتے ہو تو اپنے گھروں میں۔ کسی دوسرے کے گھر میں منہ اُٹھا کے نہ چلے جایا کرو... بعض دفعہ بے تکلّف دوستوں اور بے تکلّف عزیزوں کے گھروں میں لوگ بے دھڑک چلے جاتے ہیں... اور جب روکو کہ اِس طرح نہیں ہونا چاہیے تو پھر بُرا مناتے ہیں۔ یہ حکم عورتوں کے لئے بھی اُسی طرح ہے جس طرح یہ مردوں کے لئے ہے... آج کل چونکہ گھروں میں گھنٹی لگی ہوتی ہے، گھنٹیوں کا رواج ہے اِس لئے لوگ سمجھتے ہیں کہ سلام کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ گھنٹی کے ساتھ بھی سلام کہا جا سکتا ہے۔ اِسی میں برکت ہے۔"

(خطبات مسرور جلد 2 صفحہ 622-627)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

"اسلامی معاشرہ کیونکہ امن اور سلامتی پھیلانے والا معاشرہ ہے اس لئے یہ بھی خیال رکھو کہ جب تم کسی کے گھر ملنے جاؤ تو مختلف اوقات میں انسان کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں، طبیعتوں کی مختلف کیفیت ہوتی ہیں اس لئے جب کسی کے گھر ملنے جاؤ اور گھر والا بعض مجبوریوں کی وجہ سے تمہارے سلام کا جواب نہ دے یا

تمہاری توقعات کے مطابق تمہارے ساتھ پیش نہ آئے تو ناراض نہ ہو جایا کرو۔ زود رنجی کا اِظہار نہ کیا کرو بلکہ حوصلہ دکھاتے ہوئے، خاموشی سے واپس آجایا کرو اور اگر اِس طرح عمل کرو گے تو ہر طرف سلامتی بکھیرنے والے اور پُر امن معاشرہ قائم کرنے والے ہوں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 3 ستمبر 2004ء)

(کمپوزڈ: منہاس محمود۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿45﴾ ﴿مشاہدات۔984﴾

ہُن مَیں چھ مہینے لئی تیرا ربّ نہیں رہیا؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق:4)

کہ وہ اُسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا اور جو اللہ پر توکّل کرے تو وہ اُس کے لئے کافی ہے۔

اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے
بیمارِ عشق ہوں ترا دے تو شفا مجھے
بے کس نواز ذات ہے تیری ہی اے خدا
آتا نظر نہیں کوئی تیرے سوا مجھے
تیری رضا کا ہوں میں طلب گار ہر گھڑی
گر یہ ملے تو جانوں کہ سب کچھ ملا مجھے

معزز سامعین! آج میری گزارشات کا عنوان ایک احمدی بزرگ کو اپنے اللہ کی طرف سے آنے والی آواز ”ہُن مَیں چھ مہینے لئی تیرا ربّ نہیں رہیا؟“ ہے۔ حضرت خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ ایک ایمان افروز واقعہ بیان کرتے ہیں کہ

”ایک احمدی بزرگ تھے جو اپنی روزانہ کی آمدن سے ایک اٹھنّی (آٹھ آنے جو نصف پاکستانی روپیہ ہوتا تھا) اپنی اُس دن کی ضرورت کے لیے رکھ کر باقی تمام رقم چندے میں بھجوا دیتے تھے۔ ایک دن انہیں 300 روپے موصول ہوئے۔ انہوں نے سوچا رقم کچھ زیادہ ہے کیوں نہ چھ مہینوں کی ضرورتوں کے لیے 90 روپے آج ہی رکھ لوں تاکہ آسانی رہے۔ اُس دن لوگ کہتے ہیں کہ جب وہ مسجد سے ظہر کی نماز پڑھ کر

فارغ ہوئے تو فوراً گھر کو چل دیے جو اُن کا معمول نہیں تھا۔ کسی نے پوچھا ایسی کیا جلدی ہے؟ وہ کہتے ہیں۔ مجھے ابھی نماز میں آواز آئی ہے کہ **"ہُن مَیں چھ مہینے لئی تیرا ربّ نہیں رہیا؟"** اور کہتے ہیں مَیں اِسی وقت گھر جا کر اپنی ایک اٹھنّی رکھوں گا اور باقی کے سارے پیسے چندے میں بھیج دوں گا۔"

(مشعلِ راہ جلد 2 صفحہ 116 فرمودہ 7 ستمبر 1969ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

"اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکّل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکّل کرے مَیں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 273 ایڈیشن 1988ء)

سامعین! یہ بات بالکل درست ہے کہ اگر ہم خدا تعالیٰ کو قادرِ مطلق اور مالک و رازق سمجھتے ہیں اور تہہ دل سے اس پر ایمان رکھتے ہیں تو بلاشبہ ہمیں اُس ذات سے ہی مدد مانگنی چاہئے اور غمی اور خوشی ہر حال میں اپنی عبادتوں اور امیدوں کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات کو بنانا چاہیے۔ لیکن اس کا مطلب ہرگز یہ بھی نہیں کہ انسان ہر کام اللہ پر چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھا رہے۔ اگر ہم اپنے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ آپؐ اپنی طرف سے صدقِ دل سے کوشش کرتے تھے اور پھر کام کے انجام کو خالقِ حقیقی کے سپرد کر دیتے اور کامیابی کے لئے دعا میں لگ جاتے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکّل سے بھری ہوئی تھی۔ وہ واقعہ یاد کریں جب سفر طائف سے واپسی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ روز نخلہ میں قیام فرمایا۔ زید بن حارثہؓ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اب آپؐ مکہ میں کیسے داخل ہوں گے جبکہ وہ آپؐ کو نکال چکے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس شان سے، توکّل سے جواب دیا کہ اے زید! تم دیکھو گے کہ اللہ ضرور کوئی راہ نکال دے گا اور اللہ اپنے دین کا مددگار ہے۔ وہ اپنے نبی کو غالب کر کے رہے گا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سرداران قریش کو پیغام بھجوائے کہ آپ کو اپنی پناہ میں لے کر مکّہ میں داخل کرنے کا انتظام

کریں۔ کئی سرداروں نے انکار کر دیا بالآخر مکّہ کے ایک شریف سردار مطعم بن عدی نے آپ کو اپنی پناہ میں مکّہ میں داخل کرنے کا اعلان کیا۔ پھر آخر کار جب مظالم حد سے زیادہ بڑھ گئے اور مکّہ سے ہجرت کا وقت آیا تو کمال وقار سے آپؐ نے وہاں سے ہجرت فرمائی۔ غار میں پناہ کے وقت دشمن جب سر پر آن پہنچا تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنا سر اٹھا کر نظر کی اور تعاقب کرنے والوں کے پاؤں دیکھے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر کوئی نظر نیچے کرے گا تو ہمیں دیکھ لے گا۔ آپؐ نے کس شان سے اللہ تعالیٰ پر توکّل کرتے ہوئے اس کے وعدوں پر یقین کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ابو بکر! ہم دو ہیں اور ہمارے ساتھ تیسرا خدا ہے۔ تو یہ ہے وہ توکّل کا اعلیٰ معیار جو صرف اور صرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں نظر آتا ہے اور پھر آپ دیکھیں جب غار سے نکل کر سفر شروع کیا تو کیا شانِ استغنا تھی اور کس قدر اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکّل تھا۔

حضرت ابو بکرؓ کی روایت ہے کہ سفر ہجرت کے دوران جب سراقہ گھوڑے پر سوار تعاقب کرتے ہوئے ہمارے قریب پہنچ گیا تو مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اب تو پکڑنے والے بالکل سر پر آ پہنچے اور مَیں اپنے لئے نہیں بلکہ آپؐ کی خاطر فکر مند ہوں۔ آپؐ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ چنانچہ اسی وقت آپ کی دعا سے سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا اور وہ آپ کی خدمت میں امان کا طالب ہوا۔ اس وقت آپؐ نے سراقہ کے حق میں یہ عظیم الشان پیشگوئی فرمائی کہ سراقہ! اُس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں پہنائے جائیں گے اور یہ پیشگوئی بھی بڑی شان سے بعد میں پوری ہوئی۔

سامعین! توکّل و یقین کا یہی اعلیٰ رنگ ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں نظر آتا ہے۔

ایک دفعہ کسی بحث کے دوران میں حضرت مسیح موعودؑ سے کسی مخالف نے کوئی حوالہ طلب کیا۔ اُس وقت وہ حوالہ حضرت کو یاد نہیں تھا اور نہ آپ کے خادموں میں سے کسی اور کو یاد تھا لہٰذا شماتت کا اندیشہ پیدا ہوا۔ مگر حضرت صاحب نے بخاری کا ایک نسخہ منگوایا اور یونہی اس کی ورق گردانی شروع کر دی اور جلد جلد ایک ایک ورق الٹانے لگ گئے اور آخر ایک جگہ پہنچ کر آپ ٹھہر گئے اور کہا کہ لو یہ لکھ لو!۔ دیکھنے والے

سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرہ ہے اور کسی نے حضرت صاحب سے دریافت بھی کیا۔ جس پر حضرت نے فرمایا کہ جب مَیں نے کتاب ہاتھ میں لے کر ورق الٹانے شروع کیے تو مجھے کتاب کے صفحات ایسے نظر آتے تھے کہ گویا وہ خالی ہیں اور ان پر کچھ نہیں لکھا ہوا۔ اسی لیے مَیں ان کو جلد جلد الٹاتا گیا۔ آخر مجھے ایک صفحہ ملا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا اور مجھے یقین ہوا کہ یہ وہی حوالہ ہے جس کی مجھے ضرورت ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرّف کیا کہ سوائے اس جگہ کے کہ جس پر حوالہ درج تھا باقی تمام جگہ آپ کو خالی نظر آئی۔

(سیرت المہدی حصہ دوم مطبوعہ 1935ء صفحہ 2-3)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے پیدا کرنے والے رب پر پورا توکّل تھا اور جیسا کہ آپؑ کو الہام بھی ہوا

"جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو"

(تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 390)

آپ کہتے تھے کہ خدا تعالیٰ خود آپ کا کفیل ہو گا۔ چنانچہ جب آپ کے والد صاحب کی وفات ہو گئی تو بشری تقاضے کے تحت آپ کچھ فکر مند ہوئے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے مخاطب ہو کر فرمایا اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ یعنی کہ کیا خدا اپنے بندے کے لئے کافی نہیں؟

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت نے یہ ثابت کر دیا کہ آپ کے تقویٰ اور توکّل نے آپ کے والد صاحب کے سارے خدشات کو غلط ثابت کر دیا اور آپ کر دیا اور آپ کی غیب سے مدد فرمائی جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَتَوَکَّلْ عَلَی الْحَیِّ الَّذِی لَا یَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِہٖ (الفرقان:59) اور تُو اس پر توکّل کر جو زندہ ہے (اور سب کو زندہ رکھتا ہے) کبھی نہیں مرتا اور اس کی تعریف کے ساتھ ساتھ اس کی تسبیح بھی کر۔

سامعین! جیسا کہ خاکسار نے ابتدا میں آیات کی تلاوت کی کہ

وَمَن یَتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَل لَّہٗ مَخْرَجاً وَیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَن یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ

(الطلاق:3-4)

اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اُس کے لئے کوئی نہ کوئی رستہ نکال دے گا اور اس کو وہاں سے رزق دے گا جہاں سے رزق آنے کا اس کو خیال بھی نہ ہو گا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بعینہٖ اِسی طرح ہوا جیسا کہ ان آیات میں فرمایا گیا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں:

”پس مجھے اُس خدائے عزّوجل کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اُس نے اپنے مبشرانہ الہام کو ایسے طور سے مجھے سچا کر کے دکھلایا کہ میرے خیال اور گمان میں بھی نہ تھا میرا وہ ایسا متکفّل ہوا کہ کبھی کسی کا باپ ہرگز ایسا متکفّل نہیں ہوگا“

(کتاب البریہ بحوالہ تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 25)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خادم خاص حضرت حافظ حامد علی صاحب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ لنگر خانہ کے منتظم حضرت میاں نجم الدین صاحب بھیرویؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور لنگر خانہ کی ضروریات کے لئے رقم کی درخواست کی۔

حضور نے فرمایا:

اِس وقت تو میرے پاس کوئی روپیہ نہیں۔ جس خدا کے مہمان ہیں وہ خود ہی انتظام فرمائے گا۔ اِس پر حضرت میاں صاحبؓ واپس چلے آئے۔ تھوڑی دیر بعد پھٹے پُرانے کپڑوں میں ملبوس ایک شخص حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایک گٹھڑی پیش کی۔ جسے گھر کے اندر جا کر حضورؑ نے کھولا تو کافی روپیہ اُس میں تھا۔ آپؑ نے باہر تشریف لا کر اُس شخص کو بلوانے اور پتہ لگوانے کی کوشش کی مگر وہ نہ ملا۔ تب حضورؑ نے میاں نجم الدین صاحبؓ کو بلوا کر سب روپے انہیں دے دیے۔

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الاوّل مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ ایک ایسے نادر وجود تھے جن کی عظیم المرتبت شخصیت میں دوسری متعدد صفات کی طرح توکّل علی اللہ کی شان بھی بہت نمایاں نظر آتی ہے۔ جماعت کی تاریخ میں حضرت خلیفۃُ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بہت سارے واقعات ہیں۔

قریشی امیر احمد صاحب بھیروی کی شہادت ہے کہ ہمارے سامنے حضورؓ کی خدمت میں چِھٹی رساں کتابوں کا ایک VP لایا جو سولہ روپے کا تھا۔ آپؓ نے فرمایا کہ یہ کتابیں مجھے پیاری ہیں اور مَیں نے بڑے شوق سے منگوائی ہیں لیکن اب ان کی قیمت میرے پاس نہیں ہے لیکن میرے مولا کا میرے ساتھ ایسا معاملہ ہے کہ سولہ روپے آئیں گے اور ابھی آئیں گے۔ چنانچہ ہم بیٹھے ہی تھے کہ ایک ہندو اپنا بیمار لڑکا لے کر آیا۔ حضرت نے نسخہ لکھ دیا۔ ہندو ایک اشرفی اور ایک روپیہ رکھ کر چل دیا۔ آپ نے اسی وقت سجدۂ شکر کیا اور

فرمایا کہ مَیں اپنے مولا پر قربان جاؤں کہ اُس نے تمہارے سامنے مجھے شرمندہ نہیں کیا اگر یہ شخص مجھے کچھ بھی نہ دیتا تو میری عادت ہی مانگنے کی نہیں۔ پھر ہو سکتا تھا کہ وہ صرف ایک روپیہ دیتا یا اشرفی ہی دیتا۔ مگر میرے مولا نے اسے مجبور کیا کہ میرے نورالدین کو سولہ روپے کی ضرورت ہے اس لئے اشرفی کے ساتھ روپیہ بھی ضرور رکھو۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت، مرتبہ مولانا دوست محمد شاہد مرحوم جلد سوم صفحہ 556)

حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ فرمایا کرتے تھے کہ

"خدا تعالیٰ کا میرے ساتھ وعدہ ہے کہ مَیں اگر کہیں جنگل بیابان میں بھی ہوں تب بھی خدا تعالیٰ مجھے رزق پہنچائے گا اور مَیں کبھی بھوکا نہیں رہوں گا۔"

(حیات نُور، مصنّفہ محترم عبدالقادر سوداگرمل، باب سوم صفحہ 274)

محترم حکیم محمد صدیق صاحب کی روایت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ تین ساتھیوں کے ساتھ ہم راستہ بھول گئے اور کہیں دُور نکل گئے۔ کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی۔ میرے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس نے سخت ستایا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ نورالدین جو کہتا ہے کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے، آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔ فرمایا کرتے تھے مَیں دعا کرنے لگا۔ چنانچہ جب ہم آگے گئے تو پیچھے سے زور کی آواز آئی۔ ٹھہرو! ٹھہرو!۔ جب دیکھا تو دو شُتر سوار تیزی کے ساتھ آرہے تھے۔ جب پاس آئے تو انہوں نے کہا: ہم شکاری ہیں۔ ہرن کا شکار کیا تھا اور خوب پکایا۔ گھر سے پراٹھے لائے تھے۔ ہم سیر ہو چکے ہیں اور کھانا بھی بہت ہے۔ آپ کھالیں۔ چنانچہ ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ نورالدین سچ کہتا تھا۔

"اللہ تعالیٰ کا نورالدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ مَیں تیری ہر ضرورت کو پورا کروں گا۔"

صوفی عطا محمد صاحب بھی ایک واقعہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ عید کی صبح حضرت مولوی صاحب نے غرباء میں کپڑے تقسیم کئے حتّٰی کہ اپنے استعمال کے کپڑے بھی دے دیئے۔ گھر والوں نے عرض کی کہ آپ عید کیسے پڑھیں گے۔ فرمایا خدا تعالیٰ خود میرا انتظام کر دے گا۔ یہاں تک کہ عید کے لئے روانہ ہونے میں صرف پانچ سات منٹ رہ گئے۔ عین اُس وقت ایک شخص

حضرت کے حضور کپڑوں کی گٹھڑی لے کر حاضر ہوا۔ حضور نے وہ کپڑے لے کر فرمایا۔ دیکھو! ہمارے خدا نے عین وقت پر ہمیں کپڑے بھیج دیئے۔

(حیات نور صفحہ 241-242۔ ایڈیشن 2003ء)

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے بھی خدا تعالیٰ پر یقین اور قبولیت دعا کے بے شمار واقعات محفوظ ہیں جو ہمارے ایمان میں اضافہ بھی کرتے ہیں۔

مکرم شیخ فضل حق صاحب کا ایک لڑکا پیدائش کے آٹھ نو ماہ بعد سخت بیمار ہو گیا۔ ہر قسم کا علاج تین سال تک ہوتا رہا یہاں تک کہ ٹانگیں جواب دے گئیں۔ لوگ تعویذ کے لئے کہتے مگر انہوں نے کہا خواہ یہ مر جائے تعویذ نہیں دوں گا۔ آخر حضرت مصلح موعودؓ کو دعا کے لئے لکھا۔ آپؓ نے جواباً فرمایا ”اللہ تعالیٰ عزیز کو صحت دے گا“۔ یہ جواب ملنا تھا کہ بیماری میں فرق پڑنے لگا اور شفا ہو گئی۔

(مضمون ”خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا“ مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 24 مئی 2002ء)

مکرم فتح محمد صاحب مٹھیانی لکھتے ہیں کہ گاؤں میں ہم پانچ دوست احمدی ہوئے تو شدید مخالفت شروع ہو گئی اور مخالفین نے بحث میں عاجز آکر کہا کہ کیا ہوا اگر یہ احمدی ہو گئے، ان کو ملتی تو لڑکیاں ہی ہیں۔ اتفاق سے اُس وقت ہم پانچوں کے لڑکیاں ہی تھیں اور اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس بات کا میرے دل پر بڑا صدمہ ہوا اور مَیں نے حضرت مصلح موعودؓ سے دعا کے لئے عرض کیا۔ آپؓ نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ آپ سب کو نرینہ اولاد دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم سب کو نرینہ اولاد سے نوازا۔

(مضمون ”خلفائے احمدیت کی قبولیت دعا“ مطبوعہ ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 24 مئی 2002ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 1974ء کے پر آشوب دور میں جس خندہ پیشانی اور جرأت کے ساتھ حالات کا مقابلہ کیا وہ بھی توکّل علی اللہ کا ایک نمونہ ہے۔ آپ نے جماعت کی خوب احسن طریقے پر راہ نمائی فرمائی اور ڈھال بن کر حفاظت بھی فرمائی۔ قومی اسمبلی میں خدائی تائید و نصرت کے ساتھ جماعت کا موقف بڑے مؤثر انداز میں پیش کرنے کی توفیق عطا ہوئی۔ حضورؒ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”بہت دعائیں کیں۔ خدا تعالیٰ نے الہاماً فرمایا وَسِّعْ مَكَانَكَ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ یعنی جو ہمارے مہمان آتے ہیں ربوہ میں ان کے تم فکر کرو اور جو اپنے طرف سے تحقیر کا، ذلیل کرنے کا منصوبہ یہ بنا رہے ہیں اس

کے لیے مَیں کافی ہوں تمہیں۔ 11 دن 40 گھنٹے اور 10 منٹ سوال وجواب کیے میرے ساتھ اور ایسا لگتا تھا کہ ہر سوال کے وقت خدا تعالیٰ میرے ساتھ کھڑا ہے۔ یا اس کا فرشتہ کہنا چاہیے جہاں مجھے جواب نہیں آتا تھا مجھے جواب سکھایا جاتا تھا۔"

الٰہی تائید کے ساتھ آپ کے مقدس لبوں سے نکلنے والا ایک جملہ "محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں" آج عالمی سطح پر جماعت احمدیہ کی پہچان بن چکا ہے اور تبلیغی ہتھیار بھی۔

(اصحاب احمد کا تعلق باللہ مطبوعہ رسالہ انصارالدین یوکے۔ نومبر دسمبر 2020ء، جنوری فروری 2021، اور مارچ اپریل 2021ء)

سامعین! حضرت خلیفۃُ المسیح الرابع رحمہ اللہ کا دَور جماعت کی ترقی کے لیے نہایت ولولہ انگیز تھا۔ آپؒ کی زندگی میں بھی ہمیں خدا تعالیٰ کی مدد قدم قدم پر دکھائی دیتی ہے۔ ابتدا میں آپؒ کو جب ایک جابر ڈکٹیٹر کی جانب سے جماعت کے خلاف ریشہ دوانیوں کا سامنا کرنا پڑا تو آپؒ نے اس برسر اقتدار فوجی حکمران کو جس جرأت اور بے خوفی سے للکارا وہ بھی آپ کا اللہ پر توکّل ہی تھا ورنہ عام شخص ایسی جرأت نہیں کرتا۔ آپؒ نے ان الفاظ میں اس کو تنبیہ کی:

کل چلی تھی جو لیکھو پہ تیغِ دعا
آج بھی اذن ہو گا تو چل جائے گی

وہ بدبخت پھر بھی باز نہ آیا تو آپ نے اِسے للکارتے ہوئے پھر اِن الفاظ کے ساتھ جھنجھوڑا:

"جماعت احمدیہ تو خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک والی رکھتی ہے ایک ولی رکھتی ہے جماعت احمدیہ کا ایک مولا ہے اور زمین و آسمان کا خدا ہمارا مولا ہے۔ لیکن مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا کوئی مولا نہیں۔ خدا کی قسم! جب ہمارا مولی ہماری مدد کو آئے گا تو کوئی تمہاری مدد نہیں کر سکے گا۔ خدا کی تقدیر جب تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کرے گی تو تمہارے نام ونشان مٹا دیئے جائیں گے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14؍دسمبر 1984ء)

سامعین! کتنا پیارا اور وفادار خدا ہے۔ جس نے اپنے قائم کردہ خلیفہ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اور اُن کے اپنے خدا پر یقین کو تقدیر میں بدل دیا۔ 17؍اگست 1988ء کو اس جابر فوجی حکمران کا طیارہ حادثہ کا شکار ہوا اور وہ فوجی آمر بعینہٖ اُسی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا جیسا کہ حضورؒ نے فرمایا تھا۔

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے بھی ہمیں کئی واقعات ملتے ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی مدد اُن کے ساتھ نظر آتی ہے۔ یہاں خاکسار ایک چھوٹا سا واقعہ بیان کرتا ہے۔ ماریشس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ العزیز کی آمد کے پہلے روز جب آپ نماز ظہر اور عصر کی ادائیگی کے لیے اپنی رہائش گاہ سے بیت الذکر جانے کے لیے باہر تشریف لائے اور قافلہ روانگی کے لئے تیار ہو گیا تو ڈیوٹی پر موجود خدام نے الیکٹرونک مین گیٹ کو ریموٹ کی مدد سے کھولنا چاہا لیکن ہر طرح کی کوشش کرنے کے باوجود گیٹ نہ کھلا۔ آخر کار خدام گیٹ کو توڑنے کے لئے کوشش کرنے لگے لیکن اس میں بھی ناکام رہے۔ حضور انور گاڑی سے باہر تشریف لائے اور فرمایا ریموٹ مجھے دیں اور جیسے ہی آپ نے ریموٹ کا بٹن دبایا گیٹ کھل گیا اس موقع پر موجود ایک ہندو پولیس سکواڈ بلا اختیار بول اٹھا کہ معجزوں کے بارے میں سنا تو تھا لیکن آج اپنی آنکھوں کے سامنے پہلی مرتبہ Live دیکھا ہے۔

(تشحیذ الاذہان سیدنا مسرور ایدہ اللہ تعالیٰ نمبر، صفحہ 282)

سامعین! روزمرہ کے معاملات میں بھی توکّل علی اللہ کی بہت ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ پر توکّل تبھی پیدا ہوتا ہے جب خدا کی ذات پر اُس کی طاقتوں پر کامل یقین پیدا ہو۔ معاشرے میں آج کل بہت سارے جھگڑوں کی وجہ طبیعتوں میں بے چینی اور مایوسی کی وجہ سے ہوتی ہے جو حالات کی وجہ سے پیدا ہوتی رہتی ہے اور یہ مایوسی اور بے چینی اس لئے بھی زیادہ ہو گئی ہے کہ دنیاداری اور مادیت پرستی اور دنیاوی چیزوں کے پیچھے دوڑنے کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکّل کم ہو گیا ہے اور دنیاوی ذرائع پر انحصار زیادہ ہوتا جا رہا ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کے تعلق سے ابتداء ہی سے شیطان نے انسان کے دل میں وساوس اور شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے۔ موجودہ ٹیکنالوجی کے دور میں اس چیز میں شیطان نے اور تیزی پیدا کر دی ہے جوں جوں انسان دنیاوی ترقیات حاصل کرتا چلا جاتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے مزید نوازتا ہے تو شیطان پہلے سے بڑھ کر اور زیادہ زور سے کمزور ایمان والوں اور

آرام طلب افراد کو اس بارہ میں گمراہ کرنے کی کوشش میں مصروف عمل ہو جاتا ہے۔ تاکہ انسان خدا پر یقین و توکل کرنے سے دور بھاگے۔

خدا تعالیٰ پر یقین ہی وہ چیز ہے جسکو حاصل کرنے کے بعد خدا کے فرستادے اس دنیا میں جنت کو حاصل کر لیتے ہیں اسی بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعودؑ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

"مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جب مَیں کسی کتاب کا مضمون لکھنے بیٹھتا ہوں اور قلم اٹھاتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کوئی اندر سے بول رہا ہے اور مَیں لکھتا جاتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ یہ ایک ایسا سلسلہ ہوتا ہے کہ ہم دوسروں کو سمجھا بھی نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ کا چہرہ نظر آجاتا ہے اور میرا ایمان تو یہ ہے کہ جنت ہو یا نہ ہو۔ خدا تعالیٰ پر پورا یقین ہونا ہی جنت ہے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 270 ایڈیشن 1988ء)

ہمارے پیارے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ توکّل علی اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

" تو بہر حال جب سارے ایسے حالات پیدا ہو جائیں اور کام بھی ہو جائیں تو انسان سمجھتا ہے کہ کسی غیبی ہستی نے میری مدد کی ہے اور اگر اس کو خدا پہ یقین ہے تو پھر وہ خیال کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرا کام کیا ہے۔ لیکن اگر انسان خدا تعالیٰ پر کامل یقین رکھتا ہو اور یہ بات سمجھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی استمداد کا حق رکھتا ہے، مدد کرتا ہے، مدد دے سکتا ہے تو وہ اس کام کی کامیابی کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرے گا جو کسی بیرونی مدد کے ذریعے اس نے تکمیل تک پہنچایا اور اس حقیقت کو بھی جانتا ہو گا کہ رشتہ داروں، دوستوں، نظام، قوم، حکومت یا انسانی ہمدردی کی تنظیمیں جنہوں نے بھی اس کی مدد کی وہ سب مدد بھی اصل میں خدا تعالیٰ نے ہی کی تھی۔ اور ان تمام ظاہری مددوں کے پیچھے خدا تعالیٰ کا طاقتور ہاتھ تھا۔ لیکن جو لوگ خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق نہیں رکھتے وہ دنیاوی ذرائع کو سب کچھ سمجھتے رہتے ہیں اور انہی کی طرف ان کی توجہ رہتی ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف نظر نہیں اٹھتی۔ لیکن جب یہ تمام ذرائع ناکام ہو جاتے ہیں پھر خدا تعالیٰ یاد آتا ہے۔ کیونکہ اب خدا تعالیٰ کی یاد آنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ تمام دنیاوی ذرائع جو تھے وہ استعمال ہو گئے۔ تب وہ کہتا ہے کہ یا اللہ! تُو ہی مدد کرے تو یہ کام ہو گا۔ سب طاقتوں کا مالک تُو ہی ہے۔ سب تعریفیں تیری ذات کی ہی ہیں۔ پس یہ اس بات کی بھی دلیل ہے اور یہ بات اس طرف بھی

اشارہ کر رہی ہے کہ کوئی بڑی سے بڑی تدبیر یا حکومت اور تنظیم ایک محدود طاقت رکھتی ہے۔ اور یہ سب دنیاوی طاقتیں اور تدبیریں ایک حد کے بعد ناکارہ اور بے فائدہ ہو جاتی ہیں۔ مَیں نے ابھی کہا تھا کہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق نہیں رکھتے وہ پہلے تو دنیاوی سہاروں کو بہت کچھ سمجھتے ہیں لیکن جب یہ سہارے ناکام ہو جاتے ہیں تو پھر خدا تعالیٰ کی طرف دیکھتے ہیں۔ لیکن صرف خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق رکھنے والوں کی بات نہیں ہے بلکہ قرآن کریم تو کہتا ہے کہ ایسی مایوسی کی حالت میں دہریہ اور مشرک بھی بے اختیار ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ 28 نومبر 2014ء)

(بتعاون: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿46﴾ ﴿مشاہدات۔572﴾

پانی کی ضرورت، اہمیت اور افادیت

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (النور:46)

میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
میں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

معزز سامعین! آج مجھے آپ حاضرین کے سامنے پانی کی ضرورت، اہمیت اور افادیت پر گفتگو کرنی ہے۔ آج صبح سویرے السلام علیکم، تسبیح و درود، دعاؤں اور اہم تربیتی واصلاحی فقرات پر مشتمل جو پوسٹیں خاکسار کے سمارٹ فون پر نمودار ہوئیں۔ اُن میں سے ایک خوبصورت پوسٹ یہ تھی۔

The Grass isn't greener on the other side. Its greener where you water it.

کہ گراس پلاٹ پر دو قسم کے گھاس دکھا کر یہ فقرہ اس کے اوپر درج ہے۔ گھاس کا کچھ حصہ سوکھنے کی وجہ سے پیلا ہو چکا ہے اور کچھ ہرا بھرا۔ کہنے والا دراصل یہ کہنا چاہتا ہے کہ جو گھاس سرسبز ہے وہ اس لئے ہے کہ آپ اسے پانی دیتے رہے ہیں۔ جبکہ دوسرا حصہ پانی نہ دینے کی وجہ سے سوکھ کر پیلا ہو گیا ہے۔ اس ساری بات میں دو الفاظ بہت اہم ہیں۔ ایک YOU کو capital لکھنا اور دوسرا گھاس کا سوکھ کر پیلا ہو جانا یعنی پیلا لفظ جو بیماری کی علامت ہے۔ یعنی پانی نہ ہو تو بیماری لاحق ہوتی ہے اور بسا اوقات موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔

پانی کی بوند بوند میں اپنی حیات ہے
پانی نہ مل سکے تو یہ جانو ممات ہے

لازم ہے احتیاط سے پانی کا خرچ ہو
ضائع کریں نہ پانی مناسب یہ بات ہے

(امۃ الباری ناصر)

YOU کو کیپٹل لکھنے میں ہمیں سمجھانا یہ مقصود ہے کہ تم یعنی آپ (تم پر زور ہے) جب تک گھر میں لگے پودوں، سبزے اور گھاس کو پانی نہیں دو گے تو وہ حصہ سوکھ کر بیمار ہو جائے گا۔ کسی شاعر نے اِس مفہوم کو یوں ادا کیا ہے۔

مالی دا کم پانی دینا، بَھر بَھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پَھل پُھل لانا، لاوے یا نہ لاوے

سامعین! سچے رشتے پانی کی طرح ہوتے ہیں جن کا کوئی رنگ، شکل نہیں ہوتی لیکن زندگی کے لئے بہت اہم ہوتے ہیں۔ جہاں تک پانی کی اہمیت اور اس کے فوائد کا تعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کرہ ارض کا معتد بہ حصہ پانی رکھا ہے جو سمندروں، دریاؤں، ندیوں، آبشاروں، چشموں، جھیلوں اور تالابوں کی صورت میں موجود ہے۔ ان میں بعض کڑوے اور کھارے پانی بھی ہیں جیسے سمندر اور باقی تقریباً میٹھے اور لذیذ پانی ہیں۔ اس کے علاوہ ایک پانی آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ جہاں تک کڑوے پانی یعنی سمندروں کا تعلق ہے یہ بھی زندگی کی علامت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النحل کی آیت 15 میں یوں فرمایا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (النحل:15)

کہ وہی ہے جس نے سمندر کو مسخَّر کیا تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے تم زینت کی چیزیں نکالو جنہیں تم پہنتے ہو اور تُو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ اس میں پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں اور تا کہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔

گویا سمندروں کے کڑوے اور کھارے پانی کی کھار اور کڑواہٹ مچھلیوں اور دیگر آبی کیڑے مکوڑوں کے گوشت پر اثر انداز نہیں ہو رہی ہوتی اور یہ چیزیں انسانوں کے بقا کے لئے ضروری ہیں شاید یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سمندر کی ہر جاندار شے کو خشکی پر رہنے والے تمام مسلمانوں کے لئے حلال قرار دیا ہے اور پھر یہی سمندر انسانوں کی حیات کا یوں بھی ضامن بنتے ہیں کہ اس کے کڑوے اور کھارے پانی سے آبی بخارات اٹھ کر جب بلند و بالا پہاڑوں سے ٹکراتے ہیں تو آسمانوں سے میٹھا پانی برستا ہے جو انسانوں کی حیات کے کام آتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس نظام کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

”ایک دوسرا اہم مضمون اس سورت میں یہ بیان فرمایا گیا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے شفاف پانی سے زمین کی ہر چیز کو زندگی عطا کی ہے۔ سمندر کا پانی تو انتہائی کھاری ہوتا ہے کہ اس سے خشکی پر بسنے والے جانور اور نباتات زندگی حاصل کرنے کی بجائے موت کا شکار ہو جاتے۔ اس میں سمندر کے پانی کو نتھار کر بلند پہاڑوں کی طرف لے جانے اور پھر وہاں سے اس کے برسنے اور سمندر کی طرف واپس پہنچتے پہنچتے ہر طرف زندگی بکھیرنے کے نظام کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ اس نظام کا بہت گہرا تعلق آسمانی بجلیوں سے ہے جو سمندر سے بخارات اٹھنے کے نتیجہ ہی میں پیدا ہوتی ہیں اور پانی بھی بادلوں کے درمیان بجلی کے لپکوں کے بغیر قطروں کی صورت میں زمین پر نہیں برس سکتا۔ یہ بجلی کے کڑکے بعض دفعہ ایسے ہولناک ہوتے ہیں کہ بعضوں کے لئے وہ زندگی بخش ہونے کی بجائے ان کی ہلاکت کا موجب بن جاتے ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ فرشتے ایسے وقتوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر بھی فرمادیا کہ ہر انسان کی حفاظت کے لئے اس کے آگے اور پیچھے ایسے مخفی محافظ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔“

(ترجمۃ القرآن صفحہ 399)

پیارے سامعین! اللہ تعالیٰ نے پانی کی ضرورت، اہمیت اور افادیت پر قرآن کریم میں بہت مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ پانی سے ہر جاندار کی پیدائش کا ذکر سورۃ الانبیاء آیت 31 میں فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ کیا

انہوں نے دیکھا نہیں جنہوں نے کفر کیا کہ آسمان اور زمین دونوں مضبوطی سے بند تھے پھر ہم نے اُن کو پھاڑ کر الگ کر دیا اور ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز پیدا کی۔ تو کیا وہ ایمان نہیں لائیں گے ؟

اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ النور میں جس کی تلاوت مَیں تقریر کے آغاز پر کر آیا ہوں، اَور واضح طور پر بیان فرمایا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ

اللہ نے ہر چلنے پھرنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا۔ پس ان میں سے ایسے بھی ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں اور ایسے بھی ہیں جو چار (پاؤں) پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر جسے وہ چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

اب سامعین! مکّہ بستی ہی کو دیکھیں۔ جنگل، بے آب و گیاہ جگہ پر جہاں زندگی کے آثار دور دور تک نظر نہ آتے تھے وہاں ننھے اسماعیلؑ کے معصوم پاؤں کی ایڑھیوں کی رگڑ سے جو پانی بہہ نکلا آج اُس کی بدولت وہاں ایسی بستی آباد ہے جو اُمُّ القریٰ اور بلدۃٌ امین کہلائی۔

سامعین! جو انگلش محاورہ آغاز میں مَیں نے بیان کیا ہے۔ وہ دراصل قرآنِ کریم میں بیان الٰہی اصول سے لیا گیا ہے کہ زمین پر ہریالی، سرسبزہ اور روئیدگی جو دیکھتے ہو وہ دراصل پانی کی وجہ سے ہے جیسے فرمایا۔

وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا۔ پھر ہم نے اس سے ہر قسم کی روئیدگی پیدا کی۔ پھر ہم نے اس میں سے ایک سبزہ نکالا جس میں سے ہم تہ بہ تہ بیج نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے درختوں میں سے بھی ان کے خوشوں سے بھرپور جھکے ہوئے تہ بہ تہ پھل اور اسی طرح انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار، ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی اور نہ ملتے جلتے بھی۔ ان کے پھلوں کی طرف غور سے دیکھو جب وہ پھل دیں اور ان کے پکنے کی طرف۔ یقیناً ان سب میں ایک ایمان لانے والی قوم کے لئے بڑے نشانات ہیں۔

(الانعام:100)

پھر فرمایا:

اور وہی ہے جس نے اپنی رحمت کے آگے آگے ہواؤں کو خوشخبری دیتے ہوئے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اتارا۔ تاکہ ہم اس کے ذریعہ ایک مردہ سرزمین کو زندہ کریں اور اس (پانی) سے انہیں سیراب کریں جنہیں ہم نے بکثرت مویشیوں اور انسانوں کی صورت میں پیدا کیا۔ (سورۃ الفرقان: 49-50)

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر جاندار بشمول انسان کو ایک گدلے پانی سے پیدا کیا اور پھر پانی میں اس کی زندگی کے سامان رکھ دیئے اور اسی پانی کے بدولت کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ مال و اسباب ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے جو ان کے فائدہ کے کام آتا ہے۔

سامعین! یہاں تک تو مَیں مادی لحاظ سے پانی کی ضرورت اور اہمیت بیان کرتا آیا ہوں اب مَیں آپ حاضرین کے سامنے اس کا ایک اور اہم پہلو رکھنے جا رہا ہوں اور وہ ہے روحانی پانی۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے جہاں بارشوں کی صورت میں انسانوں کی مادی حیات اور زندگی کی خاطر مادی پانی کا انتظام فرمایا۔ وہاں انبیاء، رسل اور فرستادوں کی صورت میں بھی آسمان سے لوگوں کی روحانی روئیدگی کی خاطر روحانی پانی کا انتظام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے اس سلسلہ کا آغاز فرمایا اور ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء سے ہوتا ہوا سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ اسلم پر نہ صرف ختم ہوا بلکہ آپؐ کے روحانی فرزند حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی صورت میں آسمان سے یہ پانی نازل ہو رہا ہے۔

ارشاد رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب ایمان ثریا ستارے تک اٹھا لیا جائے گا تو فارسی النسل میں سے ایک شخص یا بہت سے رجال اس کو اُتار کر لوگوں کے دلوں میں بسائیں گے میں اِسی روحانی پانی کا ذکر ہے جو آسمان سے نازل ہو کر دنیا بھر کے 214 ممالک میں بسنے والے احمدیوں کے دلوں کو سیراب کر رہا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں

مَیں وہ پانی ہوں کہ آیا آسمان سے وقت پر
مَیں ہوں وہ نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

سامعین! میری تقریر طول پکڑ رہی ہے۔ اب میں اختصار کے ساتھ آپ حاضرین کو یہ بات باور کرانا چاہتا ہوں کہ ہمارے پھلنے، پھولنے اور ہماری ظفر و فتح کی کلید یہی روحانی پانی ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو قرآن نازل ہوا۔ آپؐ کی بیان فرمودہ ارشادات اور فرمودات آپؐ کی سنت اور پھر آپؐ کے روحانی فرزند اور آپؐ کے خلفاء کے ارشادات کی صورت میں اس روحانی پانی سے ہم فیض یاب ہوتے رہے

ہیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دور سے جب سے ایم ٹی اے ایجاد ہوا تب سے ہر ہفتہ میں جمعہ کے روز خطبہ جمعہ روحانی پانی کی صورت میں آسمان سے نازل ہو کر ہمیں فیض یاب کرتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ زمین پر موجود ہوتے ہوئے یہ خطبہ ارشاد فرماتے ہیں اور پھر سیٹلائٹس کے ذریعہ آسمان کی بلندیوں پر جا کر واپس روحانی پانی بن کر روحانی روئیدگی پیدا کرتا ہوا ہمارے دلوں کو ہرا بھرا کرتا ہے۔ ہمارے دلوں میں اسلام احمدیت کے مختلف پودے یا تو جنم لے رہے ہوتے ہیں یا ہرے بھرے ہو کر پھل پھول سے سجتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس روحانی پانی میں سے ایک قرآن کریم ہے جس سے روزانہ تلاوت وترجمہ اور تشریح کے ذریعہ ہمارے دل سیراب ہوتے ہیں۔ پھر فرمودات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کا مطالعہ ہم اپنے گھروں میں کرتے ہیں اور روزانہ صبح نماز فجر یا نماز مغرب کے بعد ہم مساجد میں درسوں میں سن کر ہمارے اندرونے بالیدگی پیدا کرتے ہیں۔ حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ فرمایا کرتے تھے۔

”مجھے خدا کی بزرگ کتاب قرآن مجید کے بعد حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے عشق ہے اور سرور کائنات کا کلام میرے لئے بطور غذا کے ہے کہ جب تک روزانہ اچھی غذا نہ ملنے کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ اِسی طرح بغیر سید کونین کے کلام کو ایک دو دفعہ پڑھنے کے طبیعت بے چین رہتی ہے۔ جب کبھی میری طبیعت گھبراتی ہے تو بجائے اس کے کہ مَیں باہر سیر کے لئے کسی باغ کی طرف نکل جاؤں مَیں بخاری یا حدیث کی کوئی اور کتاب نکال کر پڑھنے لگتا ہوں اور مجھے اپنے پیارے آقاؐ کے پیارے کلام کو پڑھ کر خدا کی قسم ویسی تفریح حاصل ہوتی ہے جو ایک غمزدہ گھر میں بند رہنے والے کو (پانی سے سیراب۔ ناقل) کسی خوشبودار پھولوں والے باغ میں سیر کر کے ہو سکتی ہے۔“

سامعین! آج کے دور میں اس روحانی پانی سے مراد حضرت مسیح موعودؑ کے ملفوظات و تحریرات بھی ہیں۔ ہمارے خلفاء کے خطبات و خطابات ہیں، ہماری نمازیں، ہمارے نوافل، ہماری تہجدیں، ہماری تسبیحات، ہمارے درود، ہمارے اخلاقِ حسنہ اور ہمارے اسلامی اطوار و اعمال ہیں۔ جن سے ہمارا ماحول معطر رہتا ہے۔ ہمارے روحانی باغیچے اس روحانی پانی سے سرسبز و شاداب اور مہکتے رہتے ہیں۔ مَیں اپنی تقریر کے آخر پر حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ ہی کی ایک مثال پیش کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔ آپؓ نے یتیم

اور غریب بچوں کے لئے دار الشیوخ کے نام سے ایک ادارہ کھول رکھا تھا۔ آپؓ ایک دفعہ اس ادارہ کے قریب ہی کسی کوٹھی میں تشریف فرما تھے کہ ایک دوست نے ذکر کیا کہ مَیں نے اپنی کوٹھی کے باغ میں پودے اور پیڑ لگائے ہیں۔ ایک اور دوست بولے کہ مَیں نے اپنی کوٹھی میں آم اور امرود کے درخت لگائے ہیں۔ اسی اثنا میں دار الشیوخ سے بچے فارغ ہو کر جب سامنے سے گزرے تو آپؓ نے فرمایا کہ

"مَیں نے یہ پودے لگائے ہیں۔ خدا ان کو سرسبز و شاداب رکھے اور پروان چڑھائے۔"

اگر ہم میں سے ہر ایک جو مہد سے لحد تک طالب علم ہے اسلامی پودا بن جائے اور روحانی پانی سے اپنے آپ کو سیراب کئے رکھے تو حضرت مسیح موعودؑ کا لگایا ہوا ہرا بھرا پودا سدا خوشبوؤں سے معطر رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کمزوروں کے حوالہ سے فرماتے ہیں۔

"نیکی اور تقوی میں ہمیشہ تمہارا تعاون رہے۔ اصل تقوی تو ایک مومن کے اندر ہے اور ہونا چاہئے پس نیکی کے کاموں میں تقوی سے کام لیتے ہوئے تعاون ہمیشہ رہنا چاہئے اور تقوی ہی ہے جو پھر مزید نیکیوں کے بیج بوتا چلا جاتا ہے۔ اگر کوئی چیز ایک مومن کو بار بار دوہرانے کی ضرورت ہے اور دوہرانی چاہئے تو وہ نیکیوں کی طرف توجہ اور نیکیوں کا فروغ ہے۔"

(خطبہ جمعہ 5 فروری 2010ء)

پھولوں کی گر طلب ہے تو پانی چمن کو دے
جنت کی گر طلب ہے تو زر انجمن کو دے

(حضرت میر ناصر نواب صاحب)

(کمپوزڈ: فائقہ بشریٰ)

۞۞۞۞

﴿47﴾ ﴿مشاہدات۔707﴾

رمضان اور اصلاح و تطہیر نفس

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

(البقرہ:184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

کوئی اس پاک سے جو دل لگاوے
کرے پاک آپ کو تب اس کو پاوے

سامعین! میری تقریر کا عنوان ہے **"رمضان اور اصلاح و تطہیر نفس"**

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ صَانَ نَفْسَهٗ وَدِيْنَهٗ فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ زَوَّجَهُ اللّٰهُ مِنَ الْحُوْرِ الْعِيْنِ وَاَعْطَاهٗ قَصْراً مِّنْ قُصُوْرِ الْجَنَّةِ

کہ جس نے اپنے نفس اور دین کی اِس ماہ حفاظت کی۔ اُس کی اللہ تعالیٰ جنت کی موٹی آنکھوں والی حور سے شادی کرے گا اور اُسے جنت کے محلات میں سے ایک محل عطا کرے گا۔

رمضان کو نفوس کے سدھارنے اور ان کو پاک صاف کرنے کے حوالے سے دیکھا جائے تو سب سے پہلے اللہ کی پیاری کتاب خاتم الکتب قرآن کریم کا دروازہ کھٹکھٹانا ہو گا جس کے لئے ہمیں سورۃ البقرہ کی آیات 184 تا 189 کو دیکھنا ہو گا جو رمضان، اس کے روزوں کی اہمیت، فضیلت اور اس کے متعلق احکام پر بنیادی حیثیت کی حامل ہیں۔ ان آیات میں ایک دفعہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ کہ تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور ایک

بار لَعَلَّھُمۡ یَتَّقُوۡنَ کہ تا کہ وہ تقویٰ اختیار کریں کے الفاظ استعمال فرما کر روزہ کی افادیت یہ بیان فرمادی کہ اس سے نفوس پاک ہوتے ہیں۔

پھر حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے مہینہ کے بارے میں تقویٰ اختیار کرو کیونکہ یہ اللہ کا مہینہ ہے۔ اُس نے 11 ماہ تمہیں دے دیئے ہیں جس میں تم کھاتے پیتے سیر ہوتے ہو مگر یہ مہینہ شَھۡرُ اللّٰہِ ہے یعنی یہ اللہ کا مہینہ ہے پس فَاحۡفَظُوۡا فِیۡہِ اَنۡفُسَکُم اِس میں اپنے نفسوں کی حفاظت کرو۔

(ترغیب والترھیب باب الترغیب فی الصوم حدیث نمبر 1824)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان اور نفس کے حوالے سے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جس نے ماہ رمضان میں گناہ کیا یا کسی مؤمن پر بہتان باندھا یا شراب پی تو اس کے سال بھر کے اعمال، اللہ تعالیٰ ضائع کر دے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ آیت لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ:

”اب دیکھ لو کہ جب ضروری چیزوں کو ایک وقت ترک کرتا ہے تو غیر ضروری کو استعمال کیوں کرے گا۔ روزہ کی غرض و غایت یہی ہے کہ غیر ضروری چیزوں میں اللہ کو ناراض نہ کرے اسی لئے فرمایا لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 302)

پھر فرماتے ہیں کہ

”روزہ کی حقیقت کہ اس سے نفس پر قابو حاصل ہوتا ہے اور انسان متقی بن جاتا ہے۔“

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 302)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے تفسیر صغیر میں جو اس کا ترجمہ فرمایا ہے وہ بھی اپنے نفوس کی پاکی کی عکاسی کرتا ہے۔ آپؓ ترجمہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

تا کہ تم (روحانی اور اخلاقی کمزوریوں سے) بچو۔

الغرض روزوں کا نفس کی تطہیر اور پاکی کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔ اس لئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں میں اپنے نفسوں کی حفاظت کی نصیحت فرمائی ہے اور اگر قرآن، حدیث، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے رمضان سے متعلقہ ارشادات کا احاطہ کریں تو تمام ارشادات میں تقویٰ اور نفس کو آگ سے بچانے کا پہلو نکلتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں شھرِرمضان کی ایک خوبی یہ بیان کی کہ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ کہ اس میں ایک عظیم ہدایت دینے والی کتاب ''القرآن'' اُتاری ہے۔ جس کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ:

''میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظِلّ تھے سو تم قرآن کو تدبُّر سے پڑھو اور اُس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو۔ کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي الْقُرْاٰنِ۔ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس! اُن لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اُس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے۔ کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔ تمہارے ایمان کا مصدّق یا مکذّب قیامت کے دن قرآن ہے اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلا واسطہ قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔ خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ مَیں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی، اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے مُنکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت ہی پیاری نعمت ہے یہ بڑی دولت ہے اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔ انجیل کا لانے والا وہ روح القدس تھا جو کبوتر کی شکل پر ظاہر ہوا جو ایک ضعیف اور کمزور جانور ہے جس کو بلی بھی پکڑ سکتی ہے اسی لئے عیسائی دن بدن کمزوری کے گڑھے میں پڑتے گئے اور روحانیت ان میں باقی نہ رہی۔ کیونکہ تمام ان کے ایمان کا مدار

کبوتر پر تھا مگر قرآن کا روح القدس اس عظیم الشان شکل میں ظاہر ہوا تھا جس نے زمین سے لے کر آسمان تک اپنے وجود سے تمام ارض و سما کو بھر دیا پس کجا وہ کبوتر اور کجا یہ تجلّی عظیم جس کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔ قرآن ایک ہفتہ میں انسان کو پاک کر سکتا ہے اگر صوری یا معنوی اعراض نہ ہو قرآن تم کو نبیوں کی طرح کر سکتا ہے اگر تم خود اس سے نہ بھاگو۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

پھر حدیث میں ہے کہ روزہ بُرائیوں سے بچنے کی ڈھال ہے۔ پس روزے دار سے نہ تو کوئی بے ہودہ بات کرے۔ نہ ہی جہالت کی بات کرے۔ اگر کوئی اس سے لڑے جھگڑے تو وہ اِنِّیْ صَآئِمٌ کہہ دے۔ (بخاری کتاب الصوم) پھر حدیث کے الفاظ کہ رمضان رمض سے ہے یہ گناہوں کو جلا کر مٹا دیتا ہے۔ (کنز الاعمال کتاب الصوم) میں بھی اصلاحِ نفس کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

روزہ افطار کرتے وقت کی دعائیں قبولیت کی سند رکھتی ہیں جو نفس کی تطہیر کے لئے ضروری ہیں۔ ہمارے محترم استاد مکرم سیّد میر داؤد احمد صاحب مرحوم سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ اکثر کہا کرتے تھے کہ افطاری کے وقت کی دُعا ردّ نہیں ہوتی اس لئے اپنے نفوس کے لئے بہت دعا کیا کرو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"پس مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں اور اس سے موافقت نہیں کرتے جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 25)

اسی تسلسل میں آپؑ مزید فرماتے ہیں کہ:

"اسی طرح قرآن میں منع کیا گیا ہے کہ بجز خدا کے تم کسی چیز کی عبادت کرو، نہ انسان کی، نہ حیوان کی، نہ سورج کی، نہ چاند کی، اور نہ کسی اور ستارے کی اور نہ اسباب کی اور نہ اپنے نفس کی۔ "

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

پس رمضان نفس کے محاسبہ و مواخذہ کا اہم موقع ہے اور جس نے اس رمضان میں اپنے نفس کی حفاظت کر لی تو اُس نے جنت کے محلات میں جگہ بنالی۔

امام غزالیؒ نے اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں اصلاحِ نفس کے جو چار اصول لکھے ہیں ان میں چوتھا یہ ہے کہ

''مؤاخذہ کہ نفس نے جو دن بھر نافرمانیاں کی ہیں۔ اس کو ان کی سزا دینا یعنی عبادت کا بوجھ ڈالے۔ جو غلط ہو اس پر شرمندگی کے ساتھ استغفار کرے اور جو اچھا ہو اس پر اللہ کا شکر ادا کرے۔''

(روزنامہ الفضل آن لائن لندن 15 مارچ 2022ء)

حضرت ابراہیم تیمیؒ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے نفس کو سمجھانے کے لئے اِسے تصوّراتی جنت میں لے گیا۔ میرے نفس نے وہاں کے مزیدار پھل کھائے اور شیریں نہروں سے پانی پیا اور جنت کے مزے اُڑائے۔ پھر مَیں اپنے نفس کو لے کر دوزخ گیا وہاں اسے زقّوم کا درخت کھانے کو ملا اور زخموں کی پیپ اور کھولتا ہوا پانی پینے کے لئے اور آگ اور بیڑیوں میں قید کیا گیا۔ تب مَیں نے اپنے نفس سے پوچھا۔ بتا کیا چاہتا ہے تُو؟ میرے نفس نے جواب دیا أُرِيْدُ أَنْ أَرُدَّ إِلَى الدُّنْيَا فَأَعْمَلَ صَالِحًا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ دنیا میں لوٹ جاؤں اور نیک عمل بجالاؤں تا کہ جنت میں داخل ہوں تب مَیں نے اپنے نفس سے کہا دیکھ! تیری تمنا تجھے مل گئی۔ تو دنیا میں ہے اس لئے نیک عمل بجالا اور گناہوں سے دُور رہ۔

(محاسبة النفس لابن أبي الدنيا، اجهاز النفس فی الاعمال)

ماہ رمضان اصلاحِ نفس کا مہینہ ہے اور خدا تعالیٰ اس بابرکت مہینہ میں ہمیں ایک ایسا ماحول فراہم کرتا ہے کہ ہم اس میں اپنی اصلاح کر سکیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب ماہ رمضان آتا ہے تو فُتِّحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِّقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ یعنی جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، هل يقال رمضان أو شهر رمضان)

سو جب سب ایک جہت کو چلنے لگ جائیں تو اس جہت میں چلنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ کوئی روک پیش قدمی سے روکتی نہیں۔ پس جب ایک چیز دوسری چیز کی ممد بن جائے اور ایک کام کرنے سے دوسرے کام آسان ہو جائیں تو پیش قدمی تیز کر دینی چاہئے۔ اس لئے آپؐ فرماتے ہیں۔ روزہ (گناہوں کے خلاف ایک حفاظتی تدبیر ہے۔ پس روزہ رکھنے والے کو چاہئے کہ وہ لَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْھَلْ کہ نہ زبان سے کوئی گناہ کرے اور نہ اپنے دوسرے اعضاء کو کسی ایسے کام میں لگائے جس سے خدا تعالیٰ ناراض ہو جائے۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، ھل یقول إنی صائم)

سو روزے کا ایک ہدف ہے جو اس ہدف کو پورا نہیں کر رہا تو اس کے روزہ رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے۔ تو خدا کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔

(صحیح البخاری، کتاب الصوم، من لم یدع قول الزور)

کیونکہ روزہ تو جائز کاموں سے رکنے کا صبر پیدا کر دیتا ہے تو ایسے میں ناجائز کام کیسے ہو سکتے ہیں۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ الصِّیَامُ نِصفُ الصَّبْرِ یعنی روزے تو آدھا صبر ہیں۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، فی الصوم زکاۃ الجسد)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

”رمضان کا مہینہ صبر کا مہینہ کہلاتا ہے کیونکہ اپنی خواہشات پر صبر کرنا ہے، اپنے غصّوں پر صبر کرنا ہے، نیکیوں پر جم کے بیٹھنا ہے۔ بدیوں کی طرف جو تحریک ہے اس کا مقابلہ کر کے رک جانا ہے۔ ان سب چیزوں کو صبر کہا جاتا ہے۔“

(خطباتِ طاہر جلد 15 صفحہ 75)

بہر حال اس ماحول سے وہ فائدہ اٹھا سکتا ہے جو ایمان کی طرف توجہ دے، اپنا محاسبہ بھی کرتا چلا جائے جیسا کہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِیْمَانًا

وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ یعنی جس نے رمضان کے روزے ایمان اور اپنا محاسبہ نفس کرتے ہوئے رکھے۔ اس کے رمضان سے پہلے کئے گئے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

(سنن أبي داوود، کتاب الصلاۃ، باب فی قیام شھر رمضان)

لیکن جو اس مہینہ میں اپنے ایمان کی طرف توجہ نہیں دیتا اور نہ اپنے محاسبہ کے ذریعہ اپنے اندر اصلاح پیدا کرتا ہے تو آپؐ نے اس کے لئے فرمایا ہے کہ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانَ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُّغْفَرَ لَهُ کہ مٹی میں ملے اس کی ناک جس پر رمضان کا مہینہ آیا اور گزر گیا لیکن اس سے قبل اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، قول رسول اللّٰہ رغم أنف رجل)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں۔

”اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دے اور پھر تم کاٹے جاؤ“

(روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 547-548)

پھر فرمایا۔

”خدا تعالیٰ بھی انسان کے اعمال کا روزنامچہ بناتا ہے۔ پس انسان کو بھی اپنے حالات کا ایک روزنامچہ تیار کرنا چاہئے اور اس میں غور کرنا چاہئے کہ نیکی میں کہاں تک قدم آگے رکھا ہے۔ انسان کا آج اور کل برابر نہیں ہونے چاہئیں۔ جس کا آج اور کل اس لحاظ سے کہ نیکی میں کیا ترقی کی ہے برابر ہو گیا وہ گھاٹے میں ہے۔“

(ملفوظات احمد جلد 5 صفحہ 455)

ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”روزوں میں ہر شخص کو اپنے نفس کا بھی محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔ دیکھتے رہنا چاہئے کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اس میں مَیں جائزہ لوں کہ میرے میں کیا کیا بُرائیاں ہیں، ان کا جائزہ لوں۔ ان میں سے کون کون سی برائیاں ہیں جو میں آسانی سے چھوڑ سکتا ہوں ان کو چھوڑوں۔ کون کون سی نیکیاں ہیں جو مَیں نہیں کر سکتا یا مَیں نہیں کر رہا اور کون کون سی نیکیاں ہیں جو مَیں اختیار کرنے کی کوشش کروں۔ تو اگر ہر شخص ایک دو نیکیاں اختیار کرنے کی کوشش کرے اور ایک دو بُرائیاں چھوڑنے کی کوشش کرے اور اس پر پھر قائم رہے تو سمجھیں کہ آپ نے رمضان کی برکات سے ایک بہت بڑی برکت سے فائدہ اٹھالیا۔“

(خطباتِ مسرور جلد 1 صفحہ 418)

اللہ کرے اس رمضان میں ہم اپنے وجود اور نفوس کی ایسی تطہیر کر لیں کہ رمضان کے آخر پر ہم نومولود کی طرح گناہوں سے پاک صاف ہوں۔

پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہی رہِ درگاہِ باری
عجب ناداں ہے وہ مغرور و گمراہ
کہ اپنے نفس کو چھوڑا ہے بے راہ
بدی پر غیر کی ہر دم نظر ہے
مگر اپنی بدی سے بے خبر ہے

۞۞۞۞

﴿48﴾ ﴿مشاہدات۔746﴾

رمضان اور رسومات سے اجتناب

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الاعراف:158)

یعنی اُن سے اُن کے بوجھ اور طوق اُتار دیتا ہے جو اُن پر پڑے ہوئے تھے۔ پس وہ لوگ جو اس پر ایمان لاتے ہیں اور اسے عزت دیتے ہیں اور اس کی مدد کرتے ہیں اور اس نور کی پیروی کرتے ہیں جو اس کے ساتھ اُتارا گیا ہے یہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ وَشَرُّ الْاُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَة

(مسلم کتاب الجمع)

کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے۔ بہترین طریق محمدؐ کا طریق ہے۔ بدترین فعل دین میں نئی نئی بدعات کو پیدا کرنا ہے۔ ہر بدعت گمراہی کی طرف لے جاتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

آج کے درس کا عنوان ہے **"رمضان اور رسومات سے اجتناب"**

ترمذی کی روایت میں الفاظ کی قدرے تبدیلی کے ساتھ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت میں آخری زمانہ کے اختلاف کا ذکر کر کے یہ نصیحت بھی فرمائی فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ

الْمَهْدِيِّينَ، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ کہ تم ان نازک حالات میں میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت کی پیروی کرنا۔ اِسے پکڑ لینا۔ دانتوں سے مضبوط گرفت میں کر لینا۔

ہم اکثر دیکھتے ہیں کہ رمضان کے مہینے میں لوگ بجائے اس کے عبادات کی طرف عام دنوں کی نسبت زیادہ توجہ دیں وہ مختلف قسم کی بدعات اور رسومات کی طرف زیادہ دھیان کرتے ہیں مثلاً ماہ رمضان میں سوڈانی باشندے مسافروں کا راستہ روکتے ہیں، یہ رسم مقامی رواج کے طور پر ملک بھر میں رائج ہے اور اب ثقافتی ورثے کا درجہ پا چکی ہے۔ رسم کے تحت جیسے ہی افطار کا وقت قریب آتا ہے، سوڈانی باشندے سڑکوں سمیت اہم شاہراہیں بند کر دیتے ہیں، یہ سب اس لیے نہیں کرتے کہ لوگوں کو لوٹا جائے بلکہ اس کے پس پردہ راہ چلتوں کو اپنے ساتھ روزہ افطار کرنے پر مجبور کرنا ہے۔

سوڈانی شہر خرطوم میں مختلف ممالک کو آپس میں جوڑنے والی سڑکوں کے ملحقہ علاقوں کے افراد سورج ڈھلنے سے کچھ وقت پہلے ہی سڑکوں پر پہنچ جاتے ہیں اور کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہو جاتے ہیں تا کہ روزے داروں کو اپنی جانب متوجہ کر سکیں۔ یہ لوگ روزے داروں کو روکنے کے لئے ہاتھ لہراتے ہیں، کچھ تو ایسے ہیں جو اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر روزے داروں کی گاڑیوں کو بھی روکتے ہیں تا کہ انہیں افطار میں شامل کیا جا سکے۔ اب اگر دیکھا جائے تو یہ لوگ نہ صرف اپنا اور دوسروں کا وقت برباد کرتے ہیں بلکہ اپنی جانوں کو بھی خطرے میں ڈالتے ہیں۔

پاک و ہند کے لوگوں میں گھروں میں افطاری کروانے کا رواج بہت عام ہے۔ سارا رمضان ایک دوسرے کی افطاریاں کرواتے گزر جاتا ہے اور پھر بڑے فخر سے بتایا بھی جاتا ہے کہ اِس رمضان میں ہم نے اِتنی افطاریاں کروائی ہیں۔ بیشک افطاری کروانا سنت ہے لیکن اِس قسم کی بڑی بڑی افطار پارٹیاں گھروں میں کرنا جن میں گھر کی خواتین بجائے عبادات کے سارا سارا دن کھانا پکانے میں اپنا وقت گزار دیتی ہیں۔ اس قسم کی افطاری کی مجالس ذکرِ الٰہی سے خالی ہوتی ہیں بلکہ کہنا چاہیے کہ افطار پارٹیاں تو آجکل ایک طرح کا فیشن شو بن گئی ہیں جن میں خواتین نئے مہنگے کپڑے سلواتی ہیں۔ خوب بیٹھ کر گپیں لگائی جاتی ہیں۔ کھانوں کی تعریفیں ہوتی ہیں، رنگ برنگے ڈھیر کھانے کھائے جاتے ہیں اور افطاری کے بعد اُن میں اتنی ہمّت نہیں ہوتی کہ وہ اپنی رات کی عبادت کی طرف توجہ دے سکیں صبح اُٹھ کر وقت سے تہجد ادا کر سکیں بلکہ ایسی

افطار پارٹیوں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ مغرب کی نماز اور تراویح بھی رہ جاتی ہے کیونکہ سب خوش گپیوں اور کھانے میں مصروف رہ جاتے ہیں اور اِس طرف دھیان ہی نہیں جاتا۔ چونکہ کئی قسم کے کھانے بنائے جاتے ہیں تو اُن پر پیسے کا بھی ضیاع ہوتا ہے اِسی پیسے سے وہ کسی غریب کا رمضان بھر کا راشن ڈلوا کر دے سکتے ہیں۔ اگر آپ نے افطاری میں کچھ کرنا ہی ہے تو کوشش کریں کہ آپ نے اپنے لیے جو کچھ بنایا ہے اُس میں سے کچھ حصہ اپنے ہمسائے یا اپنے کسی رشتہ دار دوست کے گھر بھیج دیں۔ افطاری کا تعلق محبت بڑھانے سے ہے اور رمضان کے مہینے میں اگر آپ کچھ کھانا بنا کے بھیجتے ہیں تو طبعی طور پر محبت بھی بڑھتی ہے اور دعا کی طرف بھی توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اگر آپ اس عزت اور احترام سے چیز دیں کسی غریب کو یا ایسے شخص کو جو نسبتاً غریب ہے کہ اُس میں محبت کا پہلو غالب ہو تو یہ وہ افطاری ہے جو آپ کے لئے باعث ثواب بنے گی اور آپ کے حالات بھی سدھارے گی۔

ایک اور رسم جو اکثر کی جاتی ہے وہ بچوں کی روزہ کشائی کی رسم ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کو روزہ رکھوایا جاتا ہے اور پھر بڑی دھوم دھام سے بڑے پیمانے پر افطاری کا پروگرام رکھا جاتا ہے۔ یہ بھی بدعت ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہیں پر بھی ثابت نہیں ہے۔ آپ اپنے بچوں کو رمضان کی برکات اور فرضیت کے بارے میں بتائیں اور اُن کی عمر کے مطابق اُن کو روزہ رکھوائیں اُن کی خوشی کی خاطر گھر میں ہی ہلکا پھلکا اُن کی پسند کی افطاری کا اہتمام کر لیں اور اُن کا صدقہ دے دیں نہ کہ دکھاوے اور رسم کے طور پر لوگوں کو اکٹھا کریں اور تحفے تحائف وصول کریں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ چھوٹے بچوں کو جن پر ابھی روزہ فرض نہیں ہوا روزہ نہیں رکھوانا چاہیے۔ جب بلوغت کی عمر کو پہنچ جائیں تو پھر ضرور روزہ رکھوائیں۔ چھوٹے بچوں کے روزہ رکھنے کی شرعی ممانعت نیز بلوغت کے قریب بچوں کو اِس کی مشق کروانے کے نفسِ مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ارشاد فرماتے ہیں۔

”یہ اَمر یاد رکھنا چاہئے کہ شریعت نے چھوٹی عمر کے بچوں کو روزہ رکھنے سے منع کیا ہے لیکن بلوغت کے قریب اُنہیں کچھ روزے رکھنے کی مشق ضرور کرانی چاہئے۔ مجھے جہاں تک یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں دی تھی۔ لیکن بعض بیوقوف چھ سات سال کے بچوں سے روزہ رکھواتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں اُس کا ثواب ہو گا۔ یہ ثواب کا کام نہیں بلکہ ظلم

ہے کیونکہ یہ عمر نشوونما کی ہوتی ہے۔ ہاں ایک عمر وہ ہوتی ہے کہ بلوغت کے دن قریب ہوتے ہیں اور روزہ فرض ہونے والا ہی ہوتا ہے اُس وقت اُن کو روزہ کی مشق ضرور کروانی چاہئے۔ بارہ تیرہ سال کے قریب کچھ کچھ مشق کرانی چاہئے.... جہاں شریعت روکتی ہے وہاں رُک جانا چاہئے۔"

(تفسیر کبیر جلد دوم صفحہ 385 زیرِ آیت البقرہ 185)

ایک رسم رمضان میں عید سے قبل اپنی شادی شدہ بیٹیوں کے گھر اُن کو عیدی بھیجنے کی بھی ہے جس کے لیے والدین کافی تردُّد کرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اپنی حیثیت سے بڑھ کر بیٹی کو عیدی بھیجیں تاکہ اُس کے سسرال میں اُس کی عزت قائم رہے۔ رمضان شروع ہوتے ہیں مائیں شاپنگ میں لگ جاتی ہیں بیٹی کے لیے اُس کے خاوند اور بچوں کے لیے کپڑے اور کھلونے خریدنے میں اُن کا وقت گزر جاتا ہے اور بجائے اس کے وہ یہ وقت نماز اور قرآن پڑھنے میں گزاریں وہ شاپنگ کرنے میں ضائع کر دیتی ہیں اور اتنی محنت شاپنگ کرنے کے باوجود بعض دفعہ نہ بیٹی اُس شاپنگ سے خوش ہوتی ہے اور نہ ہی اُس کا سسرال۔ یہ رسم نہ صرف ہمارے ہاں رائج ہے بلکہ ایران میں بھی لوگ اپنے داماد کے لیے پھولوں کا گلدستہ افطار کے پیکٹ کے ساتھ بھجواتے ہیں۔

آج کل کا دَور چونکہ سوشل میڈیا کا دَور ہے تو ہر روز صبح رمضان مبارک، روزہ مبارک، جمعہ مبارک یا مختلف قسم کے فضائل کا میسج ایک دوسرے کو بھیجا جاتا ہے اور توقع کی جاتی ہے کہ اگلا بھی جواب میں مبارک یا شکریہ کا میسج ضرور بھیجے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو شکوہ شکایت کی جاتی ہے اور بجائے اس کے ایک دوسرے سے محبت بڑھے وہ پیغامات عداوت کا باعث بنتے ہیں۔

رمضان کے معًا بعد بالعموم شادیوں کی تقاریب منعقد ہوتی ہیں جن میں رسومات بجالائی جاتی ہیں۔ رمضان میں حاصل ہونے والے سبق ہمیں ایسی غیر اسلامی حرکات و سکنات سے دور رہنے کی تلقین کرتے ہیں۔ یہ تمام رسومات تقویٰ کے خلاف ہیں اور ہم احمدیوں کو ان سے سخت پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ جماعت احمدیہ کی بنیاد ہی اس بات پر رکھی گئی تھی کہ اس جماعت میں داخل ہونے والا ہر انسان اتباع رسم و متابعت ہوا ہوس سے باز آجائے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ایسے کاموں کے لیے دن اور وقت مقرر کر دینا ایک رسم و بدعت ہے اور آہستہ آہستہ ایسی رسمیں شرک کی طرف لے جاتی ہیں۔ پس اس سے پرہیز کرنا چاہیے کیونکہ ایسی رسموں کا انجام اچھا نہیں۔ ابتدا میں اسی خیال سے ہو مگر اب تو اس نے شرک اور غیر اللہ کے نام کا رنگ اختیار کر لیا ہے اس لیے ہم اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ جب تک ایسی رسوم کا قلع قمع نہ ہو عقائد باطلہ دُور نہیں ہوتے۔“

(اخبار بدر نمبر 11 جلد 6 مورخہ 14 مارچ 1907ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ روزوں کی فرضیت اور بعض چیزوں سے بھی پرہیز اس لئے ہے تا کہ تم تقویٰ میں ترقی کرو اور تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ یہ ہے کہ گناہوں سے بچو، گناہوں سے بچنے کی کوشش کرو اور اس طرح بچو جس طرح کسی ڈھال کے پیچھے چھپ کے بچا جاتا ہے اور انسان جب کسی چیز کے پیچھے چھپ کر بچنے کی کوشش کرتا ہے تو اس میں ایک خوف بھی ہوتا ہے۔ جس حملے سے بچ رہا ہوتا ہے اس کے خوف کی وجہ سے وہ پیچھے چھپتا ہے۔ تو فرمایا کہ روزے رکھو اور روزے رکھنے کا جو حق ہے اس کو ادا کرتے ہوئے رکھو تو تقویٰ میں ترقی کرو گے۔ ورنہ ایک روایت میں آیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو تمہیں بھوکا رکھنے کا کوئی شوق نہیں ہے، کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ تم نے جو غلطیاں اور گناہ کئے ہیں ان کے بدنتائج سے بچنے کے لئے میں نے ایک راستہ تمہارے لئے بنایا ہے تا کہ تم خالص ہو کر دوبارہ میری طرف آؤ اور ان روزوں میں، رمضان میں روزہ رکھنے کا حق ادا کرتے ہوئے میری خاطر تم جائز باتوں سے بھی پرہیز کر رہے ہوتے ہو اور تمہاری اس کوشش کی وجہ سے مَیں بھی تم پر رحمت کی نظر ڈالتا ہوں اور شیطان کو جکڑ دیتا ہوں۔ تا کہ تم جس خوف کی وجہ سے روزہ رکھتے ہو اور روزہ رکھتے ہوئے اس ڈھال کے پیچھے آتے ہو، تقویٰ اختیار کرتے ہو تا کہ اس میں تم محفوظ رہو، اور تمہیں شیطان کوئی نقصان نہ پہنچا سکے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ روزہ صرف اتنا نہیں ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے کھانا پینا چھوڑ دیا تو تقویٰ کے اعلیٰ معیار قائم ہو جائیں گے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ روزے کے ساتھ بہت ساری بُرائیوں کو بھی چھوڑنا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی پہلے سے بڑھ کر کرنی ہو گی تبھی تقویٰ بھی حاصل ہو گا اور اس میں ترقی بھی ہو گی۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 15 اکتوبر 2004ء)

رمضان المبارک کا مہینہ ہمارے لئے یہ پیغام بھی لاتا ہے کہ اگر ہم خدا کی خاطر اپنے جائز اور حلال کام بھی ترک کر رہے ہیں تو ناجائز اور حرام کاموں کا تو تصور بھی ہمارے ذہن میں نہیں آنا چاہئے۔ اگر رمضان کا یہ پیغام ہم سمجھ لیں اور اس پر عمل کرنے کا عہد کر لیں تو آئندہ آنے والا ہر دن ہمیں دین و دُنیا کی عظیم ترقیات کی طرف لے جانے والا ہو گا اور ہم خدا کے قرب میں بلند تر مقام پانے والے ہوں گے۔

(کمپوزڈ بائی: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞

﴿49﴾ ﴿مشاہدات۔717﴾

رمضان اور ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں فرماتا ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (آلِ عمران 186)

کہ ہر جان موت کا مزا چکھنے والی ہے۔

ایک نہ ایک دن پیش ہو گا تُو فنا کے سامنے
چل نہیں سکتی کسی کی کچھ قضا کے سامنے
چھوڑنی ہو گی تجھے دنیا ئے فانی ایک دن
ہر کوئی مجبور ہے حکمِ خدا کے سامنے

معزز سامعین! میری تقریر کا عنوان ہے۔ "**رمضان اور ذَائِقَةُ الْمَوْتِ**"

حیاتِ آخرت پر ایمان موت سے نڈر بنا دیتا ہے۔ جب ایک مؤمن حیاتِ آخرت کو اِسی زندگی کا ایک تسلسل مانتا ہے تو انسان اُس کے حصول کے لئے کوشش کرتا ہے کیونکہ وہ دائمی ہو گی۔ اس طرح اس دنیا کو چھوڑنا یا بالفاظِ دیگر موت کو قبول کرنا ایک مؤمن کو ناگوار نہیں گزرتا بلکہ اس دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا یعنی آخرت میں جانے کے لئے ایک تیاری کرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہیں جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائے گی۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306)

پھر فرمایا۔

”یاد رکھو! قبریں آوازیں دے رہی ہیں اور موت ہر وقت قریب ہوتی جاتی ہے۔ ہر ایک سانس تمہیں موت کے قریب کرتا جاتا ہے اور تم اُسے فرصت کی گھڑیاں سمجھتے جاتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے مکر کرنا مؤمن کا کام نہیں ہے۔ جب موت کا وقت آگیا پھر ساعت آگے پیچھے نہ ہوگی۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 124)

موت تو ہر وقت یاد رہتی ہے لیکن زندگی میں بعض مواقع ایسے ہوتے ہیں جو موت اور اُخروی زندگی کو عام دنوں کی نسبت زیادہ یاد کرواتے ہیں اُن میں سے ایک رمضان کے دن ہیں جس میں عبادات اور نفس کی قربانی کی موت ایک مؤمن اپنے اوپر وارد کرتا ہے اور اِس لگن اور محنت سے عبادات کا حق ادا کرتا ہے کہ نجانے آئندہ سال رمضان کے روزے پا سکوں یا نہ۔ حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے اِس مضمون کو احبابِ جماعت کو ایک دعا کی صورت میں بیان فرمایا ہے کہ انسان دعا کرے۔

”الٰہی! یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور مَیں اِس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ یا اِن فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ اور اُس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 563)

سامعین! آئیں! احادیث کی روشنی میں ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کا علم پاتے ہیں۔ حضرت انسؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر کچھ لکیریں کھینچیں اور فرمایا۔ یہ انسان کی امیدیں ہیں اور یہ انسان کی اَجَل یعنی موت ہے۔ انسان ابھی امیدوں میں مشغول ہوتا ہے کہ یہ لکیر یعنی موت انسان کو آلیتی ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الرقاق)

پھر آپؐ نے فرمایا

”لذتوں کو مٹانے والی کا بہت ذکر کرو۔“ یعنی موت کو یاد رکھو۔

(ترمذی کتاب الزھد)

سامعین! انسانی زندگی کے متعلق اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک اس دنیا کی زندگی جو دارالعمل ہے۔ دوسرے آخرت کی زندگی جو دار الجزاء ہے اور ان دونوں کے درمیان موت کا پردہ حائل ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا۔

وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ (البقرہ:47)

کہ وہ اُس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

جس زندگی کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (الاعلیٰ:18) فرما کر آخرت کی زندگی کو دنیاوی زندگی سے بہتر اور دیرپا قرار دیا ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہم اُسی وقت سچے بندے ٹھہر سکتے ہیں کہ جو خداوند مُنعِم نے ہمیں دیا ہے ہم اُس کو واپس دیں یا واپس دینے کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہماری جان اُس کی امانت ہے اور وہ فرماتا ہے تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰى اَهْلِهَا“

(مکتوب بنام ڈاکٹر جگن ناتھ صاحب جموں از مکتوبات احمدیہ جلد دوم نمبر 3 صفحہ 47-48 حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

”ہمارے دوستوں کو کس نے بتایا ہے کہ زندگی بڑی لمبی ہے۔ موت کا کوئی وقت نہیں کہ کب سر پر ٹوٹ پڑے۔ اِس لئے مناسب ہے کہ جو وقت ملے اُسے غنیمت سمجھو۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 302)

پھر آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”دنیا ایک ریل گاڑی ہے اور ہم سب کو عمر کے ٹکٹ دیئے گئے ہیں۔ جہاں جہاں کسی کا سٹیشن آتا جاتا ہے اُس کو اُتار دیا جاتا ہے۔ یعنی وہ مر جاتا ہے۔ پھر انسان کس زندگی پر خیالی پلاؤ پکاتا اور لمبی امیدیں باندھتا ہے۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 396)

مسندِ خلافت سنبھالتے ہی حضرت علیؓ نے پہلے خطبہ میں اطاعت کے بارے میں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:
" تم لوگ موت کے آنے سے قبل اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرو جبکہ موت تمہیں گھیرتی چلی آرہی ہے اس لئے تم لوگ گناہوں سے ہلکے ہو کر موت سے ملو۔"

(تاریخ طبری جلد سوم حصہ دوم صفحہ 441)

ایک مفکّر کا کہنا ہے۔
"زندگی پانی کی طرح ٹوٹے ہوئے برتن سے قطرہ قطرہ ٹپک رہی ہے۔"
پس زندگی کی سب سے بڑی سچائی اور حقیقت موت ہے جس سے انکار ممکن ہی نہیں، دنیا فانی ہے اس حقیقت کو نہیں بھولنا چاہیے۔ جتنی مرضی تدبیریں کر لیں آخر رخصت ہونا ہے۔ موت ایک ایسی چیز ہے جو عزیز سے عزیز چیز کو بھی چھین لیتی ہے۔ زندگی جیسی قیمتی دولت دے کر موت نصیب ہوتی ہے۔
اِس سلسلہ میں یہ بھی یاد رہے کہ موت انسانی زندگی کے خاتمے کا نام نہیں بلکہ یہ تو انسانی زندگی کے اگلے دور کا نام ہے۔ موت کے دروازے سے گزر کر انسان اگلے دور میں داخل ہو جاتا ہے۔ موت فقط نقل مکانی ہے۔ موت کا ذائقہ ہر کسی نے چکھنا ہے۔ ذائقہ ایک کیفیت کا نام ہوتا ہے اِس کا وجود مستقل نہیں ہوتا۔ جیسے اگر کوئی مشروب پیا جائے تو اُس کا ذائقہ کچھ دیر تک رہتا ہے لیکن اُس کے بعد اُس مشروب کے ذائقے والی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔ یہی حال موت کا ہے کہ انسان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے، مرنا نہیں ہے۔ چونکہ ذائقہ ایک بے حقیقت شے ہے۔

کون کہتا ہے موت آئی تو مر جاؤں گا
مَیں تو دریا ہوں سمندر میں اُتر جاؤں گا

موت، زندگی کے تسلسل کا ہی نام ہے۔ کوئی فوت ہو جائے تو کہا جاتا ہے فلاں کا انتقال ہو گیا یعنی وہ اس دنیا سے اگلی دنیا میں ٹرانسفر ہو گیا انتقال کی ٹرم زمین کی خرید و فروخت میں بھی استعمال کی جاتی ہے آپ نے یہ بھی سنا ہو گا فلاں بزرگ کا وصال ہو گیا وصال کے معانی ہی ملنے کے ہیں۔ کسی نے کیا سچ کہا ہے۔

جانے کس وقت کوچ کرنا ہو
اپنا سامان مختصر رکھیے

سامعین! خلیل جبران کہتا ہے کہ مَیں نے بار بار اِس پر غور کیا۔ موت کیا ہے، اس کا زندگی سے کیا رشتہ ہے؟ ایک دفعہ مَیں نے ایک سمندری جہاز دیکھا جب وہ ساحل سے دور ہوتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا تب وہاں پر موجود لوگ کہنے لگے "چلا گیا"۔ مَیں نے سوچا دُور ایک بندرگاہ ہوگی وہاں پر لوگ جہاز کو دیکھ کر کہہ رہے ہوں گے "آ گیا" اور شاید اِسی کا نام موت ہے۔ ایک پرانی زندگی کا خاتمہ اور ایک نئی زندگی کی ابتداء۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موت سے کسی وقت غافل نہ رہتے اور خشیتِ الٰہی آپؐ پر اِس قدر غالب تھی کہ ہر روز یہ یقین کر کے سوتے کہ شاید آج ہی موت آجاوے اور آج ہی اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا پڑے اور اِس لیے آپؐ ایک ایسے مسافر کی طرح رہتے تھے جسے خیال ہوتا ہے کہ ریل اب چلی کہ چلی... ہر وقت اپنے محبوب کے پاس جانے کے لیے تیار رہتے اور جو دَم گزرتا اسے اس کے فضل کا نتیجہ سمجھتے اور موت کو یاد رکھتے۔"

(سیرۃ النبیؐ صفحہ 18)

حضرت بقیرہؓ زوجہ حضرت سلمانؓ فارسی روایت کرتی ہیں کہ بوقت وفات حضرت سلمانؓ اپنے چوبارے میں تھے جس کے چار دروازے تھے۔ مجھے کہنے لگے بقیرہ! یہ دروازے کھول دو، مَیں آج کچھ پیش رو فرشتوں کو آتے دیکھتا ہوں۔ نامعلوم وہ کس دروازے سے آجائیں۔ پھر انہوں نے مُشک منگوایا اور کہا اِسے پانی سے ملا کر ایک برتن میں رکھو پھر اِسے میرے بستر کے گرد چھڑک دو پھر نیچے اُتر جانا اور کچھ دیر بعد آکر مجھے بستر پر دیکھ جانا۔ مَیں نے واپس جا کر دیکھا تو اِن کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔

(سیر اعلام النبلاء جلد 1 صفحہ 553)

مکرم بشیر احمد رفیق صاحب مرحوم سابق امام مسجد فضل لندن، حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ کے بارہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"یہ اُن دنوں کی بات ہے جب آپ ناشتہ بھی ہمارے ساتھ کرتے تھے۔ ایک دن صبح کے ناشتہ پر تشریف نہ لائے تو مجھے فکر ہوئی۔ آپ کے فلیٹ میں حاضر ہوا تو آپ بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ مَیں نے آواز دی تو

بڑی نحیف اور کمزور آواز میں جواب دیا آجاؤ۔ فرمانے لگے رات جب مَیں تہجد کے لئے اٹھا تو اچانک مجھے شدید ضعف کا دورہ پڑا اور سارا جسم پسینہ سے تربتر ہو گیا اور سینہ میں بھی شدید درد محسوس ہوتا رہا۔ اِس دوران کمزوری اتنی بڑھ گئی کہ دو تین مرتبہ مجھ پر غشی طاری ہوتی رہی۔ مَیں نے عرض کیا آپ کے سرہانے فون رکھا ہوا ہے اور یہ لگایا بھی اسی لئے گیا تھا کہ آپ کسی فوری ضرورت کے وقت مجھے بلوا سکیں۔ آپ نے مجھے کیوں نہیں بلایا؟۔ فرمایا دو تین دفعہ مجھے خیال آیا کہ تمہیں فون کروں لیکن ہر بار یہ خیال تم کو بلانے میں مانع رہا کہ تم تھکے ہوئے ہوگے۔ رات کو نیند سے اٹھانا مناسب نہ ہوگا۔ پھر فرمایا مجھے خوشی ہے کہ اِس بیماری میں میری ایک خواہش پوری ہو گئی۔ میری ہمیشہ سے یہ دعا رہی ہے کہ جب میری موت کا وقت قریب آئے تو میری زبان پر جزع فزع کی بجائے حمدِ الٰہی اور درود کا ورد ہو۔ رات کو بھی جب مجھ پر غشی ہوتی اور مَیں غشی کی کیفیت سے باہر آتا تو میری زبان پر حمد اور درود ہوتا اس لئے مجھے اب یہ اطمینان ہو گیا ہے کہ جب بھی موت آئی تو ان شاء اللہ میری زبان حمد اور درود سے تر ہوگی۔ فرمایا کرتے تھے مجھے موت سے ہرگز کوئی خوف نہیں ہے اور مَیں کبھی اس بارہ میں سوچتا بھی نہیں کہ موت کوئی ڈرانے والی چیز ہے۔"

مکرم بشیر رفیق صاحب مزید لکھتے ہیں کہ

"موت کا ذکر آیا تو یہ بتانا ضروری ہے کہ آپ کو لحہ بہ لحہ اپنی طرف بڑھتی ہوئی موت کا نہ صرف احساس تھا بلکہ آپ اس سے ایک گونہ خوشی و مسرت محسوس کرتے تھے اور سفر آخرت کا یوں ذکر فرماتے جیسے کوئی معمول کے سفر پر روانہ ہو رہا ہو۔ ایک بار مَیں آپ کی آخری بیماری کے دوران ملاقات کے لئے لاہور حاضر ہوا تو فرمایا امام صاحب دعا کریں سفر بخیریت گزر جائے۔ مَیں حیران ہوا کہ آپ تو لندن سے واپس آگئے تھے کہ اب یہیں رہیں گے اور اب آپ کی صحت بھی اس امر کی اجازت نہیں دیتی کہ آپ پھر سے سفر کریں اس لئے سفر کا ارادہ کیوں کر لیا آپ نے؟ میری بات سن کر خفیف سے مسکرائے اور فرمایا مَیں لندن کے سفر کا نہیں۔ "اُس" سفر کا ذکر کر رہا ہوں۔ مَیں آپ کی بات سمجھ گیا اور عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو صحت دے۔ آپ کیوں ایسی باتیں کرتے ہیں۔ فرمایا نہیں! اب اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع دے دی ہے کہ اب سفر جلد درپیش ہے۔ پھر اپنا ایک خواب سنایا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ مَیں ایک چار منزلہ مکان کے

نیچے بیٹھا الفضل پڑھ رہا ہوں اوپر چوتھی منزل سے میری والدہ محترمہ مجھے آواز دیتی ہیں "اب آجاؤ" مَیں عرض کرتا ہوں کہ بس یہ الفضل تھوڑا سارہ گیا ہے اِسے ختم کر کے حاضر ہوتا ہوں۔ اِسی طرح ایک دو اور خوابیں بھی سنائیں اور خواب بیان کرتے وقت چہرے پر موت کے خوف یا ڈر کا تو خیر ذکر ہی کیا۔ اس سے بالکل الٹ نہایت درجہ شادمانی اور اطمینان کا تاثر تھا۔"

(محمد ظفر اللہ خان چند یادیں صفحہ 68-70)

حضرت مولانا ظفر محمد ظفر صاحب کی آخری بیماری کے بارہ میں آپ کے صاحبزادے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ

"الائیڈ ہسپتال فیصل آباد میں ڈاکٹروں کی ٹیم نے آپ کا مکمل طبی معائنہ کیا اور اِس دوران وہ باہم انگلش میں ہی گفتگو کرتے رہے تا ایک بوڑھے مریض کو اِس کی علالت کی شدت کی خبر نہ ہو کہ وہ چراغ سحری ہے۔ اس پر والد صاحب بے ساختہ مسکرائے جس پر ایک ڈاکٹر صاحب بولے۔ بزرگو! بیماری کی اتنی شدت میں آپ ہنس رہے ہیں ماشاء اللہ آپ تو بہت باہمّت ہیں۔ اِس پر آپ نے فرمایا کہ مَیں اس بات پر ہنس رہا ہوں کہ آپ سمجھ رہے ہیں کہ مَیں ناخواندہ ہوں۔ اس لئے آپ مجھے پریشانی سے بچانے کی خاطر انگلش میں میری صحت کی بحالی کو ناممکن قرار دے رہے ہیں۔ اس بارہ میں عرض ہے کہ میں انگلش جانتا ہوں اور دوسری بڑی اور بنیادی بات یہ ہے کہ مَیں موت سے قطعًا نہیں گھبراتا۔ آپ بے شک کھل کر اور جس زبان میں چاہیں بات کریں مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میرے اعصاب اور میری صحت ایسی باتوں سے متاثر نہیں ہوتے۔"

(الفضل ربو 4 ستمبر 2003ء)

کس لیے موت سے ڈراتے ہو
موت بھی تو حیات ہے یارو!

ہر مومن کی خواہش ہے کہ اس عارضی زندگی کے اختتام پر انسان کا خاتمہ بالخیر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خاتمہ بالخیر کے لئے تقویٰ کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

فرمایا:

وَالعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ o (الاعراف) کہ اچھا انجام متقیوں کے لئے ہی مقدر ہے۔

پھر جنت کا حصول اور چشموں اور نعمتوں کی عطا بھی متقیوں کا ہی نصیبہ ہے۔ (الفرقان:75)

ہمارے پیارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خاتمہ بالخیر کے لئے یہ دعا سکھلائی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتِنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْآخِرَةِ

(مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 591)

کہ اے اللہ! سب کاموں میں ہمارا انجام بخیر کر اور ہمیں دنیا کی رُسوائی اور آخرت کے عذاب سے بچا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا... اس لئے اب اپنے ایمانوں کو خوب مضبوط کرو اور اپنی راہیں درست کرو اور اپنے دلوں کو پاک کرو اور اپنے مولیٰ کو راضی کرو۔ دوستو! تم اس مسافر خانہ میں محض چند روز کے لئے ہو۔ اپنے اصلی گھروں کو یاد کرو تم دیکھتے ہو کہ ہر ایک سال کوئی نہ کوئی دوست تم سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی تم کسی سال اپنے دوستوں کو داغ جدائی دے جاؤ گے۔ سو ہوشیار ہو جاؤ اور اِس پُر آشوب زمانہ کی زہر تم میں اثر نہ کرے۔ اپنی اخلاقی حالتوں کو بہت صاف کرو۔ کینہ اور بغض اور نخوت سے پاک ہو جاؤ اور اخلاقی معجزات دنیا کو دکھلاؤ۔“

(اربعین نمبر 4، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 442)

اس بے ثبات گھر کی محبت کو چھوڑ دو
اس یار کے لئے رہِ عشرت کو چھوڑ دو
لعنت کی ہے یہ راہ سو لعنت کو چھوڑ دو
ورنہ خیالِ حضرتِ عزت کو چھوڑ دو

(بتعاون: مکرم حافظ عبد الحمید صاحب)

﴿50﴾ ﴿مشاہدات۔350﴾

رمضان اور احتساب (محاسبہ نفس)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

(الحشر:19)

ترجمہ: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر جان یہ نظر رکھے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو۔ یقیناً اللہ اس سے جو تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَه مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

(سنن ابوداؤد کتاب الصلوۃ)

کہ جس نے رمضان کے روزے ایمان اور اپنا احتساب کرتے ہوئے رکھے۔ اس کے رمضان سے پہلے کئے گئے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

آج میرے درس کا عنوان ہے۔ **رمضان اور احتساب**

اسلام نے جتنی بھی عبادتیں فرض کی ہیں، ان میں انسان کی تربیت اور اصلاح کا پہلو موجود ہے۔ روزہ بھی ان ہی عبادتوں میں سے ایک ہے جس میں نفس کی تربیت اور تزکیہ کی غیر معمولی صلاحیت ہے۔ قرآن مجید نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ ”تم پر روزے اس لئے فرض کئے گئے ہیں تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو۔ (البقرۃ :184)یعنی روزوں کی غرض وغایت تقویٰ کا حصول ہے اور

ماہِ رمضان خود احتسابی کا بہترین استاد ہے۔ اس کی آمد کے ساتھ ہی سب نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں۔ نمازیں، تلاوتِ قرآن کریم، صدقات، خیرات، مالی قربانیاں، تراویح، تہجد، نوافل، اعتکاف، سحری و افطاری اور دیگر نیک کاموں کا دور دورہ ہوتا ہے اور یہ سب کام خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر کرنے ضروری ہیں۔ احادیث میں رمضان اور احتساب نفس کو اکٹھا بیان فرمایا گیا ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **مَنْ صَامَ** کی جگہ قدرے تبدیلی کے ساتھ **مَنْ قَامَ** کے الفاظ کے ساتھ فرمایا۔ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ۔(صحیح بخاری) یعنی جو شخص رمضان کی تمام عبادات کو ایمان کی حالت میں اپنا محاسبہ کرتے ہوئے قائم کرے گا تو اس کے پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔

محاسبہ کا لغوی معنی حساب لینا، حساب کرنا ہے اور مختلف اعمال کرنے سے پہلے یا کرنے کے بعد ان میں نیکی وبدی اور کمی بیشی کے بارے میں اپنی ذات میں غور و فکر کرنا اور پھر بہتری کے لیے تدابیر اختیار کرنا **محاسبۂ نفس** کہلاتا ہے۔ جیسے آقا و مولیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آتا ہے کہ آپؐ کے روزانہ کے معمولات میں سے یہ تھا کہ آپؐ روزانہ رات کو بستر پر لیٹ کر روزانہ کے کاموں کو اپنے سامنے لا کر اپنا احتساب کیا کرتے تھے۔ احتساب کے معنی اپنی جانچ پڑتال کرنے اور اپنا حساب کتاب کرنے کے ہیں۔ یہی مفہوم ساتھ جڑے لفظ "اِیمانًا" کے ہیں کہ خدا کا خوف دل میں لاتے ہوئے اور اسلام کے تمام عقائد وایمانیات کو سامنے رکھتے ہوئے احتساب کے ساتھ نہ صرف رمضان کے روزے رکھے گا بلکہ اِس سے متعلقہ تمام عبادات بجالائے گا تو اُس کے تمام اگلے پچھلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔

ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلْکَیِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ حقیقی دانا اور سمجھ دار وہ شخص ہے جو اپنا محاسبہ نفس (ساتھ ساتھ) کرتا چلا جاتا ہے اور موت کے بعد کی زندگی کو مد نظر رکھتے ہوئے نیک اعمال بجالاتا چلا جاتا ہے۔ وَالعَاجِزُ: اور ناکارہ بے بس ہے وہ شخص جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے اور اللہ سے امید لگاتا ہے۔

(سنن الترمذی)

حضرت عمر بن الخطابؓ فرماتے ہیں کہ حَاسِبُوْا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے کہ تمہارا محاسبہ کیا جائے اور بڑے دن کی پیشی کے لئے خوب تیاری کرتے رہو اپنے آپ کو نیکیوں سے مزیّن کرتے چلے جاؤ اور جو شخص دنیا میں اپنا محاسبہ کرتا ہے کہ قیامت کے روز اس کا ہلکا پھلکا حساب لیا جائے گا۔

(سنن الترمذی)

حضرت میمون بن مھرانؒ فرماتے ہیں: کسی شخص کو اُس وقت تک متقی عابد نہیں کہہ سکتے حَتّٰی یُحَاسِبَ نَفْسَهُ كَمَا يُحَاسِبُ شَرِيْكَهُ مِنْ أَيْنَ مَطْعَمَهُ وَمَلْبَسَهُ جب تک کہ وہ اپنا محاسبہ ایسے نہ کرے جیسے وہ تجارت میں اپنے شراکت دار کا محاسبہ کرتا ہے.... کہ کھانا کہاں سے کھاتا ہے اور لباس کہاں سے لیتا ہے۔

(سنن الترمذی)

حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے ایک والی کو ایک تحریر بھجوائی جو آپؓ کی آخری تحریروں میں سے سمجھی جاتی ہے۔ اس میں آپؓ فرماتے ہیں کہ حَاسِبْ نَفْسَكَ فِي الرَّخَاءِ قَبْلَ حِسَابِ الشِّدَّةِ اپنے نفس کا محاسبہ سخت حساب آنے سے قبل کر لو۔ جو اچھے وقت میں سخت حساب سے پہلے اپنا محاسبہ کرتا ہے اس کا انجام خوش نصیبی اور خوشنودی کے ساتھ ہو گا اور جس شخص کو اس کی لذتیں اور خواہشات محاسبہ نفس سے غافل کر دیں اس کا انجام حسرت اور ندامت کے ساتھ ہو گا۔

(شعب الإیمان)

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ اِنَّ الْمُؤْمِنَ يَرٰى ذُنُوْبَهُ كَأَنَّهُ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ مومن اپنے گناہوں کو ایسا محسوس کرتا ہے جیسے وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہے اور ڈرتا ہے کہ کہیں وہ اس کے اوپر نہ آگرے اور بدکار اپنے گناہوں کو مکھی کی طرح ہلکا سمجھتا ہے کہ وہ اس کے ناک کے پاس سے گزرے اور وہ اسے اپنے ہاتھ کے اشارے سے اڑا دے۔

(صحیح بخاری کتاب الدعوات)

ماہ رمضان اصلاح نفس کا مہینہ ہے اور خدا تعالیٰ اس بابرکت مہینہ میں ہمیں ایک ایسا ماحول فراہم کرتا ہے کہ ہم اس میں اپنی اصلاح کر سکیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رمضان آگیا ہے اور

اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین کو اس میں زنجیروں سے جکڑ لیا جاتا ہے۔ ہلاکت ہو ایسے شخص کی جس نے رمضان کو پایا اور بخشا نہ گیا۔ اگر وہ رمضان میں نہیں بخشا گیا تو پھر کب بخشا جائے گا۔ (الترغیب والترھیب کتاب الصوم الترغیب فی الصیام) سو جب سب ایک جہت کی طرف چلنے لگ جائیں تو اس جہت میں چلنا آسان ہو جاتا ہے کیونکہ کوئی روک پیش قدمی سے روکتی نہیں۔ پس جب ایک چیز دوسری چیز کی مُمِدّ بن جائے اور ایک کام کرنے سے دوسرے کام آسان ہو جائیں تو پیش قدمی تیز کر دینی چاہئے۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ روزہ گناہوں کے خلاف ایک حفاظتی تدبیر ہے۔ پس روزہ رکھنے والے کو چاہئے کہ وہ لَا یَرْفُثْ وَلَا یَجْھَلْ کہ نہ زبان سے کوئی گناہ کرے اور نہ اپنے دوسرے اعضاء کو کسی ایسے کام میں لگائے جس سے خدا تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ (صحیح البخاری کتاب الصوم) لہٰذا روزے کا ایک ہدف ہے جو اس ہدف کو پورا نہیں کر رہا تو اس کے روزہ رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِہٖ جو شخص جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑے۔ تو خدا کو اس کے بھوکا پیاسا رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔ (صحیح بخاری)

روزے کا بنیادی مقصد تقویٰ یعنی نیکی اختیار کرنا ہے اور نفس کی اصلاح کرنا ہے۔ اگر ایک شخص نیکیوں کے تمام کام کرتا ہو لیکن نماز کی توفیق سے محروم ہو تو نماز کا اہتمام ہی اس کے لئے تقویٰ کی کَسَوٹی ہے اور جو نفس اس کو نماز سے غافل رکھتا ہے اس پر کنٹرول کر کے اپنی نماز ادا کرے۔ عبادت کا اہتمام کرتا ہو لیکن لوگوں کے حقوق سے غافل ہو، غرباء کی مدد کی طرف اس کی توجہ نہ ہو تو اس کے لئے اُس کا محاسبہ نفس یہ ہے کہ حقوق العباد کی طرف توجہ کرے۔ بالکل اُسی طرح اگر نماز و روزہ کی بھی توفیق ہو، اللہ کے راستہ میں خرچ بھی کرتا ہو لیکن اس کے اخلاق اچھے نہ ہوں، زبان کا غلط استعمال کرتا ہو، اس کا سینہ و دل، کینہ اور کدورت سے بھرا ہوا ہو، لوگ اس کی تُند کلامی سے خوف کھاتے ہوں تو اُس کے اخلاق میں کمی ہے اُس کو اپنے محاسبے کی ضرورت ہے۔ الغرض تقویٰ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھتا ہے اور تقویٰ کی منزل تک پہنچنا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ انسان اپنی روحانی بیماری کی شناخت کرے۔ روزہ کا مقصد ایک

مسلمان کو تقویٰ کی منزل تک پہنچانا ہے۔ ہم خوش نصیب ہیں جنہوں نے رمضان کو پایا ہے۔ ہم کو اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے اور اپنا احتسابِ نفس کرنا چاہیے کہ کیا ہم تقویٰ کی راہوں پر قدم مارنے والے ہیں یا نہیں۔

لیکن جو اس مہینہ میں اپنے ایمان کی طرف توجہ نہیں دیتا اور اپنے محاسبہ کے ذریعہ اپنے اندر اصلاح نہیں پیدا کرتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے فرمایا ہے کہ رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ دَخَلَ عَلَيْهِ رَمَضَانَ ثُمَّ انْسَلَخَ قَبْلَ أَنْ يُغْفَرَ لَهُ کہ مٹی میں ملے اس کی ناک جس پر رمضان کا مہینہ آیا اور گزر گیا لیکن اس سے قبل اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔

(ترمذی کتاب الدعوات)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں:

”اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو اور جیسے پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔“

(روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 547-548)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ جس شخص نے رمضان کے روزے ایمان کی حالت میں رکھے اور اپنا محاسبہ نفس کرتے ہوئے رکھے، اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر تمہیں معلوم ہو تا کہ رمضان کی کیا کیا فضیلتیں ہیں تو تم ضرور اس بات کے خواہشمند ہوتے کہ سارا سال ہی رمضان ہو۔ تو یہاں دو شرطیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی یہ کہ ایمان کی حالت اور دوسری ہے محاسبۂ نفس۔ اب روزوں میں ہر شخص کو اپنے نفس کا بھی محاسبہ کرتے رہنا چاہئے۔ دیکھتے رہنا چاہئے کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے اس میں مَیں جائزہ لوں کہ میرے میں کیا کیا بُرائیاں

ہیں، ان کا جائزہ لوں۔ ان میں سے کون کون سی بُرائیاں ہیں جو مَیں آسانی سے چھوڑ سکتا ہوں ان کو چھوڑوں۔ کون کون سی نیکیاں ہیں جو مَیں نہیں کر سکتا یا مَیں نہیں کر رہا اور کون کون سی نیکیاں ہیں جو مَیں اختیار کرنے کی کوشش کروں۔ تو اگر ہر شخص ایک دو نیکیاں اختیار کرنے کی کوشش کرے اور ایک دو بُرائیاں چھوڑنے کی کوشش کرے اور اس پر پھر قائم رہے تو سمجھیں کہ آپ نے رمضان کی برکات سے ایک بہت بڑی برکت سے فائدہ اٹھالیا۔"

(خطباتِ مسرور جلد اوّل صفحہ 418)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم خدا تعالیٰ کے محاسبہ سے قبل اپنا محاسبہ کرنے والے ہوں۔ ہم ہر رات کو اس احتساب کے ساتھ سوئیں کہ ہم نے خدا تعالیٰ کے حقوق میں کہاں کہاں کوتاہی کی؟ اور ہم نے اپنے ماں باپ، بہن بھائیوں اور رشتہ داروں اور خَلقِ خدا کے حقوق میں کہاں کہاں کوتاہی کی اور کہاں ظلم کیا اور کہاں کسی کا حق مارا؟ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمیں تمام حقوق ادا کرنے والا بنادے۔ آمین

(کمپوزڈ بائی: مسز عائشہ چوہدری۔ جرمنی)

۞۞۞۞